ادخلوا فی السلم کافۃ

خُطباتِ اسلام

سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

مؤلف:

الشیخ عبد السمیع عاصم

دار القدس
DAR-UL-QUDAS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- ⬅ عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- ⬅ مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- ⬅ دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- ⬅ کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ⬅ ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- ⬅ نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

ابوالحسن محمد معاذ راشدی
سیالکوٹ بلانوالہ

خُطباتِ اِسلام

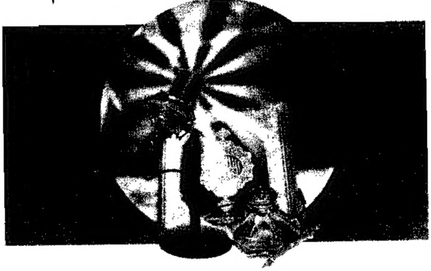

سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

ادخلوا في السلم كافة

خطباتِ اسلام

سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

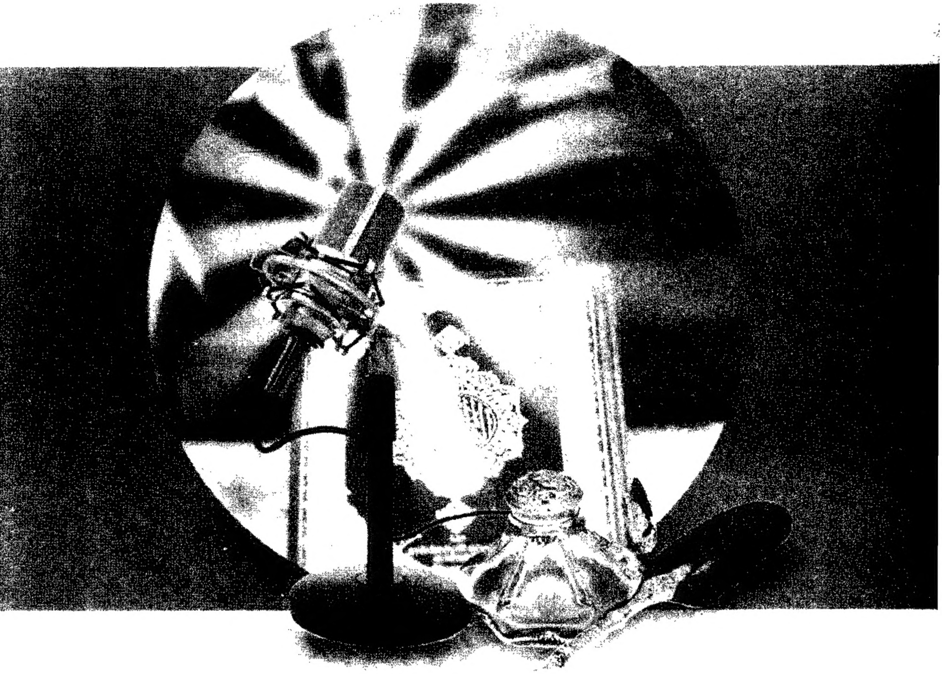

مؤلف:

الشیخ عبد السمیع عاصم

دار القدس پبلشرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: .... خطباتِ اسلام
مؤلف: .... الشیخ عبد السمیع عاصم
ناشر: .... دار القدس پبلشرز

دار القدس پبلشرز

COPY RIGHT
All rights reserved
Exclusive rights by Dar-Ul-Qudas Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or sorted in a data base retieval system, without the prior written permission the Publisher

Ph:042-37221565
Mob:0300-7452885

فہرست موضوعات

- شہر اللہ المحرم ۱۱
- شانِ صدیق رضی اللہ عنہ ۱۹
- شانِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۰
- شان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۴۴
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب ۵۴
- اہل بیت کون؟ ۶۴
- فضائل وخصائل امہات المومنین رضی اللہ عنہن ۷۱
- اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب ۷۷
- حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب ۸۷
- کفار کی مشابہت ۹۴
- عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت ۱۰۰
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ۱۰۹
- اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۰
- اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۹
- حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۸
- ختم نبوت ۱۴۲
- ردِ شرک ۱۵۰
- اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام اور ان کی فضیلت ۱۶۶

* طہارت و پاکیزگی ١٧٥
* نماز کی اہمیت ١٨٢
* عبادات کے فوائد ١٩٥
* نماز میں خشوع وخضوع ٢٠٤
* نماز کی ادائیگی کا طریقہ ٢٢٧
* نفلی عبادات ٢٤١
* تین نعمتیں (کان کا استعمال) ٢٥٠
* تین نعمتیں (آنکھ کا استعمال) ٢٦٣
* تین نعمتیں (دِل) ٢٨٤
* زبان کی حفاظت ٣٠٨
* واقعۂ معراج ٣٢٨
* خسارہ پانے والے لوگ ٣٤٠
* احسان وحسن سلوک ٣٤٨
* مسائل نکاح (حصہ اوّل) ٣٥٦
* مسائل نکاح (حصہ دوم) ٣٧٠
* حقوق زوجین ٣٧٦
* حقوقِ نسواں ٣٨٧
* شب براءت ٣٩٦
* ماہِ رمضان پورے دین کے لئے تربیتی مہینہ ٤٠٣
* مسائل زکوٰۃ ٤٠٨
* حرمتِ قرآن ٤٢٠
* استقامت فی الدین ٤٢٦
* اللہ تعالیٰ کی رحمت ٤٣٧

- نفلی روزوں کی فضیلت ۴۴۸
- تخیلات صحابہ رضی اللہ عنہم ۴۵۹
- شرمگاہ کی حفاظت ۴۶۸
- اطمینانِ قلب ۴۸۱
- درجات جنت ۴۸۹
- علمِ دین ۵۰۰
- عشرہ ذوالحجہ ۵۰۷
- حج کے فضائل وخصائل ۵۱۵
- ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش ۵۲۵
- ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش بذریعہ اولاد ۵۳۳
- مساجد ومدارس کا مقام ۵۴۲
- شرائط قبولیت برائے صدقات ۵۴۹
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ۵۵۶
- آج ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیسے لے سکتے ہیں ۵۶۵
- اسلامی بھائی چارہ ۵۷۳
- خودکشی کی شرعی حیثیت ۵۸۵
- نفس کی اقسام ۵۹۳
- اللہ کے ڈر سے رونا ۶۰۳
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مثالی ایمان ۶۱۱
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن وسنت کی پیروی ۶۲۰
- قرآن سے منافقین کی عادتیں ۶۲۹
- منافقین کی خصلتیں احادیث میں سے ۶۴۱

عرضِ ناشر

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم. امابعد!

﴿ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ﴾ [النحل: ۱۲۵]

''دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور مباحثہ کرو لوگوں کے ساتھ ایسے طریقے سے جو بہترین ہو''۔

خطابت ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعے خطیب سامعین کے نفوس پر اپنے بیان کا اثر منتقل کرتا ہے۔ بلاشک وشبہ قدرتِ بیان ایسی نعمت جلیلہ اور ہدیۂ عظمہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور خطابت و بیان کے ذریعے انسان قیادت و صدارت کی بلندیوں کو حاصل کرتا ہے۔ جو خطیب کتاب وسنت کے دلائل و براہین سے مرصع خطاب کرتا ہے اس کی بات میں وزن ہوتا ہے جس کا سامع کے روح و قلب پر اثر پڑتا ہے۔

محترم استاد حافظ عبدالسمیع عاصم حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ ان کے خطبات میں کتاب وسنت کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔

ع اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ

یہ خطبات خاص و عام ہر ایک کے لیے مفید ہیں۔ میں محترم استاذ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود ان کو تحریر کر کے ان کی تخریج بھی کی اور خطباء کی سہولت کے لیے پورے سال کی مناسبت سے ترتیب بھی۔ اس کے علاوہ جن احباب نے اس کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور دیگر مراحل میں خدمات سرانجام دیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو میرے لیے اور میرے والدین اور بہن بھائیوں کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین

محمد عثمان ظفر

۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ بروز جمعۃ المبارک

مُقدّمہ

خطبۂ جمعہ کوئی عام درس یا تقریر نہیں بلکہ ایک انتہائی اہم نصیحت ہے جسے شریعتِ اسلامیہ میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سارے وہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جو عام کسی درس تقریر وغیرہ میں شرکت نہیں کرتے۔

اس لئے خطباءِ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ خطباتِ جمعہ میں انتہائی اہم مضامین پر گفتگو فرمائیں جن میں عقائد کی اِصلاح، عبادات کی ترغیب، اخلاقِ حسنہ کی تربیت، معاملات میں درستگی، آخرت کا فکر اور تزکیۂ نفس ہو۔

رسول اللہ ﷺ خطبۂ جمعہ میں قرآن کریم کی آیات بکثرت پڑھتے اور بڑے پرجوش انداز میں وعظ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا غصہ سخت ہوتا، آواز بلند ہوتی اور بڑے جامع اور مؤثر الفاظ میں لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے، آخرت کا فکر پیدا فرماتے اور جنت کی ترغیب دیتے تھے۔

خطبۂ جمعہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر بندہ نے خطبات کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جس میں سال بھر کے مختلف مواقع کی مناسبت سے کافی مضامین درج کیے گئے ہیں اور یہ کتاب ۶۰ سے زائد مضامین پر مشتمل ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون زیادہ سے زیادہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے مزین ہو۔ پوری کتاب میں تاریخی واقعات ۲۰ سے بھی متجاوز نہیں۔

کتاب کی ترتیب میں فاضل بھائی حضرت مولانا قاری اکرم تبسم حفظہ اللہ کا بھی کافی حصہ ہے، اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔

آخر میں گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ صرف اور صرف ربّ اَرض وسماء جل وعلا کا فضل واحسان ہے اور جو کمی کوتاہی ہے وہ بندۂ پُرخطا کا قصور ونسیان

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ وہ اِس عمل قلیل کو قبول فرما کر اجر جزیل عطاء فرمائے اور جملہ معاونین (ناشر، کاتب وغیرھما) کو ثواب دارین عطا فرمائے۔ آمین!

الراقم

ابو طلحہ عبدالسمیع عاصم بن ابی البرکات احمد

مدرس جامعہ اسلامیہ اہلحدیث، گوجرانوالہ

خطیب جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث، عثمان پارک چھچھر والی، گوجرانوالہ

۷؍صفر ۱۴۳۱ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شہر اللہ المحرم

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ○ ﴾

[ابراهيم : ٤]

یوں تو کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے آسمان' زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ وہ شمس وقمر ہوں' یا نباتات' حیوانات اور جمادات ہوں' وہ جن وانس ہوں یا ملائکہ وارواح ہوں سب کچھ اللہ کا ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ ارشاد موجود ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ﴾ [النسآء : ١٣١]

آیۃ الکرسی میں بھی ہے:

﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ﴾ [البقرة: ٢٥٥]

ایک مقام پہ تو بیک وقت تین بار اللہ رب العزت نے یہ بات دہرائی ہے۔ سورۃ النسآء پڑھیے صرف دو آیتوں میں تین بار یہ اعلان دہرایا گیا ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ○ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ ﴾ [النسآء : ١٣١-١٣٢]

یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ کی ہے اور اس کی ملکیت میں ہے۔ حتیٰ کہ سال' مہینے'

دن لمحے، لمحے اور گھڑیاں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کی نسبت بطورِ خاص اپنی طرف کی ہے۔ اور اس نسبت کا مقصد ان چیزوں کی عزت و عظمت بیان کرنا ہے۔ اس لیے اس نسبت کو تعظیمی وتشریفی نسبت کہتے ہیں:

❶ نَاقَةُ اللّٰهِ: حضرت صالح علیہ السلام کو بطورِ معجزہ ملنے والی اونٹنی کو اللہ عزوجل نے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) کہا ہے۔

❷ بَيْتُ اللّٰهِ: کعبہ جو امتِ مسلمہ کا قبلہ ہے اسے رب کائنات نے ''بیت اللہ'' (اللہ کا گھر) کہا ہے۔

❸ بَقِيَّةُ اللّٰهِ: جائز اور حلال ذریعے سے حاصل ہونے والی کمائی اور بچت کو اللہ تعالیٰ نے (اللہ کا بقیہ) کہا ہے۔

❹ عِبَادُ اللّٰهِ: اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کو رب الناس نے ''عباد اللہ'' (اللہ کے بندے) کہا ہے۔

اسی طرح بعض مہینوں اور دنوں کو بھی اللہ رب العزت نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، فرمایا:

﴿ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ﴾ [إبراهيم: ٤]
''انہیں اللہ کے دنوں کے ذریعے نصیحت کرو''۔

دن تو سارے اللہ کے ہیں تو پھر بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (اللہ کے دنوں) سے کیا مراد ہے۔

ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں پہ خصوصی انعامات کیے اور مجرموں نافرمانوں کو سزائیں دیں۔

یعنی جن دنوں میں حضرت نوح، ہود، صالح، موسیٰ علیہم السلام کو مجرموں سے بچایا گیا اور مجرم تباہ و برباد کیے گئے وہ دن ''ایام اللہ'' ہیں۔

اسی مناسبت سے اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم الحرام کو ''شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ'' (اللہ کا مہینہ محرم) کہا گیا ہے۔[1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم (١١٦٣) و ابوداؤد (٢٤٢٩) و الترمذي (٧٤٠).

یہ اس کی عظمت وفضیلت کی دلیل ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مختلف بندوں پر بہت سارے انعامات فرمائے۔ اس لیے یہ مہینہ فضیلتوں والا مہینہ ہے۔

پہلی فضیلت:

یہ روز اوّل سے حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ میں ان چار مہینوں کی حرمت بیان فرمائی ہے:

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ۝ ﴾ [التوبة : ٣٦]

”مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو“۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ: ((اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحَجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ)). ①

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دس ذوالحجہ کے دن نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”بلاشبہ زمانہ گھوم کر اس حالت میں آ گیا ہے جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے ایک دوسرے کے بعد ہیں۔

---

① صحيح البخارى، كتاب التفسير، باب قوله ﴿إن عدة الشهور﴾ الآية (٤٦٦٢).

ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا مہینہ مضر (قبیلہ کا) رجب ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے"۔

دراصل دور جاہلیت میں لوگوں نے قمری سال کے اندر بڑی خرابیاں پیدا کر رکھی تھیں، بعض قبائل نے مہینوں کی تعداد میں اپنی طرف سے اضافہ کر رکھا تھا، اور بعض قبائل نے حرمت والے مہینوں کی ترتیب خراب کر رکھی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ ساری خرابیاں دور فرما دیں۔

بہر حال ماہ محرم ان چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جن کا ادب واحترام کرنا (یعنی ان مہینوں میں گناہ، فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے سے خصوصی پرہیز کرنا) ہم سب پر فرض ہے۔

دوسری فضیلت:

یہ شکرانے کا مہینہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکرانہ روزہ رکھا آپ ﷺ نے بھی رکھا، کیونکہ اس مہینے کی دس تاریخ کو اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعونیوں سے نجات دلائی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس نعمت عظمیٰ کا شکر یہ بجا لاتے ہوئے روزہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں"۔ ①

تیسری فضیلت:

یہ ہجرت کی ابتداء ہے اسی لئے اسلامی سال کو ہجری سال کہا جاتا ہے ذوالحجہ میں ہجرت کے اسباب بنے اور محرم میں ہجرت کا آغاز ہوا، مہاجروں کے دستوں کی روانگی شروع ہوئی۔ بہر حال قرآن وسنت کی رو سے یہ مہینہ عظمت وفضیلت والا اور شکریہ والا مہینہ ہے اور اگر پیروں فقیروں کی بات کرو تو پیر عبدالقادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین پڑھئے وہ فرماتے ہیں کہ دس محرم کو عاشوراء اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے دس

---

① صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم (١١٦٣).

انعامات فرمائے۔ مثلاً: کشتی نوح جودی پہاڑ پہ ٹھہری، یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے، ابراہیم علیہ السلام آگ سے بچائے گئے، موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے نجات ملی، عیسیٰ علیہ السلام آسمان پہ اٹھائے گے...... تو کسی رو سے اس مہینے میں رونا پیٹنا جائز نہیں یہ تو شکریے کے روزے رکھنے کا مہینہ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اہل کفر کی سازش ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے سال کی ابتداء کو ماتمی شکل دے دی ہے۔

کافروں کے سال کی ابتداء ہوتی ہے پوری دنیا میں مبارکباد کے سلسلے، مسلمان بھی نیا سال مبارک (ہیپی نیو ایئر) کے کارڈ اور بینر شائع کرتے ہیں، قومی اخبارات پہ دسمبر کے آخری ڈوبتے سورج اور جنوری کے چڑھتے سورج کی تصویریں تک شائع کی جاتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے سال کی ابتداء نوحہ و ماتم سے کی جاتی ہے یہ یہودی سازش ہے۔

جس واقعہ کو بنیاد بنایا جاتا ہے وہ واقعہ تاریخی اعتبار سے کمزور ہے اور اس کی اکثر تفصیلات بے سند اور ناقابل اعتماد ہیں، تاریخ طبری کے ایک ہی صفحہ پر دو روایتیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس واقعہ کی تاریخ اور جگہ بھی صحیح ثابت نہیں۔ ایک روایت میں تاریخ دس محرم ہے دوسری میں تاریخ ماہِ صفر ہے۔ ایک روایت میں علاقہ کربلا لکھا ہے۔ دوسری روایت میں نینویٰ لکھا ہے۔ معلوم ہوا اس واقعہ کا ماہ محرم میں ہونا ہی معتبر نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو یہ واقعہ شہادتوں پر مشتمل ہے۔ اگر شہادت پر ماتم درست ہو تو اسلامی تاریخ بڑی بڑی عظیم شہادتوں سے پر ہے۔ پھر تو ہر روز ماتم کرنا پڑے گا۔

① حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت جن کی فضیلت ومنقبت صحیح البخاری میں اس طرح درج ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی ایک طرف موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ دورانِ خطبہ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے پھر آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ)). [1]

"میرا یہ بیٹا (نواسہ) سردار ہے"۔

اس کے ذریعے اللہ مسلمانوں کے دو لڑنے والے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تو شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت پر یہ سب کچھ (مرثیہ خوانی، نوحہ وماتم، تعزیہ وعلم وغیرہ) کیوں نہیں ہوتا؟

② حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت: کیا آپ کے فضائل ومناقب تھوڑے ہیں، آپ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بابا، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار اور امام کائنات کے داماد باسعادت ہیں۔ ان کی شہادت پر یہ سب کچھ کیوں نہیں ہوتا؟

③ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت: جن کی زبان پر اللہ نے حق رکھ دیا تھا، جن سے ڈر کر شیطان راستہ بدل جاتا تھا، جن کی موافقت میں کئی دفعہ رب کا قرآن اترتا تھا، جنہیں پیغمبروں کے امام نے رب سے مانگ کر لیا تھا۔ آپ کی شہادت پر یہ سب کچھ کیوں نہیں ہوتا؟

④ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت: جن سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے تھے۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ کی دوہری دامادی کا شرف حاصل تھا۔ جنہوں نے اپنی ذات کی خاطر مدینہ منورہ کی گلیوں میں خون بہانا پسند نہیں کیا تھا۔ جن کی غزوۂ بدر میں عدم شرکت کے باوجود دنیاوی اجر (مال غنیمت) اور اخروی اجر (ثواب وجنت) دونوں سے نوازا گیا۔ ان کی شہادت پر یہ سب کچھ کیوں نہیں؟

⑤ جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت: (جس کے بدن پر نوے سے زائد زخم لگے اور سب سامنے ایک بھی پیچھے نہیں اور دونوں بازوں کٹ گئے۔ اللہ نے پر لگا دیئے اسی لیے انہیں طیار کہا جاتا ہے)۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب قول النبي ﷺ للحسن بن علي الخ رقم: ٢٧٠٤.

⑥ پھر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت جن کا پور پور کاٹا گیا۔ انگ انگ چیرا گیا۔ اگر شہادتوں پر ماتم جائز ہوتا تو پھر ہر کسی پر ماتم کرو۔ حتیٰ کہ سینہ چاک کر کے دانتوں تلے چبایا گیا، اور مثلہ کیا گیا، اس قدر غمناک منظر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نعش پہ کھڑے تھے۔ دور سے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صفیہ کو آگے آنے سے روکو! یہ بھائی کی اس حالت کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گی''۔ لیکن جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو روکا گیا تو وہ عرض کرنے لگیں، مجھے اجازت دی جائے میں اپنے بھائی پر نوحہ و ماتم کرنے نہیں آ رہی میں تو اپنے بھائی کو شہادت کی مبارک باد دینے آئی ہوں (کہ کل قیامت کے دن بہنیں اپنے بھائیوں کے کٹے ہوئے سر لے کر آئیں گیں اور میں اپنے بھائی کا کٹا ہوا انگ انگ لے کر آؤں گی)۔

پھر یہ چیخنا، نوحہ و ماتم کرنا قرآن، حدیث اور فقہ جعفریہ کی رو سے بھی درست نہیں۔ قرآن تو ہر تکلیف پر صبر کی تلقین کرتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّٰبِرِينَ ۝ ﴾ [البقرة : ۱۵۳]
﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ ﴾ [البقرة: ۱۵۵]
﴿ اصْبِرُوا وَصَابِرُوا ۝ ﴾ [آل عمران: ۲۰۰]
﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ [الزمر : ۱۰]

حدیث میں صبر کا حکم ہے اور نوحہ و ماتم کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))①

''جو (مصیبت پہ) رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے (میں لٹا گیا، میری کمر ٹوٹ گئی۔ میرا کچھ نہ رہا...) وہ ہم میں سے نہیں''۔

---

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم ضرب الخدود و شق الجیوب (۱۵۳).
والترمذی (۹۹۹).

((وَخَرَقَ وَصَلَقَ)).[1]

(جو صدمے کی بناء پر) سر منڈھوا لے' گریبان پھاڑے اور چیخ و پکار کرے میں (محمد ﷺ) اس سے بری اور بیزار ہوں (میرا اس سے کوئی تعلق نہیں)۔

آخری بات:

عقلی اعتبار سے بھی یہ نوحہ و ماتم غلط ہے کہ عموماً نوحہ کرنے والے وفات کے بعد نوحہ و ماتم کرتے ہیں' لیکن یہاں یکم محرم کو رونے دھونے اور بین ڈالنے کی ابتداء کر دی جاتی ہے اور جب دس محرم کو شہادت ہو جاتی ہے تو حلوہ منڈہ کھا کر گھر و گھر چلے جاتے ہیں۔ یَاالْلعَجَب......

زنے را دیدم' بصورت سگ' وملائکہ بگرز ہائے آہنی سر و گردنش را می زدند و آتش در دھنش داخل میکردند واز دبرش بیروں می آوردند فاطمہ پرسید۔ مرا خبر بکن سیرت آن زنے چہ بود پدر گفت: نوحہ کنندہ وحسود بود۔

ایک عورت کو میں نے دیکھا' اس کی شکل کتے جیسی' اور فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کے سر اور اس کی گردن پر ضربیں لگا رہے ہیں اور آگ اس کے منہ کے راستے داخل کر کے پشت کے راستے باہر نکال رہے ہیں' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: مجھے بتلاؤ اس عورت کا کردار کیسا تھا باپ نے جواب دیا: ''وہ عورت نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی''۔[2]

اللہ اکبر! یہ حدیث بخاری و مسلم کی نہیں۔ بلکہ حیاۃ القلوب کی ہے۔ اور اس کے راوی حضرت ابوہریرہ وحضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما یا حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما نہیں بلکہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں' اور اس حدیث میں نوحہ و ماتم کی کیسی خطرناک سزا بیان کی گئی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما ينهى عن الحلق عند المصيبة (١٢٩٦).

[2] حياة القلوب.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شانِ صدیق رضی اللہ عنہ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ [التوبة : ٤٠]

آج کے خطبہ میں اس عظیم شخصیت کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جسے پیغمبر اسلام کے بعد ساری اُمت سے افضل ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جسے قبل از بعثت بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا شرف حاصل ہے، جسے ٢٣ سالہ پورے دورِ نبوت میں نبی الرحمۃ کی مصاحبت کا تمغہ حاصل ہے، جسے تمام غزوات میں نبی التوبۃ کی ہمرکابی کا فخر حاصل ہے، جسے قرآن کریم کے ذریعے صحابیت کی سند حاصل ہے، جسے وفات کے بعد بھی مسجد نبوی کے ساتھ حجرۂ رسول میں روضۂ پیغمبر کا ساتھ حاصل ہے جسے وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے غمناک والمناک موقع پہ اُمت کو سنبھالا دینے اور اختلاف سے بچانے کا مقام حاصل ہے، جسے انکارزکوٰۃ، انکارختم نبوت اور ارتداد جیسے خطرناک فتنوں کا سر کچلنے کی سعادت حاصل ہے، جسے السابقون، الاوّلون، عشرہ مبشرہ اور خلفاء راشدین میں برسرفہرست (پہلے نمبر پر) ہونے کا مرتبہ حاصل ہے اور جسے مقام صدیقیت میں سب سے اونچا درجہ حاصل ہے۔

اس عظیم شخصیت کی معروف ومشہور کنیت ابوبکر اسم گرامی عبداللہ اور لقب صدیق اکبر ہے۔

آیئے! اس عظیم شخصیت کی شان و منقبت ناطق وحی، صاحب قرآن، شافع محشر، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنئے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”بلاشبہ مجھ پر رفاقت اور مال خرچ کرنے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ احسانات ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہیں“۔
>
> ”اور اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا البتہ (اس کے ساتھ) اسلامی اخوت اور مودت ہے، مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ (کوئی) کھڑکی باقی نہ رہنے دی جائے“۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

> ”اگر میں نے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا“۔ [1]

اس حدیث میں صدیق اکبر کی شان وعظمت کے ساتھ ساتھ آپ کی خلافت بلافصل کا ثبوت بھی ہے۔

صحیحین کی روایت ہے، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے آپ ﷺ سے (اپنے) کسی معاملے میں گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ وہ پھر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اس نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں؟ گویا کہ وہ آپ کی وفات مراد لیتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔ (اس لیے کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے)“۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ «لو کنت متخذا خلیلا» (۳۶۵۸).

[2] صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم، باب قول النبی ﷺ «لوکنت متخذا خلیلا» (۳۶۵۹).

صحیح مسلم میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں مجھے فرمایا کہ:

> ''میرے لیے اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بلاؤ تا کہ میں تحریر لکھوا دوں، اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ میں (خلافت کا مستحق) ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ اور ایمان دار لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ (سبھی کا) انکار کرتے ہیں''۔ [1]

ان دو حدیثوں میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان و منقبت کے ساتھ ساتھ ان کی خلافتِ بلافصل کا انتہائی واضح اور بین ثبوت ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص ایک بیل کو ہانک رہا تھا، اس دوران وہ شخص (چلنے سے) عاجز آ گیا تو بیل پر سوار ہو گیا۔ بیل نے کہا: ہم سواری کے لیے پیدا نہیں ہوئے ہیں بلکہ ہم تو زمین کی کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں''۔

لوگوں نے (تعجب کرتے ہوئے) کہا، سبحان اللہ! بیل کلام کر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''اس (واقعہ) پر میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایمان رکھتے ہیں'' (حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے)۔ [2]

نیز فرمایا:

> ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا۔ اچانک ان میں سے ایک بکری پر بھیڑیا حملہ آور ہو گیا اور بکری کو اٹھا لیا۔ بکری کے مالک نے اسے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ، رقم: ٦١٨١.

[2] صحيح البخاري، كتاب احاديث الأنبياء، بابٌ، رقم: ٣٤٧١ و مسلم (٦١٨٣).

اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیئے نے اس سے کہا کہ درندوں کے روز (یعنی جب فتنہ برپا ہوگا) جب کہ میرے علاوہ انہیں کوئی چرانے والا نہیں ہوگا، (ان کو مجھ سے کون چھڑوائے گا)"۔

لوگوں نے تعجب سے کہا، سبحان اللہ! بھیڑیا کلام کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس واقعہ پر بھی میرا، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان ہے، حالانکہ اس وقت وہ دونوں وہاں نہیں تھے"۔ ❶

غور فرمایئے! اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں ان کے مضبوط ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔ جس کے ایمان کی گواہی امام الانبیاء نے دے دی، ساری دنیا مل کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اور متفق علیہ روایت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں میں کھڑا تھا، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جب (وفات کے بعد) ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا گیا تھا۔ اچانک میرے پیچھے ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور (عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیہ کلمات) کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے، بے شک میں امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں رفقاء کے ساتھ جمع کرے گا، اس لیے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بارہا سنا کرتا تھا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما (فلاں جگہ) تھے، میں نے، ابوبکر نے اور عمر رضی اللہ عنہما نے (فلاں کام) کیا، میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما چلے، میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نکلے (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ) میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ باتیں علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرما رہے تھے۔

سبحان اللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خوبیوں کے معترف تھے، آج لوگ تاریخ کی بعض بے سند روایات کی بناء پر جو مرضی کہتے پھریں، یہ حدیث ان کی زبانوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب، رقم: ۳۴۷۱ و مسلم رقم: ۶۱۸۳.

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ مقام، مرتبہ کیوں ملا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب : ۲۱]

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت سب لوگوں سے بڑھ کر اس نمونے کے مطابق اور موافق تھی۔ آپ سب سے بڑھ کر عادات و خصائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

چند مثالیں:

① **بہادری وشجاعت:** مکہ معظمہ میں دورانِ تبلیغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دن عقبہ بن ابی معیط نے بحالت نماز آپ کا گلا گھونٹا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ فوراً آئے اور اس کو ہٹایا، پھر فرمایا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزے بھی لے کر آیا ہے۔[1]

② **سخاوت:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم صدقہ کریں۔ اس دوران میرے پاس کچھ مال آ گیا۔ میں نے (دل میں) خیال کیا کہ اگر کسی روز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (صدقہ کرنے میں) سبقت لے سکوں تو آج کے دن ان سے آگے رہوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اپنا آدھا مال لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) دریافت کیا کہ ''آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے جواب دیا کہ اسی قدر (یعنی آدھا مال چھوڑ آیا ہوں اور آدھا مال آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) دریافت کیا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، میں نے اپنے گھر والوں

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم «لو کنت متخذًا خلیلا» (۳٦٧٨).

کے لیے اللہ اور اس کے رسول (کی رضا) کو چھوڑا ہے (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے (دل میں) خیال کیا کہ میں کبھی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ ①

③ **پرسوز قراءت:** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے اندر ایک مسجد بنائی۔ اسی میں نماز پڑھنے لگے، اور (بلند آواز سے) قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے۔ مشرکین کی عورتوں اور بچوں کو ان کی قراءت بہت اچھی معلوم ہوتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا ہجوم ہو جاتا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہتے (اور ان کی قراءت سنتے رہتے تھے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن مجید پڑھتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا تھا۔

④ **ابن دغنہ کے بیان کردہ خصائل:** کافروں نے جب مؤمنین پر عرصۂ حیات تنگ کیا تو مؤمنین نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حبشہ کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ مقام برکِ غماد میں پہنچے تو انہیں ابن دغنہ ملا ابن دغنہ قبیلۂ قارہ کا سردار تھا کہنے لگا۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ، کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے تو میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ سفر کر کے کہیں چلا جاؤں اور اپنے رب کی عبادت کروں“۔ ابن دغنہ نے کہا ”اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم ناداروں کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو۔ معاشرے پر جو لوگ بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہو۔ اور حق کے کاموں میں (دوسروں کی) مدد کرتے ہو، میں تم کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس چلو اور اپنے شہر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو“۔ ②

اللہ اکبر! یہ وہی خصلتیں ہیں جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کی تھیں۔

⑤ **حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات بالکل رسول اللہ ﷺ کے جوابات کے مطابق:** جب حدیبیہ کا معاہدہ ہوا

---

① سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، رقم: ١٦٧٨۔

② صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ (٣٩٠٥) مع الفتح (٢٩١/٩)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاہدے کو (وقتی طور پر) سمجھ نہ پائے اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر چند سوالات کیے جن کے جوابات رسول اللہ ﷺ نے دیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشانی کے عالم میں دوڑے دوڑے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کیا آنحضرت ﷺ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک وہ اللہ کے سچے نبی ہیں انہوں کہا کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر ہم کیوں اپنے دینی معاملات میں ان سے دبیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے شخص بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے وہی ان کا مددگار ہے۔ ان کے فیصلہ پر مضبوطی سے جمے رہو، اللہ کی قسم وہ یقیناً حق پر ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کریں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ بات کہی تھی لیکن کیا آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ہم اسی سال طواف کریں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تو بس پھر تم ضرور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گفتگو پر بہت نادم ہوئے اور اس کے کفارہ میں بہت سے عمل کرتے رہے۔ بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جوابات بالکل وہی تھے جو رسول اللہ ﷺ کے تھے۔

حتی کہ بعض امور میں موافقت جو انسان کے اختیار میں ہی نہیں۔

① **عمر**: جس طرح رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی تریسٹھ سال تھی۔

② **طریقہ وفات**: اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہودیوں نے زہر دیا، جس طرح رسول اللہ ﷺ کو یہودیوں نے زہر دیا۔

③ **تدفین**: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مدفن بھی رسول اللہ ﷺ کے جوار اور پڑوس میں کر دیا۔ یہ تین چیزیں...... خصوصی طور پہ امر الٰہی سے حاصل ہوئیں۔

چند انتہائی عمدہ خصلتیں:

① **بے انتہاء ادب رسول ﷺ**: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يَتَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَيْ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.[1] رسول اللہ ﷺ کا بے حد ادب و احترام کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز نہ پڑھا سکے، کہنے لگے: ''ابوقحافہ کے بیٹے کی یہ شان نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھائے (رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے قدر بتاتے ہوئے ابوقحافہ کا بیٹا کہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا) احترام رسول اللہ ﷺ کی یہ شان واقعی صدیق ہی کا حق ہے۔ ایسے شخص کا ایمان کا بھلا کیا ٹھکانہ ہے۔

② **بے مثال تقویٰ و پرہیزگاری:** حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تقویٰ کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر تھے۔ ان کا ایک غلام تھا جو انہیں کچھ خراج دیا کرتا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خراج سے کھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کھایا غلام نے کہا آپ کو معلوم ہے یہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا چیز ہے غلام نے کہا ایام جاہلیت میں میں نے کہانت کی تھی (یعنی کسی کو آئندہ کی خبر دی تھی) حالانکہ میں کہانت اچھی طرح جانتا نہ تھا۔ میں نے اسے دھوکا دیا تھا۔ اب وہ مجھ سے ملا اور اس نے یہ چیز مجھے (بطور انعام) دی ہے اور اسی چیز میں سے آپ نے کھایا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ (اپنے حلق میں) داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھا قے کر کے نکال دیا۔[2]

③ **منفرد عاجزی وانکساری:** ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے حنظلہ رضی اللہ عنہ کیا حال ہے؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حنظلہ رضی اللہ عنہ منافق ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلے آتے ہیں تو بیویوں، بچوں اور مال میں پھنس جاتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من دخل لیؤمَّ النّاس الخ رقم: ٦٨٤.

[2] صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب أیام الجاهلیة، رقم: ٣٨٤٢.

قسم یہ کیفیت تو ہماری بھی ہوتی ہے۔ الغرض دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی ساری بات بیان کی۔ تو جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ہر وقت تمہاری وہی حالت رہے جو میرے پاس ہوتی ہے اور ہر وقت (اسی چیز کی) یاد رہے تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں پر تم سے سلام کریں اور مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ رضی اللہ عنہ! کبھی یہ کیفیت اور کبھی وہ (کیفیت) آپ نے اس جملہ کو تین دفعہ دہرایا (یعنی اتنا ہی کافی ہے کہ کبھی تمہاری یہ کیفیت ہو اور کبھی وہ)"۔

④ **انتہائی اعلیٰ استقامت:** رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر (جب بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: امابعد تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ جان لے کہ) بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ زندہ ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ [الزمر: ٣٠]

"(اے رسول ﷺ!) بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں"۔

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٤٤]

"اور محمد اللہ کے رسول ہی تو ہیں (رسول ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو موت نہ آئے) ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں (ان کو بھی موت آئی تھی) لہٰذا اگر یہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا الٹے پیر کفر کی طرف واپس ہو جاؤ گے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ (اپنا نقصان کرے گا) اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اللہ تو شکر گزار بندوں کو ہی اجر عطاء فرماتا ہے"۔

اس وقت لوگوں کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آل عمران کی یہ آیت کسی کے ذہن میں نہیں تھی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے تلاوت کیا (تو سب کو یاد آ گئی) پھر ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی، ہر شخص اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ [1]

⑤ **بے شمار برکتیں**: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا کون معترف نہیں تھا، ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا تھا، اے آل ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ [2] یعنی آل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بہت سی برکتیں حاصل ہوئی ہیں۔

⑥ **عالیشان گھرانہ**: خود صحابی، باپ صحابی، ماں صحابیہ، بیوی صحابیہ، بیٹے صحابی اور بیٹیاں بھی صحابیات۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

اس لیے آپ اللہ کے ہاں بھی فضیلت والے:

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ایک معاملے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی راہنمائی فرمائی تو بڑے پیارے انداز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ﴿اُولُوا الْفَضْلِ﴾ کا لفظ بولا جس کا معنیٰ فضیلت والے ہے۔ [3]

پیغمبر ﷺ کے ہاں سب سے پیارے:

بخاری و مسلم میں ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انہیں ''ذات السلاسل'' لشکر پر (امیر بنا کر) بھیجا۔ انہوں نے بیان کیا، میں (سفر سے پہلے) آپ کے پاس آیا، میں نے دریافت کیا کہ کون شخص آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ''۔ میں نے دریافت کیا ''مِنَ الرِّجَالِ؟'' کہ مردوں میں سے کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَبُوْهَا)). ''ان کے والد''۔ میں نے دریافت کیا،

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته (٤٤٥٤).

[2] صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، بابٌ، رقم: ٣٦٧٢.

[3] سورة النور آیت ٢٢.

پھر کون؟ آپ ﷺ نے (کچھ اور) لوگوں کا (بھی) نام لیا۔ پھر میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ (کہیں) آپ ﷺ مجھے ان کے آخر میں نہ شمار کریں۔ ①

سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں افضل:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ہم کسی شخص کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، اس کے بعد عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہما (کا درجہ تھا) نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیتے۔ ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ ②

اور سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے تو ہم کہا کرتے تھے کہ نبی ﷺ کے بعد آپ کی اُمت میں سے سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ③

اور اہل بیت کے ہاں بھی پیارے:

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد محترم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا نبی ﷺ کے بعد کون شخص سب سے بہتر ہے؟ انہوں نے بتایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ (محمد بن حنفیہ کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا کہ پھر کون؟ انہوں نے کہا، عمر رضی اللہ عنہ (محمد بن حنفیہ کہتے ہیں) میں ڈر گیا کہ اب آپ عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے (اسی لیے) میں نے عرض کیا، پھر آپ ہیں۔ انہوں نے کہا:

((مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ)). ④

”میں تو ایک عام مسلمان ہوں“۔

---

① صحيح البخاري (٤٣٥٨) و صحيح مسلم (٦١٧٧).

② صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه (٣٦٩٨).

③ صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان، رقم: ٣٦٩٨ و سنن أبي داؤد، رقم: ٤٦٢٧.

④ صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب أبي بكر رضي الله عنه (٣٦٧١).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شانِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ [الحجرات : ۳]

آج کے خطبہ میں جس شخصیت گرامی کا ذکر خیر کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں وہ رسول اکرم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ساری امت میں افضلیت کا اعزاز پانے والی شخصیت ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

وہ شخصیت کہ اگر خلافت میں پہلا نمبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا تو دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اگر پیغمبر کی رفاقت وصحبت میں پہلا درجہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تو دوسرا درجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اگر عشرہ مبشرہ میں پہلا نام ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے تو دوسرا نام عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اگر نبی ﷺ کے خصوصی وزیروں اور مشیروں میں پہلا نام ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے تو دوسرا عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

آیئے سب سے پہلے قرآن کی زبانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی ایک جھلک دیکھیں: صحیح البخاری میں حدیث ہے جب سورۃ الحجرات کی یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ [الحجرات : ۳]

”یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا امتحان تقویٰ (کے مضمون) میں اللہ تعالیٰ نے لیا ہے (اور انہیں متقی قرار دیا ہے) ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے“۔

اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت عمر ؓ، رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس قدر آہستہ بولتے تھے کہ کئی دفعہ آپ ﷺ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ معلوم ہوا یہ آیت اور اس میں ذکر کردہ انعام (بخشش و اجر) کے اوّلین حقداروں میں حضرت عمر ؓ کا نام ہے۔

پھر قرآن کریم کی وہ تمام آیتیں جو حضرت عمر ؓ کی موافقت میں نازل ہوئیں۔ وہ شانِ عمر ؓ کی تا قیامت درخشندہ و تابندہ دلیل ہیں کہ کبھی آپ کی خواہش پر آیات حجاب اترتی ہیں۔ کبھی آپ کی خواہش پر مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کی آیات اترتی ہیں۔ کبھی آپ کی خواہش پر حرمتِ خمر کی آیات کا نزول ہوتا ہے۔ کبھی بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں حضرت عمر ؓ کی رائے کے مطابق قرآن اترتا ہے۔ جس طرح چند موافقاتِ عمر ؓ صحیح البخاری کی اس حدیث میں بھی موجود ہیں۔

حضرت انس اور ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے بتایا کہ تین باتوں میں میری اپنے پروردگار سے موافقت ہوئی ہے۔ جناب عمر ؓ کہتے ہیں ان میں سے ایک بات یہ تھی (میں نے عرض کیا تھا کہ) اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم کے قریب (نفل) نماز ادا کرتے تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّى ۝ ﴾ [البقرة : ١٢٥]

”تم مقام ابراہیم کے قریب (نفل) نماز ادا کرو“۔

(اور دوسری بات یہ تھی کہ) اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی بیویوں کے ہاں اچھے اور برے سبھی لوگ آتے جاتے ہیں اگر آپ ﷺ انہیں پردہ کرنے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا۔ اس پر پردے کی آیات نازل ہوئیں۔

(تیسری بات یہ تھی کہ) جب آپ کی بیویاں غیرت کرتے ہوئے اکٹھی ہوئیں۔ (غیرت سے مراد یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کے ہاں شہد

پینا شروع کیا تو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ایک محاذ قائم کر لیا تھا) تو میں نے (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے) کہا تھا کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا کریں گے۔ چنانچہ اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی:

﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ ...... الخ﴾

اور دوسری روایت میں ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے تین باتوں میں اپنے پروردگار کی موافقت کی ہے۔ پہلی بات مقام ابراہیم کے بارے میں۔ دوسری بات پردے کے بارے میں اور تیسری بات بدر کے قیدیوں کے بارے میں ہے۔ ①

دیگر احادیث مبارکہ میں مزید موافقات عمر رضی اللہ عنہ بھی مذکور ہیں، معلوم ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ اس قدر روشن تھا کہ آپ کی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن اتر پڑتا تھا، اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ملہم من اللہ تھے (جس طرح آگے حدیث میں آ رہا ہے)۔

قرآن کریم کے بعد حدیث کی دو مستند ترین کتابوں صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بہت سارے فضائل و مناقب درج ہیں ان میں سے چند ارشاداتِ نبویہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

اپنی جان سے بھی زیادہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے:

① جناب عبداللہ بن ہشام روایت کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس قدر کھرے انسان تھے کہ جتنی بات دل میں تھی اتنی ہی بتلائی، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

---

① صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القبلۃ و من لم یر الاعادۃ (٤٠٢) (٤٤٨٣) (٤٧٩٠).

یہ کافی نہیں ہے جب تک تم مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ سمجھو صحیح معنوں میں محب رسول نہیں بن سکتے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! اب تم حقیقی معنوں میں محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہو''۔ [1]

سبحان اللہ! کیسا ایمان ہے؟ فوراً اپنی اصلاح کر لی' اور دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی جان سے بھی بڑھا لیا۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں الہامی لوگ ہوا کرتے تھے' اگر میری امت میں سے کوئی شخص الہامی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتا''۔ [2]

پیچھے ذکر کردہ موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واقعتہً ملہم من اللہ تھے' آپ پر الہام اترتا تھا۔

③ ایک موقعہ پر امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَالَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِكًا فَجًّا. قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ)). [3]

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جب کہیں کسی راستے میں شیطان سے تیرا سامنا ہوتا ہے تو وہ تیرا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلنے لگتا ہے''۔

اللہ اکبر! جس سے ڈر کر شیطان راستہ بدل جائے۔ بھلا اس کے ایمان میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟ حقیقت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان میں شک کرنے والا خود ایمان

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ٦٦٣٢.

[2] صحیح البخاری، کتاب المناقب (٣٦٨٩) و مسلم (٣٦٨٩) والترمذی (٣٦٩٣) و احمد (٦/٥٥).

[3] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (٣٦٨٣) و مسلم (٢٢) و احمد (١/١٧٨).

سے خالی وعاری ہے۔

④ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں (معراج کی رات) جنت میں داخل ہوا تو میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ''رمیصاء'' کو دیکھا نیز میں نے چلنے کی آواز سنی چنانچہ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہے۔ اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک دوشیزہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ (محل) کس کے لیے ہے؟ جنتیوں نے بتایا کہ (یہ محل) عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہوں اور اسے (غور سے) دیکھوں لیکن میں نے تیری غیرت کو یاد کیا''۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں' تعجب ہے' کیا میں آپ ﷺ (کے داخل ہونے) پر غیرت کروں گا؟۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کے حوالے سے انتہائی غیرت مند تھے' حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی اس غیرت کو ملحوظ رکھا' نیز پتہ چلا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں محل اس وقت سے تیار ہے جب آپ رضی اللہ عنہ ابھی زمین پر زندگی گزار رہے تھے۔

غلبہ اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کردار:

⑤ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بار میں سویا ہوا تھا' میں نے دیکھا کہ (کچھ) لوگوں کو مجھ پر پیش کیا جا رہا ہے اور انہوں نے قمیصیں پہن رکھی ہیں کسی کا قمیص (اس کے) سینے تک اور کسی کا اس سے نیچے تھا اور عمر رضی اللہ عنہ مجھ پر پیش کیے گئے۔ تو وہ قمیص کو کھینچتے تھے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی تاویل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ..... (۳۶۷۹) و مسلم (۲۱-۲۳۹۵) واحمد (۳۸۱/۳).

''اس کی تاویل دین ہے (یعنی ان کے دور میں دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا)''۔ [1]

واقعتہً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد دین کو غلبہ ملتا گیا' فقیہ الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم اس وقت سے عزت وغلبہ میں بڑھتے گئے جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا' اور آپ کے دور خلافت میں بے شمار فتوحات ہوئیں' مسلمانوں پر اللہ کی زمین وسیع ہوتی گئی' یہود ونصاریٰ اور مشرکین ومجوس ذلیل ورسوا ہوتے گئے' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں کسی یہودی یا عیسائی کو ایک منشی یا کلرک بھرتی کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے۔ [2]

علم دین:

⑥ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں سو رہا تھا' مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ میں نے اسے پیا' حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ (دودھ کی) سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے پھر میں نے بقیہ (دودھ) عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کی کیا تاویل فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس کی تعبیر) علم ہے''۔ [3]

آج کسی کو علم شریعت کی سند کسی یونیورسٹی سے حاصل ہوتی ہے' کسی کو علم دین کی ڈگری کسی اسلامی کالج سے ملتی ہے' کسی کو علم وفقہ کی شہادت کسی جامعہ ومدرسہ سے ملتی ہے' لیکن جناب عمر رضی اللہ عنہ کو علوم نبویہ کی سند زبانِ نبوت اور لسانِ رسالت سے حاصل ہوئی:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ... (۳۶۹۱) و مسلم (۳۶۹۰) والترمذی (۲۲۸۵) و احمد (۸۶/۳).

[2] فتاوٰی ابن تیمیہ، کتاب الجهاد.

[3] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۳۶۸۱) و مسلم (۲۳۹۱) والترمذی (۲۲۸۴) والدارمی (۱۷۱/۲) (۲۱۵٤) و احمد (۱۰۸/۲).

خلافت:

⑦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نیند میں تھا میں نے خود کو ایسے کنوئیں پر پایا جس کی منڈیر نہ تھی اس پر ایک ڈول تھا' میں نے جس قدر اللہ نے چاہا کنوئیں سے ڈول نکالے پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے پکڑا۔ انہوں نے کنوئیں سے ایک یا دو ڈول نکالے۔ ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی۔ (یہ خلافت صدیقی کی قلیل مدت کی طرف اشارہ ہے) اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کو معاف کرے۔ بعد ازاں وہ ڈول بڑے ڈول کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اور اسے عمر رضی اللہ عنہ نے پکڑا۔ میں نے کسی مضبوط شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ڈول نکالتا ہو حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے (اپنے اونٹوں اور زمین کو) سیراب کیا''۔[1]

جنت کی بشارت:

⑧ ایک دن رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے واپس آ کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور چاہ اریس کی منڈیر پر پیر لٹکا کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ کو سلام کیا اور واپس آ کر باغ کے دروازہ پر بیٹھ گئے اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون ہے؟ کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ٹھہریئے پھر نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو''۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بشارت دی۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی ﷺ کی داہنی جانب کنوئیں پر پیر لٹکا کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیاں کھول دیں تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اندر آنے کی اجازت طلب کی نبی ﷺ نے فرمایا: ''انہیں اجازت دو

---

[1] صحیح البخاري، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ (٣٦٦٤) و مسلم (٢٣٩٢).

اور جنت کی بشارت دو''۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں بشارت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنوئیں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب آ کر بیٹھ گئے۔ [۱]

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے:

⑨ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے''۔ انہوں نے پوچھا مردوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان کے والد سے (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے)''۔ انہوں نے کہا پھر کس سے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے''۔ [۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محبوب رسول ﷺ ہیں اور جو شخص محبوب رسول ﷺ ہو اس سے محبت کرنا ہی ایمان کی نشانی ہے اور اس سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ آج اپنے کسی نکھے محبوب پر کٹ مرنے والے محبوب رسول کو برا کہنے کی جسارت کرتے ہیں، انہیں اللہ کی بطش شدید سے ڈرنا چاہیے۔

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تمام لوگوں سے افضل ہونے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا:

⑩ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کی فضیلت بیان کرتے تھے تو سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھتے پھر عمر رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ [۳]

---

[۱] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر (٣٦٩٥) والترمذی (٣٧١٠).

[۲] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ... (٤٣٥٩) و مسلم (٢٣٨٤) و ابن ماجه (١٠١).

[۳] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ (٣٦٩٧) و ابوداود (٤٦٢٨) والترمذی (٣٧٠٧).

حقیقت ہے جس کی افضلیت پر خیر القرون کے لوگ متفق ہوں، کسی سیاہ رو اور سیاہ دل کی ہرزہ سرائی سے اس کی شان میں کمی نہیں آتی، بلکہ گستاخی کرنے والے کی اپنی عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔

اہل بیت کے ہاں بھی آپ رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل ہیں:

⑪ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ'' پھر پوچھا گیا کہ ان کے بعد کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔ ①

ہماری نہیں مانتے نہ مانو، جس علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے کھوکھلے راگ الاپتے ہو، اور جس علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے مصنوعی دعوے کرتے ہو، اس کی بات تو مانو، اس نے اپنے بیٹے کو بتلایا کہ امت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کے وقت تبصرہ:

⑫ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ پلنگ پر رکھ دیا گیا تو لوگوں نے چاروں طرف سے جنازہ کو گھیر لیا اور ان کے لیے دعائے خیر کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں کھڑا تھا کہ یکا یک ایک شخص میرے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر کہنے لگا اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا کہ اس کے مثل عمل کر کے مجھے اللہ سے ملنا تمہارے جیسے عمل کر کے ملنے سے زیادہ محبوب ہو۔ اللہ کی قسم مجھے امید تھی کہ اللہ تمہیں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جمع کر دے گا اس لیے کہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے سنا کرتا تھا: میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نکلے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص جناب علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ②

---

① صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ..... (٣٦٧١) و ابوداود (٤٦٢٩).

② صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب مناقب أبی بکر، رقم: ٣٦٧٧.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کی:

⑬ ایک دفعہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے جناب عمر رضی اللہ عنہ پر بے جا تنقید کی حتی کہ انہیں غصہ آ گیا قریب تھا کہ کوئی سزا نافذ کر دیتے کہ اتنے میں حضرت حر رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۹]

اور اے امیر المؤمنین بے شک یہ شخص جاہلوں میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ نہ کہا اور وہ ہمیشہ کتاب اللہ کے مقابلہ میں اپنے ارادہ سے رک جایا کرتے تھے کتاب اللہ کے مطابق عمل کرتے تھے۔ [1]

غور کیجئے! خیر الامۃ، رئیس المفسرین، ابن عم الرسول جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چند لفظوں میں کیسی عمدہ سیرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کی:

وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ.

عمدہ عادات وخصائل

آداب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک:

⑭ ایک سفر میں جناب عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ سے آگے نکل جاتا تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کسی کا بڑھنا جائز نہیں۔ [2]

کس طرح اپنے لختِ جگر کو آداب رسول سکھلا رہے ہیں، اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انتہائی متبع سنت ثابت ہوئے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین (٤٦٤٢) (٧٢٨٦).

[2] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب من اهدی له هدیةً الخ، رقم: ٢٦١٠.

تعلیم دین کا ذوق:

گورنروں کو ہدایت کی کہ وہ تمام لوگوں کو دین کی تعلیم دیں اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق عمل سکھلائیں۔ [1]

آج ہماری حکومتیں مدارس ومساجد کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں، سکولوں کالجوں سے اسلامی نصاب کو خارج کر رہی ہیں، اور مدارس میں عصری ودنیاوی علوم پڑھانے پر مصر ہیں، اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل کیا ہے کہ گورنروں کو اپنے اپنے علاقوں میں تعلیم دین کا اہتمام کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔

عدل وانصاف:

⑮ وفات کے وقت ایک انصاری نوجوان نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ آپ خلیفہ بنائے گئے تو آپ عدل وانصاف کرتے رہے۔ [2]

تاریخ میں لکھا ہے، ایک دفعہ ایک گورنر زادے نے تھپڑ مار کر ایک غریب آدمی کا دانت توڑ ڈالا، وہ غریب مدینے کی گلیوں میں دہائی دیتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، گورنر کو بھی بلا لیا اور اس کے بیٹے کو بھی طلب کر لیا، گورنر نے عرض کیا: غلطی میرے بیٹے کی ہے مجھے کیوں طلب کیا گیا ہے، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے بیٹے کو یہ جرأت اس خمار کی وجہ سے ہوئی ہے کہ میں گورنر زادہ ہوں، اس لیے تیرے سامنے قصاص ہوگا، پھر اس غریب سے کہا: اب تو اس گورنر زادے کو تھپڑ مار، یہاں تک کہ اس کا دانت بھی ٹوٹ کر زمین پر جا گرے۔

سخاوت:

خیبر کی زمین جوان کے خیال میں ان کا سب سے بہتر مال تھا اللہ کی راہ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهى من اكل ثومًا أو بملًا لو كراثًا او نحوها... الخ، رقم: ۱۲۸۸.

[2] صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحابي النبي ﷺ باب مناقب عثمان، رقم: ۳۷۰۰.

خیرات کردی۔ ✿

شہادت عمر رضی اللہ عنہ:

⑯ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ)).

”یا اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطاء فرما' اور مجھے اپنے پیغمبر کے شہر (مدینۃ الرسول) میں فوت کرنا“۔ ✿

ہائے! کیسا ذوق شہادت ہے' اور کس قدر مدینے سے محبت ہے۔

قاتلانہ حملہ:

⑰ ایک دن حضرت عمر حسبِ معمول نماز پڑھانے آئے' صفیں درست کروائیں' تکبیر تحریمہ کہی' ایک کافر غلام نے دودھاری خنجر سے آپ پر حملہ کیا اور آپ کو شدید زخمی کر دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے: قَتَلَنِيْ كَلْبٌ. ایک کتے نے مجھے قتل کر دیا۔ (اور وہ شخص واقعتہً بعد میں اپنے ہی خنجر سے کتے کی موت مرا) وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کرنے کے بعد وہ اپنا خنجر لے کر بھاگا' اتنی مضبوط صف بندی تھی کہ اسے پیچھے نکلنے کے لیے ۱۳ افراد (مختلف صفوں میں) زخمی کرنا پڑے جن میں سے سات شہید ہو گئے' آخر ایک شخص نے اپنا موٹا باران کوٹ اس کے خنجر پر ڈال دیا' جب اس شخص نے دیکھا کہ اب میں پکڑا جاؤں گا اس نے اپنے ہی خنجر سے خود کو ذبح کر ڈالا۔ ادھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کر دیا' نماز کے بعد جب آپ کے استفسار پر آپ کو بتلایا گیا کہ فلاں کافر غلام نے آپ پر حملہ کیا ہے' تو آپ نے کہا: میں نے تو ہمیشہ اس کی خیر خواہی کی تھی' اللہ کا شکر ہے کہ اس

✿ صحیح البخاری، کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف، رقم: ۲۷۳۷.

✿ سیر أعلام النبلاء للذهبی (۸۸/۲۸). و صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینة، رقم: ۱۸۹۰.

نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو...... پھر آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے گھر لے جایا گیا۔ [1]

جوارِ رسول ﷺ میں دفن ہونے کی تمنا:

⑱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمناؤں میں ایک تمنا یہ بھی تھی کہ مجھے حجرۂ پیغمبر میں جوارِ رسول ﷺ میں تدفین کی جگہ مل جائے۔ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت لینے کے لیے بھیجا، ام المؤمنین نے کہا: وہ جگہ تو میں نے اپنے لیے مختص کی تھی، لیکن میں (امیر المؤمنین) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی گئی، آپ نے کہا: مجھے اس سے زیادہ کسی اور بات کی فکر نہ تھی، پھر فرمایا: جب میں مر جاؤں تو مجھے اٹھا کر وہاں لے جانا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا، پھر ان سے عرض کرنا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر اجازت طلب کرتا ہے، اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا، ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لا کر دفن کر دینا۔ [2]

وصیت:

چھ افراد کا نام لیا: عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک ان پہ خوش رہے لٰہذا یہ جس کو بھی خلیفہ بنا دیں وہی خلیفہ ہے۔ اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس وصیت میں ان لوگوں کی کس قدر تردید ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دوسرے کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھ سرکردہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام لے کر ان کی شان بیان فرما رہے ہیں اور ان کے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ باب مناقب عثمان، رقم: ۳۷۰۰.

[2] سیر أعلام النبلاء (۲۸/۹۱)، و صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۰۰.

آخری لمحات:

کبھی آہ و بکا سے ممانعت کرتے ہیں کبھی عیادت کرنے والے کو کپڑا ٹخنوں سے اونچا کرنے کی تلقین فرماتے ہیں، کبھی خلافت پر اجر و ثواب کی بجائے برابر برابر چھوٹ جانے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں، آخر کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں پیغمبر کے حجرہ مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں تدفین ہوئی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ تبصرے کے مطابق اپنے صاحبین (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اکٹھے ہو گئے۔ [1]

* * *

---

[1] صحیح البخاری، حوالہ سابقہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شانِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ ﴾ [الفتح : ۱۸]

امت محمدیہ ﷺ میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد جس شخصیت گرامی کو سب سے نمایاں' ممتاز اور ارفع مقام حاصل ہے وہ دامادِ رسول' مجسمۂ شرم وحیاء' پیکر حلم و سخاء' جناب ذی النورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلفاء اربعہ میں تیسرا نمبر' عشرہ مبشرہ میں تیسرا درجہ اور السابقون الاوّلون کی لڑی میں سے ایک موتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ وہ سعادت مند ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی دہری دامادی کا اعزاز حاصل ہے' اور دو ہجرتوں کی فضیلت حاصل ہے' ایک ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ۔

دو عظیم الشان کاموں میں خصوصی اور انوکھی شرکت:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر اور بیعت الرضوان میں انوکھی اور اعزازی شرکت کا شرف حاصل ہے۔ اور یہ دونوں موقعے اسلامی تاریخ میں بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔

غزوۂ بدر:

وہ تاریخی معرکہ ہے جس کی شان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ)). [1]

"اللہ نے بدر والوں کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا: (اے بدر کے غازیو!) آج کے بعد جو مرضی عمل کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے"۔

اس عظیم معرکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عملاً شریک نہ ہو سکے۔ (یوں آپ شرکت کے شدید خواہشمند تھے) لیکن آپ کی رفیقہ حیات رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان دنوں شدید بیمار تھیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ میری لختِ جگر' اپنی زوجہ محترمہ جناب رقیہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال' عیادت و تیمارداری کریں' جو دنیاوی اجر (مالِ غنیمت) اور اُخروی ثواب (نعیم جنت) بدر کے غازیوں کو ملے گا وہ آپ کو گھر بیٹھے ملے گا۔ [2]

سبحان اللہ! کیسی شان ہے؟ کہ بدر میں حاضری کے بغیر ہی دنیاوی و اُخروی اجر و ثواب کا پورا حصول اور برابر کا اجر و ثواب میں کمی بیشی بھی نہیں ہوئی۔

آج مختلف ادارے بعض عظیم لوگوں کو اعزازی سندیں دیتے ہیں' جو کہ محض رسمی کارروائی ہوتی ہے لیکن امام الانبیاء ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر میں شرکت کی ایسی سند عطاء فرمائی جو حقیقت پر مبنی تھی۔ اور واقعتہً آپ ﷺ نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو بدر کے غازیوں کے برابر مالِ غنیمت میں حصہ دیا اور ان شاء اللہ کل آخرت میں اللہ رب العزت بھی برابر کا انعام ضرور دیں گے۔

بیعتِ رضوان:

حدیبیہ کے مقام پہ جب کفار مکہ کی طرف سے لڑائی کے حالات بن گئے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرا (۳۹۸۳).

[2] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب اذا بعث الإمام رجلًا... الخ، رقم: ۳۱۳۰.

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔ اور آخر میں آپ ؐ نے فرمایا یہ (دایاں) ہاتھ (میرے) عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔

غور کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تعبیر فرمایا' اور فرمایا میرا عثمان بھی اس بیعت میں شریک ہے۔ جبکہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے معزز سفیر کی حیثیت سے سردارانِ قریش سے بات چیت کرنے کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بیعت رضوان میں برابر کا شریک قرار دیا۔ اور یہ وہ بیعت ہے جس کے بارے رب کا قرآن اعلان کرتا ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

''اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا''۔

(قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مومنین کا لقب دے رہا ہے):

﴿ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾

''جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے''۔

﴿ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾

''پس اللہ نے ان کے دلوں (کے اخلاص وتقویٰ) کو جان لیا''۔

﴿ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ ﴾

''تو اس نے ان پر (خصوصی) سکینت نازل فرمائی''۔

﴿ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ [الفتح: ۱۸]

''اور انہیں قریب کی فتح عطاء فرمائی''۔

یہ بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اور عظمت کا اعلان ہے' جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خصوصی شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔

اب میں جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مزید فضائل ومناقب زبانِ نبوت ورسالت سے بیان کرتا ہوں:

① جنت کی بشارت:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا کہ ایک شخص آیا۔ اس نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دو''۔ (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انہیں خوشخبری سنائی، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا، اس نے بھی دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دو'' (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مطلع کیا تو انہوں نے بھی اللہ کی تعریف بیان کی۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اس کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور اسے بھی جنت کی خوشخبری دو البتہ اسے عظیم مصیبت پہنچے گی۔ (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دروازہ کھولا) تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے، میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مطلع کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سے تمام مصائب میں مدد طلب کی جاتی ہے۔ [1]

یعنی میں ان آزمائشوں اور مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کی ہی مدد کا طلبگار رہوں۔

یہ حدیث جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں جنت کی بشارت ہے وہاں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بڑی مظلومانہ شہادت تھی۔ جس طرح آخر میں وضاحت آرہی ہے۔

---

[1] صحیح البخاري (٣٦٩٥). جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب حديث تبشيره عثمان بالجنة على بلوى تصيبه (٣٧١٠).

① حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارتے ہوئے فرمایا: ٹھہر جا' اس لیے کہ تجھ پر ایک پیغمبر' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ [1]

آج لوگ ہرایرے غیرے کو شہید کا لقب دے دیتے ہیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سعادت مند شہداء میں سے ہیں جن کے شہید ہونے کی گواہی زبان نبوت اور لسان رسالت نے دی ہے۔

② حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لشکر کی تیاری فرمائی تو عثمان رضی اللہ عنہ اپنی جیب میں ایک ہزار دینار ڈال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور یہ دینار آپ کی گود میں بکھیر دیئے۔ (عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنی گود میں انہیں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ:

((مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ)). [2]

"آج کے دن کے عمل کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں وہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے دریغ سخاوت اور فیاضی ہے جس پر خوش ہو کر ناطق وحیٔ النبی الامی نے اتنی بڑی ضمانت دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آج کے بعد جو بھی عمل کریں وہ انہیں نقصان نہیں دے گا' اور یہ بات بھی آپ کے جنتی ہونے کی دلیل ہے۔

③ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِی الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّةِ، وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِی الْجَنَّةِ، وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّةِ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب ابی بکر (۳۶۷۵).

[2] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی عهد عثمان تسمیته شهیدا... (۳۷۰۰).

عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ، وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ. [1]

> ''ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہے''۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس خوش بختوں میں تیسرے نمبر پر آپ کا نام لے کر آپ کو جنتی ہونے کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

④ آپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دم تک راضی رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ کوئی دوسرا خلافت کا حقدار نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش تھے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ [2]

یاد رکھیے! جس پر امام الانبیاء تادم حیات خوش رہے ہوں، اگر ساری دنیا بھی اس سے ناراض ہو جائے تو اسے کوئی نقصان نہیں۔

② فتنوں کے دور میں حق پر قائم رہنے کی گواہی:

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور انہیں قریب بتایا چنانچہ (اسی دوران وہاں سے) ایک شخص گزرا جو چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ یہ شخص (ان فتنوں میں) ہدایت پر ہوگا۔ (مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پس میں اٹھا اور اس کی طرف گیا تو وہ شخص عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ مرہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کیا اور کہا

---

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبد الرحمٰن بن عوف، رقم: ۳۷۴۷.

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۱۳۹۲.

کہ یہ شخص ہے جو ہدایت پر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَعَمْ (ہاں)۔ [1]

غور فرمائیے! جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں میں بھی حق اور ہدایت پر رہنے کی سند عطاء فرمائیں، اس کی فضیلت و منقبت کس قدر زیادہ ہوگی، اور اس کا ایمان کس قدر عمدہ، معیاری اور مضبوط ہوگا؟

③ آپ کی فضیلت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کسی شخص کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا درجہ تھا۔ [2]

جامع القرآن:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خدمتِ قرآن کی بہت بڑی سعادت بھی حاصل ہے، کہ آپ نے لوگوں کو مختلف قراءتوں سے ایک قراءت پر جمع کیا، تاکہ لوگ اختلاف سے بچ جائیں، اور آپ نے ایک قراءت والے سرکاری نسخے تیار کروا کر تمام بلادِ اسلامیہ میں روانہ کیے، اسی مناسبت سے آپ کو جامع القرآن کا لقب دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دفاعِ عثمان رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مصر کے باشندوں میں سے ایک شخص آیا، وہ بیت اللہ کے حج کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا، یہ قریش کے اکابرین ہیں۔ اس نے دریافت کیا، ان میں کون بڑا عالم ہے؟ انہوں نے بتایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! میں آپ سے ایک بات دریافت کرتا ہوں، آپ مجھے اس بات کا جواب دیں کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ احد کی جنگ میں بھاگ گئے تھے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، درست ہے۔ اس نے پوچھا:

---

[1] جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب عثمان (٣٧٠٤).

[2] صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشیؓ (٣٦٩٨).

کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ جنگ بدر سے غائب تھے اور (وہاں) حاضر نہ ہوئے تھے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا درست ہے۔ اس نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان کے موقعہ پر بھی موجود نہ تھے۔ اور وہاں بھی حاضر نہ ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (تعجب سے) اللہ اکبر کہا (اور ساتھ ہی) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آئیں میں آپ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتا ہوں۔

جہاں تک احد کی جنگ میں سے ان کے فرار ہونے کا واقعہ ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گناہ کو معاف کر دیا ہے' اور جہاں تک جنگ بدر میں سے عثمان رضی اللہ عنہ کا غائب ہونا ہے وہ اس لیے تھا کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ آپ کو جنگ بدر میں (عدم شرکت کے باوجود) وہاں حاضر شخص کے برابر ثواب ملے گا اور (مال غنیمت میں سے) حصہ بھی ملے گا۔ اور جہاں تک ان کا بیعت رضوان سے پیچھے رہنے کا واقعہ ہے وہ اس سبب سے تھا کہ اگر مکہ مکرمہ میں کوئی شخص عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت والا ہوتا تو آپ ﷺ اسے بھیجتے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ جانے کے بعد بیعت رضوان ہوئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔ بعد ازاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اب ان سوالوں کے جواب اپنے ساتھ لے جا۔ [1]

معلوم ہوا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے متبع سنت' محب رسول ﷺ صحابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھنے والے اور آپ کا دفاع کرنے والے تھے' جبکہ منافق قسم کے سبائی لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی شرم وحیاء:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں لیٹے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشیؓ (۳۶۹۹).

ہوئے تھے' آپ کی دونوں پنڈلیوں پر کپڑا نہ تھا۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اندر آنے کی) اجازت طلب کی' ان کو اجازت دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں رہے اور باتیں کرتے رہے۔ پھر جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی' انہیں اجازت دی گئی' آپ اسی حالت میں رہے اور باتیں کرتے رہے۔ پھر جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنا کپڑا درست کیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہر چلے گئے تو جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے ان کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبش نہ کی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خیال کیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے' ان کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبش نہ کی اور نہ ہی ان کی کوئی پرواہ کی۔ پھر جناب عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم درست ہو کر بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں کو بھی درست کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا اَسْتَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ)).[1]

"میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں' جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں"۔

سبحان اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیسے حیاء دار' شرمیلے اور باحیاء انسان تھے کہ آسمان کے فرشتے بھی ان سے حیاء کرتے تھے' اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی اس عظیم خصلت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ لیکن آج منافق قسم کے بدطینت لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حیاء نہیں کرتے اور ان کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

حدود اللہ کے نفاذ کی پابندی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں حدود اللہ کے نفاذ کے اس قدر پابند تھے کہ ایک دفعہ آپ کے بھائی ولید نے شراب پی لی جب گواہی ثابت ہو گئی تو آپ نے اپنے بھائی کو شراب نوشی پر چالیس کوڑے لگوائے' جس طرح تفصیل صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے۔[2]

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ:

اگرچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کی تفصیلات کتب حدیث میں نہیں

---

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان، رقم: ٦٢٠٩.

[2] صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب حدّ الخمر، رقم: ٤٤٥٧.

ملتیں (صرف تاریخی روایات ملتی ہیں) لیکن چند احادیث صحیحہ سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ آپ نے بڑی مظلومانہ شہادت پائی ہے:

① حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے محاصرے کے روز مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی اور میں اس کے مطابق صبر کر رہا ہوں۔[1]

یہ حدیث بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوائیوں نے بہت ظلم کیا تھا۔

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوسہلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ جب محاصرے کا دن ہوا تو ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا ہم (ان سے) لڑائی نہ کریں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہ لڑو اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا میں خود کو اس کا پابند بنا رہا ہوں۔[2]

یہ حدیث بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومیت پر شاہد ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے تاثرات:

جب آپ کو شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر ملی تو فرمایا: (اے منافقو!) تم نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اگر اس پر احد پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائے تو یہ اس کے لیے بجا ہے۔[3]

معلوم ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بہت ظلم کیا گیا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب کچھ برداشت کر لیا۔ (حتیٰ کہ شہید ہو گئے) لیکن اپنی ذات کی خاطر مدینۃ الرسول کی گلیوں میں خونریزی گوارا نہیں کی۔

---

[1] جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب في مناقب عثمان بن عفان، رقم: ٣٧١١.

[2] بيهقي دلائل النبوة، ٩/٣٩١.

[3] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب اسلام سعيد بن زيد، رقم: ٣٨٦٢.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ ﴾ [الحج : ۱۹]

آج کے خطبہ میں دامادِ رسول، ابن عم النبی، خلیفہ رابعہ حضرت ابوتراب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کرنا چاہتا ہوں۔

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں عشرہ مبشرہ میں چوتھا درجہ، خلافت راشدہ میں چوتھا نمبر اور السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں سے ہونے کا شرف واعزاز حاصل ہے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت پرورش پانے اور اہل بیت میں شامل ہونے کی خصوصی سعادت حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں بکثرت موجود ہیں۔ جن میں سے چند نمایاں اور ممتاز قسم کی فضیلتیں اور خصوصیات عرض کرتا ہوں۔

غزوات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارنامے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دورِ نبوی کے چند معرکوں میں زبردست قسم کے کارنامے سرانجام دیئے:

① غزوۂ بدر:

بدر جیسے عظیم الشان تاریخی معرکے کی ابتداء میں کافروں کی طرف سے تین سردار شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ میدان میں آئے تو مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم مقابلہ کے لیے نکلے، زوردار مقابلہ ہوا تینوں کافر سردار قتل ہوئے۔ اللہ رب العزت کو حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کا یہ کافر سرداروں سے دلیرانہ مقابلہ اس قدر پسند آیا کہ قرآن حکیم میں نقشہ کھینچ دیا:

﴿ هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ﴾ [الحج : ١٩]

"یہ دو لڑنے والے گروہ ہیں، جنہوں نے اپنے رب کے لیے جھگڑا کیا"۔

(ایک گروہ: یعنی حضرت علی و حضرت حمزہ و حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم اپنے رب کی توحید ماننے والا اور دوسرا گروہ اپنے رب کی توحید کا انکار کرنے والا)۔[1]

② غزوۂ خیبر:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ خیبر کے لیے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خراب تھیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے، بعد میں خیال آیا اللہ کے رسول جہاد کے لیے نکلیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ (یہ بات اچھی نہیں) لہٰذا بعد میں آپ رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

معرکۂ خیبر شروع ہوا۔ کئی دن تک حرب و ضرب کا سلسلہ جاری رہا، آخر ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ)).[2]

"میں کل ایسے شخص کو جھنڈا (جہادی پرچم) دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل (٣٩٦٥).

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوه خیبر (٤٢٠) و مسلم (٢٤٠٦).

سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نصیب کرے گا''۔

ہر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی۔ یہ اعزاز مجھے حاصل ہو۔ صبح ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟'' لوگوں نے کہا ان کی آنکھیں خراب ہیں، دکھ رہی ہیں، آپ ﷺ نے جناب سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا اور صحت کی دعا دی (حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی وقت تندرست ہوگئے) گویا بیمار ہی نہیں تھے، آپ نے انہیں جہادی پرچم دیا اور نصیحت فرمائی: ''جاؤ ان کے میدان میں پڑاؤ ڈالو، انہیں اسلام کی دعوت دو (اگر اسلام قبول کرلیں) تو انہیں فرائض کی تعلیم دو۔ اللہ کی قسم! اگر آپ کی دعوت پر ایک شخص کو بھی اللہ ہدایت دے دے تو آپ کے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے، ہدایت نبوی کے مطابق انہیں اسلام کی دعوت دی (لیکن یہود خیبر نے اسلام قبول نہ کیا) یہودیوں کا سپہ سالار مرحب یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں آیا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّىْ مَرْحَب   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ جب لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے تو میں ہتھیار بند، بہادر اور جنگ آزمودہ ثابت ہوتا ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

اَنَا الَّذِىْ سَمَّتْنِىْ اُمِّىْ حَيْدَرَهْ   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ
اُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا، جنگل کے شیر کی طرح جو بڑا رعب ناک نظر آتا ہے، میں دشمن کو ٹوپے کے بدلے بڑے پیمانے میں بدلہ (اینٹ کا جواب پتھر سے) دیتا ہوں''۔

پھر مقابلہ شروع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب میں مرحب کو جہنم رسید کر دیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر خیبر کی فتح عطاء فرمائی۔[1]

مزید فضائل ومناقب:

صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جس نے ہر روح والی چیز کو پیدا کیا۔ نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تاکید کی کہ میرے ساتھ صرف کامل ایمان والا شخص ہی محبت کرے گا اور منافق کے علاوہ کوئی دوسرا شخص میرے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔[2]

غور فرمایئے! حب علی رضی اللہ عنہ کی کس قدر شان وفضیلت بیان کی گئی ہے، لیکن یاد رکھیے! حب علی رضی اللہ عنہ کا کھوکھلا دعویٰ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جس طرح آج کل کئی بدعقیدہ، بدعمل، بدزبان اور بے دین لوگ حب علی رضی اللہ عنہ کے کھوکھلے دعویدار بنے بیٹھے ہیں۔

صحیحین کی روایت ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

> میرے نزدیک تیرا مقام وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، البتہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔”[3]

یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر عارضی طور پر نگران مقرر کرتے وقت کہی تھی، کہ جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں عارضی طور پہ نگران بنے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عارضی طور پر نگران بنے۔ لہٰذا اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوه قرد وغیرها (١٨٠٧).

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن حب الأنصار من الایمان (٧٨). والترمذی (٣٧٤٥).

[3] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب علی بن ابی طالب القرشی الهاشمی ابی الحسن رضی اللہ عنہ (٣٧٠٦) و مسلم (٢٤٠٤) والترمذی (٣٧٢٤) و ابن ماجه (١١٥).

کے خلیفہ بلافصل ہونے پر استدلال کرنا بالکل غلط، باطل اور جھوٹ ہے۔

مسلم شریف میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے۔ آپ کے ہمراہ ابوبکر، عمر، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ تو اچانک پتھر حرکت کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساکن ہو جا تجھ پر اللہ کے پیغمبر یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔'' [1]

جامع ترمذی میں لکھا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ، وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ)) [2]

''ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہے، علی رضی اللہ عنہ جنتی ہے، طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہے، زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہے، سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنتی ہے، اور عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنتی ہے''۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے، امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ)) [3]

''اے علی! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشادِ گرامی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گہری محبت

---

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل طلحة والزبير، رقم: ٦٢٤٧.

[2] جامع الترمذي، كتاب المناقب باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، رقم: ٣٧٤٧.

[3] سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ (٣٧٢٤) و ابوداؤد (٢٧٠٠) و احمد (١/١٥٥) و بخاري (٤٢١٠) و مسلم (٣٤٠٦).

ومودت اور رشتہ وتعلق کا اظہار فرمایا ہے' عربی لغت میں یہ کلمہ وجملہ گہری الفت اور مضبوط باہمی تعلق پہ دلالت کرتا ہے۔ جس طرح جناب طالوت نے نہر عبور کرتے وقت کہا تھا:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّىْ ﴾ [البقرة : ٢٤٩]

''اور جو اس نہر میں سے (سیر ہو کر) نہیں پیے گا وہ مجھ میں سے ہے''۔

چند خصوصی خصائل وعادات:

رسول اللہ ﷺ پر پختہ ایمان: مشہور واقعہ ہے جب فتح مکہ کے موقع پہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کی طرف خط لکھا تھا۔ (اور اس خط میں رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کے لیے تیاری کی اطلاع اور خبر تھی) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر دیا کہ ایک عورت ایک خط لے کر مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں ہے' اور وہ روضۂ خاخ نامی جگہ تک پہنچ چکی ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے خط وصول کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا' انہوں نے روضہ خاخ نامی جگہ میں ہی اس عورت کو جا پکڑا' اور اسے کہا: تیرے پاس جو خط ہے وہ ہمارے حوالے کر دے' عورت نے صاف انکار کر دیا' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی بات پر اتنا پختہ یقین تھا کہ عورت کی بات پر بالکل لچک نہیں دکھلائی اور اسے ڈرا دھمکا کر اس سے خط وصول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا...... [1]

خارجیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا' میری امت کے باہمی اختلاف کے دنوں میں ایک خارجی گروہ نکلے گا۔ پھر آپ نے ان کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا ان میں ایک شخص ہوگا' سیاہ فام' اس کا ایک بازو ہوگا' جس میں کلائی نہیں ہوگی' بازو کا سرا عورت کے پستان کی مثل ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ خارجی گروہ نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا قلع قمع کیا۔ لاشوں کا ڈھیر لگ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ بندہ ڈھونڈ و تلاش کیا گیا' نہ ملا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھ

---

[1] صحیح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح (٤٢٧٤) (٣٩٨٣) و مسلم (٢٤٩٤).

سے جھوٹ کہا گیا‘ لہٰذا پھر تلاش کرو۔ (دوبار ایسا ہوا) تیسری بار حضرت علی رضی اللہ عنہ خود نکلے‘ ایک جگہ کھڑے ہوکر فرمایا: یہ اوپر سے لاشیں اٹھاؤ۔ لاشیں اٹھائی گئیں۔ لاشوں کے نیچے سے وہ بندہ نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ ساری نشانیاں پوری ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرطِ خوشی سے اللہ اکبر کہا‘ اور پھر فرمایا: صدق اللہ۔ اللہ نے سچ کہا اور اس کے رسول نے سچ پہنچایا۔[1]

غور فرمائیے! حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات پر کتنا پختہ یقین رکھتے تھے۔

③ اظہارِ حق:

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا‘ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو رسول اللہ ﷺ نے صرف آپ کو بتلائی تھیں۔ آپ کے سوا کسی کو نہیں بتلائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت غصے میں آ گئے اور فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسی خفیہ بات نہیں بتلائی جو دوسرے لوگوں سے چھپا کر رکھی ہو۔[2]

④ حیاء:

دامادِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے مذی والا مسئلہ خود نہیں پوچھا۔
بلکہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر بتلاؤ۔[3]
معلوم ہوا شرم وحیاء والی عمدہ خصلت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

⑤ کسرِ نفسی:

((مَا اَنَا اِلاَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ)).[4]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ باب التحریض علی قتل الخوارج، رقم: ٢٤٦٧.

[2] صحیح مسلم، کتاب الأضاحي، باب تحریم الذبح لغیر الله، رقم: ٥١٢٤.

[3] صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب من لم یر الوضوء ... (١٧٨) و مسلم (٣٠٣) و ابوداؤد (٢٠٦).

[4] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، بابٌ (٣٦٧١) وابوداؤد (٤٦٢٩).

یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کے جواب میں کہی تھی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سے آپ سب سے افضل ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ فرمایا: ''میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان آدمی ہوں''۔

⑥ ادب رسول ﷺ:

حدیبیہ کے معاہدے میں تحریر کا کام کر رہے تھے۔ کافروں نے محمد رسول اللہ ﷺ لکھنے پر اعتراض کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''علی! محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دو''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ میں لفظ رسول اللہ کے مٹانے کی سکت نہیں ہے۔[1]

اللہ اکبر! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدے کی تحریر سے لفظ ''رسول اللہ'' مٹانا گوارا نہ کیا جبکہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دے رہے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ کام میرے بس میں ہی نہیں، یہ کام مجھ سے ہو ہی نہیں سکتا، آخرکار خود رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ مٹائے اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ ﷺ لکھوایا۔

⑦ حب رسول ﷺ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی کنیت ''ابوتراب'' بہت پسند آئی جب بھی کوئی آپ کو اس کنیت سے مخاطب کرتا تو بہت خوش ہوتے۔[2]

⑧ اتباع سنت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے نماز پڑھائی، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز

---

[1] الرحیق المختوم (مترجم) (ص/٤٦٦).

[2] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ (٦١٧٩) و بخاری (٤٤١) (٦٢٨٠).

کے بعد جناب عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے بالکل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نماز پڑھائی ہے۔[1]

لیکن آج حب علی رضی اللہ عنہ کا کھوکھلا دعویٰ کرنے والوں کی اذان، کلمہ، وضوء اور نماز سب کچھ سنت کے برخلاف ہے۔

⑨ حدیث بیان کرنے میں انتہائی احتیاط:

فرمایا کرتے تھے، جب میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے گر جاؤں۔[2]

اور سنن ابی داؤد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے جب بھی کوئی شخص حدیث سناتا ہے۔ میں اس سے قسم لیتا ہوں، لیکن مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی (اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قسم نہیں لی) کیونکہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ ہی فرمایا ہے۔[3]

سبحان اللہ! اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

⑩ قبروں اور تصویروں کے متعلق شریعت کا نفاذ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے دورِ خلافت میں ابوالھیاج اسدی سے فرمایا:

> ”کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس کام پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے مامور کیا تھا، وہ یہ کہ تم جو تصویر دیکھو اسے مٹا ڈالو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے برابر اور پست کردو“۔[4]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب یکبّر وھو ینھضُ مِنَ السجدتین، رقم: ٨٢٦.

[2] صحیح البخاری، ابواب علامات النبوۃ، رقم: ٣٦١١.

[3] سنن أبی داؤد.

[4] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر، رقم: ٢٢٤٣.

لیکن آج حب علی رضی اللہ عنہ کے کھوکھلے دعویدار قبروں کے پجاری اور تصویروں کے شوقین بنے بیٹھے ہیں۔

آخری بات:

اللہ کا شکر ہے ہم جہاں حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کے قائل ہیں وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان وفضیلت کے بھی قائل ہیں۔ ہم جہاں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی رفعت وعظمت کے معترف ہیں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور نواسوں کی شان ورفعت کے بھی اقراری ہیں۔ اور ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا کھوکھلا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقیدہ وعمل کو اپنانے کی بھی کوشش کرتے ہیں جو عین قرآن وسنت کے مطابق تھا اور جو لوگ بے عمل، بدعمل اور بدعقیدہ ہوکر محبت علی رضی اللہ عنہ کا بلند بانگ دعویٰ کرتے ہیں ان کا دعویٰ کھوکھلا ہے وہ اپنے دعویٰ پر نظر ثانی کریں اور اپنا دعویٰ سچا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ودیگر اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت عطاء فرمائے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اہل بیت کون؟

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ ﴾ [الاحزاب:٣٣]

امام الانبیاء، خاتم النبیین، سید ولد آدم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق وصیت و تلقین فرمائی کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہنا، انہیں طعن و تشنیع اور تنقید کا نشانہ نہ بنانا، ان سے محبت و اُلفت کا اظہار کرنا، ان کے متعلق اللہ سے ڈرنا، اسی طرح آپ ﷺ نے اہل بیت کے متعلق نصیحت وتاکید فرمائی: آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”لوگو! میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت ہے، نور ہے، اور وہ اللہ کی رسی ہے۔ جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔ اور (دوسری بھاری چیز) میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں (تین بار یہ کلمات دہرائے، مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنا اور میرے اہل بیت کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنا، ان کی بے حرمتی نہ کرنا)“۔[1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن ابي طالب، رقم: ٦٢٢٨.

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشادِ گرامی میں کتاب اللہ اور اہل بیت کو احترام وعظمت کے حوالے سے دو بھاری اور وزنی چیزیں قرار دیا' اور قرآن کریم پر عمل کرنے اور اہل بیت کا احترام کرنے کی خصوصی نصیحت فرمائی۔

آج بعض لوگوں نے اہل بیت کے حوالے سے چند انتہائی غلط باتیں مشہور کر رکھی ہیں اور وہ باتیں رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ نصیحت ووصیت کے بالکل برخلاف ہیں:

پہلی غلط بات:

وہ اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کھلی بغاوت' مخالفت اور نافرمانی ہے۔

دوسری غلط بات:

وہ اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعض بیٹیوں کو تسلیم نہیں کرتے: اور یہ بات بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کھلی بغاوت' مخالفت اور نافرمانی ہے۔

تیسری غلط بات:

وہ بعض اہل بیت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھی بڑھا چڑھا کر بیان کرتے' اور انہیں حاجت روا' مشکل کشا اور مختار کل مانتے ہیں' جبکہ یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے اور قرآن وسنت میں بیان کردہ اسلامی عقائد کے بالکل منافی اور خلاف ہے۔

چوتھی غلط بات:

وہ اہل بیت کی کھوکھلی محبت کی آڑ میں صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اُچھالتے اور ہدفِ تنقید بناتے ہیں' اور ان کی یہ روش دین کی بنیادیں کھوکھلی کرنے اور اسلام کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

اس لیے آج کے خطبۂ جمعہ میں قرآن وسنت کے مضبوط دلائل اور دیگر شواہد کی روشنی میں واضح کیا جائے گا کہ اہل بیت کون ہیں؟

تو یاد رکھیے! اہل بیت میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی بیویاں آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ اور اس کی ایک نہیں بہت ساری دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل:

اللہ رب العزت نے سورۃ الاحزاب کے ایک پورے رکوع میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے چند احکام ومسائل بیان کرتے ہوئے آخر میں فرمایا:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ ﴾ [الاحزاب:۳۳]

”اے پیغمبر کے گھر والو! اے اہل بیت! اے ازواج رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ (ان احکام کے ذریعے) تم سے ہر قسم کی آلائش دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں خوب پاک صاف کرنا چاہتا ہے“۔

قرآن مجید کی یہ آیت نص صریح ہے کہ اہل بیت میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی بیویاں شامل ہیں۔

دوسری دلیل:

سورۂ ہود میں رب کائنات نے خلیل اللہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے لیے یہی لفظ ”اہل بیت“ بولا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: جب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی جناب سارہ علیہا السلام نے بیٹے اور پوتے کی خوشخبری پر تعجب کیا تو فرشتوں نے کہا:

﴿ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ ﴾ [هود: ۷۳]

”کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر تو اللہ کی رحمت اور برکت ہے، یقیناً اللہ تعریفوں والا، بڑی بزرگی والا ہے“۔

یہ آیت بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اہل بیت میں سب سے پہلے بیویاں شامل ہیں۔

ایک اہم نکتہ:

گزشتہ آسمانی شریعتوں میں اور ابتداء اسلام میں مشرکہ عورتوں سے نکاح کی

اجازت تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں خلیلوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو مشرکہ بیویوں سے محفوظ رکھا، دونوں عظیم المرتبت پیغمبروں کی تمام بیویاں مؤمنات، مسلمات، صالحات، طیبات، طاہرات اور مطہرات ہیں۔

تیسری دلیل:

صحیح البخاری میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو دوسرے دن آپ تمام بیویوں کے پاس تشریف لائے اور ہر بیوی کو اس طرح سلام کہا:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ)). [1]

"اے اہل بیت! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو"۔

چوتھی دلیل:

صحیح مسلم میں ہے: اسی موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ان الفاظ کے ساتھ حال مزاج پوچھا:

((کَیْفَ اَنْتُمْ یَا اَہْلَ الْبَیْتِ)). [2]

"اے اہل بیت تمہارے مزاج کیسے ہیں، کیا حال چال ہے"۔

پانچویں دلیل:

صحیح البخاری میں ہے: جب صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی، اس وقت آپ نے خطاب عام کرتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! تم میں سے کون اس شخص کے مقابلے میں میرا ساتھ دے گا جس شخص نے میرے اہل بیت کے سلسلے میں مجھے اذیت دی ہے"۔

چھٹی دلیل:

اہل بیت کا معنیٰ "گھر والے" ہیں ہمارے عرف میں بھی اس لفظ میں بیوی بچے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الأحزاب، رقم: ٤٧٩٣.

[2] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة إعتاقه أمته... الخ، رقم: ٣٥٠٠.

سب آتے ہیں۔

غور کیجیے! قرآن مجید کی آیات اور صحیح البخاری وصحیح مسلم کی مستند ترین احادیث کس قدر وضاحت وصراحت کے ساتھ اعلان کر رہی ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے اہل بیت میں، خانہ نبوت میں، کاشانہ رسالت میں آپ ﷺ کی بیویاں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔

ہاں بیویوں کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی تمام بیٹیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن تمام بیٹے حضرت علی، اور حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ جس طرح صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں چھپایا، اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ ﴾ [الاحزاب:۳۳] [1]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اہل بیت میں شامل ہونے کی بھی وضاحت فرما دی کیونکہ آیت میں تذکرہ صرف بیویوں کا تھا تو آپ نے انہیں بھی شامل کیا: معلوم ہوا ازواج مطہرات کا اہل بیت میں شامل ہونا قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے اور باقیوں کا اہل بیت سے ہونا صرف حدیث سے ثابت ہے۔

ایک ضروری وضاحت:

اہل بیت سے ملتا جلتا لفظ آل رسول ﷺ ہے۔ لیکن لفظ آل "اہل بیت" سے وسیع اور کھلا مفہوم رکھتا ہے۔ اس لفظ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور بیٹے بیٹیوں کے ساتھ پیروکار بھی شامل ہیں۔ آل کا لفظ متبعین کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ "آل" پیروکاروں کے معنی میں متعدد مقامات پہ مذکور ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی آل کا لفظ ازواج مطہرات، اولاد رسول اور دیگر متبعین پر بولا گیا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ (٦٢٦١).

بہر حال لفظ اہل بیت ہو یا لفظ ''آل رسول ﷺ'' ہو' ان دونوں لفظوں میں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں شامل ہیں۔ اس لیے اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرنا' اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین کو اہل بیت سے خارج سمجھنا' بلکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خلاف زبان درازی کرنا اور ان کی شان میں گستاخی کرنا' اللہ اور اس کے رسول کی کھلی مخالفت ہے۔

یاد رکھیے! بیوی انسان کی عزت' ناموس اور حرمت ہے' لہٰذا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور امہات المومنین کی بے حرمتی اور گستاخی بالواسطہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی و بے حرمتی ہے' اور ناموس رسالت پر ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہے۔

اس لیے آئندہ خطبہ جمعہ میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے فضائل وخصائل اور مناقب ومحامد بیان کیے جائیں گے۔ تاکہ ہمارے دلوں میں امت کی ان عظیم محسنہ ماؤں کی عقیدت' محبت اور عظمت مزید پختہ ہو' اور یاد رکھیے! اہل بیت کی محبت کا مطلب انہیں پوجنا' مدد کے لیے پکارنا' حاجت روا' مشکل کشا سمجھنا ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کی محبت دل میں رکھنا' زبان سے ان کی شان ومنقبت بیان کرنا اور دل وجان سے ان کا احترام کرنا ہے۔

کھلی تضاد بیانی:

وہ لوگ جو بعض اہل بیت (حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم) کے متعلق غلو کرتے ہیں' اور انہیں اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں شریک قرار دیتے ہیں' اور انہیں حاجت روا' مشکل کشا' بگڑی بنانے والا سمجھتے ہوئے انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں' وہی لوگ دوسری طرف انہی شخصیات کو مظلوم' بے بس اور عاجز ثابت کرتے ہیں' کبھی کہتے ہیں (معاذ اللہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے عمر رسیدہ بزرگ صحابی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چھین لی (ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا' اور دوسری طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خلافت چھین لی؟ کیسا تضاد ہے؟)۔

کبھی کہتے ہیں: (معاذ اللہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

ان کا حق وراثت چھین لیا (غور کیجئے! ایک طرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مشکل کشا' حاجت روا' اور دوسری طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے حق وراثت غصب کر لیا' کیسی تضاد بیانی ہے؟ سچ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے......)۔

اسی طرح کبھی کہتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستے ہوئے' تڑپ تڑپ کر جانیں دیں' اور دوسری طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ مشکل کشا...... حاجت روا...... یہ اپنے منہ اپنے ہی عقائد کی نفی ہے' ظاہر ہے جب غلو سے کام لیا جائے گا' عقیدہ بھی بگڑے گا' اور غلو کرنے والوں کی حقیقت بھی کھل جائے گی' لہٰذا اہل بیت کی محبت کا یہ مطلب قطعاً درست نہیں کہ انہیں بڑھا چڑھا کر خدائی اختیارات کا مالک' عالم الغیب اور گنج بخش قرار دیا جائے بلکہ اہل بیت کی سچی محبت اور سچی عقیدت تو یہ ہے کہ انہیں وہ مقام دیا جائے جو مقام قرآن وسنت نے بیان کیا ہے' اللہ اصلاح اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے' اور ہمیں اہل بیت کی محبت کے کھوکھلے دعووں کی بجائے حقیقی سچی محبت کی توفیق بخشے' اور ہر قسم کے غلو سے محفوظ رکھے۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فضائل وخصائل امہات المومنین رضی اللہ عنہن

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۝ ﴾ [الأحزاب : ٦]

’’پیغمبر (ﷺ) مؤمنوں پران کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اوراس کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں‘‘۔

آج کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات‘ نسآء النبیؐ‘ امہات المؤمنین کے وہ فضائل ومناقب بیان کرنا چاہتا ہوں جوان تمام کو برابر طور پر حاصل تھے اوروہ فضائل ومناقب قرآن کریم اوراحادیث مبارکہ میں مذکور ہیں۔یعنی وہ تمام فضیلتیں اورعظمتیں اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی بیان فرمائی ہیں۔

پہلی فضیلت وعظمت:

رب ارض وسماء نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں ارشادفرمایا:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۝ ﴾ [الأحزاب : ٣٢]

’’اے پیغمبر کی بیویو! تم کسی ایک عورت کی مثل بھی نہیں ہو‘‘۔(یعنی دنیا جہان کی کوئی عورت تمہارے مقام ومرتبے کونہیں پہنچ سکتی)۔

غور فرمایئے! یہ کتنی بڑی رفعت‘ عظمت‘ فضیلت اور منقبت ہے کہ خالق کائنات نے ازواج مطہرات کوتمام عورتوں سے بہتر‘ برتر اورممتاز قرار دیا ہے اور یہ شان و

عظمت تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو حاصل ہے اور یہ ایک آیت ہی ازواج رسول کے مقام کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

دوسری فضیلت ومنقبت:

رب کائنات نے فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ○ ﴾ [الأحزاب : ٦]

''پیغمبر کا حق مؤمنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہے' اور پیغمبر کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں''۔

سبحان اللہ! اللہ رب العزت نے کیسے زبردست انداز میں ازواج مطہرات کی فضیلت وعظمت بیان فرمائی کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق بیان فرمایا کہ آپ کا حق مؤمنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔ پیغمبر کی شان وعظمت بیان کر کے اعلان فرمایا:

﴿ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ○ ﴾ [الأحزاب : ٦]

''اور پیغمبر کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں''۔

مقام ومرتبہ تو عام ''ماں'' کا اس قدر بلند ہے کہ اس جننے والی ماں کو ستانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا' تو وہ مائیں جنہیں رب کائنات نے تمام مؤمنوں کی مائیں قرار دیا ہو' انہیں ستانے والا اور ان کی گستاخی کرنے والا نجات کیسے پا سکتا ہے؟

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مؤمنوں کی مائیں اس لیے کہا گیا ہے کہ جس طرح ایک انسان کے لیے تمام رشتہ دار خواتین میں ماں کا مقام ومرتبہ سب سے زیادہ اور ماں کا حق سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح پوری اُمت کے لیے پیغمبر کی بیویاں تمام عورتوں سے زیادہ قابل عزت اور لائق احترام ہیں۔

تیسری فضیلت وخصوصیت:

رب العالمین نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ ﴾ [الأحزاب : ٥٣]

”(ایمان والو!) تمہارے لیے قطعاً جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو، اور یہ بھی ہرگز جائز نہیں کہ تم پیغمبر (کی وفات) کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یقیناً یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے“۔

یہ کتنا بڑا احترام ہے کہ ہر بیوہ کا نکاح جائز ہے لیکن ازواج مطہرات کا نکاح کسی سے جائز نہیں، یہ فضیلت صرف اس وجہ سے ہے کہ انہیں پیغمبر سے ایک خاص رشتہ و تعلق حاصل ہے۔ لہٰذا ان کی عزت و حرمت پیغمبر کی عزت و حرمت ہے، اور ان کی گستاخی و بے حرمتی بالواسطہ پیغمبر ﷺ کی بے حرمتی اور گستاخی ہے۔

چوتھی فضیلت و رفعت:

جب بتقاضائے بشریت ازواج مطہرات نے دنیاوی مال و متاع کا مطالبہ کیا (اور ان کا یہ مطالبہ کوئی جرم اور گناہ نہیں تھا۔ صرف ان کے ارفع و اعلیٰ مقام کے لائق نہیں تھا) تو اللہ تعالیٰ نے آیتیں اتاریں:

﴿ يَآَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ۲۹]

جن میں انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ یا دنیا کا مال و متاع لے لو یا پیغمبر کے عقد میں رہنا پسند کرو اور آخرت کے اجر و ثواب پر راضی ہو جاؤ۔ تو تمام ازواج مطہرات نے دنیا کے مال و متاع پر اللہ اور اس کے رسول اور اخروی اجر و ثواب کو ترجیح دی۔ اور پھر زندگی بھر کبھی بھی دنیاوی مال و متاع کا مطالبہ نہ کیا۔ تو اس کے نتیجے میں انہیں ایک تو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ اللہ کے اس عظیم وعدے کی مستحق ٹھہریں:

﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

اور دوسرا اس کے صلے میں پیغمبر ﷺ کو حکم دیا گیا:

﴿ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ ﴾ [الأحزاب: ۵۲]

کہ آپ اپنی ان ازواج مطہرات کو تادم حیات اپنے عقد نکاح میں رکھیں۔

یہ کیسی سعادت ہے جو ازواج مطہرات کے حصے میں آئی۔

پانچویں فضیلت ونجابت:

اللہ رب العزت نے سورۃ الاحزاب کے ایک پورے رکوع میں ازواج مطہرات کو چند نصیحتیں کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣]

ان نصیحتوں کا مقصد یہ ہے کہ اے (پیغمبر کی) گھر والیو! اللہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں ایسا پاک صاف کرنا چاہتا ہے جس طرح پاک صاف کرنے کا حق ہے۔

یہ آیت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں طاہرات، طیبات اور اعلیٰ درجے کی محسنات وصالحات تھیں، اور انہیں ہر طرح کی آلائشوں سے پاک صاف کرنے کا فیصلہ عرش والے نے کرلیا تھا۔

چھٹی فضیلت وشرافت:

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں پیغمبر ﷺ کو چند احکام دینے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ ○ ﴾ [الأحزاب: ٥١]

یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ ازواج مطہرات کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمزدہ نہ ہوں۔ معلوم ہوا رب کائنات، خالق کل جہاں، فاطر السمٰوات والارض کو بھی اپنے پیغمبر کی بیویوں کی خوشی ملحوظ ہے اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پسند ہے۔ تو جنہیں کائنات کا رب خوش کرنا چاہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

ساتویں فضیلت وحرمت:

اللہ رب العزت نے جب شرعی پردے کے احکام نازل فرمائے تو سب سے پہلے ازواج رسول کا تذکرہ فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ

مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ [الاحزاب : ۵۹]

> ”اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی (کہ یہ معزز اور حیاء دار عورتیں ہیں) پھر وہ ستائی نہ جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے“۔

یہ ترتیب بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ازواج مطہرات دوسری تمام عورتوں سے زیادہ فضیلت والی ہیں۔

آٹھویں فضیلت و خصوصیت:

(گزشتہ خطبہ میں بھی یہ حدیث بیان کی گئی تھی پھر دہرائے دیتا ہوں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ”میں تم لوگوں میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت ہے نور ہے، وہ اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا، اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔ اور دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں (تین مرتبہ فرمایا) (یعنی اللہ سے ڈرنا اور ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنا)“۔ ①

بیوی شوہر کی ناموس ہوتی ہے۔ بیوی کی عزت شوہر کی عزت ہوتی ہے۔ بیوی کی بے حرمتی شوہر کی بے حرمتی ہے۔ اسی بناء پر اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ”بھاری“ کا لفظ فرما کر اشارہ کر دیا کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ انتقال کے وقت مرد کو اپنی بیوی اور نابالغ، غیر شادی شدہ بچوں کا فکر ہوتا ہے ان بچوں کا فکر نہیں ہوتا جو اپنے گھر کے ہو چکے ہوں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت کوئی بچہ

---

① صحيح مسلم، كتاب المناقب، باب فضائل علي رضي الله عنه، رقم ٦٢٢٥.

آپ کی کفالت میں نہیں تھا۔ لہٰذا آپ کا جو فکر تھا وہ ازواج کے متعلق تھا اور اسی فکر کا تقاضا تھا کہ آپ نے اپنی امت کو ان سے حسن سلوک کرنے کی وصیت فرمائی۔

آج جو بدطینت لوگ ازواج مطہرات کے خلاف زبان کھول رہے ہیں وہ ہوش کے ناخن لیں، وہ قرآن کریم کی مخالفت کر رہے ہیں، وہ احادیث مبارکہ کی بھی بغاوت کر رہے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو بھی ٹھکرا رہے ہیں، اور اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

نویں فضیلت ومنقبت:

رسول اللہ ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات سے بہت زیادہ محبت ومودت تھی۔ اگرچہ آپ باری باری ہر ایک بیوی کے گھر رہتے تھے لیکن فرطِ محبت کی وجہ سے تمام ازواج مطہرات کے پاس روزانہ عصر کے بعد ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، اور کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے۔ ①

دسویں فضیلت وعظمت:

اسی طرح تمام ازواج مطہرات کو بھی رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت وعقیدت تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ جس بیوی کے گھر ہوتے آپ کی تمام بیویاں رات ملاقات کے لیے اس بیوی کے گھر جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ ②

قرآن وسنت کے ان دلائل وبراہین سے روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات، تمام بیویاں طاہرات، طیبات، مؤمنات، مسلمات، محسنات اور صالحات تھیں، اور امت کی مائیں تھیں، اس لیے ہمیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے امہات المؤمنین کا احترام کرنا چاہیے، اور ان کی شان بیان کرنا چاہیے، اور ہماری ماؤں بہنوں کو چاہیے کہ اداکاراؤں، گلوکاراؤں اور فاحشہ عورتوں کی بجائے ازواج مطہرات کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ بنائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

---

① صحیح البخاری کتاب النکاح باب دخول الرجل علی نسائه فی الیوم رقم: ٥٢١٦.

② صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب القسم بین الزوجات، رقم: ٣٦٢٨.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اولادِ رسول ﷺ کے فضائل ومناقب

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ ﴾ [الأحزاب : ٤٠]

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوجَلَّ فِي موضعٍ آخر!

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ ﴾ [الأحزاب : ٥٩]

آج کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں سے آپ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں کا تذکرہ کیا جائے گا' (گذشتہ خطبات میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات' امہات المؤمنین کا ذکر کیا جا چکا ہے' اور ان کے اہل بیت میں شامل ہونے کے مضبوط' واضح اور ٹھوس دلائل دیئے جا چکے ہیں) اور آج ان شاء اللہ اولادِ رسول ﷺ کے فضائل ومناقب بیان کیے جائیں گے۔

نرینہ اولاد، ابناءِ رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کو اللہ رب العزت نے چار بیٹے عطاء فرمائے' اور یہ چاروں بچپن میں ہی وفات پا گئے' اس کی دلیل سورۃ الاحزاب کی ایک آیت مبارکہ ہے: اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ [الأحزاب : ٤٠]

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں''۔

غور کیجئے! رب ارض وسماء نے آپ ﷺ کا اسم گرامی محمد ﷺ بول کر وضاحت فرمائی کہ آپ کسی مرد کے باپ نہیں' یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے تمام بیٹے مرد بننے کی عمر سے پہلے پہلے وفات پا گئے۔

ایک اہم نکتہ:

دنیا بھر میں اللہ رب العزت نے صرف دو شخصیتوں کو اپنا خلیل بنایا ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے حضرت محمد ﷺ اور ایک خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو رب کائنات نے انتہائی بڑھاپے میں اولاد دی جناب ابراہیم علیہ السلام لمبی مدت اولاد کے لیے دعاء والتجاء کرتے رہے:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۰۰]

اور دوسرے خلیل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو جتنی نرینہ اولاد دی وہ بچپن میں ہی واپس بلا لی۔ ان دو عظیم المرتبت خلیلوں کے ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے' اولاد دینے والا بھی اللہ' اولاد کو زندگی بخشنے والا بھی اللہ' اور اولاد سے محروم رکھنے والا بھی اللہ' قرآن اٹھایئے' سورۃ الشوریٰ نکالیے' رب کائنات اعلان فرما رہے ہیں:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ ﴾ [الشوریٰ : ۴۹-۵۰]

''آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت صرف اللہ کے لیے ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے' جسے چاہتا ہے بیٹے عطاء کرتا ہے' اور جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں (دونوں) عطاء کرتا ہے' اور جسے چاہتا ہے بے اولاد بھی رہنے دیتا ہے یقیناً اللہ (سب کچھ) جاننے والا' خوب قدرت رکھنے

والا ہے“۔

بہر حال اللہ رب العزت نے اپنے خلیل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو چار بیٹے عطاء فرمائے اور چاروں بچپن میں ہی واپس بلا لیے۔

سب سے بڑے صاحبزادے کا اسم گرامی قاسم تھا' اور اسی کے نام پہ آپ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ سب سے چھوٹے بیٹے کا نام ابراہیم تھا۔ یہ آپ کی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے' آپ نے اپنے اس لختِ جگر کا اسم گرامی اپنے جدامجد' جد الانبیاء' خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پہ ابراہیم رکھا۔ آپ کے اس پیارے صاحبزادے نے تقریباً اٹھارہ ماہ کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تقریباً ۳ ماہ پہلے وفات پائی۔

جناب ابراہیم بن محمد ﷺ کی وفات کی تفصیل بخاری و مسلم میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم ابوسیف لوہار کے ہاں گئے (اور وہ آپ کے بیٹے ابراہیم کو دودھ پلانے والی عورت کے خاوند ہیں) رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم کو اٹھایا' اس کا بوسہ لیا اور اس کے ساتھ پیار کیا۔ اس کے بعد ہم وہاں گئے تو ابراہیم نزع کے عالم میں تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوئے اور استفسار کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ (آنسو بہا رہے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابن عوف! آنسو بہانا رحمت ہے“

پھر آپ ﷺ دوبارہ اشکبار ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”آنکھیں اشکبار ہیں' دل غمزدہ ہے اور ہم وہی کلمات کہتے ہیں جن کو ہمارا پروردگار پسند رکھتا ہے اور اے ابراہیم! بلاشبہ ہم تیری جدائی پر غم زدہ ہیں“۔ ①

جناب ابراہیم چونکہ دودھ پینے کی عمر میں ہی وفات پا گئے تھے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ: ((إنّا بک لمحزونون))، رقم: ۱۳۰۳.

"ابراہیم کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی مقرر کر دی گئی ہے"۔ [1]

جناب قاسم اور جناب ابراہیم کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے دو صاحبزادے تھے ایک کا اسم گرامی عبداللہ اور دوسرے کا اسم گرامی طیب' طاہر تھا' بعض اہل سیرت کے نزدیک جناب عبداللہ کے ہی یہ دونوں لقب ہیں (امام ابن القیم رحمۃ اللہ نے زاد المعاد میں یہی مؤقف درست قرار دیا ہے) اور بعض کے نزدیک یہ علیحدہ بیٹے کا اسم و لقب ہے۔

لمحۂ فکریہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیارے بیٹوں کے کتنے پیارے نام رکھے (عبداللہ' قاسم' طاہر طیب اور ابراہیم) اور آپ ﷺ لوگوں کو بھی یہی تعلیم دیا کرتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ: عَبْدُاللّٰهِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ)). [2]

"یقیناً ناموں میں سے اللہ کے ہاں زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں"۔

اور صحیح مسلم میں ہی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نام "عاصیہ" تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام "جمیلہ" رکھا۔ [3]

جامع ترمذی میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ. [4]

"کہ نبی ﷺ قبیح (برے) نام تبدیل کیا کرتے تھے"۔

لیکن آج لوگ اداکاروں' فنکاروں' کرکٹروں اور گلوکاروں کے ناموں پر نام رکھتے ہیں' اور رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ ناموں کو "پرانے" نام کہہ کر نظر انداز کرتے ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق.

[2] صحیح مسلم، کتاب الادب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم و بیان ما یستحب من الأسماء (۲۱۳۲) و ابوداؤد (٤٩٤٩).

[3] صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغییر الإسم القبیح الی الحسن، رقم: ٥٦٠٥.

[4] جامع الترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی تغییر الأسماء، رقمع ۲۸۳۹.

بناتِ رسول اللہ ﷺ:

امام الانبیاء شافع روزِ جزا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، سورۃ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ ﴾ [الأحزاب : ٥٩]

یہ لفظ بنات جمع ہے جو کم از کم تین پر بولا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ آپ کی صرف ایک بیٹی نہیں زیادہ بیٹیاں ہیں۔ اور کتب حدیث اور کتبِ سیرت میں آپ کی چار بیٹیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ رسول اللہ ﷺ کی تمام بیٹیاں مؤمنات، مسلمات اور صالحات تھیں۔ اور آپ اپنی تمام بیٹیوں سے بڑی محبت رکھتے تھے، اور آپ کی تین بیٹیاں (حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن) آپ کی حیات طیبہ میں ہی وفات پا گئیں، اور ایک بیٹی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔

پہلی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا تھا ابوالعاص پہلے مسلمان نہیں تھے (اور اس وقت غیر مسلموں اور مشرکوں سے نکاح کی ممانعت نہیں تھی) غزوۂ بدر کے بعد جناب ابوالعاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان اور اچھے دامادِ رسول ثابت ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ان کی تعریف میں یہ کلمات کہے:

"اس نے مجھ سے جو بات کہی اسے سچ کر دکھایا"۔ [1]

بدر کے معرکے میں ابوالعاص بھی مسلمانوں کی قید میں آ گئے، تفصیلی واقعہ (مسند احمد، ابوداؤد) میں درج ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو جناب زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں کچھ مال اور وہ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب ذكر أصهار النبی ﷺ، رقم: ٣٧٢٩.

ہار بھیجا جو اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے دیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ہار دیکھا' تو آپ ﷺ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم زینب رضی اللہ عنہا کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کے ہار کو بھی واپس کر دو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو منظور کیا اور نبی ﷺ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کی جانب بھجوا دے گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو روانہ کیا (ان سے) کہا کہ

> ''تم بطن یاجج (مقام) میں جاؤ تمہارے پاس زینب رضی اللہ عنہا آ جائے گی تم اس کو اپنے ساتھ لے آنا''۔ ①

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ ہم آپ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو تین یا پانچ یا اس سے زیادہ بار اگر تم مناسب سمجھو' پانی میں بیری کے پتوں کی (مناسب) آمیزش کر کے غسل دو اور آخری بار میں کچھ مشک کافور ڈالو۔ جب (غسل دینے سے) فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ (ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے ہماری جانب اپنا تہبند بھیجا اور فرمایا: اس کو بطور شعار استعمال کرو۔ ②

غور کیجیے! آپ ﷺ نے کس قدر محبت کا اظہار فرمایا۔

ایک اور اندازِ محبت:

آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی اپنی نواسی حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو

---

① مسند احمد (٦/٢٧٦) (٢٦٤١٦) اسناده حسن لذاته.
ابوداؤد (٢٦٩٢) و مستدرك حاكم (٣/٢٣) (٤٣٠٦).

② صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب غسل الميت وضوءه بماء و سدر (١٢٥٣)
و مسلم (٩٣٩) و ابوداؤد (٣١٤٢) و ابن ماجه (١٤٥٨).

کندھوں پر بٹھا کر نماز پڑھائی۔ [1]

ظاہر ہے نواسی سے اس قدر محبت کا اظہار بیٹی کی محبت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

دوسری بیٹی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا:

یہ وہ بنتِ رسول ﷺ ہے جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، غزوۂ بدر کے وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”عثمان رضی اللہ عنہ! میری بیٹی کی تیمار داری و بیمار پرسی کرو۔ آپ کو اس کے صلے میں گھر بیٹھے بدر کے غازیوں برابر دنیاوی اجر (مالِ غنیمت) اور اُخروی ثواب (نعیم جنت) ملے گا“۔ [2]

تیسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

جناب رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ [3]

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات:

صحیح البخاری کتاب الجنائز میں ہے جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، آپ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھے تھے، (ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی) آپ کنارے پہ بیٹھے زارو قطار روئے جا رہے تھے، جب قبر تیار ہو گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون ہے جس نے آج رات کوئی لغزش بھی نہیں کی؟“ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”میں حاضر ہوں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(قبر کے اندر سے مزید اصلاح اور درستگی کے لیے) آپ قبر میں اتریں“۔

چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

یہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی تمام بیٹیوں میں زیادہ پیاری تھیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہا

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه فى الصلاة (٥١٦) و مسلم (٥٤٣) و احمد (٥/٢٩٥).

[2] صحيح البخاری، كتاب فرض الخمس، باب اذا بعث الإمام رسولًا الخ، رقم: ٣١٣٠.

[3] ازالة الخفاء (ص ٢٢٢) رحمة للعالمين (١٢٨/٢).

کے فضائل و مناقب بھی بہت زیادہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح غزوۂ بدر کے کچھ دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ [1]

جرأت:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دلیر، شجاع اور بہادر باپ کی طرح انتہائی دلیر اور جرأت مند تھیں، ایک دفعہ (مکی دور میں) رسول اللہ ﷺ کعبۃ اللہ کے دامن میں نماز ادا فرما رہے تھے، جب آپ سربسجود ہوئے ایک ملعون نے ابوجہل کے کہنے پر اونٹ کی اوجڑی آپ کی کمر مبارک پر ڈال دی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی، دوڑتی ہوئی آئیں اور کسی کافر سردار کی پرواہ کیے بغیر وہ اوجڑی اپنے پیارے بابا جان کی کمر سے نیچے اتاری۔ [2]

خدمتِ رسول ﷺ:

غزوۂ اُحد میں جب رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زخم دھویا۔ چٹائی کا ٹکڑا جلا کر راکھ زخم میں بھری۔ [3]

گھر کے کام کاج:

خود چکی چلاتی تھیں، مشکیزے میں پانی بھر کر لاتی تھیں، جھاڑو دیتی تھیں۔ کیسی عاجزی وانکساری ہے؟

آج کئی گھرانوں میں گھریلو کام کاج کی وجہ سے بات طلاق لینے تک پہنچ جاتی ہے، بیوی انانیت کی بناء پہ کہتی ہے: مجھے بیوی بنا کر لائے ہو یا خادمہ بنا کر لائے ہو؟ ایسی عورتیں رسول اللہ ﷺ کی عظیم بیٹی کو نمونہ بنائیں۔

شرم وحیاء:

ایک دفعہ ضروری کام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، دور سے دیکھا آپ ﷺ کے پاس لوگ بیٹھے ہیں، شرما کے پلٹ گئیں۔ [4]

---

[1] رحمة للعالمین (۲/۱۲۹).

[2] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب إذا ألقي عَلَى ظَهر المصلّي قَذَرٌ... الخ، رقم: ۲۴۰.

[3] بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد.

[4] سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب فی التسبیح عند النوم، رقم: ۵۰۶۳.

آج اللہ کی پناہ۔ بیٹیاں اپنے باپوں کے سامنے (شادی بیاہ کی تقریبات میں) نیم برہنہ ہو کر، ناچتی، گاتی اور بھنگڑے ڈالتی ہیں اور ان کے دیوث باپ کو مبارک دی جاتی ہے کہ ”آپ کی بیٹی اچھا ناچ لیتی ہے“۔ یہ فلموں، ڈراموں، ناولوں اور ڈائجسٹوں کا نتیجہ ہے۔

مزید فضائل ومناقب:

بخاری ومسلم میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کی خدمت میں حاضر تھیں، اس دوران آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آئی، اس کا چلنا رسول اللہ ﷺ کے چلنے سے ملتا جلتا تھا۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی بیٹی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو اپنے قریب بٹھایا اور اس سے سرگوشی کی چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شدت سے رونے لگی۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ بہت زیادہ غمگین ہے، تو آپ ﷺ نے اس سے دوبارہ سرگوشی کی۔ چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) جب رسول اللہ ﷺ (وہاں سے) اٹھ کھڑے ہوئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے تیرے ساتھ کیا سرگوشی کی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز افشاء نہیں کروں گی۔

جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے (فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) کہا کہ میں تجھے اس حق کا واسطہ دے کر قسم دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے کہ تم مجھے ضرور بتاؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ جب آپ ﷺ نے مجھ سے پہلی بار سرگوشی کی تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک مرتبہ قرآن پاک دہرایا کرتے تھے لیکن اس سال انہوں نے میرے ساتھ دوبار قرآن پاک دہرایا۔ میرا خیال یہ ہے کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ پس تو اللہ سے ڈر اور (میری جدائی پر) صبر کر، میں تیرے لیے بہترین پہلے جانے والا ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگی جب آپ ﷺ نے مجھے غمناک پایا تو آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو یا ایمان دار عورتوں کی سردار ہو؟[1]

اور صحیحین کی ہی دوسری حدیث میں ہے: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم، باب فضائل فاطمۃ رضی اللہ عنہا (۶۳۱۳).

ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي)).

”فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جس شخص نے اسے ناراض کیا‘ اس نے مجھے ناراض کیا“۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ”جس چیز سے اسے رنج پہنچتا ہے‘ وہ مجھے بھی بے چین کر دیتی ہے۔ جو چیز اس کو تکلیف دیتی ہے‘ وہ چیز مجھے بھی تکلیف دیتی ہے“۔ [1]

جو رسول اللہ ﷺ کی پسند وہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پسند:

ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

”کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتی جس کو میں پسند کرتا ہوں؟“

تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”ہاں“۔ [2]

اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظیم الشان سیرت کی جھلک دکھلائی دیتی ہے کہ وہ ہر اس چیز کو پسند کرتی تھیں جسے رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے‘ اور اس سے محبت کرتی تھیں جس سے آپ محبت کرتے تھے‘ اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ ہماری ماؤں‘ بہنوں‘ بہو بیٹیوں کو مغربی بے پردہ و بے حیاء عورتوں کی تقلید سے بچائے‘ ازواج مطہرات (حضرت خدیجہ و عائشہ‘ حفصہ و میمونہ رضی اللہ عنہن وغیرہ) اور بنات رسول ﷺ (حضرت زینب‘ حضرت رقیہ‘ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن) کو نمونہ واسوہ بنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ضروری وضاحت:

سورۃ الطور کی آیت ۲۱ بھی اولادِ رسول ﷺ (یعنی رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں) کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب قرابۃ رسول ﷺ (۳۷۱۴).

[2] صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من اھدی الی صاحبہ و تحری بعض نسائہ دون بعض، رقم: ۲۵۸۱.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ ﴾ [الطور: ۲۱]

آج کے خطبہ میں ان عظیم شخصیات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جن کے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب اور والدہ محترمہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما تھیں۔ جن کے نانا محترم سید الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نانی جان حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ جنہیں شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ اہل بیت اور آل رسول ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ میری مراد سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

سب سے پہلے ان دونوں شخصیات کی شان ومنقبت قرآن کریم سے بیان کرتا ہوں۔ رب ارض وسماء سورۃ الطور میں فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ ﴾ [الطور: ۲۱]

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی (یعنی اولاد بھی مومن اور صالح ہوئی)“۔

﴿ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ [الطور: ۲۱]

"ہم ان کی اولاد کو ان کے (نیک اور صالح ماں باپ کے) ساتھ ملا دیں گے اور ہم ان کے (ماں باپ کے) عمل میں کمی نہیں کریں گے"۔

غور کیجئے! مومن اولاد کو مومن باپ اور ماں کے ساتھ ملا دینے کا اعلان ہو رہا ہے۔ تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذریت میں سے ہیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! کیسی شان و عظمت ہے جو انہیں عطاء کی جائے گی۔

اس کے بعد کتب حدیث میں سے سب سے پہلے جناب حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی وہ شان و عظمت بیان کرتا ہوں جو دونوں کے لیے مشترکہ بیان کی گئی ہے:

صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ ...... ﴾ [آل عمران : ٦١]

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ)).[1]

"اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ باہر نکلے آپ کے جسم پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک منقش چادر تھی۔ اس دوران حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے آپ نے انہیں چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما آئے وہ بھی آپ کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے انہیں چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انہیں بھی چادر میں داخل کر لیا پھر فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضي الله عنه (٢٦٢٠) والترمذی (٣٧٢٤).

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [1]

''اے اہل بیت اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے گناہوں کو دور کر دے اور تمہیں پاک کر دے''۔

ایک ضروری وضاحت:

بعض لوگ مذکورہ احادیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صرف یہی اہل بیت ہیں ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں۔ یاد رکھیے! یہ بات بالکل غلط ہے ان مذکورہ شخصیات (حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم) کے اہل بیت ہونے کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں۔ جبکہ ازواج مطہرات کے اہل بیت ہونے کی دلیل قرآن کی بہت ساری آیات اور بہت ساری احادیث ہیں۔ تفصیل کے لیے ہماری اسی خطبات میں شامل مستقل مضمون ملاحظہ فرمائیں: ''اہل بیت کون''۔

جناب حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی مشترکہ فضیلت والی مزید احادیث سماعت فرمائیں، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ)). [2]

''حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے''۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَيَّ مِنَ الدُّنْيَا)). [3]

''یقیناً حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں''۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ باہر تشریف لائے، آپ نے کسی چیز کو لپیٹا ہوا تھا مجھے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (٦٢٦١) (٥٤٤٥).

[2] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما (٣٧٧٧) و احمد (٣/٦٢٣).

[3] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما (٣٧٧٩) والبخاری فی الادب المفرد (٨٥) واحمد (٢/٨٥).

معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیا لپیٹا ہوا ہے؟ آپ نے چادر کو کھولا تو آپ کی پشت پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میرے نواسے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُحِبُّھُمَا)). [1]

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور جو لوگ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں تو ان سے بھی محبت فرما''۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آگئے ان دونوں نے سرخ رنگ کی قمیص پہن رکھی تھی وہ دونوں چلتے تھے اور گر پڑتے تھے (انہیں دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے، آپ نے انہیں اٹھایا اور اپنے آگے بٹھا لیا، پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ کا کلام سچا ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے دونوں بچوں کو دیکھا کہ وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے:

((فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُھُمَا)). [2]

''تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنا ارشاد مؤخر کر دیا اور انہیں اٹھا لیا''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ آج رات سے پہلے یہ فرشتہ کبھی زمین پر نہیں آیا تھا اس نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھے سلام کہے اور مجھے بشارت دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی جب کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے''۔ [3]

---

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما (۳۷۷۸) و کنز العمال (۳٤۲٥٥) و تحفة الاشراف (۸٦) (٤٤/۱) (۱۱٤/۱۲).

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ باب الإمام یقطع الخطبة للأمر (۱۱۰۹) والنسائی (۱۹۲/۳) و ابن ماجه (۱۱۹۰/۲) (۳٦۰۰).

[3] جامع الترمذی، کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علي رقم: ۳۷۸۱.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تعجب ہے کہ عراقی لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا محرم (حالت احرام والا) آدمی مکھی مار سکتا ہے؟ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے بیٹے کو قتل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے پھول ہیں۔ [1]

غور فرمائیے! ان احادیث مبارکہ میں ان دونوں عظیم شخصیتوں کی کیسی زبردست شان وعظمت بیان کی گئی ہے، اور ان کی محبت کو اللہ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

اب وہ احادیث ذکر کرتا ہوں جن میں صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان ومنقبت بیان کی گئی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے کندھوں پر سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ)). [2]

”اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما“۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آئے، آپ نے پوچھا کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے؟ یعنی حسن رضی اللہ عنہ ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دوڑتے ہوئے آئے حتی کہ وہ اور نبی ﷺ ایک دوسرے کو گلے ملے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور ان لوگوں سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرتے ہیں“۔ [3]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما (٣٧٥٣).

[2] صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما (٣٧٤٩).

[3] صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما (٣٧٤٧).

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے میں نے دیکھا کہ آپ کبھی لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی جانب جو کہ آپ کے پہلو میں تھے اور آپ فرما رہے تھے' میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں مصالحت کرائے گا۔ ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشابہت کوئی شخص نہیں رکھتا تھا۔ اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ تھے۔ ②

ایک فیصلہ کن واقعہ:

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) عصر کی نماز پڑھی۔ بعد ازاں وہ باہر نکلے وہ چل رہے تھے ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور کہا میرا باپ تم پر قربان ہو تمہاری مشابہت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے علی رضی اللہ عنہ سے مشابہت نہیں ہے۔ اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ (فرحت و مسرت کے ساتھ) ہنس دیئے تھے۔ ③

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں آپس میں شیر شکر تھے ان دونوں میں کوئی عداوت نہیں تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے بے انتہا محبت تھی۔ لیکن آج بعض لوگوں نے تاریخ کی بعض بے سند اور غیر معتبر روایات کی بناء پر بہت کچھ مشہور کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹی باتوں پر اعتماد کرنے سے محفوظ فرمائے۔

---

① صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم للحسن بن عليٍّ الخ، رقم: ٢٧٠٤.

② صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب الحسن والحسين (٣٧٥٢).

③ صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب الحسن والحسين (٣٧٥٠).

آخری بات:

ہم رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات' آپ کی بناتِ طیبات اور آپ کے نواسوں سے سچی محبت رکھتے ہیں اور اس محبت کو ایمان میں سے قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہم غلو کو جائز نہیں سمجھتے کہ ہم انہیں بڑھا چڑھا کر اللہ کے برابر کر دیں یا ان کا رتبہ پیغمبر سے بھی زیادہ کر دیں ہم اس غلو سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیے! ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو مظلومانہ شہادت مانتے ہیں لیکن اس واقعہ کو واقعہ کربلا کے نام پر جس انداز میں آج بیان کیا جاتا ہے چونکہ اس کی زیادہ تر تفصیلات غیر مستند ہیں اس لیے اس واقعہ میں بیان کردہ غیر مستند باتوں کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔ اور اس واقعہ کی آڑ میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو برا کہا جاتا ہے اور اس وقت کی اسلامی حکومت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ہم ان باتوں سے اعلانِ براءت کرتے ہیں۔ ہم جہاں تمام اہل بیت کی محبت کے قائل ہیں وہاں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو بھی ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ قرآن وسنت سے ہمیں یہی راہنمائی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسی برحق عقیدے پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

* * *

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کفار کی مشابہت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ○ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ○ ﴾

[آل عمران : ١٤٩، ١٥٠]

اللہ ربّ العزت نے کتابِ مجید میں متعدد مقامات پہ اہل ایمان کو خبردار کیا ہے کہ کفار کے عقائد و اعمال اور رسم و رواج نہ اپناؤ' اہل کفر کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ عقیدہ و عمل' لباس و حجامت' خوشی غمی اور سیرت و کردار میں کافروں کی تقلید نہ کرو۔ اور کفار کی مشابہت اور تقلید کو انتہائی خطرناک اور مُہلک قرار دیا ہے۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرة : ١٢٠]

''اگر تم علم آ جانے کے باوجود کافروں کی خواہشات کی پیروی کرو گے تو اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی دوست اور حمایتی نہیں ہوگا''۔

سورۃ آلِ عمران میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [آل عمران: ١٤٩]

''ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پھیر

دیں گے (یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم بہت بڑا خسارہ پاؤ گے''۔

سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ۝ ﴾ [المائدة: ۵۷]

غور کیجیے! اہلِ ایمان کی ایمانی غیرت وحمیت کو اُبھارتے ہوئے فرمایا:

''ایمان والو! وہ یہود ونصاریٰ اور دوسرے کافر جو تمہارے دِین کا تمسخر اُڑاتے ہیں اُنہیں دوست نہ بناؤ (اُن کی تقلید ومشابہت نہ کرو) اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈر جاؤ (اور اُن کی دوستی اور مشابہت سے باز آ جاؤ) وہ تو اتنے بے وقوف اور احمق ہیں کہ جب تم اللہ کی عبادت نماز کے لیے اذان کہتے ہو (لوگوں کو خالق و مالک کی بارگاہ میں قیام' رکوع اور سجود کے لیے بلاتے ہو) وہ تمہاری اذان کا مذاق اُڑاتے ہیں (اس لئے قطعاً اُن کی پیروی نہ کرو اور اُن کے دامِ فریب میں نہ آؤ)''۔

سورۃ آل عمران میں ایک مقام پر تو بڑے زبردست انداز میں کافروں کی دوستی اور اطاعت ومشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ وہاں اللہ ربّ العزت نے دو اہم نکتے بیان فرمائے ہیں۔

دوسرا نکتہ:

﴿ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا یُحِبُّوْنَكُمْ ﴾ [آل عمران : ۱۱۹]

''تم اُن سے جتنی مرضی محبت کرو وہ قطعاً تم سے محبت نہیں کریں گے''۔

اور یہ حقیقت ہے' ہر دور میں کافروں کی اَیجنٹی کرنے والوں کا انجام خطرناک ہوتا ہے' کافر اس سے مطلب نکال کر اُسی کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

بہر حال کفار کی مشابہت وتقلید دُنیا و آخرت میں ناکامی اور ذلت و رسوائی کا

باعث ہے۔ حدیث میں بھی ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)). [1]

”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُنہی میں سے ہوگا“۔

اور رسول اللہ ﷺ نے انداز بدل بدل کر کفار کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔ شکل وصورت، عقل وفکر، لباس وحجامت اور قوی وعمل میں اُن کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا۔

لیکن اتنی وضاحت وصراحت کے باوجود آج مسلمانوں میں بہت ساری چیزیں کافر قوموں والی سرایت کر گئی ہیں۔

ماہِ صفر اور بدشگونی:

دورِ قدیم سے ہی کافر قوموں میں مختلف چیزوں کے منحوس ہونے کا تصور پایا جاتا ہے جو توہم پرستی کے سوا کچھ نہیں، بعض مسلمان بھی غیر مسلموں سے متاثر ہو کر اس توہم پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بعض دِنوں اور مہینوں کو شادی یا سفر کے حوالے سے منحوس سمجھا جاتا ہے۔ بعض ایام کو کاروبار کے حوالے سے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ صبح صبح اُدھار مانگنے یا اُدھار پر سودا خریدنے کو منحوس تصور کیا جاتا ہے۔ اُلّو کا بولنا، بلی کا راستہ کاٹنا وغیرہ۔

مسلمانوں میں یہ تمام توہمات یہود وہنود سے سرایت کر گئے ہیں۔ آج بہت سارے مسلمان منگل اور بدھ کو کاروبار یا سفر کے حوالے سے منحوس خیال کرتے ہیں۔ اور ماہِ صفر کو نکاح کے حوالے سے منحوس کہتے ہیں۔ ماہِ صفر چونکہ اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے اور اُس کی ابتداء ہو چکی ہے۔ اس مناسبت سے میں نے اس مضمون کو منتخب کیا ہے تاکہ قرآن وسنت کی رو سے بدشگونی اور نحوست کے متعلق عام لوگوں کی راہنمائی کر دی جائے۔

قرآن مجید میں بدشگونی اور نحوست کو کافروں کا عقیدہ کہا گیا ہے۔

سورۃ الاعراف میں فرعونیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ﴾ [الأعراف : ۱۳۱]

---

[1] سنن أبي داؤد (٤٠٣١) و صحيح أبي داؤد (٣٤٠١) تحفة الأشراف (٢٧٥/٦).

"اگر اُنہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو اُسے موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے"۔

سورۃ یٰسین میں اُس بستی کا واقعہ پڑھیے جس کی طرف تین پیغمبر مبعوث کیے گئے تھے۔ اُس بستی کے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں سے کہا:

﴿ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ ﴾ [یٰس: ۱۸]
"ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں"۔

غرضیکہ نحوست اور بدشگونی کافر قوموں کا شیوہ و شعار ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات گرامی میں اس کی تردید فرمائی ہے۔

صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ)). [1]
"کوئی متعدی بیماری نہیں، اور اُلو کی نحوست نہیں اور ماہِ صفر کی نحوست نہیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ ارشادِ گرامی میں جاہلی توہمات میں سے تین کی تردید فرمائی ہے:

① **بیماری کا متعدی ہونا:** آپ ﷺ نے کسی بھی بیماری کے متعدی ہونے کی نفی فرمائی ہے، حتیٰ کہ ایک دیہاتی نے عرض کیا: ہم دیکھتے ہیں کہ اونٹوں کے باڑے میں تمام اونٹ ہرنوں کی طرح صاف اور چمکدار ہوتے ہیں پھر ایک اونٹ کو خارش پڑتی ہے تو رفتہ رفتہ تمام اونٹ خارش زدہ ہو جاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے کو خارش کس نے لگائی ہے؟ [2] آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح پہلے اونٹ میں ابتداءً (کسی سے متعدی ہوئے بغیر) خارش پڑی ہے اسی طرح تمام اونٹوں میں ابتداءً خارش پڑی ہے، ایک دوسرے سے خارش زدہ نہیں ہوئے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الطب، باب لا صفر وهو داءٌ یاخذ البطن (۵۷۱۷).

[2] صحیح البخاری، کتاب الطّب، باب لَا عَدْوٰی، رقم: ۵۷۷۵.

② **اُلّو کا منحوس ہونا:** عرب کے لوگ اُلّو کو منحوس قرار دیتے تھے آپ ﷺ نے اس کی نفی کر دی۔

③ **ماہِ صفر کا منحوس ہونا:** جاہلیت میں ماہِ صفر کو منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ جس طرح آج بھی لوگ کہتے ہیں: جو صفر میں شادی کر لے گا' وہ سفر میں ہی پڑا رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تردید فرما دی اور واضح کر دیا کہ ماہِ صفر کی کوئی نحوست نہیں۔

صحیح البخاری کی ایک اور حدیث میں ہے:

ولا طیرۃ ''اس میں ہر قسم کی نحوست اور بدشگونی کی نفی کر دی گئی ہے''۔

حقیقت ہے دین اسلام کسی مہینے' دِن' گھڑی اور پرندے وغیرہ کو منحوس قرار نہیں دیتا اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل مضبوط اور پختہ کر کے ان تمام جاہلی توہمات اور مشرکانہ تصورات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾ [الممتحنة : ٤]

اسی طرح موجودہ دِنوں میں کھیلا جانے والا کھیل جسے بسنت اور جشن بہاراں کا نام دیا جاتا ہے' یہ بھی درحقیقت ہندوؤں کا تہوار ہے' اور ہندو عقیدہ و اخلاق میں دُنیا کی بدترین قوم ہے اور مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔ ایسے دشمنوں کی نقل اُتارنا' دانشمندی اور ہوشمندی نہیں ہے اور یہ ایک ایسا تہوار ہے جس میں صرف ہندوؤں کی مشابہت ہی نہیں بلکہ بہت بڑا جانی و مالی نقصان بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہونے والی ہلڑ بازی' آتش بازی اور بے پردگی اور فحش ریکارڈنگ اندھیرے پر اندھیرا ہے۔ ہر سال یہ تہوار کتنے معصوم بچوں کو نگل لیتا ہے' اور کئی غافل بالغ بھی چھت سے گر کر یا بجلی سے لگ کر بدترین موت مرتے ہیں۔

دین اسلام تو ایسے فضول کام کرنے سے بھی روکتا ہے جن کاموں میں انسان کا نقصان بھی نہیں لیکن فائدہ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ)). [1]

---

[1] جامع الترمذي، و تحفة الاشراف (٣٨١/٩) (٣١٣/١١) حسن.

"آدمی کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت ہے کہ وہ لا یعنی اور فضول کام بھی چھوڑ دے"۔

جبکہ بسنت میں کتنے سارے اخلاقی دینی اور مالی و جانی نقصانات ہیں لیکن اس کے باوجود ہر وقت معاشی زوال اور کاروباری نصان کا رونا رونے والی یہ قوم اِس تہوار کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔

اُمّتِ مسلمہ کو تو دُنیا کی راہنمائی وقیادت کا عظیم منصب سونپا گیا تھا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰]

ہم نے لوگوں کو اچھائی پر لگانا تھا' کافر قوموں کو سیدھی راہ پہ کھڑا کرنا تھا' برائیوں سے باز کرنا تھا' لیکن ہم خود نیکی کو خیر باد کہنے والے اور برائی کا ارتکاب کرنے والے بن گئے' اور ہندوانہ تہواروں اور دیگر کھیل تماشوں میں مشغول ہو گئے۔ اور اسلام کا امتیاز کھو بیٹھے' اور جو فضیلت ہمیں ملی ہے اُس سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں' اللہ تعالیٰ ہماری عظمت رفتہ بحال کرے اور ہمیں اپنا مقام پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [آل عمران : ۳۱]

”کہہ دیجیے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو‘ خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے“۔

امام الانبیاء سید ولد آدم خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت دین اسلام کی روح ہے‘ آپ کی محبت کے بغیر کوئی شخص مسلمان اور مؤمن نہیں ہو سکتا‘ اور صرف محبت نہیں بلکہ ایسی محبت جو اپنی جان‘ ماں باپ‘ آل اولاد اور دنیا جہان کے سارے انسانوں کی محبت سے زیادہ ہو۔

صحیح البخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ

اَجْمَعِیْنَ))۔[1]

"تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ' آل اولاد اور ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

دوسری حدیث یہ بھی صحیح البخاری میں موجود ہے۔ اس کے راوی بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا))۔

جس شخص میں تین خصلتیں پیدا ہو جائیں وہ ایمان کی حلاوت' مٹھاس اور شیرینی محسوس کرے گا۔ پھر ان تین خصلتوں میں سب سے پہلی خصلت یہ بتائی

((مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا))۔[2]

"جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں"۔

تیسری حدیث:

یہ بھی صحیح البخاری میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے میری اپنی جان کے سوا دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْكَ مِنْ نَفْسِكَ))۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان (١٤) و ابن ماجه (٦٧) و مسلم (٦٩) والنسائی (٥٠١٣).

[2] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان (١٦) و مسلم (٦٧)، والترمذی (٢٦٤٤) و ابن ماجه (٤٠٣٣).

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں جب تک تیری جان سے بھی زیادہ تجھے محبوب نہ ہو جاؤں۔ بات نہیں بنے گی"۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس مسئلے کا علم ہوا) تو فوراً عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْآنَ يَا عُمَرُ)).①

"ہاں! اے عمر! اب ٹھیک ہے"۔ (اب آپ کا ایمان مکمل ہوا ہے)۔

مذکورہ تین احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی محبت کسی شخص کے دل میں اپنی جان، ماں باپ، آل اولاد اور تمام لوگوں کی محبت سے زیادہ نہ ہو جائے تب تک وہ کامل مؤمن اور مسلمان نہیں ہوسکتا۔

یہ محبتِ رسول ﷺ ایمان اور اسلام کی روح ہے۔ لیکن آج ہم نے اس بات پر غور وفکر کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کیا ہے۔ اور اس کی علامتیں کیا ہیں۔

کیونکہ آج لوگوں نے من گھڑت بدعات وخرافات کو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا نام دے دیا ہے۔ بلکہ سال بھر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی کی جاتی ہے اور ۱۲ ربیع الاوّل کو آپ ﷺ کی پیدائش کا جشن منا کے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔

اب سوچنا یہ ہے، کیا محبت رسول کا یہ انداز قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین سے ثابت ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اس تیسری عید اور جشن کا ثبوت تو کجا، یہ بھی کہیں نہیں ملتا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے، پورا ذخیرہ احادیث اس سلسلے میں خاموش ہے ہاں سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کی تاریخ

---

① صحيح البخاري، كتاب الايمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ (٦٦٣٢).

ولادت کا تذکرہ ملتا ہے لیکن ان کتابوں میں آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے متعلق لمبا چوڑا اختلاف ہے۔

بعض نے ۱۲ ربیع الاوّل لکھا۔ بعض نے ۹ ربیع الاوّل لکھا۔ اور دنیاوی تحقیق کے مطابق اکثر محققین ۹ ربیع الاوّل کے ہی قائل ہیں۔ تفصیل کے لیے کتب سیرت کا مطالعہ فرمائیں۔

جبکہ پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۰ محرم لکھی ہے، سبحان اللہ! گیارھویں شریف پیر عبدالقادر جیلانی کے نام کی اور عید میلاد النبی ۱۲ ربیع الاوّل کو......

بہر حال قرآن وسنت میں رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش کہیں بھی مذکور نہیں۔ اگر یہ عید قرآن وسنت سے ثابت ہوتی اور یہ حب رسول ﷺ کا معیار ہوتی تو اس کی تاریخ خود رسول اللہ ﷺ ضرور مقرر فرماتے۔

دیکھو عید الفطر کی تاریخ موجود ہے۔ آج اتنے اختلافات کے باوجود سارے مسلمانانِ عالم اس بات پر متفق ہیں کہ یکم شوال عید الفطر کا دن ہے۔

اسی طرح عید الاضحیٰ کی تاریخ بھی موجود ہے پوری دنیا کے مسلمان ۱۰ ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ (بڑی عید) مناتے ہیں لیکن اس طرح تیسری عید کی تاریخ نہ قرآن میں ملتی ہے نہ حدیث میں ملتی ہے۔

حدیث اور فقہ کی تمام کتابوں میں کتاب العیدین کا عنوان موجود ہے، لیکن کسی کتاب میں اس تیسری عید کا عنوان کہیں موجود نہیں حتیٰ کہ وہ فقہاء جنہوں نے اپنی کتابوں (ہدایہ، قدوری، شرح وقایہ!.. کنز الدقائق وغیرہ) میں ایسے فرضی مسائل کے انبار لگا دیئے ہیں جن کا وقوع مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آتا ہے، ان بال کی کھال اتارنے والے فقہاء نے بھی اس تیسری عید کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ۶۳ مرتبہ یہ دن گزرا نہ بازار سجائے گئے، نہ جھنڈیاں لگائی گئیں، نہ جلوس نکالا گیا، بلکہ تمام دنوں کی طرح یہ دن گزرتا رہا۔

خلافتِ صدیقی ؓ میں ۲ مرتبہ۔ خلافت فاروقی ؓ میں ۱۱ مرتبہ۔ خلافت عثمانی ؓ میں ۱۰ مرتبہ۔ خلافت علی ؓ میں ۵ مرتبہ۔ خلافت امیر معاویہ ؓ میں ۲۰ مرتبہ۔ یہ دن گزرا نہ بازار سجائے گئے نہ جھنڈیاں لگائی گئیں' نہ جلوس نکالے گئے نہ محفل میلاد منعقد کی گئی۔

آخری صحابی ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثی ؓ کی وفات تک ۱۲۳ مرتبہ۔ امام ابوحنیفہ ؒ کی وفات تک ۳۰۳ مرتبہ۔ امام مالک ؒ کی وفات تک ۲۳۲ مرتبہ۔ امام شافعی ؒ کی وفات تک ۲۵۷ مرتبہ۔ امام احمد بن حنبل ؒ کی وفات تک ۲۹۴ مرتبہ یہ دن گزرا نہ بازار سجائے گئے' نہ جھنڈیاں لگائی گئیں' نہ شیرینی بانٹی گئی......

کیا وہ تمام لوگ: صحابہ کرام ؓ' تابعینؒ عظام' ائمہ دینؒ، فقہاء ملت ''محبت رسول'' سے تہی دامن تھے۔

اور یہ ساری باتیں ایک طرف۔ جشن کا طریقہ دیکھو ہر کام نبی ﷺ کی مخالفت والا۔ دن پیغمبر ﷺ کی پیدائش کا' اور کام سارے آپ کی بغاوت اور نافرمانی والے۔

❶ مانگنا:

راستہ روک کر بھیک مانگی جاتی ہے' رسہ باندھ کر جگا لیا جاتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بلاضرورت سوال کرنے کی زبردست مذمت فرمائی' آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''جس نے بلاضرورت سوال کیا قیامت والے دن اس کے چہرے پہ گوشت کا ایک لوتھڑا بھی نہیں ہوگا''۔[1]

دوسری حدیث میں ہے:

> ''مانگ کر کھانے والا اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھر رہا ہے' خواہ تھوڑے بھر لے یا زیادہ بھر لے''۔[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، رقم: ۲۳۹۹.

[2] صحیح مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، رقم: ۲۳۹۹.

② بازاروں میں شور:

((وَلَا صَخَّابٌ فِي الْأَسْوَاقِ)). [1]

رسول اللہ ﷺ کی یہ سیرت گزشتہ آسمانی کتابوں میں بیان کی گئی ہے، کہ آپ بازاروں میں شور وغل کرنے والے نہیں، لیکن آج آمد رسول کا جشن اور بازاروں میں ہلڑ بازی، آتش بازی، ناچ اور گانا، گھوڑوں، گدھوں اور ٹرالیوں پہ جلوس، ڈھول کی تھاپ پہ بھنگڑا...... اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

یہ محبتِ رسول ﷺ ہے؟ یہ خیر الانام کی آمد کی خوشی ہے؟ یہ......

③ سجاوٹ:

آپ تو بیٹی کے گھر سے پلٹ گئے، وہ کس طرح؟ صحیح البخاری میں حدیث موجود ہے۔ ایک دن آپ ﷺ داماد رسول، ابن عم النبی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، اور دروازے سے ہی پلٹ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہیں تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر پہنچے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا ذکر کیا (کہ ابا جان آئے تھے اور دروازے سے ہی واپس تشریف لے گئے ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً دربار نبوت میں پہنچتے ہیں اور واپسی کا سبب پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے دروازے پہ (قیمتی) ریشمی پردہ دیکھا تو میں نے کہا:

((مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا)). [2]

"میرا دنیا کی (سجاوٹوں اور آرائشوں) سے کیا تعلق ہے"۔

اس لیے میں پلٹ آیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کا یہ سبب بتلاتے ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوراً اپنے والد گرامی کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتی ہیں: آپ اس پردے کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ قیمتی ریشمی پردہ مدینے کے فلاں گھر والوں کو دے آؤ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع باب کراهية السخب في السوق، رقم: ۲۱۲۵.

[2] ابوداؤد، الاطعمة، باب اجابة الدعوة اذا حضرها مكروه (۳۷۵۵).

(تاکہ وہ اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کریں)[1] غور فرمایئے! وہ پیغمبر جو ایک قیمتی کپڑا ریشمی پردہ دیکھ کر اپنے پیارے داماد اور اپنی پیاری لختِ جگر کے دروازے سے پلٹ گیا‘ وہ تیرے سجائے ہوئے بازار میں کیسے آئے گا......؟

لہٰذا پیغمبر کے جعلی استقبال میں بازار سجانے والو‘ بیسیوں تھان قیمتی کپڑا لٹکانے والو‘ لمبی چوڑی لائٹنگ کرنے والو...... جس کی آمد کا بہانہ کر کے یہ اسراف وتبذیر اور فضول خرچی کرتے ہو اسے تو ان سجاوٹوں سے شدید نفرت تھی‘ بیان کردہ واقعہ سے عبرت پکڑو‘ اور سچی توبہ کرو......

④ میوزک‘ موسیقی‘ بے پردگی اور مرد وزن کا آزادانہ اختلاط:

یہ پیغمبر کی آمد کا جشن ہے؟ کہ سارا دن ڈیک بجتے ہیں‘ گانے گائے جاتے ہیں‘ اور میوزک موسیقی کی گندی آواز کے ساتھ ساتھ کئی جبوں قبوں والے ناچتے ہیں‘ مصنوعی پہاڑیاں سجائی جاتی ہیں اور وہاں رات گئے تک بے پردہ عورتوں اور بے غیرت نوجوانوں کا ہجوم رہتا ہے‘ چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے‘ اور یہ تمام شرمناک کام اس پیغمبر کی آمد کی خوشی میں کیے جاتے ہیں جو اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء دار تھا جس کے چہرے کو کبھی آسمان نے بھی نہ دیکھا ہو۔

⑤ مشعل بردار جلوس:

یہ آتش پرستوں کی مشابہت ہے۔ آتش پرست (مجوسی) وہ بدترین کافر ہیں جنہوں نے ہمارے پیارے پیغمبر کا خط مبارک شہید کر دیا تھا‘ آج پیغمبر کی آمد کی خوشی میں ان گستاخانِ رسالت کی مشابہت کی جاتی ہے اور مشعل بردار جلوس نکالا جاتا ہے‘ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی مشابہت سے تاکیداً منع فرمایا ہے‘ اور یہ وعید سنائی ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)).[2]

"جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا"۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب هدية ما يكره لبسها، رقم: ٢٦١٣.

[2] سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة (٤٠٣١) واحمد (٢/ ٥٠).

آخری بات:

اگر ۱۲ ربیع الاوّل آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ہو بھی تو یہی وفات کا بھی ہے۔

اور جب خوشی اور غمی جمع ہو جائیں۔ تو غلبہ غمی کا ہوتا ہے۔ جس دن نبی ﷺ نے وفات پائی۔ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سارا مدینہ تاریک ہو گیا۔ اندھیرے کے بادل چھا گئے۔ لوگوں کے دل زخموں سے چور ہو گئے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر چہرہ مرجھایا ہوا، اور جس دن مدینہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ کیفیت تھی۔ اس دن آج محبت رسول ﷺ کے دعویداروں کو یہ کیسے اچھا لگتا ہے حلوہ منڈا اڑائیں، بازار سجائیں، جشن منائیں، شیرینی بانٹیں، آپس میں تحفے تحائف کا تبادلہ کریں...... ورنہ یہ پیغمبر کی وفات کی خوشی منانے کے مترادف ہے، اور گزشتہ سالوں میں تو لکھا بھی یہی جاتا تھا، ۱۲ وفات النبی، پرانی ڈائریاں، اشتہار اور کیلنڈر گواہ ہیں......؟؟؟؟

اور یاد رکھیے خود نبی ﷺ نے اپنی پیدائش کا دن سوموار بتایا ہے اور ہر سوموار کے دن روزہ رکھا ہے۔

جس طرح کہ صحیح مسلم میں موجود ہے، آپ ﷺ نے سوموار کا روزہ رکھ کے یہ بات ثابت کر دی کہ آپ کی پیدائش کا دن روزے کا دن ہے۔ عید اور جشن کا دن نہیں۔ [1]

آؤ! پیغمبر ﷺ کی سچی محبت یہ ہے کہ آپ کے نقش قدم پر چلا جائے آپ کی اطاعت و پیروی کی جائے۔ آپ کا دین دنیا میں غالب کیا جائے اور آپ کی سیرت طیبہ کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ یہی سچی محبت ہے اور یہی حقیقی خوشی بھی ہے، اور یہ خوشی سال بھر میں صرف ایک دن نہیں بلکہ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر لحظہ یہ خوشی موجود ہے۔

ایک اہم نکتہ:

لفظ ''عید میلاد النبی'' میلاد منانے والوں کے اپنے چند عقائد کے برخلاف ہے، وہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کو نور من نور اللہ کہتے ہیں اور دوسری طرف آپ کے لیے ولادت و میلاد کا لفظ بولتے ہیں، ایک طرف تو یہ کہتے ہیں:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل ... (۲۷۴۷).

اور دوسری طرف آپ کی پیدائش تسلیم کرتے ہیں‘ ایک طرف نور بشر کے مسئلے پر جھگڑے اور مناظرے کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی ولادت کے دن جشن مناتے ہیں‘ یہ تو کھلا تضاد ہے۔

یہ تو نصرانیوں والا حال ہو گیا‘ وہ بھی ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ، ابن اللہ اور عین ”اللہ“ قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف میلاد مسیح کا جشن مناتے ہیں۔

چند کھوکھلے دلائل کا مختصر جائزہ:

❶ ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ [یونس : ۵۸]

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں آپ کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں‘ اس میں تو نزول قرآن اور نزول ہدایت کا ذکر ہے‘ دوسرا اس میں فرحت و خوشی کا ذکر ہے‘ جشن اور عید کا ذکر نہیں‘ فرحت و مسرت اور جشن و عید دو مختلف چیزیں ہیں عربی زبان سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا ہر شخص اس سے آشنا ہے‘ تیسرا اگر یہ آیت واقعتہً عید میلاد النبی کی دلیل ہے تو رسول اللہ ﷺ‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم‘ تابعینؒ عظام اور ائمہ دین نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟؟؟

❷ ابولہب نے آپ کی خوشی میں لونڈی آزاد کر دی‘ تو اس کا عذاب ہلکا ہر سوموار کے دن کیا جاتا ہے۔

یہ خواب کا واقعہ ہے‘ اور خواب محبت نہیں ہوتا‘ پھر روایت میں خواب دیکھنے والے کا تذکرہ موجود نہیں کہ وہ کون ہے؟ دوسرا یہ تو گستاخ رسول کا عمل ہے‘ حدیث اور سنت نہیں‘ اگر یہ واقعہ بیان کیا جائے گا تو عید میلاد النبی سنت ابولہبی تو ہو سکتی ہے‘ سنت نبوی نہیں ہو سکتی‘ نیز اس واقعہ میں لونڈی آزاد کرنے کا ذکر ہے...... وہ بھی ایک بار...... اس سے ہر سال جشن منانے‘ جلوس نکالنے‘ جھنڈیاں لگانے‘ بازار سجانے‘ حلوہ منڈہ اڑانے اور بھنگڑا ڈالنے کا ثبوت کہاں سے آ گیا؟؟؟

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ ۝ ﴾ [الاعراف : ۱۵۷]

آج کے خطبہ میں سورۃ الاعراف کی اس جامع آیت کی روشنی میں نبی مکرم رسول معظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور سوانح مبارکہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس آیت مبارکہ کا مضمون تین حصوں میں منقسم ہوتا ہے:

❶ شانِ مصطفیٰ

❷ مقصدِ بعثتِ مصطفیٰ

❸ دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز صرف اتباع مصطفیٰ

پہلی بات 'شانِ مصطفیٰ':

اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ میں آپ کو النبی الامی کہا ہے جس کا معنی یہ ہے وہ نبی جس نے کسی شخص سے لکھنا پڑھنا اور علم نہیں سیکھا۔ اور یہ آپ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے کسی سے کچھ نہیں سیکھا۔ پھر ایسی کتاب اور تعلیم پیش فرمائی کہ آج تک دنیا کی کوئی طاقت اس کا توڑ اور مقابلہ نہیں کر سکی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے جو کچھ سیکھا رب ارض و سماء سے سیکھا۔

اللہ رب العزت سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۸ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ ﴾ [العنكبوت : ٤٨]

"اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے"۔

اور سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۵۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ [الشورىٰ : ٥٢]

"(جس طرح ہم نے پہلے پیغمبروں کی طرف وحی کی) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے امر سے روح (قرآن وسنت) کی وحی کی ہے، ورنہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان (کی تفصیلات) کیا ہیں، لیکن (ہم نے یہ وحی کی اور) ہم نے اسے (یعنی وحی کو) نور بنا دیا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، اور یقیناً آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں"۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کی ساری تعلیم وتربیت رب کائنات نے کی اسی لیے آپ کی ابتدائی عمر مبارک میں ہی تربیت دینے والے سارے رشتے اُٹھ گئے۔ باپ دنیا میں آنے سے پہلے وفات پا گیا ابھی عمر عزیز کی چھ بہاریں گزاری تھیں والدہ محترمہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ ابھی آٹھ برس گزارے تھے دادا جان بھی دنیا سے چلے گئے:

﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ ﴾ [الضحى : ٦]

ساری تعلیم وتربیت کا انتظام واہتمام خود عرش والے نے کیا۔ اس لیے آپ کو النبی الامی کہا گیا ہے کہ جس کی تربیت اس کے باپ دادا یا ماں اور دنیا کے کسی استاد اور

معلم نے نہیں کی بلکہ خود عرش والے نے کی۔ یہی وجہ ہے جب جبریل امین پہلی وحی لے کر آئے۔ کہا: اِقْرَاْ یَا مُحَمَّدُ ''اے محمد ﷺ پڑھیں'' (ایسا محسوس ہوتا ہے وحی تحریری شکل میں تھی) آپ نے جواب دیا: مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ ''میں کیسے پڑھوں میں نے پڑھنا نہیں سیکھا''۔ جبریل علیہ السلام نے اپنی آغوش میں لیا پھر کہا: اِقْرَاْ یَا مُحَمَّدُ ''اے محمد ﷺ پڑھیں''۔ آپ پھر وہی جواب دیتے ہیں: مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ. ''میں کیسے پڑھوں میں نے پڑھنا نہیں سیکھا''۔ تین دفعہ ایسے ہی کہا' تیسری بار آغوش میں لینے کے بعد کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○ ﴾ [العلق: ۱ تا ۵]

جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو پڑھنے کے لیے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ ٹیکنے کی ضرورت نہیں آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام خود رب کائنات نے کر دیا ہے۔

یہ ہے ''النبی الامی'' اللہ تعالیٰ نے تربیت کی۔ (اسی لیے آپ قبل از نبوت بھی معاشرے کی ساری اعتقادی واخلاقی آلائشوں سے پاکیزہ اور مبرا تھے) آپ ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے دوسری بات اس آیت میں اللہ رب العزت نے یہ فرمائی:

﴿ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ﴾ [الأعراف: ۱۵۷]

''کہ آپ ﷺ کے تذکرے اور چرچے تورات اور انجیل میں کیے گئے۔''

اللہ رب العزت سورۃ الصف آیت نمبر ۶ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ﴾ [الصف: ٦]

''اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے''۔

غور فرمائیے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی بعثت کا ایک بڑا مقصد ہی یہ بتلا رہے ہیں کہ میں اپنے بعد آنے والے ایک عظیم رسول کی بشارت سنانے آیا ہوں جس کا نام مبارک احمد ہوگا۔

آج یہود و نصاریٰ جو مرضی کہیں، قرآن گواہی دیتا ہے کہ آپ کی صفات تورات وانجیل میں درج ہیں:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ [البقرة : ۱٤٦]

”جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اسے ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں، ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے“۔

معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں پوری صراحت کے ساتھ تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔

بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات بھی تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔ سورۂ الفتح کی آخری آیت مبارکہ میں خالق کائنات مالک ارض وسماء اعلان فرماتے ہیں:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ○ ﴾ [الفتح : ۲۹]

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات اور انجیل میں ہے“۔

صحیح البخاری میں حدیث ہے:

حضرت عطاء رحمہ اللہ بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے اس

وصف کے بارے میں بتائیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ضرور بتاؤں گا۔ اللہ کی قسم! تورات میں آپ کی بعض صفات وہ ہیں جو قرآنِ پاک میں (مذکور) ہیں۔ (اللہ رب العزت نے ان کا ذکر یوں فرمایا ہے) اے نبی ﷺ! بلاشبہ ہم نے آپ کو (اہل ایمان پر) گواہ (جنت کی) خوشخبری دینے والا (اور گناہ گاروں کو عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے“۔

نیز آپ ﷺ ناخواندہ لوگوں کی جائے پناہ ہیں۔ آپ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام ”متوکل“ رکھا ہے۔ آپ ﷺ بدخلق نہیں، نہ ہی سخت مزاج ہیں، نہ ہی بازاروں میں شوروشغب کرنے والے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور (دعائے) مغفرت کرتے ہیں اور اللہ رب العزت آپ کو اس وقت تک فوت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ﷺ کے سبب گمراہ قوم کو راہ راست پر نہ لے آئیں گے۔ اس طرح کہ وہ لوگ ”لا الٰہ الا اللہ“ کا اقرار کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس (کلمۂ توحید) کی وجہ سے ان کی اندھی آنکھیں کھول دے گا، ان کے بہرے کانوں کو قابل سماعت بنا دے گا اور ان کے بے حس دلوں کو حکمت عطاء کرے گا۔[1]

اور آج تورات وانجیل میں تحریف وتبدیلی کے باوجود آپ کی صفات موجود ہیں، کتاب مقدس بائیبل اٹھائیے، اس کی ورق گردانی کیجئے، آج بھی اس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ موجود ہے۔

دوسری بات، آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کیا ہیں؟:

(۱) ﴿ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷]

ہر نیک عمل کی دعوت وتربیت دینا: آپ ﷺ کو اس لیے مبعوث کیا گیا کہ ہر نیک عمل اُمت کو بتلا دیں۔ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ عبادت ہو یا معاشرت۔ عقیدہ ہو یا عمل۔ اخلاق وکردار ہو یا معاملات زندگی کے ہر پہلو اور شعبے میں ہر نیکی آپ ﷺ نے بتلائی۔ اس لیے وہ نیکی نیکی ہی نہیں جس پر پیغمبر ﷺ کی مہر نہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ نے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب البيوع باب كراهية السخب في السوق، رقم: ۲۱۲۵.

اپنے قول' عمل اور تقریر سے ہر قسم کی نیکی واضح فرما دی' اور دین کی تکمیل کا اعلان فرما دیا' اور اس میں رد و بدل اور اضافے کا دروازہ بند کرنے کے لیے خصوصی ہدایات جاری فرمائیں۔ تفصیل کے لیے کتبِ حدیث میں کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کا مطالعہ فرمائیں۔ بیسیوں احادیث مل جائیں گی۔

اور اسی طرح ہر برائی سے خبردار کرنا آپ کی بعثت کا بنیادی مقصد تھا' اس لیے آپ ﷺ نے ہر برائی سے خبردار کیا' خواہ وہ دین میں بدعات وخرافات کی برائی ہو' آپ ﷺ نے اس کے متعلق پوری تنبیہ فرمائی' ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)). ①

"جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز داخل کی جو اس میں سے نہیں پس وہ مردود ہے"۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)). ②

"بدترین کام وہ ہیں جو دین میں نئے ایجاد کیے جائیں' اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"دین میں اضافہ کرنے والوں کو میرے حوض سے روک دیا جائے گا"۔ ③

خواہ وہ حقوق میں ظلم وزیادتی کی برائی ہو' آپ ﷺ نے ظلم کی تمام شکلوں سے منع فرمایا: وہ قتل وغارت ہو یا دھوکا وملاوٹ' وہ یتیموں کی حق تلفی ہو یا عورتوں کے حقوق کا غصب' وہ چوری ڈاکہ ہو یا راہزنی ودہشت گردی' وہ امانت میں خیانت ہو یا رعایا پر

---

① صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود (٢٦٩٧) و مسلم (١٧١٨).

② سنن النسائی، كتاب صلاة العيدين، باب كيف الخطبة (١٥٧٨) و مسلم (٨٦٧).

③ صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب فی الحوض (٦٥٧٦).

ظلم...... آپ نے فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ)).

''لوگو! ظلم سے بچ جاؤ''۔

((فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)).[1]

''کیونکہ ظلم قیامت کے دن ظلمتوں اور اندھیروں میں بدل جائے گا''۔

بہر حال آپ ﷺ نے لوگوں کو ہر قسم کی نیکی و بھلائی سے بھی آگاہ کیا' اور ہر قسم کی برائی و گناہ سے بھی خبردار کیا۔

لیکن آج لوگوں نے یہ مقصد قبول نہ کیا۔ نیکیاں اپنی طرف سے گھڑ لیں اور کئی سنتوں اور صالح عملوں کو اپنی طرف سے برائی اور گناہ ٹھہرا لیا۔ جبکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہر نیکی سے آشنا کرنا اور ہر برائی سے خبردار کرنا تھا۔ آج اپنی مرضیاں کرنے والے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ نے دین مکمل نہیں کیا (آج اذان میں اضافہ دعاؤں میں اضافہ درود میں اضافہ) ورد وظائف میں اضافہ' نماز روزہ میں اضافہ' حج وعمرہ میں اضافہ...... آج اپنی طرف سے نیکیاں گھڑ گھڑ کے عبادات کے انبار لگا دیئے' جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد پورا نہیں کیا' یہ لوگ بعد میں پورا کر رہے ہیں' اگر غور کیا جائے تو یہ پیغمبر ﷺ پر بہتان اور الزام ہے' یہی وجہ ہے کہ بدعات وخرافات کو گمراہی وضلالت اور عمل مردود کہا گیا ہے۔

(۲) ﴿وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ [الأعراف: ۱۵۷]

یہ بعثت نبوی کا دوسرا مقصد ہے کہ لوگوں کو بتلائے کہ یہ چیزیں ستھری' پاک اور صاف ہیں اس لیے یہ حلال ہیں۔ اور یہ چیزیں گندی اور پلید ہیں یہ حرام ہیں۔ اس لیے حلال وحرام کا اختیار کسی کے پاس نہیں۔ جو پیغمبر نے اللہ کی وحی کے ذریعے حلال ٹھہرایا وہ حلال اور جو حرام ٹھہرایا وہ حرام۔ وحی کے بغیر حلال وحرام کا اختیار تو پیغمبر کے پاس بھی

---

[1] بخاری فی الادب المفرد (۴۸۳) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم (۲۵۷۸) و احمد (۳/۳۲۳).

نہیں۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے شہد کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا تھا تو اللہ رب العزت نے سورۃ التحریم کی ابتدائی آیات مبارکہ نازل فرمائیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۝﴾ [التحريم:١]

”اے نبی! آپ وہ چیز کیوں حرام ٹھہرا رہے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال قرار دی ہے؟“۔

معلوم ہوا پیغمبر کی بعثت کا مقصد وحی کے ذریعے پاکیزہ چیزوں کی حلت اور گندی چیزوں کی حرمت کا اعلان کرنا ہے۔

آج بہت سارے مسلمان بعثت نبوی کے اس عظیم مقصد کو بھلائے ہوئے اور حلال وحرام میں امتیاز ختم کر بیٹھے ہیں۔ آج سود، جوا، رشوت اور دھوکا وفراڈ کی گندی کمائیاں لوگوں نے حلال اور جائز سمجھ لیں۔ حالانکہ پیغمبر کی بعثت کا ایک مقصد ہی لوگوں کو حلال وحرام بتلانا ہے کہ ستھری چیزیں جن کے حصول کا ذریعہ بھی حلال اور ستھرا ہو وہ حلال ہیں اور گندی چیزیں یا گندے ذرائع سے حاصل کی جانے والی چیزیں حرام ہیں۔

بہرحال مسلمانوں کی ایک تعداد (حلال وحرام کی پابندیوں کو ملحوظ رکھتی ہے) اور ایک بڑی تعداد ملحوظ نہیں رکھتی۔ لیکن کافر جو ہمارے پیغمبر پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ سارے کے سارے گندی ترین چیزیں (مردار، خون، خنزیر، کتا، بلی، حشرات الارض، کیڑے مکوڑے اور چوہے تک) کھا جاتے ہیں، جبکہ پیغمبر ﷺ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد لوگوں کو کھانے پینے میں حلال اور پاک چیزیں کھانے کی تربیت دینا تھا۔ آپ کو تو گندی چیز اور بدبودار چیز سے سخت نفرت تھی۔ آپ تو بدبو کی وجہ سے حلال چیز کچا لہسن اور پیاز تک کھانا گوارا نہیں کرتے تھے لیکن آج آپ کا کلمہ پڑھنے والے کئی لوگ بدبودار حرام چیزیں (شراب، تمباکو وغیرہ) تک کھا پی جاتے ہیں جبکہ آپ کی تعلیم کتنی روشن تھی، ستھری اور پاکیزہ تھی۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبِّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ)).[1]

> ”حلال (چیزیں) واضح ہیں اور حرام (چیزیں) واضح ہیں اور ان دونوں کے درمیان کچھ (چیزیں) مشتبہ ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں پس جو شخص شبہات سے دور رہا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرلیا اور جو شخص شبہات میں واقع ہوا (اس کی مثال) اس چرواہے کی ہے جو محفوظ چراگاہ کے قریب (ریوڑ) چراتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ میں چرنے لگیں؟“۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صریح اور خالص حلال کھانے کی ترغیب دی، اور حرام کے ساتھ ساتھ مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی، اور خبردار کیا کہ مشتبہ اور مشکوک چیزوں میں واقع ہونا حرام اور گندی چیزوں میں واقع ہونے کا ذریعہ ہے، کیونکہ جب آدمی صغیرہ و مشتبہ امور کا عادی ہوجاتا ہے تو رفتہ رفتہ حرام اور کبیرہ گناہوں پر بھی دلیر اور جرأت مند ہوجاتا ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت کا تیسرا مقصد:

(٣) ﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ [الأعراف:١٥٧]
لوگوں کی گردنوں سے بوجھ اور طوق اتارنا:

رسوم ورواج کا خاتمہ کرنا:

خوشی کی رسمیں، غمی کی رسمیں، شادی و بیاہ کی رسمیں، پیدائش اور موت کی رسمیں۔ جو گردنوں کا طوق بنی ہوئی ہیں۔ پیغمبر ان رسموں کو ختم کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا، لیکن آج لوگوں نے بعثت نبوی کا یہ مقصد نظر انداز کردیا۔ خوشی بھی مہنگی، غمی بھی مہنگی۔ پیدائش بھی مصیبت، موت بھی مصیبت۔ کھیکھن ہی کھیکھن۔ لوگ ان رسموں کی وجہ سے گداگر اور بھکاری بن گئے لوگ ان رسموں کی وجہ سے سود خور اور جواریے بن گئے۔ ان رسموں میں جہاں ایک طرف مال کا ضیاء اور فضول خرچی ہے وہاں دوسری طرف کافروں کی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من لستبرأ لدینہ (٥٢) و مسلم (١٥٩٩) والترمذی (١٢٠٥) و ابن ماجہ (٣٩٨٤).

زبردست مشابہت ہے۔ ان رسموں میں جہاں ایک طرف بوجھ اور تکلف ہے وہاں دوسری طرف بے حیائی وفحاشی ہے۔ ایک طرف شیطان کی اتباع اور پیروی ہے اور دوسری طرف اللہ کی ناراضگی اور پیغمبر کی مخالفت ہے۔

حنا:

یہ رسم تو ایک طرح کی کھلی بے غیرتی اور دیوثیت ہے، جس میں مال کی بربادی کے ساتھ ساتھ بے پردگی و بے حیائی کا شرمناک مظاہرہ ہے، اور آتش پرستوں کی مشابہت ہے، جس میں عورتیں نیم برہنہ ہو کر نکلتی ہیں اور راستے کے دونوں طرف بے حیاء لوگ زہریلی نظریں جمائے ہوتے ہیں، اور مزید برآں یہ سب کچھ مووی کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے۔

بارات:

یہ ہندوؤں کی نقل میں ایک ایسی گندی اور غلیظ رسم ہے جو بے شمار برائیوں پر مشتمل ہے، اسراف وتبذیر، بے حیائی و بے پردگی، ناچ اور گانا، آتش بازی، ہلڑ بازی، بھنگڑا و ڈانس، سہرا و سربالا، اسلام کا مذاق اڑانے والے بھانڈ میراثیوں پر نوٹوں کی بارش، باپ کے سامنے بیٹیوں کا ناچنا اور باپ کو مبارکباد دینا کہ ”آپ کی بیٹی بڑا اچھا ناچ لیتی ہے“۔ لڑکی والوں پر کھانے کا بوجھ...... اور پھر یہ سب کچھ کیمرے کی آنکھ کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے......

قل، ساتواں، چالیسواں:

جس طرح خوشی کی رسمیں عروج پر ہیں اسی طرح مرنے کی رسمیں بھی عروج پر ہیں، تین دن دیگیں کھڑکتی ہیں، تیسرے دن ”قل“ کے نام خصوصی اکٹھ ہوتا ہے، پھر ساتویں دن اکٹھ، پھر دسویں دن اجتماع، پھر چالیسویں دن اکٹھ، پھر سال کے بعد برسی اور عرس...... ایسے محسوس ہوتا ہے مرنے والے کی ”دعوتِ ولیمہ“ ہو رہی ہے...... حالانکہ یہ ساری رسمیں پیغمبر اسلام نے ختم کی تھیں، سنن ابن ماجہ اٹھاؤ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

> ”ہم عہد نبوی میں نماز جنازہ کے بعد میت کے گھر کسی قسم کے اکٹھ کو نوحہ و ماتم شمار کرتے تھے۔“ [1]

---

[1] ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء في النهي عن الاجتماع الى أهل الميت (١٦١٢) صحیح عند الالبانی۔

اور یاد رکھیے! نوحہ و ماتم خطرناک گناہ ہے۔ لیکن آج یہ ساری رسمیں عروج پر ہیں۔

تیسری بات:

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے حوالے سے تیسری بات یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران زندگی اور فوز و فلاح، سعادت و نجات، سکھ اور سکون اللہ کی رحمت کا حصول، جنت کا داخلہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو قبول کرنے میں ہے۔

غور کیجیے! ایک آیت میں دو بار فرمایا، شروع میں:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ ﴾ [الاعراف : ۱۵۷]

اور آخر میں فرمایا:

﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ [الاعراف : ۱۵۷]

اور اللہ رب العزت سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱ میں فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ ﴾ [الأحزاب : ۲۱]

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے“۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے اللہ ہمیں بعثت نبوی کے مقاصد ملحوظ رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی عمدہ سیرت اور بے مثال تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسماء النبی ﷺ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ ﴾ [محمد : ۲]

آج رسول اللہ ﷺ کی شان اور عظمت آپ ﷺ کے اسماء گرامی کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی بہت سارے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں۔ لیکن یاد رکھیے! بعض لوگوں نے قرآن کریم کے بعض نسخوں میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام درج کیے ہیں اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے بھی ننانوے نام لکھے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے ان ننانوے ناموں میں سے بہت سارے نام قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے میر رسول اللہ ﷺ کے وہ نام اور اسماء گرامی ہی بیان کروں گا جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

صحیح البخاری میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِيْ خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ.

''میرے پانچ نام ہیں''۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرے صرف پانچ نام ہی ہیں، ہاں اس حدیث میں آپ نے اپنے ناموں میں سے صرف پانچ کا تذکرہ

فرمایا ہے)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں:

((اَنَا مُحَمَّدٌ)). [1]

''میں محمد ﷺ ہوں''۔

آپ ﷺ کا یہ نام نامی اور اسم گرامی سب سے زیادہ معروف و مشہور ہے۔ اور یہ وہ نام ہے جو آپ کے گھر والوں نے رکھا۔ جس طرح صحیح مسلم میں ہے:

دوسری حدیث میں ہے: ایک دفعہ ایک کافر نے آپ ﷺ کے خلاف یہ اشعار پڑھے:

مُذَمَّمًا عَصَيْنَا وَأَمْرَهٗ اَبَيْنَا وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا. [2]

تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ مذمم کو گالیاں دے رہے ہیں میں تو محمد ﷺ ہوں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو کس طرح اللہ نے میرا نام ان کی (گندی) زبانوں سے بچا لیا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی قرآن کریم میں ۴ مرتبہ مذکور ہے۔ اور چاروں مقامات پہ اہم ترین مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا مقام:

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۴۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران : ١٤٤]

اس مقام پہ آپ کا اسم گرامی ذکر فرما کر آپ ﷺ کی رسالت کا اعلان کیا گیا ہے اور ساتھ یہ بتلایا گیا ہے کہ آپ نبی اور رسول تو ضرور ہیں لیکن آپ الٰہ نہیں بلکہ بشر

---

[1] صحيح مسلم، الفضائل، باب في اسمائه (٦١٠٥) و بخاری (٣٥٣٢) والترمذی (٢٨٤٠).

[2] الرحيق المختوم (ص/١٢٤).

ہیں۔ تو جس طرح دوسرے انسان موت سے ہمکنار ہوتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے لیے بھی وفات پانا اٹل حقیقت ہے۔ آپ ﷺ موت سے مستثنیٰ نہیں۔

دراصل اس آیت میں ان لوگوں کی اصلاح کی گئی ہے جو غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کر دین سے پھر چلے تھے۔ تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرما کر ان لوگوں کی اصلاح فرمائی کہ محمد ﷺ رسول ضرور ہیں لیکن الٰہ نہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کی طبعی وفات یا شہادت کی خبر سن کر مرتد ہو جانا بے دلیل ہے، کیونکہ گزشتہ انبیاء بھی فوت ہوئے، اور بعض شہید ہوئے۔ لہٰذا موت اور نبوت متضاد نہیں۔ یہی وجہ ہے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور ہر شخص کی زبان پر اس آیت کی تلاوت جاری ہوگئی۔ اور لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ آج یہ آیت نازل ہو رہی ہے۔ ①

دوسرا مقام:

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۰ میں خالق کائنات اعلان فرماتے ہیں:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ [الاحزاب: ٤٠]

اس آیت مبارکہ میں آپ کا اسم گرامی ذکر فرما کر دو اہم ترین مسئلے بیان کیے گئے ہیں:

① دورِ جاہلیت میں کسی کے بیٹے کو لے پالک بنایا جاتا تھا اور اس کی نسبت پالنے والے کی طرف کی جاتی تھی۔ اس کی ولدیت لکھی جاتی تھی۔ ابتداء اسلام میں اس پر پابندی نہ لگائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے غلام جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اور لوگ اسے زید بن محمد کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں اس سلسلے میں بہت ساری آیات نازل فرمائیں اور

---

① تفسیر ابن کثیر تحت الآیۃ: ١٤٤.

دور جاہلیت کی اس رسم کو ختم کر دیا۔ اس آیت مبارکہ میں بھی اسی مسئلے کی وضاحت کی گئی کہ محمد ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں لہٰذا زید بن محمد نہ کہو۔ بلکہ زید بن حارثہ کہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو جتنے بیٹے ملے وہ مرد بننے سے پہلے ایام طفولیت میں ہی وفات پا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾

"کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں"۔

آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے ارشادات گرامی میں اس مسئلے کی وضاحت کر دی کہ کوئی کسی کا بچہ لے کر اسے اپنا بیٹا نہ بنائے اور کوئی اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت نہ کرے ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔ [1]

دوسری حدیث میں ہے: جس نے جانتے بوجھتے اپنی نسبت اپنے حقیقی باپ کی بجائے کسی اور کی طرف کر دی اس نے کفر کیا۔ [2]

تیسری حدیث میں ہے: ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہے۔ [3]

② اس آیت میں آپ کا نام مبارک لے کر دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اس مسئلے پر مفصل گفتگو آئندہ خطبہ میں ہو گی (ان شاء اللہ)۔

تیسرا مقام:

سورہ محمد آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ﴾ [محمد : ٢]

اس مکمل سورت کا نام ہی آپ کے اسم گرامی پر رکھا گیا ہے۔ اس کی دوسری آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے آپ کا اسم گرامی محمد ذکر فرما کر ایک باطل نظریے کی

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الفرائض، باب من ادعى الى غير أبيه (٦٧٦٦) و ابن ماجه (٢٦١٠).

[2] صحيح البخاری، كتاب الفرائض، باب من ادعى الى غير ابيه (٦٧٦٨).

[3] صحيح البخاری، الفرائض، باب الاثم من برأ من مواليه (٦٧٥٥).

تردید کی ہے۔ وہ باطل نظریہ وحدتِ ادیان کا نظریہ ہے۔ آج بعض باطل پرست لوگ یہ عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد بھی اگر کوئی شخص کسی گزشتہ نبی کی شریعت پر عمل کرے تو وہ نجات پانے والا اور جنت میں جانے والا ہے۔ جبکہ اس آیت میں صرف انہی کو کامیاب اور مؤمن تسلیم کیا گیا ہے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ ﷺ پر اترنے والی شریعت کو قبول کیا۔ حدیث میں بھی وضاحت موجود ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَھُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَ لَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَّا کَانَا مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ)).

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں سے کوئی شخص (خواہ) یہودی ہو یا عیسائی (اور) وہ میری نبوت کا علم ہونے کے بعد میرے لائے ہوئے دین اسلام کو تسلیم نہیں کرتا اور فوت ہو جاتا ہے تو وہ شخص دوزخی ہے“۔ [1]

لہٰذا وحدتِ ادیان کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔

چوتھا مقام:

سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا ﷺ... الخ، رقم: ٣٨٦.

وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [الفتح : ۲۹]

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کا اسم گرامی ذکر فرما کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انتہائی جامع انداز میں سیرت بیان فرما دی ہے۔ وہ سیرت کیا ہے:

﴿ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

”کافروں کے لیے سخت آپس میں رحم دل“۔

آج ہمارے معاملے اس کے برعکس ہیں۔ بہرحال آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں شیر شکر تھے، پیار محبت رکھنے والے تھے۔ آج بعض لوگ تاریخ کی بے سند روایات کا سہارا لے کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی باہمی منافرت بیان کرتے ہیں لیکن یاد رکھیے اس آیت مبارکہ کے مقابلے میں تاریخ کی بے سند روایات کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہاں بعض مواقع پہ منافقوں کی شرارتوں کی بناء پر بعض اختلافات اور جھگڑے ہوئے لیکن ان میں بھی حقیقت کم اور مبالغہ زیادہ ہے۔ اس لیے سچ وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کیا: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت گزاری و پرہیزگاری کا نقشہ کھینچا گیا ہے، ان کے قیام، رکوع اور سجود کا ذکر کیا گیا اور اعلان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ سیرت تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہے، غور کیجیے! جس طرح رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ پہلی آسمانی کتابوں میں مذکور ہے، اسی طرح آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بھی گزشتہ کتب سماویہ میں موجود ہے، یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں کس قدر واضح اور نمایاں ہے۔

بہرحال قرآن مجید کے یہ چار مقامات ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی **محمد** مذکور ہے اور ہر مقام پہ انتہائی اہم مسائل سمجھائے گئے ہیں اور یہ نام آپ ﷺ کے بلند و بالا مقام و مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔

((وَ اَنَا اَحْمَدُ)).

آپ ﷺ کا دوسرا اسم گرامی احمد ہے۔ یہ اسم گرامی قرآن کریم میں ایک دفعہ

مذکور ہے۔ (الصف:٦) ①

محمد کا معنی ہے سب سے زیادہ تعریف کیا گیا' کہ تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے۔ آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے آپ کی تعریف شروع ہوئی۔ آج تک ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ حتیٰ کہ میدان محشر میں جب آپ سفارش کریں گے:

فَيَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ. ②

"سارا میدان محشر آپ کی تعریف سے گونج اٹھے گا"۔

اور احمد کا معنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا کہ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ کی حمد کرنے والے ہیں۔ یا دوسرے قول کے مطابق احمد کا معنی بھی محمد والا ہی ہے۔ ③

یہ نام بھی رسول اللہ ﷺ کی زبردست شان بیان کرتا ہے:

((وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ)).

تیسرا نام الماحی ہے کفر کا خاتمہ کرنے والا۔ واقعتہً آپ کی حیات مبارکہ میں جزیرۂ عرب سے کفر کا خاتمہ ہو گیا اور خلفاء کے دور میں پوری روئے زمین پر اسلام غالب ہو گیا۔ اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پوری زمین پر اسلام ہی غالب تھا۔ یہود و ہنود اور نصاریٰ و مجوس سب جزیہ دے کر اسلام کی ماتحتی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ ہے الماحی کفر کو مٹانے والا' باطل کا خاتمہ کرنے والا اس نام میں بھی آپ ﷺ

---

① ارشاد باری تعالیٰ ہے: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ایک بڑا مقصد یہ بیان فرمایا: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ اور میں ایک (عظیم المرتبت) رسول کی خوشخبری سنانے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا اسم گرامی احمد (ﷺ) ہوگا۔

② صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب مَنْ سَأل النَّاسَ تكثُّرًا، رقم: ١٤٧٥.

③ زاد المعاد، امام ابن القيم.

کی بڑی شان اور عظمت ہے:

((وَاَنَا الْحَاشِرُ)).

چوتھا اسم گرامی الحاشر ہے۔ آپ نے خود اس نام کی بھی وضاحت فرمائی:

اَلَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ.

''کہ سارے لوگ میرے بعد قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ سب سے پہلے میں اٹھوں گا''۔

سبحان اللہ! کتنی بڑی سعادت وفضیلت ہے:

((وَاَنَا الْعَاقِبُ)).

پانچواں نام العاقب ہے۔ ترمذی کی روایت میں وضاحت ہے:

((اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ)). [1]

''کہ میں عاقب یعنی سب سے آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

غور کیجیے! ان پانچوں ناموں سے ہی رسول اکرم، نبی مکرم ﷺ کی کتنی شان اور عظمت بیان ہوئی ہے۔ دوسری احادیث میں آپ کے مزید نام بھی مذکور ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے بہت سے ناموں کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ (چنانچہ ایک روز) آپ ﷺ نے فرمایا: اَنَا مُحَمَّدٌ میں محمد ﷺ ہوں۔ وَاَحْمَدُ میں احمد ﷺ ہوں۔ وَالْمُقَفِّیْ میں ''مقفی'' ہوں (یعنی تمام پیغمبروں کے پیچھے آنے والا ہوں) وَالْحَاشِرُ میں حاشر ہوں۔ (یعنی قیامت کے روز تمام لوگوں کو میرے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا) وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ میں توبہ کا نبی ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سب سے زیادہ توبہ کرنے والا ہوں) وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ اور میں رحمت کا نبی ہوں (یعنی میں تمام جہاں والوں کے لیے رحمت ہوں)۔ [2]

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی أسماءِ النبی ﷺ، رقم: ۲۸٤۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ، رقم: ٦١٠٨.

اور قرآن کریم میں بھی آپ ﷺ کے مزید نام مذکور ہیں۔ نذیر (خبردار کرنے والا، کافروں کو جہنم کی وعید سنانے والا) مبشر (مؤمنوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والا) شاہد (گواہ یعنی اللہ کی توحید کی گواہی دینے والا) سراج منیر (ہدایت کا روشن چراغ) رؤوف (مؤمنوں پہ انتہائی مشفق) رحیم (مؤمنوں کے لیے رحم دل)۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ کے تمام اسماء گرامی آپ کی باکمال صفات، بے مثال خصائل اور عمدہ فضائل ومناقب پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کے سچے متبعین میں شامل فرمائے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم : ٤]

آج کے خطبہ میں ان شاء اللہ اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر گفتگو ہوگی، امام الانبیاء، خاتم المرسلین، سید ولد آدم، ناطق وحی، شافع محشر، نبی التوبہ، نبی الرحمۃ، نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اس قدر عمدہ اعلیٰ اور شاندار تھا کہ آپ کے اخلاق وسیرت کی تعریف اور ثناء رب ارض وسماء نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں کی ہے، سورۃ القلم کی ابتداء میں قسم اٹھا کر فرمایا:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم : ٤]

”اے (محبوب پیغمبر!) آپ کا اخلاق بڑی عظمت والا ہے“۔

نیز یاد رکھیے! خلق اخلاق کا مفہوم وہ نہیں جو ہم سمجھتے ہیں، بلکہ انسان کی تمام عادتیں، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، بولنا سننا، کھانا پینا، کاروبار، تجارت، صنعت وحرفت، محنت مزدوری، لین دین، معاملات، خوشی غمی، انفرادی زندگی، ازدواجی زندگی، اجتماعی زندگی، سب اخلاق میں شامل ہے۔

یوں سمجھیے اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ میں آپ کی سیرت کے ایک ایک لمحے اور ایک ایک پہلو کو عظمت اور فضیلت والا قرار دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق

و اخلاق عظمت والا شان والا اور تمام لوگوں سے اعلیٰ وارفع کیوں نہ ہو۔ صحیح مسلم اٹھائیے' حضرت سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا' ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تو بتاؤ۔ تو صدیقہء کائنات' ام المؤمنین جواب ارشاد فرماتی ہیں:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ. ❶

''رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم تھا''۔

غور فرمائیے! آپ کا اخلاق کیوں نہ عظمت والا ہو آپ کا اخلاق و کردار آپ کی سیرت و عادات وہ ساری خوبیاں اور خصلتیں آپ میں موجود تھیں اور جو ناپسندیدہ عادات و افعال چھوڑنے کا قرآن نے حکم دیا آپ ان تمام بری عادتوں' بری خصلتوں اور ناپسندیدہ اعمال سے مبرا اور پاک تھے' اس لیے کائنات کا رب قسمیں اٹھا کے اعلان کرتا ہے:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ○ ﴾ [القلم : ٤]

مضمون تو بہت طویل ہے لیکن میں مختصر انداز میں اخلاق مصطفیٰ ﷺ کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

یاد رکھیے! تین ہی چیزیں ہیں جن سے کسی انسان کے خلق اخلاق کا پتہ چلتا ہے:

❶ زبان

❷ دل

❸ دیگر اعضاء بدن

رسول اللہ ﷺ زبان میں بھی سب سے پاکیزہ' دل کے اعتبار سے بھی سب سے ستھرے اور باقی اعضاء مبارکہ کے حوالے سے بھی سب سے بڑھ کر اچھے اخلاق والے تھے۔

---

❶ صحیح مسلم كتاب صلاة المسافرين باب جامع صلاة الليل رقم ١٧٣٩. مسند احمد (٩١/٦) (٢٤٦٤٥) و شعب الايمان (٢٠٦/١) صحيح.

❶ زبان:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ: مَالَهٗ تَرِبَ جَبِيْنُهٗ؟. ①

"کہ رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے' نہ لعنت کرنے والے تھے اور نہ ہی گالی گلوچ کرتے تھے آپ ﷺ ناراضگی کے وقت فرمایا کرتے' اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو"۔

صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' آپ ﷺ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ مشرکین پر بددعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا، وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً)).

"مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے"۔

اور بخاری و مسلم کی روایت ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی (اس دوران) آپ ﷺ نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟ ②

صحیح مسلم میں ہے: آپ ﷺ جب رات کے وقت اپنے گھر تشریف لاتے تو بڑی آہستہ آواز میں سلام کہتے تھے' تا کہ جو بیدار ہے وہ سن کر جواب دے اور جو سویا ہوا ہے اس کی نیند خراب نہ ہو۔ ③

کیسا عظیم اخلاق ہے کہ آپ اپنی زبان سے کلمہء سلام کہتے ہوئے بھی اس بات کو ملحوظ رکھتے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو...... لیکن آج ہمارا حال کیا ہے؟ ہم تو زبان سے

---

① صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ (۳۵۵۹).

② صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، رقم: ٦٦١٣.

③ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه (٢٣٠٩).

بڑی شدید قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں دیتے ہیں‘ گالیاں دیتے ہیں‘ غیبتیں کرتے ہیں‘ برے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔

غزوہ حنین سے واپسی پر‘ ایک جگہ دیہاتی قسم کے کچھ لوگ آپ ﷺ سے چمٹ کر سوال کرنے لگے‘ حتیٰ کہ آپ ﷺ ان سے بچتے بچتے بیری کے ایک درخت سے جا لگے اور آپ ﷺ کی چادر مبارک درخت کے کانٹوں کے ساتھ اٹک گئی‘ تو آپ ﷺ نے (ناراض اور غضبناک ہونے کی بجائے بڑے پیار بھرے انداز میں) فرمایا:

> ”لوگو! مجھے میری چادر تو دے دو‘ اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کی تعداد میں اونٹ ہوتے تو میں وہ سارے اونٹ تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا‘ اور تم مجھے بخیل‘ جھوٹا اور بزدل ہرگز نہ پاتے“۔ [1]

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر سخت کنارے والی نجرانی چادر تھی‘ ایک دیہاتی آیا اس نے چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کی گردن مبارک کی چوڑائی میں چادر کے کنارے کا نشان دیکھا‘ پھر وہ دیہاتی کہنے لگا: میرے لیے اللہ کے اس مال میں سے حکم جاری کیجئے جو آپ کے پاس ہے۔ تو آپ ﷺ نے (ناراض ہونے کی بجائے) اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور مسکرا دیئے اور پھر اس کے لیے وافر عطیے کا آرڈر جاری فرمایا۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے مال تقسیم کرنے میں (کسی ضروری مصلحت کے تحت) بعض لوگوں کو ترجیح دی‘ آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے‘ عیینہ کو بھی سو اونٹ دیئے‘ اسی طرح عرب کے کچھ سرداروں کو ترجیحی بنیادوں پر مال دیا۔ تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم کے ذریعے اللہ کا چہرہ نہیں ڈھونڈا گیا‘ اور اس تقسیم میں عدل وانصاف نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے جب اس شخص کی بات سنی تو کہا: کہ میں یہ خبر ضرور

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماکان النبی ﷺ یعطی المؤلفة الخ.

[2] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس و کتاب اللباس، باب البرودو الحبرة والشملة (۵۸۰۹).

نبی ﷺ کو پہنچاؤں گا' چنانچہ میں دربار نبوت میں حاضر ہوا اور ساری خبر سنا دی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو کون عدل کرے گا؟ اللہ موسیٰ علیہ السلام پہ رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر ہی کیا تھا (لہٰذا میں بھی صبر ہی کرتا ہوں)''۔ [1]

ان احادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ غصے اور ناراضگی کے مواقع پر بھی آپ کی زبان مبارک بڑی پاکیزہ' شیریں' شائستہ اور اعلیٰ تھی۔

② دل:

آپ ﷺ کی دلی خوبیاں' دلی جذبات و احساسات' اور تمام دلی خصلتیں انتہائی باکمال اور بے مثال' لاجواب' انوکھی' منفرد اور اعلیٰ تھیں۔ چند مثالیں عرض کرتا ہوں۔

شجاعت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (اخلاق اور شکل کے لحاظ سے) تمام لوگوں سے بڑھ کر حسین تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ (دشمن کی آواز سن کر) گھبرا گئے۔ لوگ آواز کی جانب لپکے وہاں انہوں نے نبی ﷺ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے پہلے آواز کی جانب پہنچ گئے تھے اور آپ فرما رہے تھے' ڈرو نہیں' ڈرو نہیں آپ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے' اس پر زین نہ تھی۔ اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اس گھوڑے کو نہایت تیز رفتار پایا ہے''۔ [2]

کیسی شجاعت و بہادری ہے کہ آپ سارے لوگوں سے قبل خطرے والی آواز کی طرف پہنچے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماکان النبی ﷺ یعطی.

[2] صحیح البخاری (۲۸۲۰) وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی شجاعة النبی ﷺ و تقدمه للحرب (۶۰۰۶) والترمذی (۱۶۸۷) وابن ماجه (۲۷۷۲).

اسی طرح غزوۂ احد اور غزوہ حنین میں جب مسلمانوں نے وقتی شکست کھائی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، رسول اللہ ﷺ تنہا ڈٹے رہے، دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے، حتیٰ کہ آپ کی یہ شجاعت و بہادری دیکھ کر بھاگنے والے بھی پلٹ آئے اور اللہ نے شکست فتح میں تبدیل کر دی۔

سخاوت:

نبی اکرم ﷺ کا قلبِ اطہر جذبہ جود و سخاء سے اس قدر معمور تھا کہ آپ ﷺ کو مالِ غنیمت میں سے جو خمس (پانچواں حصہ) ملتا تھا آپ وہ بھی زیادہ تر لوگوں میں بانٹ دیتے اور خالی چادر فضاء میں لہرا کر کہتے:

”یا اللہ گواہ ہو جا محمد (ﷺ) نے سب کچھ تیری راہ میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور خالی چادر لے کر گھر جا رہا ہے“۔

اور آپ ﷺ خود فرمایا کرتے تھے:

”بعض لوگ سائل بن کر آ جاتے ہیں اور میں انہیں پہچانتا ہوں کہ وہ حقدار نہیں لیکن میں اس کے باوجود انہیں دے دیتا ہوں“۔

لوگوں نے عرض کیا: جب آپ انہیں حقدار نہیں سمجھتے تو آپ انہیں کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ سوال سے باز نہیں آتے اور اللہ میرے لیے بخل کو پسند نہیں کرتا“۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی مانگنے والے کو نفی میں جواب نہیں دیا (ہاں اگر پاس مال ہوتا تو دے دیتے اور اگر نہ ہوتا تو پھر بھی دینے کا وعدہ فرما لیتے تھے)۔[1]

تقویٰ:

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ اَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاکُمْ)).[2]

---

[1] صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء رقم: ٦٠٣٤ و مسلم رقم ٦٠١٨.

[2] صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح رقم ٥٠٦٣ و مسلم رقم ٣٤٠٣.

’’خبردار! میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں‘‘۔

معلوم ہوا آپ ﷺ تقویٰ و پرہیزگاری میں تمام لوگوں میں سے سرفہرست ہے۔

خیر خواہی و ہمدردی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز ادا کر لیتے تو اہل مدینہ کے خدام (غلام اور لونڈیاں) اپنے برتنوں میں پانی لے کر آپ ﷺ کے ہاں پہنچ جاتے‘ جو شخص بھی برتن لے کر آتا آپ ﷺ (برکت کے لیے) اس میں اپنا ہاتھ ڈبوتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ سردی (کے موسم) میں صبح سویرے ہی پانی کے برتن لے آتے (پھر بھی) آپ ﷺ (برکت کے لیے) اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دیتے۔[1]

غور فرمایئے! آپ ﷺ دوسروں کی بھلائی اور فائدے کی خاطر خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے اور آپ ﷺ کی یہی ہمدردی و خیر خواہی‘ دعوتِ دین میں کارفرما تھی کہ آپ ﷺ گالیاں دینے والوں‘ ظلم و تشدد کرنے والوں اور طرح طرح کی اذیتیں دینے والوں کی بھی ہمدردی کرتے اور انہیں دین کی بات سمجھاتے تھے۔

حیاء:

بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ جب آپ کسی مکروہ کام کو دیکھتے تو ہم اسے آپ ﷺ کے چہرے (کے اثرات) سے پہچان لیتے تھے۔[2]

ہائے افسوس! اس قدر حیاء دار پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والے آج بے حیائی اور فحاشی و عریانی کی دلدل میں ڈوب گئے اور شرم و حیاء کا دامن چھوڑ دیا‘ اور اس میدان میں امیر و غریب‘ حاکم و محکوم‘ عوام و خواص اور مرد و زن سب برابر نظر آ رہے ہیں‘ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔

دل کی صفائی:

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب قربه من الناس و بترکهم به، رقم: ٦٠٤٤.

[2] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ (٣٥٦٢).

"مجھے لوگوں کی برائیاں نہ بتایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ سب کے متعلق صاف دل لے کر تمہاری طرف آؤں"۔ [1]

اور دل کی تمام قسم کی بری خصلتوں سے آپ کا دل مبرا اور پاک تھا۔ نہ حسد، نہ بغض، نہ کینہ، نہ بزدلی، نہ بخل، نہ حرص و طمع، ہاں آپ کا حرص و طمع خصوصی تھا۔ کیسا طمع، کیسا حرص ﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾ کہ لوگ ایمان لے آئیں، لوگ اپنی اصلاح کر لیں جہنم سے بچ جائیں، جنت میں چلے جائیں۔ پس آپ کے دل میں صرف یہی طمع تھا، اور یہ طمع اس قدر زیادہ تھا کہ رب کائنات نے آپ کو بار بار تسلی دی کہ لوگوں کی گمراہی و ضلالت کا وبال قطعاً آپ پر نہیں پڑے گا، لہٰذا آپ اتنے فکر مند نہ ہوں۔

③ دیگر اعضاء مبارکہ ہاتھ پاؤں وغیرہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نہ کبھی کسی جاندار چیز کو (یعنی مرد کو) نہ کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خادم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ مارا البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے (کوئی آپ ﷺ کے ہاتھوں مارا جاتا) اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص سے کبھی آپ کو کچھ تکلیف پہنچی ہو اور آپ ﷺ نے اس سے انتقام لیا ہو۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انتقام لیتے تھے۔ [2]

اللہ اکبر! خود تو کبھی کسی سے بدلہ نہ لیا، لیکن حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں اپنے آپ کو بدلے کے لیے پیش کر دیا، اور فرمایا:

"لوگو! میں نے جس کسی کو کسی قسم کی تکلیف دی ہو، وہ آئے مجھ سے بدلہ لے لے میں بدلہ دینے کے لیے حاضر ہوں"۔ [3]

گھر والوں کی خدمت:

حضرت اسود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ

---

[1] سنن أبی داؤد، کتاب الأدب باب فی رفع الحدیث من المجلس، رقم: ٤٨٦٠.

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ، رقم: ٣٥٦٠ و مسلم ٦٠٤٥.

[3] الرحیق المختوم ص ٧٤٥.

نبی ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں (یعنی گھریلو کاموں میں گھر والوں کی معاونت کرنے میں) مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔①

آج اول تو ہم بداخلاق ہو چکے ہیں۔ ہمارے کردار و اخلاق میں بھلائی اور اچھائی نہیں رہی۔ اور اگر اخلاق کا کچھ حصہ ہمارے پاس ہے تو وہ بھی جزوی اور جانبدارانہ۔ کسی کا اخلاق دوستوں کے لیے باقیوں کے لیے بداخلاقی۔ کسی کا اخلاق بیوی کے لیے اور ماں باپ سے لڑائی، کسی کا اخلاق رشتہ داروں کے لیے اجنبیوں سے ناراضگی۔ کسی کا اخلاق اپنے گھر والوں کے لیے باہر والوں سے غصہ۔ اور کسی کا اخلاق باہر والوں سے اور گھر میں ایسے جیسے تمہ۔

لیکن امام الانبیاء، سید ولد آدم، ناطق وحی، شافع محشر۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ ایسے خلق عظیم کے مالک تھے کہ آپ کا اخلاق اپنوں، بیگانوں، دوستوں، اجنبیوں، گھر والوں اور باہر والوں سب کے لیے تھا، اور آپ کا اخلاق تمام امورِ زندگی میں بے مثال اور عمدہ تھا۔

آپ ﷺ اگر غصے کا اظہار کرتے تو وہ بھی برموقع، آپ اگر ناراض ہوتے تو وہ بھی انتہائی مناسب، آپ اگر ڈانٹتے تو وہ بھی انتہائی موزوں، اور آپ اگر کبھی کوئی سخت بات کرتے تو وہ بھی ضرورت کے عین مطابق...... غرضیکہ آپ کی ہر اک ادا پیاری اور موقع کے مناسب و موافق تھی۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ آپ ﷺ تو قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے بہترین اسوہ، نمونہ اور مشعل ہدایت ہیں۔

* * *

---

① صحیح البخاری کتاب الاذان باب من کان فی حاجۃ اهله الخ رقم ٦٧٦.

و احمد (٦/٢٥٦) (٦١٩٤) و ابن حبان (٥٦٧٥).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرمتِ رسول ﷺ

﴿ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]

حرمتِ رسول ﷺ کا مطلب ہے نبی الرحمۃ، نبی التوبہ، رحمۃ للعالمین، خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا سچا ادب واحترام بجالانا آپ کی صمیم قلب سے تعظیم و توقیر کرنا، اور آپ کا مقام ومرتبہ تمام اولادِ آدم سے افضل، اعلیٰ، ارفع اور اشرف ماننا۔

حرمتِ رسول ﷺ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی قسم کی کوتاہی اللہ رب العزت نے گوارا نہیں کی۔ اگر یہودی لفظ ''رَاعِنَا'' کو جھکا دے کر حرمتِ رسول پامال کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں، تو اللہ رب العزت اس لفظ کی ادائیگی امتِ مسلمہ پر ناجائز اور حرام قرار دے دیتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا ﴾ [البقرة : ١٠٤]

اگر منافق آپ کا تمسخر اڑا کر حرمتِ رسول کو توڑنے کی ابلیسی جسارت کرتے ہیں تو ربِ ارض وسماء منافقوں کے چہروں سے نقاب اتار دیتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں:

﴿ لَا تَعْتَذِرُوْا ﴾ [التوبة : ٦٦]

''عذر معذرتیں نہ کرو''۔

﴿ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة : ٦٦]

تم نے دعوائے ایمان کے بعد ہمارے رسول کا تمسخر اڑا کر کھلے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

اگر عبداللہ بن ابی اور اس کے کارندے آپ کے خلاف ہرزہ سرائی کی ناپاک جرأت کرتے ہوئے حرمتِ رسول ﷺ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو ربِ کائنات ان کی مذمت میں پوری سورۃ المنافقون نازل فرماتے ہیں اور اس سورت میں حرمت

رسول ﷺ کا دفاع ان الفاظ میں کرتے ہیں:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾

[المنٰفقون: ۸]

اگر کچھ ضعیف الایمان دیہاتی قسم کے لوگ حجروں کے باہر آپ کو آوازیں دیتے ہوئے حرمتِ رسول میں فرق ڈالتے ہیں تو کائنات کا رب فوراً ان کی تربیت کرتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ ﴾

[الحجرات : ٤]

اگر مکے کی ایک کافرہ ومشرکہ عورت آپ کے خلاف زبان درازی کرتے ہوئے حرمت رسول کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کرتی ہے تو خالق کائنات پوری سورۂ والضحیٰ نازل فرما کر آپ کی حرمت وعظمت کا اعلان کرتے ہیں۔

اگر مکے کا چوہدری ابولہب آپ کو سب وشتم دے کر حرمتِ رسول ﷺ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو عرش عظیم کا رب سورۂ تبت نازل فرما کر قیامت تک کے لیے ابولہب کی چوہدراہٹ اور سرداری کو ذلت ورسوائی میں بدل دیتا ہے۔

اگر مشرکین مکہ آپ کے لختِ جگر کی وفات پر اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کی معاذ اللہ نسل کٹ گئی، آپ کا کوئی نام لینے والا نہیں رہے گا۔ تو اللہ رب العزت سورۃ الکوثر نازل فرما کر رسول اللہ ﷺ کی حرمت وعظمت کا اعلان ان زبردست الفاظ میں کرتے ہیں:

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ ﴾ [الکوثر: ۳]

”آپ کا دشمن جڑ کٹا ہے“۔

اور واقعۃً ان گستاخوں کا نام کوئی کافر بھی عزت وتکریم سے نہیں لیتا، جبکہ میرے پیغمبر کا ذکر خیر اور اسم مبارک عرب وعجم اور شرق وغرب میں دن رات کی ہر گھڑی اور ہر لحظے میں گونجتا اور بلند ہوتا ہے۔

بہرحال پورا قرآن حرمتِ رسول کا دفاع کر رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ○ ﴾ [الفرقان:۳۳]

''اور وہ آپ کے پاس جیسی بھی بات لے کر آئیں گے ہم (اس کے جواب میں) حق لے کر آئیں گے اور بہترین وضاحت اتاریں گے''۔

دوسری طرف رب ارض وسماء نے مختلف ادوار میں اپنے مخصوص بندوں کو حرمت رسول ﷺ کا دفاع کرنے کی سعادت بخشی' کبھی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف جیسے یہودی سردار کا سر قلم کر رہے ہیں۔ کبھی معوذ و معاذ رضی اللہ عنہما دو ننھے جاں نثار ابوجہل جیسے شاتم رسول کو خاک وخون میں لت پت کر رہے ہیں' کبھی مدینہ کا نابینا صحابی گستاخ رسول ﷺ لونڈی کو کدال کے ذریعے واصل جہنم کر رہا ہے۔

جو میلی نظر اٹھائے وہ آنکھ پھوڑ دیں گے ہر دست بے ادب کی کلائی مروڑ دیں گے
ابوجہل وابولہب کے بیٹے نہ بچ سکیں گے ہم دست انتقام سے ان کو دبوچ لیں گے

اور بعض ادوار میں خالق کائنات نے اپنے خاص بندوں کو حرمت رسول کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کا شرف بخشا' حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جیسے پروانہ رسالت سے کہا جاتا ہے (اور کہنے والا ابوسفیان تھا) کہ صرف اتنا کہہ دو کہ میری جگہ محمد ﷺ کو سولی پہ چڑھا دیا جائے ہم تمہیں چھوڑ دیں گے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: ظالمو! تم اتنی بڑی بات کہلوانا چاہتے ہو' مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جگہ میرے پیغمبر کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ [1]

غور کیجئے! ناموس رسالت کے محافظ نے جان دے دی لیکن ناموس رسالت پر آنچ نہیں آنے دی۔

مسیلمہ کذاب اپنے دربار میں ایک جانثار صحابی سے پوچھتا ہے' بتاؤ محمد ﷺ کے بارے کیا کہتے ہو' وہ جانثار صحابی رضی اللہ عنہ جواب دیتا ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' مسیلمہ پوچھتا ہے' میں کون ہوں؟ یہ جان نثار کہتا ہے مجھے سنائی نہیں دیتا۔ تین مرتبہ ایسا

---

[1] ابن هشام ١٦٩/٢ تا ١٧٩، زاد المعاد ١٠٩/٢.

ہوا' آخر مسیلمہ اس پروانہ مصطفیٰ کو قتل کروا دیتا ہے۔ کیسا عظیم صحابی ہے۔ گردن کٹوا لی لیکن رسول اللہ ﷺ کی سچی رسالت وحرمت میں مسیلمہ کذاب جیسے جھوٹے شخص کی جھوٹی نبوت وحرمت کی شراکت گوارا نہیں کی۔ اور جب اس واقعہ کی خبر امام الانبیاء ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

((فَقَدْ صَدَعَ بِالْحَقِّ فَهَنِيْئًا لَهٗ)).

''اس نے قربانی دے کر حق کا ڈنکا بجایا ہے۔ اسے مبارک ہو''۔

اور کہیں غازی علمدین شہید حرمتِ رسول کی خاطر جام شہادت نوش کر رہا ہے مسلمانوں کے دل میں حرمتِ رسول' عظمت رسول اور ناموس رسالت کا مسئلہ' جان و مال اور آل اولاد کی محبت کے مقابلے میں بے انتہاء اونچا' اعلیٰ اور اہم مسئلہ ہے۔

لمحہء فکریہ! آج یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ ہم سید الرسل خاتم النبیین' سید ولد آدم' رحمۃ للعالمین کی بے مثال' اعلیٰ اور عمدہ سیرت کو نظر انداز کر کے ان کافروں' مشرکوں' مجوسیوں' یہودیوں اور صلیبیوں کی نقلیں اتاریں جو ہمارے عظیم المرتبت پیغمبر کی شان میں گستاخی کرتے ہیں' کیا اب بھی ہماری ایمانی غیرت بیدار نہیں ہوئی۔

آؤ اگر حرمتِ رسول کا دفاع کرنا چاہتے ہو تو اپنی شکل وصورت، لباس وحجامت' عقل وفکر' خوشی وغمی' خلوت وجلوت' تجارت وحرفت اور تمام امور زندگی محمد عربی ﷺ کی سیرت وسنت کے مطابق بنالو یہ گستاخانِ رسول کی ذلت ورسوائی کے لیے کافی ہے۔ ورنہ زبانی جمع خرچ سے بات نہیں بنے گی۔

ضروری وضاحت:

مضمون میں بیان کردہ واقعات اگر تفصیل سے بیان کیے جائیں تو مضمون کافی لمبا کیا جا سکتا ہے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ختم نبوت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ [الاحزاب: ٤٠]

امام الانبیاء سید الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا ایسا اٹل مسئلہ ہے جس پر ساری اُمتِ مسلمہ متفق ہے، لیکن بعض لوگوں نے جھوٹا دعوائے نبوت کر کے امتِ مسلمہ کے اس متفق علیہ عقیدے اور مسئلے کو اختلافی مسئلہ بنانے کی کوشش کی۔ لیکن ہر دور میں اس جھوٹے نبی کو ماننے والے خود اُمتِ مسلمہ سے خارج ہو گئے اور کافر ٹھہرے، اور اللہ کے فضل سے یہ مسئلہ ختم نبوت متفق علیہ مسئلہ ہی رہا۔

لیکن کافروں کی یہ سازش اس حوالے سے انتہائی خطرناک ہے کہ اس سازش کے نتیجے میں بعض دفعہ بعض سادہ لوح مسلمان مرتد ہو کر اپنی عاقبت تباہ کر لیتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسئلہ ختم نبوت مدلل انداز میں لوگوں کو سمجھایا جائے، اور موجودہ دور کے جھوٹے نبی اور خطرناک دجال غلام احمد قادیانی کی اصل حقیقت لوگوں کے سامنے رکھی جائے تاکہ کوئی سادہ لوح مسلمان کسی قادیانی کے جال میں پھنس کر اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔

اس مسئلے کے دلائل سب سے پہلے قرآن کریم سے بیان کرتا ہوں۔ اللہ رب

العزت نے سورۃ الاحزاب میں آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لے کر یہ مسئلہ واضح فرمایا:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ [الاحزاب: ٤٠]

”کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں آپ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں“۔

غور کیجئے! اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں کتنی وضاحت کے ساتھ آپ کا نام لے کر فرمایا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ○ ﴾ [الأحزاب: ٤٠]

”اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے“۔

مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو جاننے والے اور ہر چیز کا پورا علم رکھنے والے کا یہ اعلان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ پھر قرآن کریم میں آپ کی رسالت کی عالمگیری کا تذکرہ، آپ پہ اترنے والی شریعت کی حفاظت کا اعلان، آپ کے دین کی تکمیل کا اعلان یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

پھر قرآن کریم کا بار بار مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں گزشتہ آسمانی کتابوں اور گزشتہ پیغمبروں کی تصدیق اور ان پر ایمان لانے کا حکم موجود ہے لیکن آپ کے بعد کسی پیغمبر اور کسی کتاب کی تصدیق کا حکم موجود نہیں۔ بلکہ آپ کے بعد آخرت اور قیامت کا تذکرہ ہے۔

سورۃ النسآء آیت نمبر (۱۶۲) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ ﴾

[النسآء: ١٦٢]

”لیکن ان میں سے جو کامل اور مضبوط علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں جو

اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور نمازوں کو قائم رکھنے والے ہیں اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں ہم بہت اجر عطا فرمائیں گے“۔

قرآن کریم کے بارے بھی بار بار اعلان کیا گیا:

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾

کہ پہلے پیغمبروں اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر (۹۷) میں خالق کائنات مالک ارض وسماء فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ٩٧]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جو جبریل کا دشمن ہو (وہ اپنے غصے میں مرجائے) اس (جبریلؑ) نے آپ کے دل پر پیغام باری تعالیٰ اتارا ہے، جو پیغام ان کے پاس کی کتاب کی تصدیق کرنے والا اور مومنوں کو ہدایت اور خوشخبری دینے والا ہے“۔

اور سورۃ المائدہ آیت نمبر ۴۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ ۝ ﴾
[المائدة : ٤٨]

”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے“۔

اب ذرا کتب حدیث کی طرف آیئے حدیث کی کتابیں مسئلہ ختم نبوت سے پر ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بہت سارے نام ہی آپ کے آخری نبی ہونے پر دلالت کرتے ہیں: اَلْعَاقِبُ۔ (آخر میں آنے والا)۔ ①

---

① صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی أسماء رسول الله ﷺ (۳۵۳۲).

یہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ایک اسم گرامی ہے۔ جس کا معنی ہی آخر میں آنے والا ہے، یعنی تمام انبیاء و رسل میں سے آخر میں آنے والا۔ اور جامع الترمذی کی حدیث میں اس کا یہ معنی خود رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اَلْمُقَفّٰی. (آخر میں آنے والا)[1] آپ کا یہ اسم گرامی بھی کھلے لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہیں پہ بس نہیں آپ ﷺ نے تو اپنی امت سمیت آخری ہونے کا اعلان فرمایا:

((نَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).[2]

> ”ہم (دنیا میں آنے کے اعتبار سے) آخری ہیں اور کل قیامت کے دن (حساب و کتاب اور دخول جنت کے اعتبار سے) سب سے پہلے ہوں گے۔ جنت کا دروازہ کھلوانے کا اعزاز آپ کو حاصل ہوگا، اور آپ اور آپ کی امت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے“۔

اور بخاری و مسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”میری اور دوسرے انبیاء کی مثال اس محل کی مانند ہے جس کی عمارت نہایت شاندار بنی ہوئی ہے لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی گئی ہے، دیکھنے والوں نے اسے گھوم پھر کر دیکھا وہ ایک اینٹ کے برابر خالی جگہ کے علاوہ عمارت کی خوبصورتی پر متعجب تھے۔ پس میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پر کر دیا یہ عمارت میری وجہ سے مکمل ہوئی اور پیغمبروں کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا“۔[3]

اور ایک روایت میں ہے کہ میں ہی وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں ہی آخری

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، رقم: ٦١٠٨.

[2] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، رقم: ٨٧٦.

[3] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین (٣٥٣٥).

نبی ہوں۔ ①

صحیح مسلم میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”مجھے چھ چیزوں کے ساتھ (دوسرے انبیاء پر) فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات عطا ہوئے، مجھے رعب کے ذریعہ نصرت عطا ہوئی، میرے لیے غنیمتیں حلال قرار دی گئیں، میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ”پاک کرنے والی“ قرار دیا گیا مجھے تمام مخلوق کی جانب (رسول بنا کر) بھیجا گیا اور نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا یعنی مجھے آخری نبی بنا کر بھیجا گیا“۔ ②

اور متفق علیہ حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کی اصلاح کرتے رہے جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ بن جاتا، بلاشبہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں“۔ ③

اور بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”میرے نزدیک تیرا مقام وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ البتہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے“۔ ④

صحیح مسلم میں ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

> ((اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ، فَاحْذَرُوْهُمْ)). ⑤

---

① صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين (٣٥٣٦).

② صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاة (٥٢١).

③ صحيح البخارى، كتاب احاديث الأنبياء، باب ما ذُكر عن بنى اسرائيل، رقم: ٣٤٥٥.

④ صحيح البخارى، كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ باب مناقب على رقم ٣٧٠٦ و مسلم ٦٢١٧.

⑤ صحيح مسلم، كتاب الفتن باب لا تقوم الساعة فى يمرّ الرجل الخ، رقم: ٧٣٤٠.

”بلاشبہ قیامت سے پہلے جھوٹے لوگ (کثرت سے) ہوں گے تم ان سے بچتے رہنا“۔

مرزا غلام احمد انہی کذابوں میں سے ایک کذاب ہے نبی نہیں۔ ”قیامت سے قبل ۳۰ دجال ہوں گے۔ سب یہ دعویٰ کریں گے وہ نبی ہیں“۔ [1]

(مرزا غلام احمد بھی انہی میں سے ایک ہے، وہ نبی اور رسول نہیں، کذاب اور دجال ہے)۔ جامع ترمذی کی روایت ہے:

((اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِانْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ))۔ [2]

”رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی لہٰذا میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا“۔

مسیح موعود غلام احمد قادیانی نہیں۔ کیوں؟

① ”وہ مسیح (ابن مریم) آسمان سے اتریں گے“۔ [3] مرزا نہ آسمان پہ گیا نہ اترا۔

② ”حقیقی مسیح دمشق میں سفید منارے پر اتریں گے“۔ [4] تو مرزا نے دمشق دیکھا بھی نہیں۔

③ ”جناب مسیح ابن مریم دجال کو قتل کریں گے“۔ [5] مرزا دجال کے وجود کا ہی منکر ہے۔

④ ”مسیح ابن مریم عدل والی حکومت قائم کریں گے“۔ [6] جبکہ مرزا انگریز کا غلام رہا۔

⑤ ”حقیقی مسیح کے دور میں یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا“۔ [7] (مرزا منکر ہے)۔

⑥ ”حقیقی مسیح کے دور میں مال وافر ہوگا کوئی زکوٰۃ وصول نہیں کرے گا“۔ مرزا خود لوگوں کی خیرات پر گزر بسر کرتا رہا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفتن باب لا تقوم الساعۃ فی یمر الرجل الخ، رقم: ۷۳۴۲۔

[2] جامع الترمذی، ابواب الرؤیا باب ذھبت النبوّۃ و بقیت المبشرات، رقم: ۲۲۷۲۔

[3] سنن أبی داؤد، کتاب الفتن، باب خروج الدجال (۳۶۳۵)۔

[4] سنن ابی داؤد، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، باب خروج الدجال (۳/۳۶۳۵)۔

[5] صحیح مسلم، کتاب الفتن باب ذکر الدجال رقم: ۷۳۷۳۔

[6] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسٰی ابن مریم حاکمًا الخ رقم: ۳۹۱، ۳۹۲۔

[7] صحیح مسلم، کتاب الفتن باب ذکر الدجال رقم: ۷۳۷۳۔

⑦ ''اصلی مسیح پر تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے''۔ [النساء:۱۵۹] مرزا پر کوئی اہل کتاب سے ایمان نہیں لایا۔

⑧ ''حقیقی مسیح حج کریں گے''۔[1] مرزا حج نہ کر سکا۔ بلکہ دجال کی طرح مکہ و مدینہ سے محروم رہا۔

⑨ ''اصلی مسیح جزیہ ختم کریں گے' صلیب توڑ دیں گے' خنزیر ختم کریں گے''۔[2] مرزا کچھ بھی نہ کر سکا۔

⑩ ''مسیح ابن مریم جہاد کریں گے''۔[3] جبکہ مرزا تو کہا کرتا تھا کہ مجھے صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں مسلمانوں کو جہاد سے منع کروں۔

یہ بڑی بڑی دس قسم کی نشانیاں ہیں جو مسیح موعود (عیسیٰ بن مریم علیہ السلام) اور غلام احمد قادیانی کے درمیان فرق کرتی ہیں۔ مزید برآں مرزا غلام احمد قادیانی کا کردار و عمل' اس کے افعال واقوال اور اس کے اخلاق وسیرت سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ وہ نہ نبی ہے نہ مسیح موعود ہے' نہ مہدی ہے اور نہ مجدد ہے بلکہ وہ انتہائی جھوٹا اور کذاب ہے۔ اور اس کا جھوٹا ہونا اس کے اپنے مباہلے کے چیلنج سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے' اس نے شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو مباہلے کی دعوت دی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ دوسرے کی زندگی میں ہیضے یا طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرجائے' مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اس کا یہ چیلنج قبول کرلیا نتیجہ کیا نکلا؟ دعوتِ مباہلہ کے ۱۳ ماہ بعد ۲۶ جون کو مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ہی چیلنج کے مطابق ہیضے کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو کر بدترین موت مرا اور مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ اس کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔

اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ہی مباہلے کے ذریعے جھوٹا' کذاب اور

---

[1] حواله سابقه رقم ٣٨٩ و ٣٩٠ و صحيح البخاري كتاب أحاديث الأنبياء باب نزول عيسىٰ بن مريم، رقم: ٣٤٤٨.

[2] حواله سابقه.

[3] حواله سابقه.

دجال ثابت ہوا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی' بدعقیدہ' مشرک' گستاخ انبیاء ورسل' گستاخ صحابہ واولیاء' منکر حدیث' شراب نوش' بدزبان' عیاش' عاشق نامراد اور زر پرست شخص تھا قطعاً مجدد' مہدی' مسیح موعود اور نبی نہیں تھا' تمام تفصیلات کے لیے محقق العصر فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق الاثری حفظہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''قادیانی کافر کیوں؟'' کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا تو کجا ایک عام درجے کا اچھا انسان ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فتنہ قادیانیت سے محفوظ فرمائے' اور برحق عقیدہ ختم نبوت پر قائم و دائم رکھے' اور الصادق المصدوق' الصادق الامین' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین' صاحب لواء الحمد' شافع محشر' معلم انسانیت' سید ولد آدم' نبی التوبۃ' نبی الرحمۃ' امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا سچا پیروکار بنائے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ردِ شرک

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ۝ ﴾ [آل عمران:۱۵۱]

معاشرے میں جو بیماری سب سے زیادہ پائی جائے اور سب سے زیادہ مہلک ہو اس بیماری کا علاج اسی قدر زیادہ اور اہم ہوتا ہے۔ روحانی بیماریوں میں شرک سب سے زیادہ پائی جانے والی بیماری ہے اور یہ سب بیماریوں سے زیادہ خطرناک اور مہلک بھی ہے۔ دنیا میں ہر دور میں موحدوں اور توحید پرستوں کے مقابلے میں مشرکوں کی اکثریت رہی ہے ایک طرف تو وہ قومیں ہیں جو اللہ پر ایمان ہی نہیں رکھتیں آسمانی کتابوں کی طرف نسبت نہیں کرتیں، پیغمبروں کو نہیں مانتیں۔ اور آخرت اور جنت دوزخ کی منکر ہیں۔ یہ ساری قومیں کافر اور مشرک ہیں۔

دوسری طرف وہ قومیں ہیں جو اللہ پر ایمان کا دعویٰ کرتی ہیں، نبیوں اور رسولوں کی تصدیق کرتی ہیں آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتی ہیں۔ جنت دوزخ اور آخرت کو سچا جانتی ہیں المیہ یہ ہے کہ ان قوموں کے اندر بھی شرک سرایت کر گیا اور توحید جاتی رہی۔

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ تورات پر ایمان رکھتے ہیں، جنت

دوزخ اور آخرت کو مانتے ہیں، لیکن مشرک ہیں: حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں:

﴿ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ ○ ﴾ [التوبة : ۳۰]

نصرانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے ہیں انجیل کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں۔ جنت دوزخ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن مشرک ہیں۔ ان کے تین بڑے بڑے فرقے ہیں اور تینوں شرک و کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

❶ فرقہ یعقوبیہ (آرتھوڈکس):

اس کے بارے سورۃ المائدۃ آیت نمبر (۷۲) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ ﴾

[المائدة : ۷۲]

”بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے حالانکہ خود مسیح نے خود ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا“۔

❷ فرقہ سلطانیہ (کیتھولک):

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾

[المائدة : ۷۳]

”وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے، دراصل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ آئے

تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے' انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا''۔

③ فرقہ نسطوریہ (پروٹسٹنٹ):

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۝ ﴾ [التوبة : ۳۰]

''یہود کہتے تھے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے یہ پہلے منکروں کی بات کی مشابہت کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں''۔

ان آیات مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصارٰی) دعوائے ایمان کے باوجود شرک کی دلدل میں پھنس چکے اور توحید جیسی نعمت عظمٰی سے محروم ہو چکے ہیں' قرآنِ مجید میں یہ مضمون بہت سارے مقامات پہ بیان کیا گیا ہے اور اہل کتاب کو شرک سے باز آنے اور توحید اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

اور یہ آخری اُمت اگرچہ! سے پہلی امتوں پر یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں قیامت تک حق والے توحید و سنت کے پابند لوگ ضرور رہیں گے۔ [1]

لیکن اس میں بھی بہت بڑی تعداد شرک جیسی بیماری میں مبتلا ہو چکی ہے۔ آج بہت سارے کلمہ گو توحید کا اعتراف و اقرار کرنے کے باوجود اللہ کی صفات حقوق اور اختیارات میں شرک کر رہے ہیں۔ اللہ کی صفات' حاجت رر' مشکل کشا' گنج بخش' دستگیر' عالم الغیب اللہ کے بندوں میں ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور معجزات کا غلط مفہوم نکال کر غیر اللہ کو مختار کل اور کرنی والا ٹھہرا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ایسی ایسی باتیں پیروں فقیروں کے حوالے سے کتابوں میں لکھ دیں کہ پیروں فقیروں کو اللہ تعالیٰ سے بھی (معاذ اللہ) بڑھا دیا۔

---

[1] سنن ابن ماجہ مقدمہ رقم ۱۰.

غرضیکہ شرک جیسی بیماری دنیا میں بہت زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ ایسے ادوار اور زمانے بھی گزرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی جناب سارہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا اس وقت دنیا بھر میں میرے اور تیرے سوا کوئی مؤمن اور موحد نہیں۔ [1]

اور آج بھی دنیا میں اکثریت شرک کرنے والوں کی ہے۔ لوگ یہ مانتے ہیں، زمین اللہ نے بنائی، آسمان اللہ نے بنائے۔ ہمیں اللہ نے پیدا کیا، لیکن اس کے باوجود اللہ کی مخلوق کو اور اس کے عاجز بندوں کو اللہ کے برابر کھڑا کرتے ہیں۔

اور یہ بیماری تمام روحانی بیماریوں سے خطرناک بھی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے تمام عمل ہی برباد ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الانعام میں اٹھارہ انبیاء کرام کا نام لے کر فرمایا اگر وہ بھی شرک کرتے میں ان کے بھی سارے اعمال ضائع کر دیتا:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ ﴾ [الأنعام : ٨٨]

اور سورۃ الزمر آیت نمبر ۶۵ میں ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ ﴾ [الزمر : ٦٥]

> ”یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلاشبہ آپ کے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے اور بالیقین آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے“۔

اور یہ اتنی بڑی بات صرف ہمیں سمجھانے کے لیے کی گئی ہے۔ ورنہ پیغمبروں کے بارے تو یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ شرک کریں۔ ہمیں خبردار کرنا مقصود ہے کہ شرک تمام نیکیوں کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور اس بیماری کی خطرناکی یہ ہے کہ مشرک دائمی جہنمی ہے کبھی نجات نہیں پائے گا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الانبیاء و تاریخ الطبری (۱/۱۲۶).

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ ﴾ [النساء : ٤٨]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا“۔

اور سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ○ ﴾ [النساء : ١١٦]

”اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا“۔

اور کہیں فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ ﴾ [المائدة: ٧٢]

چونکہ یہ بیماری (شرک) سب سے زیادہ ہے۔ اور سب بیماریوں سے بڑھ کر مہلک ہے اس لیے قرآن کریم میں سب سے زیادہ یہی مضمون مذکور ہے۔ اگر شرک کی تردید اور توحید کے اثبات والی آیات اکٹھی کی جائیں تو دس پارے بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انداز بدل بدل کر لوگوں کو شرک سے باز کیا۔

کہیں مثالیں دے کر۔ سورۃ الحج آیت نمبر (۷۳) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ○ ﴾ [الحج : ٧٣]

”لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن

کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا کمزور ہے (غیر اللہ سے) طلب کرنے والا اور بڑا کمزور ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے''۔

غور کیجئے! کس قدر واضح مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کی ہے کہ غیر اللہ سے مانگنے والا بھی کمزور، اور اللہ کے سوا جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور ہے۔ اور سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۱ میں فرمایا:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾

[العنکبوت : ٤١]

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہے کاش! وہ جان لیتے''۔

اللہ رب العزت نے کتنی واضح مثال دے کر ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ کا سہارا مکڑی کے جالے کی طرح انتہائی کمزور اور ضعیف ہے، جب کہ اللہ پر توکل اور ایمان انتہائی مضبوط اور پختہ چیز ہے۔

سورۃ الروم آیت نمبر ۲۸ میں یوں فرمایا:

﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ [الروم:٢٨]

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان کا ایسا خطرہ

رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا، ہم عقل رکھنے والوں کے لیے اسی طرح کھول کھول کر آیتیں بیان کر دیتے ہیں"۔

مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے جیسے انسان غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا اور برداشت نہیں کرتے تو اللہ کے غلاموں کو (جو اللہ کے بندے اور اس کی کمزور مخلوق ہیں) اللہ کا شریک کیوں بناتے ہو؟ جو چیز اپنی شان کے لائق نہیں سمجھتے وہ اللہ کی شان کے لائق کیوں سمجھتے ہو؟

اور سورۃ الزمر آیت نمبر ۲۹ میں ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر:۲۹]

"اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضد رکھنے والے ساجھی ہیں، اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں"۔

مطلب یہ ہے جس طرح ایک مالک کا غلام سکھ اور سکون میں ہوتا ہے اور زیادہ مالکوں کا غلام بے قراری و اضطراب میں ہوتا ہے، اسی طرح ایک اللہ کی عبادت کرنے والا سکون اور اطمینان میں ہوتا ہے اور در در کی ٹھوکریں کھانے والا پریشانی و بے سکونی میں ہوتا ہے۔

سورۃ الحج آیت نمبر ۳۱ میں ہے:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝﴾ [الحج : ۳۱]

"سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا۔ اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی"۔

یعنی جس طرح آسمان سے گرنے والا عقل و حواس کھو بیٹھتا ہے اور آخر کار

ہلاک اور برباد ہو جاتا ہے اسی طرح مشرک بالکل بے عقل اور بے شعور ہے اور تباہی بربادی اس کا مقدر ہے، اور اس سے بڑی بربادی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم اور جہنم میں مدخول ہونے والا ہے۔

کہیں گزشتہ پیغمبروں کے واقعات سنا کر اللہ تعالیٰ نے توحید سمجھائی اور شرک کا رد کیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے ساتھیوں کو دعوتِ توحید دی:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ ﴾
[یوسف : ۳۹]

”اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا مختلف قسم کے کئی پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقت ور؟“۔

پھر فرمایا:

﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ [یوسف : ٤٠]

”اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“۔

غور فرمایئے! حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں موقع پاتے ہی کس طرح کھلے لفظوں میں توحید سمجھائی اور معبودانِ باطل کا رد کیا، اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ جنہیں تم معبود' الٰہ' کرنی والا' حاجت روا' مشکل کشا اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہو وہ قطعاً الٰہ اور معبود نہیں ہیں، پس تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بغیر دلیل کے انہیں یہ نام دے رکھے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۸ میں فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَ اُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ۲۵۸]

”کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو اس لیے ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا کہ اللہ نے اسے بادشاہت دی تھی۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ۔ تو وہ کافر ہکا بکا رہ گیا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹے مدعی ربوبیت کو ایک ہی واضح اور بین دلیل کے ساتھ ایسا لاجواب کیا کہ وہ حیران و ششدر رہ گیا اور اس کی زبان گنگ ہو گئی اور اس کے منہ پہ تالا لگ گیا۔

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو توحید سمجھانے کے لیے دل میں عزم کیا:

﴿ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ ﴾[الانبيآء :۵۷]

”اور اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب تم پشت پھیر کر چل دو گے ایک چال چلوں گا“۔

یعنی بتوں کی ٹھکائی کر کے تمہیں یہ بات سمجھاؤں گا کہ جو اپنا دفاع نہیں کر سکتے وہ تمہاری مدد، حاجت روائی اور مشکل کشائی کیسے کر سکتے ہیں؟

﴿ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ [الأنبيآء :۵۸]

”پس اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لیے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں“۔

(لوگ واپس آئے تو)

﴿ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ [الأنبيآء : ٥٩]

”کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے“۔

﴿ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ○ ﴾ [الأنبيآء : ٦٠]

پھر ”بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا۔ جسے ابراہیم (علیہ السلام) کہا جاتا ہے“۔

﴿ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ○ ﴾ [الأنبيآء : ٦١]

”سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں“۔

﴿ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ○ ﴾ [الأنبيآء : ٦٢]

”کہنے لگے! اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے“۔

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ○﴾[الأنبيآء : ٦٣]

”آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے (پھر فوراً انداز بدلتے ہوئے کہا:) تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں“۔

﴿ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾ [الأنبيآء : ٦٤]

”پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو“۔ (جوان کمزور بتوں کو پوجتے ہو)

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ○﴾[الأنبيآء : ٦٥]

”پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے (اور کہنے لگے کہ) یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں“۔

﴿ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ○ ﴾

[الأنبيآء : ٦٦]

"(اللہ کے خلیل نے اسی وقت) فرمایا افسوس! کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان دے سکیں"۔

﴿ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ ﴾[الأنبيآء :٦٧]

"تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟"۔

اور یہی مضمون اللہ تعالیٰ سورۃ الشعراء میں بیان فرماتے ہیں: (جناب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرا الٰہ تو وہ ہے:

﴿ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴾[الشعراء : ٧٨ تا ٨٢]

"جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو وہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔ اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا۔ اور جس سے میری امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا"۔

سبحان اللہ! خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس طرح رب ارض وسماء کا تعارف کروایا اور اس کی توحید و وحدانیت کے دلائل ذکر فرمائے؟ لیکن آج نبیوں کو ماننے والوں اور کلمہ پڑھنے والوں نے ان کو الٰہ اور معبود بنا لیا جو کسی کو شفا تو دے نہیں سکتے بلکہ خود بیمار ہو جاتے ہیں، جو کسی کو رزق نہیں دے سکتے بلکہ خود رزق کے محتاج ہیں۔

اور کہیں اپنی قدرت کے دلائل دے کر اللہ تعالیٰ نے توحید سمجھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المؤمن آیت نمبر ٦١۔٦٢ میں فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾[المومن :٦١۔٦٢]

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات بنا دی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دیکھنے والا بنا دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل و کرم والا ہے' لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔ یہی اللہ ہے تم سب کا رب ہر چیز کا خالق اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں تم بہکائے جاتے ہو"۔

اور اسی سورت کی ۶۴۔۶۵ آیات مبارکہ میں خالق ارض و سماء فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ [المؤمن: ٦٤-٦٥]

"اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں' یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے' پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہان کا پرورش کرنے والا۔ وہ زندہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو' تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔

اور مسئلہ ردِ شرک اور اثباتِ توحید اس قدر اہم ہے کہ وہ سورہ جس میں صرف اور صرف مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ الاخلاص وہ ۱۰ سورتوں کے برابر سورت ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تم میں کوئی شخص (ہر رات) قرآن پاک کا تیسرا حصہ تلاوت نہیں کر سکتا؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا' قرآنِ پاک کا تیسرا حصہ کیسے پڑھا جا سکتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ آخر تک پڑھنا قرآن پاک کے تیسرے حصے کے

برابر ہے''۔ [1]

اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو ایک چھوٹے لشکر پر امیر مقرر فرمایا' وہ شخص نماز میں (امامت کراتے ہوئے) اپنی تلاوت کو ''قل ھو اللہ احد'' سورت کے ساتھ ختم کرتا تھا' جب (لشکر میں شریک) لوگ واپس آئے تو انہوں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس سے دریافت کرو کہ وہ کس لیے کرتا ہے؟''

انہوں نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا' اس سورت میں اللہ کی صفات (اور اسماء) کا ذکر ہے' اس لیے میں اس سورت کی تلاوت کو محبوب جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَخْبِرُوْهُ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ)). [2]

''اسے اطلاع کردو کہ اللہ بھی اس کو محبوب جانتا ہے''۔

اور آپ ﷺ نے مسجد قباء کے امام سے کہا تھا (جو ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص ضرور پڑھتا تھا' اور وہ سورۃ الاخلاص سے محبت کی وجہ سے ایسا کرتا تھا) کہ ''تیری اس سورت سے محبت تجھے جنت میں لے جائے گی''۔ [3]

اور جس آیت میں صرف اور صرف مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے وہ قرآن کریم کی ساری آیتوں سے بڑھ کر عظمت والی آیت ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوالمنذر! تجھے معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب میں سے کون سی آیت تیرے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب فضل قرائة قل هو الله احد (۸۱۱) والدارمی (۳۴۳۱).

[2] صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته الٰی توحید الله رقم ۷۳۷۵ و مسلم رقم ۱۸۹۰.

[3] صحیح البخاری، کتاب الاذان باب الجهر بقراءة صلاة الفجر (۷۷۴) تعلیقًا والترمذی (۲۹۰۱) و ابن حبان (۷۹۳).

پاس زیادہ عظمت اور شان والی ہے؟“

میں نے عرض کیا‘ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا:

”اے ابوالمنذر! اللہ کی کتاب سے کون سی آیت تیرے ہاں زیادہ عظمت اور شان والی ہے؟“

میں نے عرض کیا:

﴿ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ [البقرة : ٢٥٥]

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے سینے پر (ہاتھ) مارتے ہوئے فرمایا:

لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! [1]

”اے ابوالمنذر! تجھے علم مبارک ہو“۔

اور صحیح البخاری میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا چنانچہ میرے پاس ایک شخص آیا وہ (دونوں ہاتھوں کے ساتھ) کھجوریں اٹھانے لگ گیا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے ہاں پیش کروں گا۔ اس نے (منت سماجت کرتے ہوئے) کہا‘ میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر اہل وعیال (کے اخراجات) کی ذمہ داری ہے اور مجھے شدید ضرورت ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا‘ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! گزشتہ رات کا تیرا قیدی کہاں ہے؟“

میں نے عرض کیا‘ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے اپنے حاجت مند ہونے اور کثرتِ عیال کا زوردار انداز میں شکوہ کیا چنانچہ میں نے اس پر ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے آگاہ کیا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل سورة الکهف و آیة الکرسی (٢٥٧) و ابوداود (١٤٦٠).

’’خبردار! اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے اور وہ عنقریب پھر آئے گا‘‘۔

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’وہ عنقریب پھر آئے گا‘‘ چنانچہ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا اور وہ آیا اور کھجوروں (کے ڈھیر) سے (دونوں ہاتھوں کے ساتھ) اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا، میں تیرا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ضرور لے جاؤں گا۔ اس نے (منت سماجت کرتے ہوئے) کہا، مجھے چھوڑ دیں اس لیے کہ میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر اہل وعیال کا بوجھ ہے۔ اب میں دوبارہ نہیں آؤں گا چنانچہ میں نے اس پر ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا:

’’اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تیرے قیدی کا کیا بنا؟‘‘

میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے اپنی ضرورت مندی اور اہل وعیال کے بوجھ کا زوردار الفاظ میں ذکر کیا چنانچہ میں نے اس پر ترس کھایا اور اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اس نے تیرے ساتھ جھوٹ کہا ہے وہ عنقریب پھر آئے گا‘‘۔

چنانچہ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور کھجوروں (کے ڈھیر) سے (دونوں ہاتھوں کے ساتھ) اٹھانے لگا۔ میں نے اسے گرفتار کر لیا اور کہا میں ضرور تیرا معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اب یہ تیسری بار اور آخری بار ہے، تم کہتے رہے کہ میں واپس نہیں آؤں گا لیکن تم پھر آتے رہے۔ اس نے کہا، مجھے چھوڑ دے، میں تجھے ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے تجھے فائدہ ہو گا جب تو اپنے بستر پر لیٹے تو آیت الکرسی پڑھ، یہاں تک کہ ختم کر لے اس کی تلاوت سے ہمیشہ تجھ پر اللہ کی جانب سے محافظ مقرر ہو گا اور صبح ہونے تک شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ اس پر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: ’’تیرے قیدی کا کیا بنا؟‘‘ میں نے عرض کیا، اس نے مجھے کہا کہ وہ مجھے چند کلمات سکھلاتا ہے جن کے پڑھنے سے مجھے اللہ فائدہ عطا کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اس نے تجھے سچی بات بتائی ہے، اگرچہ وہ جھوٹا ہے اور

تجھے معلوم ہے کہ تین راتوں سے تیرے پاس کون آتا رہا ہے؟‘‘ میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((ذَاكَ شَيْطَانٌ)) ’’وہ شیطان تھا‘‘۔ [1]

اور تیسری حدیث میں ہے، جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ اس منبر پر فرما رہے تھے کہ ’’جس شخص نے (فرض) نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کی تو اس کو جنت میں داخل ہونے سے صرف موت ہی روک سکتی ہے‘‘۔ [2]

بہرحال قرآن کریم شرک کی تردید سے پر اور بھرا پڑا ہے۔ سارے پیغمبروں کی بنیادی دعوت ہی ردِ شرک اور اثباتِ توحید ہے، لیکن آج المیہ یہ ہے کہ جو پیغمبر توحید لے کر آئے۔ توحید کی خاطر ماریں کھائیں، گالیاں سنیں۔ آج لوگوں نے انہی کو اللہ کے برابر کھڑا کر کے شرک کا دروازہ کھول لیا ہے۔ اسی لیے اللہ کی مدد منقطع ہو چکی ہے۔ کیونکہ وہ فرق جس کی بناء پر کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں پر مدد اُترتی تھی اور مدد کا وعدہ تھا وہ فرق نہیں رہا۔

* * *

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوکالة، باب اذا وکل رجلًا فترك الوکیل شیئا فاجازه الموکل (۲۰۱۱).

[2] نسائی (۹۹۲۸) والصحیحة (۹۷۲) و طبرانی فی الکبیر (۱۳٤/۸).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام اور ان کی فضیلت

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ [الأعراف : ١٨٠]

سورۃ الاعراف کی یہ آیتِ کریمہ جو اس وقت خطبہ میں پڑھی گئی ہے، اللہ رب العزت نے اس آیتِ مبارکہ میں اپنے ناموں (اسماء حسنیٰ) کے متعلق چند انتہائی اہم احکام بیان فرمائے ہیں:

پہلا حکم:

﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾

”اللہ تعالیٰ کے بہت سارے اچھے اچھے نام ہیں“۔

یعنی اس میں اس بات کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں پر ایمان رکھنا ضروری ہے جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں۔ کسی نام کا انکار جائز نہیں جس طرح مشرکین عرب نے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ”رحمٰن“ کا انکار کیا تھا۔ اللہ رب العزت سورۃ الفرقان آیت نمبر ٦٠ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا

وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴾ [الفرقان : ٦٠]

"ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمٰن ہے کیا؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے رہا ہے اور اس (تبلیغ) نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا"۔

حدیبیہ کے معاہدے کی تحریر میں جب رسول اللہ ﷺ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھوائی تو کفار مکہ نے کہا: یہ مٹاؤ اور اس جگہ "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھو۔ (غرضیکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی (رحمٰن) کا انکار کیا)۔ [1]

معلوم ہوا کافروں نے اللہ تعالیٰ کے کئی اسماء حسنیٰ کا انکار کیا ہے۔ اس لیے ہمارے اوپر یہ فرض اور واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ پر ایمان رکھیں اور یہ بھی تسلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام بہت اچھے اور بڑی شان وعظمت والے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی شان وعظمت مذکور ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [بني اسرائيل : ١١٠]

"کہہ دیجیے: اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو کوئی سا (نام) بھی پکارو اس کے بہت سارے اچھے نام ہیں"۔

اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیں سورۃ الواقعہ آیت نمبر (۷۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾ [الواقعة : ٧٤]

"پس اپنے بہت بڑے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو"۔

اور سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۷۸ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٧٨]

"تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت وجلال والا ہے"۔

---

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد... الخ (٢٧٣١) و احمد (٣٢٨/٤) و ابن حبان (٤٨٧٢).

اسی مضمون کو ربِ ارض و سماء نے سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۵۲ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴾ [الحآقة : ۵۲]

”پس تو اپنے عظیم ربّ کے نام کی پاکی بیان کر“۔

اور سورۃ الاعلیٰ میں ہے:

﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ [الاعلیٰ:۱]

”اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر“۔

اور عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز کی ابتداء میں جو دعا استفتاح پڑھی جاتی ہے اس میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے:

((وَتَبَارَكَ اسْمُكَ)).

”تیرا نام بڑی برکت اور عظمت والا ہے“۔

اور صحیحین کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ کے ایک کم سو (یعنی ننانوے) نام ہیں جس شخص نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا“۔ ①

ایک ضروری وضاحت:

بعض لوگ اس حدیث سے مغالطہ کھا جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کل نام ننانوے ہیں حالانکہ اس حدیث میں تو ننانوے ناموں کی فضیلت مذکور ہے یہ قطعاً مذکور نہیں کہ نام ننانوے ہیں۔ بلکہ احادیث مبارکہ میں تو یہ صراحت بھی مذکور ہے کہ بہت سارے نام اللہ تعالیٰ نے کسی کو بتائے ہی نہیں۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا حزن و ملال زیادہ ہو جائے تو وہ یہ دعائیہ کلمات کہے:

---

① صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الأشراط و الثُّنیا فی الإقرار (۲۷۳۶).

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ اَمَتِكَ وَفِیْ قَبْضَتِكَ، نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُ كَ، اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ، اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، (اَوْ اَلْهَمْتَ عِبَادَكَ) اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ مَكْنُوْنِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ، وَجِلَآءَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ، مَا قَالَهَا عَبْدٌ قَطُّ اِلَّآ اَذْهَبَ اللّٰهُ غَمَّهٗ، وَاَبْدَلَهٗ فَرَجًا)). ①

”اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا فرزند ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں اور تیرے قبضے میں ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا فیصلہ میرے حق میں ثابت ہے، تیرے فیصلے عدل وانصاف والے ہیں، میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جس نام کے ساتھ تو نے اپنی ذات کا نام رکھا ہے یا اس کو تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کی تعلیم دی ہے یا اس کو تو نے اپنے ہاں غیب کے خزانوں میں مخفی رکھا ہے کہ تو قرآن پاک کو میرے دل کی زندگی کا باعث بنائے اور میرے حزن وغم کو دور فرمائے۔ جو شخص جب بھی یہ دعائیہ کلمات کہتا ہے تو اللہ اس کے حزن وغم کو دور فرماتا ہے اور حزن وغم کو فرحت ومسرت میں تبدیل کر دیتا ہے“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی اسماء حسنیٰ کسی کو بتلائے ہی نہیں بلکہ اپنے پاس خزانۂ غیب میں ہی رکھے ہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں اور سارے نام شان وعظمت والے ہیں۔ ان میں سے ایک نام ”اللہ“ ذاتی ہے باقی سب صفاتی ہیں۔

دوسرا حکم: ﴿ فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ ”ان ناموں کے ساتھ اللہ کو پکارو“۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو

---

① صحیح الترغیب والترهیب، کتاب البیوع، باب الترغیب فی کلمات یقولهن المدیون والمهموم والمکروب (١٨٢٢) والصحیحة (١٩٩) و ابویعلی (٩/١٩٨).

اس کے ہر نام کے ساتھ پکارنا درست ہے۔ (یَا اَللّٰہُ، اَللّٰھُمَّ، رَبَّنَا، رَبِّ، یَا رَبِّ، یَا رَحْمٰنُ، یَا غَفَّارُ سب درست ہے)۔

قرآن مجید میں نبیوں اور ولیوں کی بہت ساری دعائیں مذکور ہیں جن میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ رب کائنات سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۳ میں فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٢٣]

”(آدم اور حوا) دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے“۔

اور سورۃ المائدۃ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾

[المائدة : ١١٤]

”عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما، کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم میں جو اوّل ہیں اور بعد کے ہیں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور تو ہم کو رزق عطاء فرما دے اور تو سب عطا کرنے والوں سے اچھا ہے“۔

اور اللہ رب العزت سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۰۱ میں فرماتے ہیں:

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ [يوسف : ١٠١]

”اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ملک عطاء فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر

سکھلائی۔ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی (دوست) اور کارساز ہے، تو مجھے اسلام کی حالت میں فوت کر اور نیکوں میں ملا دے"۔

اسی طرح یہ مضمون نبی ﷺ کے فرامین میں بھی بیان ہوا ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے سنا وہ دعا کر رہا تھا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، الْاَحَدُ، الصَّمَدُ، الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ)).[1]

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ اسے کسی نے جنا ہے نہ وہ جنا گیا ہے اور کوئی اس کی برابری کرنے والا نہیں ہے۔ (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے جس کے ساتھ جب اللہ سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو وہ دعا قبول کرتا ہے"۔

اور سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص نماز ادا کرتے ہوئے دعا کر رہا تھا۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے):

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بس تیرے لیے حمد و ثناء ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو (اپنے بندوں پر) شفیق ہے، تو انعامات کرنے والا ہے، بلا نمونہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اے وہ ذات جو بزرگی اور عزت والی ہے، اے وہ ذات! جو زندہ ہے، قائم ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں"۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب جامع الدعوات عن النبی ﷺ (٣٤٧٥) و ابن ماجه (٣٨٥٧) و ابوداؤد (١٤٩٤).

''اس شخص نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے تو وہ پورا ہوتا ہے''۔ [1]

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَنَّانُ، الْمَنَّانُ، بَدِیْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ)). [2]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بدوی (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے عرض کیا، مجھے ایسا ذکر بتائیں جس پر میں مداومت کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ.

کا ذکر (ہمیشہ) کر بدوی نے کہا، یہ ذکر تو میرے رب کے لیے ہے میرے لیے کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے لیے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ)).

کے کلمات کہہ کر دعا کر (ان کلمات کا ترجمہ یوں ہے):

''اے اللہ! مجھے معاف فرما مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت عطا کر اور مجھے رزق عطا کر اور مجھے تندرستی عطا کر''۔ [3]

اور فرض نماز ختم ہوتے ہی جو مسنون اذکار کیے جاتے ہیں، ان میں ایک دعا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کا تذکرہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب

---

[1] جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب خلق الله مائة رحمة رقم: ٣٥٤٤ سنن أبی داؤد رقم ١٤٩٥ ابن ماجه ٣٨٥٨ مسند احمد ١٢٠/٣ رقم: ١٢٢٢٩.

[2] سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء (١٤٩٥) والنسائی (٥٢/٣) حديث صحيح.

[3] سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين (٨٥٠) والترمذی (٢٧٤) و ابن ماجه (٨٩٨).

(فرض) نماز کا سلام پھیرتے تو صرف اتنی دیر ٹھہرتے جس میں آپ (یہ کلمات) کہہ سکیں:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)).[1]

"اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تو سلامتی دینے والا ہے۔ اے وہ ذات جو بزرگی اور عزت والی ہے تو بابرکت ہے"۔

چند مزید احادیث اسی عنوان پر سماعت فرمائیں:

((يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ)).[2]

"اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، اے ہمیشہ قائم رہنے اور قائم رکھنے والے، میں تیری رحمت کے ساتھ مدد طلب کرتا ہوں"۔

((اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قَلْبِيْ عَلٰى طَاعَتِكَ)).[3]

"اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت فرما"۔

غرضیکہ مختلف دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کو اس کے مختلف اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارا گیا ہے، اور یہ طریقہ دعاؤں کی قبولیت میں انتہائی مؤثر ہے۔

تیسرا حکم:

﴿ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

[الأعراف: ۱۸۰]

"اللہ کے ناموں میں الحاد کرنے والوں کو ترک کردو اور ان کی قطعاً پیروی نہ کرو"۔

اللہ کے ناموں میں الحاد کیا ہے؟

❶ اللہ کے ناموں میں تبدیلی کرنا:

جس طرح عزیز سے عزیٰ اور اللہ سے اللّٰت وغیرہ۔

❷ اللہ کے ناموں میں اضافہ کرنا:

یعنی جو نام قرآن وسنت سے ثابت نہیں اسے اللہ کا نام قرار دینا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة (٥٩١).

[2] جامع الترمذي، كتاب الدعوات، بابٌ، رقم: ٣٥٢٤.

[3] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب تعريف الله تعالىٰ القلوب كَيْفَ شآء رقم: ٦٧٥٠.

③ اللہ کے ناموں کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا یا ان کے معنی و مفہوم کا بالکل انکار کرنا یا تحریف کرنا:

جس طرح معطلہ، جہمیہ اور مشبہہ وغیرہ کا باطل عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱]

''اللہ کی مثل کوئی نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ دیکھنے سننے والا ہے لیکن اس کا دیکھنا سننا مخلوق کے دیکھنے سننے کی طرح نہیں۔ یہی معاملہ باقی تمام صفات میں ہے تمام اسماء صفات کو تسلیم کرنا ہے۔ لیکن ان میں تاویل، تحریف اور تشبیہ سے مکمل پرہیز کرنا ہے۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ:

① آج بعض لوگوں نے مختلف اسماء حسنیٰ کے مختلف خواص اور اجر وثواب مقرر کر رکھے ہیں جو کہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔

② بعض لوگوں نے اللہ کے کچھ ناموں کا ترجمہ کر کے وہ نام اسی معنی و مفہوم میں اللہ کے بندوں کو دے رکھے ہیں۔ مثلاً: دستگیر، غوث، گنج بخش، داتا، اور مشکل کشا وغیرہ یہ بھی اللہ کے ناموں میں الحاد کی ہی ایک شکل ہے۔

③ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے بھی ننانوے نام بنا رکھے ہیں۔ ان میں سے اکثر نام قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔

④ ٹی وی میں میوزک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام۔

یہ ایک انتہائی خطرناک گستاخانہ حرکت ہے کہ آج ٹی وی ریڈیو پر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ پڑھے جاتے ہیں اور ساتھ میوزک بج رہا ہوتا ہے۔

یاد رکھئے: عبادات، ورد و ظائف اور ذکر اذکار میں میوزک موسیقی، طبلہ سارنگی اور دیگر آلات لہو ولعب کو شامل کرنا یہودیوں، نصرانیوں اور مشرکین عرب کی نقالی اور اندھی تقلید ہے۔ مؤمن مسلمان کو یہ قطعاً زیب نہیں دیتا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طہارت و پاکیزگی

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ۲۲۲]

دین اسلام کے امتیازات وخصوصیات میں ایک امتیاز اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسان کو عقیدہ وعمل، اخلاق وکردار، لباس وبدن، خورد ونوش، ضروریات وخواہشات اور تمام امور زندگی میں طہارت وپاکیزگی اور نظافت وصفائی کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کے علاوہ تمام مذاہب وادیان (یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور ہندومت وغیرہ) میں تمام امور زندگی بلا مبالغہ جانوروں اور درندوں کی طرح غلاظت ونجاست اور پلیدی وگندگی پر مشتمل ہیں، اسی لیے اللہ رب العزت نے سورۂ محمد (ﷺ) میں کافر قوموں کے طرز حیات پر انتہائی جامع تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ ﴾ [محمد: ۱۲]

”کافر لوگ اس طرح فائدہ اٹھاتے اور کھاتے (پیتے) ہیں جس طرح جانور (فائدہ اٹھاتے اور) کھاتے پیتے ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے“۔

اسی طرح رب کائنات نے سورۂ فرقان میں اہل کفر کے طرز حیات اور طریقۂ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ ﴾ [الفرقان : ٤٤]

”ان لوگوں کی زندگی جانوروں کی طرح ہے' بلکہ جانوروں سے بدتر اور بری ہے“۔ (واقعۃً بعض گندے کاموں میں کافر قومیں جانوروں اور درندوں سے بھی آگے ہیں) اقبال نے سچ کہا تھا:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا تہذیبی نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ کافر قوموں کے تمام امور میں گندا ہونا دورِ قدیم اور دورِ جدید میں یکساں اور برابر ہیں' ہاں موجودہ دور میں ان کی ظاہری چمک دمک کچھ ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ جانوروں جیسی گندی زندگی گزارنے والے ہیں' شراب و کباب کے رسیا' ہم جنس پرستی کے مارے ہوئے' کتا' بلی' چوہا' خنزیر' مردار اور حشرات الارض جیسی گندی چیزیں کھانے والے اور طہارت و پاکیزگی کے سنہرے اسلامی اصولوں سے ناآشنا اور تہی دست ہیں۔

اور یہ وہ حقائق ہیں کہ یورپ و برطانیہ اور امریکہ و جاپان میں رہنے والا ہر مسلمان ان حقائق سے واقف اور آشنا ہے۔ جبکہ اسلام نے انسان کو انتہائی پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے' اور طہارت و نظافت کے سلسلے میں افراط و تفریط سے پاک انتہائی معتدل احکامات صادر فرمائے ہیں اور پاک صاف رہنے والوں کی بڑی زبردست مدح و ستائش کی ہے۔ رب ارض و سماء نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ ﴾ [البقرۃ : ۲۲۲]

”یقیناً اللہ خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

سورۃ التوبہ میں اہل قبا کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ ﴾ [التوبۃ:۱۰۸]

”اس (مسجد قباء) میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو پاک صاف رہنا پسند کرتے

ہیں اور اللہ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

سورۃ المائدہ میں احکام وضوء وغسل بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ [المائدة : ٦]

”اللہ تعالیٰ (احکام طہارت کے ذریعے) تمہیں تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ بلکہ تمہیں پاک وصاف کرنا چاہتا ہے‘ اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ“۔

معلوم ہوا طہارت و پاکیزگی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور طہارت و پاکیزگی اس قدر اہم ہے کہ خالق کائنات نے رسول اللہ ﷺ پر اترنے والی دوسری وحی (سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات) میں حکم دیا:

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ ﴾ [المدثر : ٤-٥]

”اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھیں اور ہر طرح کی گندگی سے بچ کر رہیں“۔

امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے ارشادات عالیہ میں طہارت و پاکیزگی کی بڑی اہمیت بیان فرمائی۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ)).[1]

”پاکیزگی نصف ایمان ہے“۔

اور مسلم شریف کی ہی دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ)).

”دس کام فطرت سے ہیں“۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء (٢٢٣).

لب (کے بالوں کو) تراشنا' داڑھی کو بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی داخل کرنا' ناخنوں کو تراشنا (جس میں میل کچیل کے جمع ہونے کی) جگہوں کو دھونا' بغل کے بالوں کو اکھیڑنا' زیرناف بالوں کو مونڈنا اور پانی کے ساتھ طہارت کرنا۔ (اس حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ) میں دسویں کام کو بھول رہا ہوں شائد وہ منہ میں پانی ڈالنا ہے۔[1]

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں پانچ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ)).

''پانچ کام فطرت سے ہیں۔

❶ اَلْخِتَانُ.

ختنہ کرانا۔

❷ وَالْاِسْتِحْدَادُ.

زیرناف بال مونڈنا۔

❸ وَقَصُّ الشَّارِبِ.

مونچھیں تراشنا۔

❹ وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ.

ناخن کاٹنا۔

❺ وَنَتْفُ الْاِبِطِ.

اور بغل کے بال اکھیڑنا''۔[2]

اور موطاء امام مالک میں ہے' حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا' جس کے سر اور داڑھی کے

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة (٥٣) و صحيح أبي داود (٤٣).

[2] صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار (٥٨٩١) و مسلم (٢٥٧).

بال پراگندہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا گویا آپ ﷺ اسے بالوں اور داڑھی کی اصلاح کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے بال اور داڑھی ٹھیک کی اور پھر آپ کی خدمت میں واپس آیا، اس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ حالت اس حالت سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اس طرح آئے کہ اس کے سر کے بال پراگندہ ہوں، گویا وہ شیطان ہے“۔ ①

طہارت و پاکیزگی کی اس اہمیت کے پیش نظر دین اسلام میں طہارت و نظافت کے یومیہ، ہفتہ وار، ماہانہ اور سالانہ احکام دیئے گئے ہیں۔

اور بہت سارے احکام بعض عارضی اسباب کے تحت نافذ کیے گئے ہیں۔

یومیہ احکام:

ہر نماز کے لیے وضو کی فرضیت اور مسواک کی ترغیب اور نماز سے قبل بدبودار چیز (کچا لہسن، پیاز وغیرہ) کھانے کی ممانعت، اور نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالنے سے ممانعت وغیرہ، یہ طہارت و پاکیزگی کے یومیہ احکام ہیں۔

ہفتہ وار احکام:

جمعہ کے دن غسل، خوشبو اور اچھے لباس کا حکم، یہ ہفتہ وار احکام میں سے ہیں۔

ماہانہ احکام:

بغلوں کی صفائی، زیر ناف بالوں کو مونڈھنا، ناخن تراشنا ماہانہ احکام طہارت میں سے ہیں۔

سالانہ احکام:

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پہ غسل، خوشبو اور نیا لباس یہ سالانہ احکام میں سے ہیں۔

---

① مؤطا امام مالک، کتاب الشّعر باب إصلاحِ الشّعر، رقم: ۱۷۷۰۔

مختلف اسباب کے تحت احکام:

بول و براز کے بعد اچھی طرح استنجا کرنا، غسل جنابت کرنا، غسل حیض و نفاس کرنا۔ میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا اور میت کو اٹھانے کے بعد وضوء کرنا۔ یہ مختلف اسباب کے تحت طہارت و پاکیزگی کے احکام ہیں۔

ان احکام سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس قدر پاکیزگی وطہارت پسند ہے کہ اس نے مختلف موقعوں پر مختلف وجہوں سے طہارت و نظافت کے احکام جاری کیے ہیں۔ اس کے برعکس گندگی، نجاست، پلیدی اور بدبو وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کو شدید نفرت ہے۔ اس لیے اس نے ہر طرح کی گندگیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے اور گندا رہنے والوں کی سخت مذمت کی ہے، اور انہیں شدید وعید سنائی ہے اور انہیں چوپایوں اور جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ان لوگوں کی سخت خبر لی ہے جو بول و براز اور دیگر گندگیوں سے بچاؤ نہیں کرتے۔

اور متفق علیہ حدیث ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ لیکن کسی بڑے کام میں ان کو عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک شخص پیشاب سے بچاؤ اختیار نہیں کرتا تھا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے (خود کو) دور نہیں رکھتا تھا''۔ [1]

لمحہ فکریہ:

آج یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بعض مدعیانِ اسلام نے ایسے لوگوں کو اللہ کا ولی، دوست اور مقرب ٹھہرا دیا ہے جو اسلامی طہارت کی باؤ تاؤ سے بھی ناواقف ہیں۔ جو جانوروں

---

[1] صحیح البخاری (۲۱٦) و صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الدلیل علی نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه (۲۹۲) و ابوداؤد (۲۵) والترمذی (۷۰).

جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ جو وضوء جو غسل سے بالکل ماوراء ہیں۔ جن کے بدنوں پر دو دو سوتر میل کی تہہ جمی ہوتی ہے۔ اور مکھیاں چھائی ہوئی ہوتی ہیں اور کوئی صاف ستھرا انسان انہیں اپنے محل، بنگلے اور مکان میں ٹھہرانے کو تیار نہیں ہوتا۔ وہ ساری زندگی سڑکوں کے کنارے گندگی و غلاظت میں گزار دیتے ہیں اور جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کی قبر پہ قبہ و مزار بنا کر انہیں ولی کامل کا نام دے دیا جاتا ہے۔

یاد رکھیے! ایسے گندے لوگ اللہ کے دوست اور ولی قطعاً نہیں ہو سکتے، ایسے لوگوں کو اللہ کا ولی کہنا اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پاک صاف رہنے اور ہر طرح کی گندگی و نجاست سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

⁂

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نماز کی اہمیت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ○ حَتّٰى أَتٰنَا الْيَقِيْنُ ○ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ ﴾ [المدثر : ٤٠ تا ٤٨]

کلمہ پڑھنے کے بعد انسان کے مسلمان ہونے کی سب سے بڑی نشانی نماز کی پابندی کرنا ہے۔ کیونکہ باقی تمام عبادات ہر کسی پر فرض نہیں' اور ہر روز ادا نہیں کی جاتیں۔ زکوٰۃ صاحب نصاب پر سال کے بعد فرض ہوتی ہے۔ روزہ سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینے (رمضان) میں فرض ہے۔ حج صاحب استطاعت پر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ اس لیے یہ تمام عبادات مسلمان کی نمایاں نشانی اور کھلی پہچان نہیں بن سکتیں۔

صرف نماز ایک ایسی عبادت ہے جو دن رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ اور یہ مسافر پر بھی فرض ہے اور مقیم پر بھی فرض ہے' یہ تندرست پر بھی فرض ہے اور بیمار پر بھی فرض ہے یہ امیر پر بھی فرض ہے اور غریب پر بھی فرض ہے۔ یہ حاکم پر بھی فرض ہے اور محکوم پر بھی فرض ہے' یہ مرد پر بھی فرض ہے اور عورت پر بھی فرض ہے۔ یہ حالتِ امن میں بھی فرض ہے اور حالتِ خوف (جہاد و قتال) میں بھی فرض ہے' تلواریں چل رہی ہوں۔ نیزے گھمائے

جا رہے ہوں۔ تیروں کی بوچھاڑ ہو۔ بم برس رہے ہوں۔ ٹینک بارود برسا رہے ہوں توپیں آگ اُگل رہی ہوں۔ ایسے سنگین حالات میں بھی نماز کی چھٹی نہیں ہے۔

اس لیے نماز ایک مؤمن مسلمان کی نشانی، علامت اور پہچان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتا آپ اسے کلمہ پڑھانے اور عقائد وایمانیات سکھلانے کے بعد سب سے پہلے نماز کی پوری تعلیم دیتے تھے۔[1]

لہٰذا آج کے خطبہ میں اہمیتِ نماز کو تین شکلوں میں واضح کیا جائے گا:

❶ خصوصیاتِ نماز

❷ نماز قائم کرنے کے فوائد ونتائج

❸ نماز چھوڑنے کے نقصانات

❶ خصوصیاتِ نماز:

☆ **نماز تحفۂ معراج:** صحیحین میں اسراء ومعراج کی مفصل روایت میں ہے، کہ معراج کی رات آپ ﷺ کو رب ارض وسماء کی طرف سے جو تین تحفے ملے ان میں ایک تحفہ یہ تھا کہ آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر بار بار اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تخفیف اور آسانی کا مطالبہ کرتے رہے، آخر کار پچاس میں سے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں تو خالق کائنات نے کہا:

((هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ)).[2]

”اب پچاس میں سے پانچ رہ گئی ہیں، لیکن (ہمارے ہاں یہ پچاس ہی ہیں) ہماری بات بدل نہیں جاتی“۔

---

[1] صحیح مسلم.

[2] جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب کم فرض اللہ علی عبادہ من الصلوات (۲۱۳) و احمد (۱۶۱/۳) و صحیح ترمذی (۱۷۶).

مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت پانچ نمازیں ادا کرے میں ثواب پچاس نمازوں کا دوں گا۔

غور کیجئے! اسلام کے تمام احکامات، اوامر ونواہی، فرائض وواجبات اور عبادات ومعاملات زمین پر نازل ہوئے۔ لیکن نماز وہ فریضہ ہے جو رب کائنات نے اپنے محبوب پیغمبر، خلیل ثانی، خاتم النبیین، سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب بلا کر بطور تحفہ عطاء فرمایا۔

- نماز تمام ادوار میں تمام آسمانی ادیان میں فرض کی گئی، جس طرح اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کو ”الصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ“ کا نام دیا جس کا مطلب یہی ہے کہ نماز ہر دور میں ہر آسمانی شریعت میں نافذ کی گئی ہے۔
- نماز کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

  ((بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلَاۃِ)).[1]

  ”مسلمان بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے“۔
- نماز دین اسلام کے ان بنیادی ارکان میں سے ہے جن پر اسلام کی باقی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم میں ہے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

  ((بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَاِقَامِ الصَّلَاۃِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکَاۃِ، وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)).[1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ (۸۲) و احمد (۳/۳۷۰).

[1] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس (۸). و مسلم (۱۶). والترمذی (۲۶۹).

''اسلام (کے محل) کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر رکھی گئی ہے، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا''۔

یعنی نماز ان بنیادی ستونوں میں سے ہے، جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

☆ نماز رسول اللہ ﷺ کی وصیت ہے: کتب حدیث میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت انس بن مالک اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام اور آخری لحات میں بار بار تاکید فرماتے رہے:

((اَلصَّلَاةُ الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)).

''(اے اُمت مسلمہ!) نماز کی پابندی کرنا اور غلام لونڈیوں کے حقوق کی پاسداری کرنا''۔

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ جب تک آپ ﷺ کی زبان اطہر میں بولنے کی سکت رہی آپ بار بار یہی فرماتے رہے:

((اَلصَّلَاةُ، الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)).[1]

آج باپ دادا کی جائز ناجائز وصیتوں پر پہرہ دیا جاتا ہے لیکن پیغمبروں کے امام پوری اولاد آدم کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تاکیدی وصیت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

☆ نماز تمام اعمال میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمل ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا)) ''وقت پر نماز ادا کرنا''۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب وهل آوى رسول الله ﷺ (٢٦٩٧). و صحيح لرواء الغليل (٢١٧٨).

[2] جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الوقت الأول من الفضل (١٧٠) و ابوداود (٣٦٢).

غور فرمایئے! یہ نماز کی کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ نماز تمام اعمال سے بڑھ کر اللہ کے ہاں محبوب اور پسندیدہ عمل ہے۔

☆ نماز قیامت کے دن نور' کامیابی کی دلیل اور ذریعہ نجات ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جس نے نماز کی خوب پابندی کی' تو یہ نماز اس کے لیے قیامت کے دن نور (روشنی) کامیابی کی دلیل اور ذریعۂ نجات ہوگی''۔[1]

❷ نماز قائم کرنے کے فوائد ونتائج:

① نماز کی پابندی متقیوں' کامیاب مؤمنوں اور عزت دار جنتیوں کی نشانی ہے۔ اللہ رب العزت سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات میں فرماتے ہیں:

﴿ الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ ﴾ [البقرة : ۱۔۳]

''الف' لام' میم اس کتاب (کے منزل من اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

اور سورۃ المؤمنون میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ ﴾

[المؤمنون : ۱۔۲]

''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں''۔

اور آیت نمبر ۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ ﴾ [المؤمنون : ۹]

''جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں''۔

---

[1] مسند احمد (۱۶۹/۲) والدارمی (۳۰۱/۲) و مجمع البحرين (۵۲۸).

اور سورۃ المعارج آیت نمبر (۳۴۔۳۵) میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ○ ﴾

[المعارج : ٣٤۔٣٥]

’’اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے‘‘۔

② نماز کی پابندی حصول رحمت کا ذریعہ ہے۔ سورۂ نور آیت نمبر (۵٦) میں ہے:

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ ﴾

[النور : ٥٦]

’’نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے‘‘۔

③ نماز گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’پانچ نمازیں اور جمعہ کی نماز اگلے جمعہ تک اور رمضان کے روزے اگلے رمضان کے روزوں تک ان (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دیں گے جو ان کے درمیانی عرصہ میں ہوئے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے‘‘۔ [1]

اور متفق علیہ روایت میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا اس (کے بدن) پر کچھ میل کچیل باقی رہ جائے گی؟‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا۔ اس کے (جسم پر) کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اسی طرح پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ ان کے ساتھ گناہوں کو معاف کر

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس (٢٣٣) والترمذي (٢١٤).

دے گا''۔ ①

نماز اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہو پس تم (سجدے کی حالت) میں کثرت کے ساتھ دعا کرو''۔ ②

اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے، یعنی سجدہ بول کر نماز مراد لی گئی ہے۔

نماز اللہ کے ساتھ ہم کلامی و سرگوشی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز (ادا کرنے) کے لیے کھڑا ہو تو وہ اپنے آگے نہ تھوکے اس لیے کہ وہ جب تک نماز میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے''۔ ③

معلوم ہوا جس کے دل میں اللہ کی سچی محبت ہو گی وہ نماز میں ہرگز سستی نہیں کر سکتا، کیونکہ جس سے محبت ہو اس سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے، اور نماز اللہ کے ساتھ سرگوشی، مناجات اور ہم کلامی ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ذریعہ ہے: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا: ''بلا شبہ تم اپنے پروردگار کو (قیامت کے دن) دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم اس کو دیکھنے میں کوئی تنگی نہیں پاؤ گے۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو تم سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز یعنی نماز فجر میں اور اس کے ڈوبنے سے پہلے کی نماز

---

① صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب الصلوات الخمس کفارة (٥٢٨) و صحیح مسلم (٦٦٧).

② صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، رقم: ١٠٨٣.

③ صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب دفن النخاعة فی المسجد، رقم: ٤١٦.

یعنی نمازِ عصر میں ہرگز کوتاہی نہ کرو (یعنی ان دونوں نمازوں کو اپنے وقت پر ضرور ادا کرو)''۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۝ ﴾

جس کا ترجمہ یہ ہے:

> ''اپنے رب کی تسبیح وتحمید سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے بیان کرو''۔

یعنی طلوعِ شمس سے پہلے فجر کی اور غروبِ شمس سے پہلے عصر کی نماز پڑھو۔ ①

نماز جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا ذریعہ ہے: صحیح مسلم میں ہے، حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے رات بھر مستعد رہتا تھا۔ آپ ﷺ کے پاس آپؐ کے وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی اشیاء (مسواک وغیرہ) لاتا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''سوال کرو''۔ میں نے عرض کیا' میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس کے علاوہ (بھی تیرا کوئی سوال) ہے؟'' میں نے کہا' بس یہی سوال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)). ②

''تو تجھے اپنے نفس کے مقابلہ میں زیادہ نوافل ادا کر کے میری مدد کرنا ہوگی''۔

یعنی تو بکثرت سجدے کر کے' نفلی نمازیں ادا کر کے میری معاونت کر' تا کہ میں تیری اس خواہش اور آرزو کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا اور سفارش کر سکوں۔

نماز دل کے سکون اور راحت کا ذریعہ ہے: امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے تھے:

---

① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة الصبح والعصر....

② صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیه (٤٨٩) و ابوداود (١٣٢٠) والبیهقی (٤٨٦/٢).

((اَرِحْنَا یَا بِلَالُ)).①

''بلال اٹھو اذان کہو اور ہمیں راحت پہنچاؤ''۔

لیکن آج لوگوں کو اذان سنتے ہی دردِ سر شروع ہو جاتا ہے، سینے میں گھٹن محسوس ہونے لگتی ہے، اور نماز بارِ گراں نظر آتی ہے۔

نماز دکھوں دردوں اور پریشانیوں کا علاج ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ صَلّٰى.②

''کہ جب نبی ﷺ کو کوئی کام غمناک کر دیتا تو آپ نماز پڑھتے''۔

آج ہم دکھوں، دردوں اور تکلیفوں کا رونا روتے رہتے ہیں لیکن دکھوں دردوں کا یہ نبوی طریقہء علاج اختیار نہیں کرتے۔

نماز بے حیائی، فحاشی وعریانی اور ہر طرح کی برائی سے روکتی ہے۔ اللہ رب العزت سورۃ العنکبوت آیت نمبر (۴۵) میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنكبوت : ٤٥]

''بلاشبہ نماز بے حیائی اور گناہ سے روکتی ہے''۔

اس کی کم از کم شکل یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا دورانِ نماز تو گناہوں، بے حیائیوں اور برائیوں سے بچا ہوتا ہے۔ اور اگر نماز خشوع خضوع کے ساتھ تمام شروط و آداب ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کی جائے تو نماز کے بعد بھی اس کی یہ تاثیر باقی رہتی ہے، اور یہ بات مشاہدے سے بھی ثابت ہے کہ نمازی آدمی بے نماز کی نسبت بہت سارے گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے:

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ.

پابندی نماز کے یہ دس فوائد بطورِ نمونہ بیان کیے گئے ہیں ورنہ نماز کے مزید بہت

---

① سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الصلاة العتمة (٤٩٨٥) صحیح عند الالبانی.

② سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة باب وقت قیام النبی ﷺ باللیل (١٣١٩)، و صحیح ابی داؤد (١/٢٦١).

سارے فوائد ومنافع قرآن وسنت میں مذکور ہیں۔

❸ نماز چھوڑنے کے نقصانات:

① نماز نہ پڑھنا دخول جہنم کا موجب ہے۔ سورۃ المدثر میں رب کائنات ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ○ حَتّٰٓى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ○ ﴾ [المدثر: ٣٩ تا ٤٧]

”مگر دائیں جانب والے جنتوں میں ہوں گے۔ وہ مجرموں سے سوال کریں گے۔ کہ تمہیں کون سی چیز نے (جہنم کے طبقہ) سقر میں داخل کیا۔ تو وہ جواب دیں گے ہم نمازی نہیں تھے۔ ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ ہم کھیلنے والوں کے ساتھ مل کر کھیلا کودا کرتے تھے اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے حتیٰ کہ ہمیں موت آ گئی“۔

غور کیجئے! جہنمی خود دخول جہنم کا سبب یہ بتلائیں گے کہ ہم نمازی نہیں تھے۔

② نماز نہ پڑھنا ہر قسم کی سفارش سے محرومی کا ذریعہ ہے۔ گزشتہ مضمون کے آخر میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ ﴾ [المدثر: ٤٨]

”ان (بے نمازوں) کو کسی قسم کی کوئی سفارش نفع نہیں دے گی“۔

لمحہ فکریہ:

کس قدر خطرناک سزا ہے، کل قیامت کے دن آٹھ قسم کی سفارشیں ہوں گی۔ (امام الانبیاء کی سفارش، عام انبیاء ورسل کی سفارش، شہید کی سفارش، ملائکہ کی سفارش، قرآن کی سفارش، نابالغ بچے کی سفارش وغیرہ) لیکن بے نماز تمام قسم کی سفارشوں سے محروم رہے گا:

﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝﴾ [المدثر: ٤٨]

③ نماز میں فیل ہونے والا تمام عبادات میں فیل تصور کیا جائے گا سنن ابی داوٗد میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا' اگر نماز میں کامیاب ہو گیا تو پھر دوسری عبادات دیکھی جائیں گی اور اگر نماز میں فیل ہو گیا تو اللہ رب العزت فرمائیں گے۔ اس کے باقی اعمال والے رجسٹر بھی بند کر دو یعنی جو نماز میں فیل وہ تمام عبادات میں فیل"۔ [1]

④ عمداً نماز چھوڑنا کفر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ كَفَرَ)). [2]

"جس شخص نے جان بوجھ کر (عمداً ارادۃً قصداً) صرف ایک نماز چھوڑی اس نے کفر کیا"۔

⑤ ایک نماز ضائع کر دینا گھر بار سب کچھ تباہ ہونے کے برابر ہے۔ متفق علیہ روایت ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَّذِىْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهُ وَمَالُهُ)). [3]

"جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو گئی گویا اس کا گھر اور مال تباہ و برباد ہو گیا"۔

لیکن آج بیسیوں اور سینکڑوں نمازیں ضائع کرنے والے بے حس' بے پرواہ اور غافل ہو چکے ہیں' وہ سوچتے ہی نہیں کہ وہ کتنی بڑی تباہی و بربادی مول لے رہے ہیں اور کتنے سارے دنیاوی واُخروی فوائد ومنافع سے محروم ہو رہے ہیں۔

⑥ نماز چھوڑنا تو کجا نماز میں سستی کرنا بھی منافقت ہے' اللہ رب العزت سورۃ النساء آیت نمبر (۱۴۲) میں فرماتے ہیں:

---

[1] سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة (٤٦٦).

[2] جامع الترمذی، کتاب الإيمان، باب ما جاء فی ترك الصلاة (٢٦٢١) و ابن ماجه (١٠٧٩) صحيح.

[3] صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب اثم من فاتته العصر، رقم: ٥٥٢ ومسلم رقم ١٤١٧.

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النسآء: ١٤٢]

”بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور وہ (نماز میں) اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرتے ہیں“۔

اور رب ارض وسماء نے سورۃ الماعون آیت نمبر (۴۔۵) میں فرمایا:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ ﴾ [الماعون: ٤، ٥]

”ان نمازیوں کے لیے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں“۔

اور صحیح مسلم میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ”یہ منافق کی نماز ہے، وہ بیٹھا رہتا ہے، سورج (کے غروب ہونے) کا انتظار کرتا ہے۔ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے (سر کے) دونوں کناروں کے درمیان ہوتا ہے تو منافق (نماز کے لیے) کھڑا ہوتا ہے اور جلدی جلدی چار رکعت ادا کرتا ہے ان میں بہت ہی کم اللہ کا ذکر کرتا ہے“۔[1]

لیکن آج نماز میں یہ سستی لوگوں کا معمول بنا ہوا ہے، بلکہ لوگ مستقل بے نماز ہو کر مسلم، مؤمن، محبِ دین اور محبِ رسول کہلواتے ہیں جبکہ نماز میں سستی اور غفلت بھی منافق کی نشانی اور علامت ہے۔

⑦ نماز میں سستی صدقہ وخیرات کے قبول نہ ہونے کا سبب ہے۔ رب ارض وسماء نے سورۂ توبہ آیت نمبر (۵۴) میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ إِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ ﴾

[التوبة: ٥٤]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالعصر (٦٢٢).

> ''کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے خرچ کرتے ہیں''۔

استغفر اللہ! نماز میں سستی کرنا قبولیتِ صدقات وخیرات کی راہ میں رکاوٹ ہے:

⑧ نماز چھوڑنے سے اسلامی اخوت قائم نہیں رہتی' اللہ رب العزت سورۂ توبہ آیت نمبر (۱۱) میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ ﴾ [التوبة : ۱۱]

> ''اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ دیتے رہیں' تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم تو جاننے والوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کررہے ہیں''۔

معلوم ہوا نماز کی پابندی کے بغیر کوئی شخص اسلامی اخوت میں منسلک نہیں ہوسکتا' اور مسلم معاشرے کا فرد نہیں بن سکتا۔

⑨ نماز چھوڑنے والے کا خطرناک انجام ہوگا' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس شخص نے نماز پر ہمیشگی اختیار نہ کی اس کے لیے (قیامت کے دن) روشنی' دلیل اور نجات نہیں ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا''۔ [1]

اللہ اکبر! لمحہ فکریہ ہے! نماز کتنی ساری خصوصیات والی عبادت ہے' اور نماز کی پابندی کس قدر فوائد ومنافع کی ضامن ہے اور نماز میں سستی اور کوتاہی دنیا وآخرت میں محرومی وسیاہ بختی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پکا سچا باعمل نمازی مسلمان بنائے۔ آمین!

---

[1] مسند أحمد (۱٦۹/۲) والدارمی (۳۰۱/۲) و مجمع البحرين (٥۲۸) حديث صحيح.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عبادات کے فوائد

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات : ٥٦]

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کے لیے بے شمار ان گنت نعمتیں پیدا فرمائی ہیں کہ ساری دنیا کے انسان مل کر ان نعمتوں کو احاطۂ شمار میں نہیں لا سکتے۔ اس مضمون کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں دو دفعہ بیان فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۳۴ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ [ابراهيم : ٣٤]

”اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں پورا گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے“۔

اور سورۃ النحل آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل:١٨]

”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے۔ بیشک اللہ بڑا

بخشنے والا مہربان ہے''۔

یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر، یہ بہتے ہوئے دریا، یہ رخ بدلتی ہوائیں، یہ گردش کرتے ہوئے سورج چاند اور ستارے، یہ بدلتے ہوئے موسم، یہ برستی ہوئی بارشیں، یہ زمین سے نکلتی ہوئی طرح طرح کی پیداوار، یہ زمین پہ پھیلائے گئے قسما قسم کے جانور، یہ قیمتی معدنیات سے بھرے ہوئے پہاڑ، یہ فضاؤں میں اڑتی ہوئی پرندوں کی ڈاریں، یہ لہلہاتے کھیت، یہ سرسبز و شاداب باغات، یہ پھوٹتے ہوئے چشمے اور گرتی ہوئی آبشاریں، یہ سب کچھ انسان کے لیے ہے اور انسان رب کائنات کی عبادت کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ [الذاريات : ٥٦]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے''۔

لمحہ فکریہ:

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان ساری زندگی محو عبادت رہے فرضی و نفلی عبادات بجا لاتا رہے پھر بھی اللہ کی بے شمار نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اللہ ارحم الراحمین کی رحمت دیکھیے! وہ اپنے بندوں کی عبادات کی اتنی زیادہ قدر کرتا ہے کہ مزید نعمتوں، رحمتوں، برکتوں اور بخششوں کی بوچھاڑ کرتا ہے۔

آیئے ذرا جائزہ لیں کہ ہمیں عبادت کے صلے میں کیا کچھ ملنے والا ہے:

① عبادت اللہ کی محبت اور قرب کا ذریعہ ہے:

حدیث قدسی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میرا بندہ کسی طریقے سے میرا اتنا قرب حاصل نہیں کر سکتا جتنا میرے مقرر کردہ فرائض کی ادائیگی سے حاصل کر سکتا ہے، اور اگر وہ (فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ) نوافل کے ذریعے بھی میرا قرب حاصل کرنے لگے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔'' [1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، رقم: ٦٥٠٢.

معلوم ہوا، فرائض سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور نوافل سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

② عبادت جنت میں پیغمبر ﷺ کی رفاقت کا ذریعہ ہے:

حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے رات بھر مستعد رہتا تھا۔ میں آپ ﷺ کے پاس آپ کے وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی اشیاء (مسواک وغیرہ) لاتا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

”سوال کرو“۔

میں نے عرض کیا: میں آپ (ﷺ) سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا اس کے علاوہ (بھی تیرا کوئی سوال) ہے؟“

میں نے کہا، بس یہی سوال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)).[1]

”تو تجھے اپنے نفس کے مقابلہ میں زیادہ نوافل ادا کر کے میری مدد کرنا ہوگی“۔

مطلب یہ ہے کہ زیادہ سجدے کر کے اور زیادہ نوافل ادا کر کے اپنے آپ کو اس اہل بناؤ کہ میں آپ کے حق میں اپنی رفاقت کی سفارش کر سکوں۔

③ عبادت سے گناہ معاف ہوتے ہیں:

رب ارض وسماء سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [هود: ١١٤]

”دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لیے“۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیه (٤٨٩) وابوداؤد (١٣٢٠) والبیهقی (٤٨٢/٢).

معلوم ہوا نیکیاں (عبادتیں) گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”پانچ نمازیں اور جمعہ کی نماز اگلے جمعہ تک اور رمضان کے روزے اگلے رمضان کے روزوں تک ان گناہوں کو مٹا دیں گے جو ان کے درمیانی عرصہ میں ہوئے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے“۔ ①

اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ عبادات سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

④ عبادت سے درجات بلند ہوتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”کیا میں تمہیں ایسی چیز سے خبردار نہ کروں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو محو کر دے گا اور درجات کو بلند کر دے گا“۔

انہوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور بتائیں: آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”مشقت کے اوقات میں مبالغہ آرائی سے وضو کرنا۔ مساجد کی جانب قدموں کا زیادہ اٹھنا اور نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا“۔

پھر آپ ﷺ نے ان تینوں عبادتوں کا ایک مزید فائدہ بتلایا: ”کہ یہ شیطان کے خلاف مورچہ بندی ہے، یہ شیطان کے خلاف مورچہ بندی ہے“۔ ② یعنی ان اعمال سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور انسان شیطان کے حملے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

⑤ عبادت کے لیے فراغت نکالنے سے فقر و فاقہ دور ہوتا ہے:

ابن ماجہ کی روایت ہے، حدیث قدسی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس (۲۳۳) و الترمذی (۲۱٤).

② صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکارہ، رقم: ۵۸۷.

"بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((یَا ابْنَ آدَمَ!)) "اے آدم کے بیٹے!"

((تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِی)). "میری عبادت کے لیے فراغت اختیار کر"۔

((اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدَّ فَقْرَكَ)).

"میں تیرے دل کو غنا سے بھر دوں گا۔ اور تیرے فقر کو ختم کر دوں گا"۔

((وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ)).

"اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تجھے مشاغل میں ڈال دوں گا اور تیری ضرورتوں کو پورا نہیں کروں گا"۔ [1]

اللہ اکبر! آج لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نماز و جمعہ اور دیگر عبادات کے لیے دکان، کارخانہ اور مزدوری بند کریں گے تو ہمارا رزق تنگ ہو جائے گا نفع کم ہو جائے گا، ہم فقیر ہو جائیں گے، لیکن کائنات کا رب اعلان کر رہا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہاری محتاجی دور کر دوں گا اور رزق میں برکت ڈالوں گا۔

⑥ عبادت جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [البقرة: ٢١]

"اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے"۔ (یعنی اسی طریقے سے تم عذاب جہنم سے بچ سکتے ہو)۔

⑦ عبادت سے فرشتوں کی دعا حاصل ہوتی ہے:

بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب آدمی فرض نماز ادا کر کے اپنی جگہ پر ہی بیٹھا رہتا ہے اور ذکر اذکار میں

---

[1] جامع الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق، بابٌ، رقم: ٢٤٦٦ و سنن ابن ماجه، رقم: ٤١٠٧.

مشغول و مصروف رہتا ہے۔ جب تک وہ جگہ تبدیل نہیں کرتا۔ فرشتے اس کے لیے (یوں) مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ)). [1]

''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما''۔

اور سورۃ المومن آیت نمبر (۷) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ [المؤمن : ٧]

''عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس (کے فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لے''۔

معلوم ہوا اللہ کے وہ مؤمن جو فرائض و واجبات میں استقامت اختیار کرتے اور عبادات کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے ہیں ان کے حق میں مقرب فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔

⑧ عبادت سے دل کو قرار اور سکون حاصل ہوتا ہے

سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کئی دفعہ نماز کا وقت، ہوتا تو امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے:

''اے بلال (رضی اللہ عنہ)! اٹھو اذان کہو اور ہمیں راحت پہنچاؤ''۔

مطلب یہ ہے کہ اذان کہو تاکہ ہم نماز ادا کر کے راحت اور سکون حاصل

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلاة المكتوبة فى جماعة الخ، رقم: ١٥٠٦. و صحيح البخاري، رقم: ٦٤٧.

کریں۔ لیکن آج اذان سن کر بعض لوگوں کو سر درد شروع ہو جاتا ہے اور انہیں نماز بوجھ محسوس ہوتی ہے۔

⑨ عبادت پریشانیوں کا حل ہے:

جامع الترمذی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور عبادت پریشانیوں کا علاج ہے۔

⑩ عبادت سے آخرت میں حسن و جمال اور زیور حاصل ہوگا:

بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کے نشانات کی برکت سے چمکتے ہوں گے پس تم میں جو شخص استطاعت رکھتا ہے کہ وہ اپنی سفیدی کو بڑھائے تو وہ ایسا کرے“۔[2]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ)).[3]

”مؤمن جنت میں وہاں تک زیور پہنے ہوگا جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا رہا“۔

سبحان اللہ! عبادت سے یہ کتنی بڑی سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ عبادت کی وجہ سے جنت میں زیور پہنایا جائے گا۔

حقیقت ہے عبادت کے صلے میں ملنے والے اتنے سارے انعامات کے باوجود اگر ہم عبادت نہ کریں تو سوائے محرومی کے کچھ نہیں۔

---

[1] سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة (٣١٩) و صحیح ابی داؤد (١/٢٦١).

[2] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء (١٣٦) و مسلم (٢٤٦).

[3] صحیح مسلم، کتاب الطلهارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء (٢٥٠).

لیکن یاد رکھیے! عبادت کے یہ تمام فوائد تب حاصل ہوں گے جب عبادت قرآن و سنت کے مطابق ہو گی۔ شریعت اسلامیہ میں سب سے اہم ترین عبادت نماز ہے۔ جس کے بارے میں سرور کونین جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ)). [1]

"نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔

یعنی میری سنت اور میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھو۔

اور دین اسلام کا ایک اہم ترین رکن فریضہ حج ہے۔ جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:

((خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ)).

"مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو"۔

معلوم ہوا حج بھی تبھی قبول ہو گا جب قرآن و سنت کے مطابق ہو گا۔

اور ہر عمل صالح اور عبادت کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ عمل قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ ورنہ ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ "کئی بدنصیب لوگ عمل کر کر کے عبادت کر کر کے تھکے ہوں گے"۔ مگر ﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ "بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے"۔ (سورۃ الغاشیہ) کیونکہ ان کی عبادتیں، ان کے اعمال قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہوں گے، بلکہ من گھڑت، خود ساختہ اور نئے ایجاد کردہ ہوں گے۔

اور سورۃ الکہف میں مزید وضاحت موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا﴾ [الكهف : ۱۰۳]

"کہہ دو! کیا ہم تمہیں بتلائیں کہ عملوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والے کون ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی محنت (عبادات و حسنات) قرآن و سنت کے مطابق نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی کے مطابق ہے لیکن وہ اپنی جگہ اس

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم (۶۰۰۸) و مسلم (۳۹۱) و ابوداؤد (۵۸۹).

خوش فہمی میں ہیں کہ ہم اچھے عمل کر رہے ہیں (ایسے لوگ بہت بڑے خسارے میں ہیں)۔"

سورۃ الفرقان میں مزید فرمایا:

﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۳]

"ہم ان کے تمام عملوں کو اڑائی ہوئی گرد و غبار بنا دیں گے"۔

اس لیے ہر عبادت اور عمل صالح کا قرآن وسنت کے مطابق ہونا ضروری ہے ورنہ ساری محنت رائیگاں جائے گی۔

اور آخر میں عبادت کا سادہ مفہوم بھی سمجھ لیں:

عبادت کا مفہوم:

اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور خالق ومالک مانتے ہوئے، کائنات کی ہر چیز میں تصرف کرنے والا تسلیم کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کرنا اور اس کی تعظیم بجالانا عبادت ہے، عبادت کے وسیع مفہوم کے اعتبار سے تو پورا دین اللہ کی عبادت ہے۔ لیکن پورے دین میں سے اہم ترین وہ عبادات ہیں جو ارکانِ اسلام میں سے ہیں (یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ) اور ان تمام عبادات میں سے اہم ترین عبادت نمازِ پنجگانہ ہے جو مسلمان ہونے کی علامت اور پہچان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام عبادات صحیح طور پہ بجالانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نماز میں خشوع و خضوع

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ ﴾

[المؤمنون : ۱۔۲]

گزشتہ خطبہ جمعہ میں نماز کی ابتداء سے لے کر اختتام تک تمام ظاہری افعال و ارکان (رفع الیدین' قیام' ہاتھ باندھنا' رکوع' قومہ' سجدہ' قعدہ' جلسہء استراحت اور تشہد وغیرہ) کا درست اور مسنون طریقہ بیان کیا گیا تھا اور یہ وضاحت کی گئی تھی کہ اس طریقے اور انداز کو اختیار کیے بغیر نماز ''خشوع والی نماز'' نہیں بن سکتی۔ کیونکہ خشوع و خضوع کے لیے تین باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

❶ ظاہری افعال وارکان کی ادائیگی قرآن وسنت کے عین مطابق ہو۔ (اور یہ پہلی بات گزشتہ خطبہ میں بیان کر دی گئی ہے)۔

❷ دل کی کیفیت ونیت درست ہو۔

❸ جس رکن میں جو کچھ زبان سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہی کچھ پڑھا جائے' آج کے خطبہ میں آخری دو باتوں کی وضاحت وتشریح کی جائے گی۔

اخلاصِ نیت:

خشوع والی نماز کے لیے ضروری ہے کہ نیت درست ہو کیونکہ نیت کی درستگی تمام عبادات کے لیے بنیادی شرائط میں سے ہے۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)).[1]

”اعمال کا دارومدار نیتوں کے ساتھ ہے“۔

اور نیت کی درستگی میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

پہلی بات:

دل میں یہ بات موجود ہو کہ وہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے، فرض ہے یا نفل ہے، فجر ہے یا ظہر۔

دوسری بات:

دل میں للّٰہیت ہو۔ یعنی خالصۃً اللہ کو خوش کرنے کے لیے نماز ادا کر رہا ہو۔ اللہ رب العزت سورۂ انعام ۱۶۲۔۱۶۳ آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○﴾ [الأنعام: ۱۶۲۔۱۶۳]

”آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں (اس امت کے) سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں“۔

اور سورۂ الکوثر آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ○﴾ [الکوثر: ۲]

”پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر“۔

تیسری بات:

ریاکاری، نمود و نمائش اور دکھلاوا موجود نہ ہو۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي (۱) و مسلم (۱۹۰۷) و ابوداؤد (۲۲۰۱).

ضروری وضاحت:

ریاکاری کسی کے سامنے عمل کرنے کا نام نہیں، یہ تو دل میں دکھلاوے والے جذبات کا نام ہے۔

چوتھی بات:

دل میں اللہ کی محبت، عظمت، جلال اور بڑائی ہو، اور اپنی بے بسی، عاجزی اور کمزوری کا اعتراف ہو۔

پانچویں بات:

دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی توجہ ہو گویا کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یا کم از کم یہ تصور تو ضرور ہو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مسلم شریف میں ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مختلف سوالوں میں سے ایک سوال نبی ﷺ سے یہ کیا کہ اللہ کے رسول مجھے احسان کے بارے بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا مگر وہ تجھے دیکھ رہا ہے“۔ ①

چھٹی بات:

دل میں اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا ڈر اور خوف بھی ہو اور اللہ کے انعام اور اس کی رحمت کی امید بھی ہو۔ اللہ رب العزت سورۂ سجدہ آیت نمبر ۱۶ میں فرماتے ہیں:

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ ﴾ [السجدة : ١٦]

”ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید

---

① صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الإيمان ماهو و بيان خصاله (٩٧) و بخارى (٥٠) و ابن ماجه (٦٤) (٤٠٤٤).

کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں"۔

بہر حال یہ وہ قلبی ودلی امور ہیں جنہیں نماز اور دیگر عبادات میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لیکن آج ہماری کیفیت کیا ہے۔ کھڑا نماز میں ہے اور دل دکان میں ہے، کھڑا نماز میں ہے اور دل کارخانے میں ہے، کھڑا نماز میں ہے اور دل دنیاوی امور کی محبت میں جکڑا ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ فوائد ومنافع جو نماز ادا کرنے سے حاصل ہوتے ہیں وہ آج ہمیں حاصل نہیں ہوتے۔

خصوصی گزارش:

آج ہماری نیتیں کیسے ٹھیک ہوں آج بہت سارے لوگوں نے نیت کو زبان کا عمل بنا دیا ہے۔ (چار رکعت نماز فرض پیچھے اس امام کے منہ طرف قبلہ شریف کے اللہ اکبر) حالانکہ نیت کا تعلق دل سے ہے۔ زبان سے نیت نہیں ہوتی۔ فقہ کی مشہور کتاب الهدایہ میں بھی لکھا ہے:

((وَالنِّيَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ)). [1]

"نیت دل کے ارادے کا نام ہے"۔

نماز کی کس حالت میں کیا پڑھنا ہے؟

نماز کی ابتداء اللہ اکبر سے ہے، اسے تکبیر اولیٰ یا تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے چالیس دن با جماعت نماز ادا کی اور تکبیر اولیٰ پائی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دیں گے ایک جہنم کی آگ سے آزادی اور دوسری نفاق سے آزادی"۔ [2]

---

[1] الهداية ج ١ ص ٩٥.

[2] جامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی فضل التكبيرة الأولى (٢٤١) و صحيح الجامع الصغير (٦٣٦٥).

غور کیجیے! نماز کی ابتداء میں ہی کس قدر اللہ کی عظمت، جلال، بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہے۔ اور ویسے بھی اس کلمے کی بڑی شان وفضیلت ہے دین اسلام میں بہت سارے انتہائی اہم موقعوں پر یہ کلمہ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے (بلندی پر چڑھتے وقت، نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتے ہوئے، نماز کے بعد، اذان میں، اقامت میں، جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر، جمرات پہ کنکریاں پھینکتے وقت، عیدین کے موقع پر) اور یاد رکھیے نماز کی ابتداء صرف اسی کلمے سے ہے، بعض لوگ پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں پھر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیے یہ طریقہ درست نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کی چابی وضو ہے اور نماز میں (کلام وغیرہ کو) حرام قرار دینے والی تکبیر (تحریمہ) ہے اور (کلام وغیرہ کو) حلال کرنے والا (آخری) سلام ہے“۔ ①

یہ پہلا کلمہ ہے جس سے نماز کی ابتداء ہے، اس سے قبل کوئی کلمہ نہیں۔ نہ بسم اللہ، نہ زبان سے پڑھی جانے والی نیت۔

دعاء استفتاح:

جب اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کریں تو حالتِ قیام میں سب سے پہلے پڑھی جانے والی دعا کو دعاء استفتاح کہتے ہیں۔ اس موقع پہ بہت ساری دعائیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

بخاری ومسلم میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان خاموش رہتے (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان خاموشی میں کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسه من آخر رکعة (٦١٨) و الترمذی (٣).

میں کہتا ہوں:

((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ))[1].

''اے اللہ! میرے اور میری غلطیوں کے درمیان دوری فرما جیسا کہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی' برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال''۔

اور نبی ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ، اَنَابِكَ وَاِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ))[2].

''میں نے خود کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے میں صرف اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کرنے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ما یقول بعد التکبیر (٧٤٤) و مسلم (٥٩٨) و احمد (٢/ ٢٣١).

[2] صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب الدعاء فی صلاة اللیل و قیامه (٧٧١) و ابوداؤد (٧٦٠) والترمذی (٣٤٢١).

والوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز‘ میری عبادت‘ میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں‘ میں نے خود پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو میرے تمام گناہ معاف فرما‘ تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا اور تو مجھے بہترین اخلاق کی رہنمائی عطا کر‘ تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی راہ نمائی نہیں کر سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے دور کر‘ مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا میں حاضر ہوں اور ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے جب کہ (صرف) برائی کی نسبت تیری طرف نہیں کی جا سکتی۔ میری (توفیق) تیرے سہارے ہے‘ میری (التجاء) تیری طرف ہے تو برکت والا اور بلند ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں“۔

نبی ﷺ سے یہ دعا بھی ثابت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے تو (یہ کلمات) کہتے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ)).①

”یا اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں‘ تیرا نام بہت برکت والا ہے‘ اور تیری بزرگی بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے“۔

اور سنن النسائی میں یہ دعا بھی موجود ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز کا آغاز کرتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا پڑھتے:

((إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ

---

① سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك (٧٧٢) والترمذي (٢٤٣) و ابن ماجه (٨٠٦).

لَهٗ، وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ، وَقِنِيْ سَيِّئَ الْاَعْمَالِ، وَسَيِّئَ الْاَخْلَاقِ، لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ)).①

''میری نماز' میرے مراسم عبودیت' میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے اور میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں اور میں پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ! مجھے اچھے اعمال اور اخلاق کی جانب ہدایت فرما' تیرے سوا کوئی اچھے اعمال اور اخلاق کی ہدایت نہیں دیتا اور مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے محفوظ کر تو ہی برے اعمال اور برے اخلاق سے محفوظ کر سکتا ہے''۔

مذکورہ دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا پڑھ لے' یہ سب دعائیں انتہائی جامع دعائیں ہیں یوں سب سے پہلی بیان کردہ دعا سب سے افضل اور بہتر ہے۔

سورۃ الفاتحہ:

دعائے استفتاح کے بعد حالتِ قیام میں قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت (الفاتحہ) پڑھنا ہے (جس کے دس کے قریب نام صحیح احادیث سے ثابت ہیں) اور یہ سورت پڑھنا امام' مقتدی اور منفرد سب پر فرض ہے' اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ بخاری ومسلم میں ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)).②

''جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے''۔

اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز ادا کی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی:

((فَهِيَ خِدَاجٌ)) ۔ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ.③

---

① سنن النسائی، کتاب الصلاة (۲/۱۲۹).

② صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم (۷۵٦).

③ سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الكتاب (۸۲۱).

"تو وہ نماز ناقص ہے"۔

آپ ﷺ نے تین بار کہا (اور فرمایا کہ اس کی) نماز مکمل نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم امام کی اقتداء میں ہوں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اِقْرَءْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ.[1]

(ایسی صورت میں) سورۃ الفاتحہ دل میں (یعنی آہستہ) پڑھ لو۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے اور میں بندے کا سوال پورا کرتا ہوں، جب بندہ:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حَمِدَنِي عَبْدِي کہ میرے بندے نے میری تعریف کی ہے اور جب بندہ:

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِیْ کہ میرے بندے نے میری ثنا کہی، جب بندہ:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ.

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَجَّدَنِيْ عَبْدِي کہ میرے بندے نے میری تعظیم کی، جب بندہ کہتا ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ.

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ، وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ یہ وہ تعلق ہے جو میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے

---

[1] مؤطا امام مالک، کتاب النداء للصلاۃ باب القراءۃ خلف الامام فیما لا یجهر فیه بالقراءۃ (۸۴/۱) و مسلم (۳۹) والترمذی (۲۴۷).

سوال کیا اور جب بندہ کہتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ.

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے کے لیے خاص ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے سوال کیا۔[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم فجر کی نماز نبی ﷺ کی امامت میں ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی لیکن آپ ﷺ پر قراءت خلط ملط ہو گئی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟“ ہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! درست ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم صرف سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیا کرو اس لیے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ کی قراءت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہے“۔

اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”(میں اپنے آپ کو) کہہ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے' قرآن پاک مجھ سے پڑھا نہیں جا رہا پس جب میں اونچی قراءت کروں تو تم سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ بھی قراءت نہ کیا کرو“۔[2]

اہم نکتہ:

جو لوگ نماز میں سورۃ الفاتحہ کے قائل نہیں وہ جتنے دلائل دیتے ہیں ان کی زد میں وہ خود آتے ہیں کیونکہ ان کے تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جب امام پڑھے تو تم

---

[1] صحیح مسلم (٣٩٥) و سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب (٨٢١) والترمذی (٢٤٧).

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بأم الکتاب (٣١١).
شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ضعیف ترمذی (٤٩) ضعیف الجامع الصغیر (٢٠٨٢).
امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے اور اسی طرح احمد شاکر نے صحیح کہا ہے۔ شرح الترمذی (١١٧/٢)۔

خاموش رہو"۔ اور وہ خود خاموش نہیں رہتے۔ امام قرآن پڑھ رہا ہے وہ پیچھے نیت پڑھتے ہیں، دعاء استفتاح پڑھتے ہیں۔ امام نماز فجر پڑھا رہا ہو اور نماز فجر میں قرآن کی تلاوت کر رہا ہو یہ پیچھے فجر کی سنتیں پڑھتے جاتے ہیں۔ کیا صرف فاتحہ سے ہی دشمنی ہے؟ بہرحال سورۃ الفاتحہ کے بغیر کسی قسم کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔

سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر آمین کہنے کی بڑی فضیلت ہے:

بخاری ومسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا، فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).[1]

"جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، بلاشبہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگی تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔

ترمذی وابوداؤد والدارمی اور ابن ماجہ میں بھی ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بعد اونچی آواز کے ساتھ آمین کہی۔[2]

اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا قَالَ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ، يُجِبْكُمُ اللّٰهُ)).[3]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل التأمين (٦٤٠٢) و مسلم (٤١٠) و ابوداؤد (٩٣٦) والترمذی (٢٥٠) والحمیدی (٩٣٣).

[2] جامع الترمذی كتاب مواقیت الصلاة باب ما جاء فی التأمین رقم ٢٤٨ و سنن ابی داؤد رقم ٩٣٢ النسائی رقم ٨٧٩.

[3] صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب التسبیح والتحمید والتأمین (٦٢٠) و بخاری (٧٨٢).

"جب تم نماز (ادا کرنے) کا ارادہ کرو تو اپنی صفوں کو برابر کرو پھر تم میں سے ایک شخص امامت کرائے جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا"۔

سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی سورت تلاوت کریں' ہاں باجماعت نماز میں مقتدی صرف سورۃ الفاتحہ پڑھے۔ جس طرح کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے۔

وہ سورتیں جن کی تلاوت بعض نمازوں میں مسنون ہے:

حضرت سلیمان بن یسار' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا' میں نے کسی شخص کی امامت میں نماز ادا نہیں کی جو زیادہ مشابہ ہو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے فلاں شخص سے سلیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی امامت میں نماز ادا کی۔ وہ ظہر کی پہلی دو رکعت (میں قراءت) لمبی کرتا تھا اور آخری دو رکعت میں تخفیف کرتا تھا نیز عصر (کی نماز کی قراءت) میں تخفیف کرتا تھا اور مغرب کی نماز میں قصارِ مفصل اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل تلاوت کرتا تھا اور صبح کی نماز میں طوال مفصل تلاوت کرتا تھا۔ سورۂ حجرات سے بروج تک طوال مفصل ہیں' بروج سے البینۃ تک اوساط مفصل اور البینۃ سے والناس تک قصار مفصل ہیں۔ [1]

اور متفق علیہ حدیث ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں "الم تنزیل" پہلی رکعت میں اور "هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ" دوسری رکعت میں تلاوت فرماتے تھے۔ [2]

صحیح مسلم میں ہے' حضرت عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا۔ مروان مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ انہوں نے پہلی رکعت میں "سورۃ الجمعۃ" اور

---

[1] سنن النسائی، کتاب الاستفتاح باب القرأة فی المغرب بقصار المفصل رقم ۹۸۳.

[2] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة (۸۹۱) و مسلم (۸۸۰).

دوسری میں "اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ" تلاوت کی اور بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ جمعہ کے دن نماز میں ان (دونوں) سورتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔ [۱]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعۃ المبارک (کی دونوں رکعت) میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" اور "هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" تلاوت فرماتے تھے۔ نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ایک ہی دن میں عید اور جمعہ (دونوں) اکٹھے ہو جاتے تو دونوں نمازوں میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔ [۲]

اور مسلم شریف ہی کی دوسری حدیث ہے۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر (کی دونوں رکعت) میں کون سی (سورت) تلاوت کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، آپ ﷺ ان میں "قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ" اور "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ" تلاوت فرماتے تھے۔ [۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں (یعنی سنتوں) میں "قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" تلاوت فرماتے تھے۔ [۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعت میں "قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا" اور وہ آیت جو سورۂ آل عمران میں ہے "قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" کی تلاوت فرماتے تھے۔ [۵]

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعه (٨٧٨) و ابوداؤد (١٠٧٤) والترمذی (٥٢٠).

[۲] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة (٨٧٨) و ابوداؤد (١١٢٢) والترمذی (٥٣٣).

[۳] مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب ما یقرأ فی صلاة العیدین (٨٩١) و ابوداؤد (١١٥٤) والترمذی (٥٣٢) و ابن ماجه (١٢٨٢).

[۴] صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب استحباب رکعتی الفجر.... (٧٢٥) و بخاری (١٩٧) و ابودلؤد (١٢٥٥).

[۵] صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین باب استحباب رکعتی سنة الفجر رقم: ١٦٩٢.

رکوع کی دُعائیں:

پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کریں، اور رکوع میں مسنون دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لیں۔ پہلی دعا جو بخاری ومسلم میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ رکوع اور سجود میں کثرت کے ساتھ یہ دعا پڑھتے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ))۔ ①

"اے اللہ! ہمارے رب! تو پاک ہے، ہم تیری تعریف کرتے ہیں، اے اللہ مجھے معاف فرما"۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہتی ہیں کہ نبی ﷺ رکوع اور سجود میں یہ کلمات کہتے:

((سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحُ))۔ ②

"پاک ہے، پاک ہے فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کا رب"۔

تیسری حدیث یہ بھی مسلم شریف کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! مجھے رکوع وسجود میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے روکا گیا ہے۔ تم رکوع میں اللہ کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں مبالغہ آرائی کے ساتھ دعا کرو، اس طرح بہت امید ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ ③

چوتھی حدیث سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، اور دارمی کے حوالے سے عرض کرتا ہوں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ آیت نازل

---

① صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب التسبیح والدعاء فی السجود (٨١٧) و مسلم (٤٨٤) و ابوداؤد (٤٧٧).

② صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود (٤٨٧) و ابوداؤد (٨٧٢) و احمد (٦/٣٤).

③ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن قرائۃ القرآن فی الرکوع والسجود (٤٧٩) و ابوداؤد (٨٧٦).

ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو اپنے رکوع میں کہا کرو''۔ اور جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو اپنے سجدے میں کہو''۔ یعنی رکوع میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ'' اور سجدے میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى'' کہا کرو۔ ①

پانچویں حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے رکوع میں یہ کلمات کہے ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ'' اور سجدے میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى'' کہتے تھے۔ ②

چھٹی حدیث: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات قیام کیا جب آپ ﷺ نے رکوع کیا تو سورۂ بقرہ کے (پڑھنے کی) بقدر ٹھہرے رہے اور اپنے رکوع میں کہتے:

((سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ)).

''پاک ہے وہ ذات جو غالب ہے، بادشاہی والی ہے، کبریائی اور عظمت والی ہے''۔ ③

مذکورہ دعاؤں کے علاوہ بھی کئی دعائیں کتبِ حدیث میں مذکور ہیں ہمیں یہ دعائیں اچھی طرح یاد کرنی چاہئیں۔

قومہ کی دعائیں:

پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو۔ اور سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے، اور اس کے بعد کئی دعائیں رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔

---

① سنن أبي داؤد كتاب الصلاة باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده رقم ٨٦٩.

② صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل (٧٧٢) والترمذي (٢٦٢) و احمد (٣٨٢/٥).

③ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده (٨٧٣) و احمد (٢٤/٦) و نسائي (١٩١/٢).

مسلم شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اپنی کمر اٹھاتے تو کہتے:

((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ..... الخ)).[1]

"اللہ نے اس شخص کی بات کو سن لیا جس نے اس کی حمد وثنا کی اے اللہ! ہمارے پروردگار تیرے لیے آسمانوں اور زمین اور اس کے بعد جس چیز کو تو چاہے بھرنے کے (بقدر) حمد وثنا ہے"۔

صحیح مسلم میں ہی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)).[2]

"اے اللہ! تیرے لیے زمین اور آسمان اور اس کے بعد جس چیز کو تو چاہے بھرنے کے برابر تعریف ہے اے حمد وثنا کے مستحق اور عظمت والے! تو زیادہ حق دار ہے اس (تعریف) کا جو بندے نے کی ہے ہم سب تیرے بندے ہیں۔ اے اللہ! جس کو تو عطا کر دے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور تیرے عذاب سے کسی دولت مند کی دولت اسے فائدہ نہیں دے گی"۔

صحیح بخاری شریف میں یہ دعا بھی درج ہے۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول اذا رفع رأسه من الركوع (٤٨٧) والنسائى (١٠٦١).

[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول اذا رفع رأسه من الركوع (٤٨٧).

ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو آپ ﷺ نے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا۔ آپ ﷺ کے پیچھے سے ایک شخص نے کہا: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ. جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ''ابھی ابھی کلام کرنے والا کون تھا؟'' رفاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تیس کے لگ بھگ فرشتوں کو دیکھا وہ (ایک دوسرے سے) سبقت لے جا رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے تحریر میں لاتا ہے''۔[1]

غور کیجئے! کس قدر جامع دعائیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد قومے میں پڑھا کرتے تھے لیکن آج کتنے ہی نمازی ہیں جو رکوع کے بعد کی یہ دعائیں قطعاً نہیں پڑھتے' بلکہ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے بھی نہیں ہوتے اور سجدے میں جا گرتے ہیں۔

سجدے کی دُعائیں:

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں گرے اور رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی دعائیں پڑھے۔ رکوع کی تمام دعائیں (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے علاوہ) سجدے میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ اور ان کے علاوہ سجدے کی مزید دعائیں بھی ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سجدے میں یہ کلمات کہتے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ وَاَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ وَسِرَّہٗ)).

''اے اللہ! میرے تمام گناہ صغیرہ' کبیرہ' پہلے' پچھلے' ظاہر اور در پردہ سب گناہوں کو معاف فرما''۔[2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللّٰھم ربنا لک الحمد (۷۹۹) و ابوداود (۷۷۰).

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود (۴۸۳) وابوداود (۸۷۸).

اور مسلم شریف میں یہ دعا بھی موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات بستر سے گم پایا (میں نے اپنے ہاتھ کے ساتھ) آپ کو ٹٹولنا شروع کر دیا چنانچہ میرا ہاتھ آپ کے قدموں کے اندر والے حصے پر لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ یہ دعا کر رہے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَا فَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ)).①

”اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ پکڑتا ہوں، اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے تیری ہی پناہ طلب کرتا ہوں، میں تیری حمد وثناء کی طاقت نہیں رکھتا تو اس طرح ہے جیسا کہ تو نے آپ اپنی حمد وثنا کی ہے“۔

دو سجدوں کے درمیان قعدے کی دعائیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ کلمات کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ)).②

”اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت عطا کر، مجھے عافیت عطا کر اور مجھے رزق عطا فرما“۔

اور سنن نسائی، دارمی کی روایت ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

① صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود (٤٨٦) و ابوداؤد (٨٧٩) وابن ماجہ (٣٨٤١).

② سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بین السجدتین (٨٥٠) وابن ماجہ (٨٩٨) حدیث حسن.

نبی ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" کے کلمات کہتے، جس کا ترجمہ ہے:

"اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے"۔①

آج اکثر نمازی دو سجدوں کے درمیان دعا نہیں پڑھتے، بلکہ دعا پڑھنا تو کجا سیدھے بیٹھتے بھی نہیں اور دوسرے سجدے میں جا گرتے ہیں۔ جبکہ (گزشتہ جمعہ میں بیان کیا تھا) یہ نماز کی چوری ہے جسے بدترین چوری کہا گیا ہے۔②

تشہد:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی تو ہم نے کہا، اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو جبرائیل علیہ السلام پر سلام ہو۔ میکائیل علیہ السلام پر سلام ہو۔ فلاں پر سلام ہو۔ جب نبی ﷺ (نماز سے) فارغ ہوئے تو آپ ﷺ ہماری جانب متوجہ ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "تم (یہ) نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو اس لیے کہ اللہ خود سلام ہے (البتہ) جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو وہ التحیات کے کلمات آخر تک کہے:

((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)).③

جس کا ترجمہ ہے: "تمام تعظیمات اللہ کے لیے ہیں۔ عبادات اور تمام عمدہ کام اسی کے لیے ہیں۔ اے پیغمبر ﷺ! آپ ﷺ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو، (نمازی جب یہ

---

① سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعه و سجوده (٧٧٤) و صحیح ابی داؤد (٧٧٧).

② مسند احمد ٥/٣١٠ رقم ٢٣٠١٩ و صحیح ابن خزیمه رقم ٦٦٣.

③ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب التشهد فی الآخرة (٨٣١) و ابوداؤد (٩٦٨) والترمذی (٢٨٩) و ابن ماجه (٨٩٩) والدارمی (١/٣٠٨) و ابو عوانه (٢/٢٩٩).

کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندے کو پہنچے گا) میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

بعدازاں اپنی پسندیدہ دعا مانگے۔

وضاحت:

سلام کا معنی چونکہ سلامتی ہے اور "السلام" اللہ کے ناموں میں سے ایک ہے اس لیے السّلام عَلَی اللّٰہ کہنے سے منع کر دیا گیا۔ اس لیے کہ وہ تو خود سلامتی عطا کرنے والا ہے اور ہم اس کے لیے سلامتی کی دعا کریں درست معلوم نہیں ہوتا۔ (واللہ اعلم)

اَلتَّحِیَّاتُ: سے مقصود قولی عبادات اور
وَالصَّلَوَاتُ: سے مقصود بدنی عبادات ہیں۔
وَالطَّیِّبَاتُ: سے مقصود مالی عبادات ہیں۔

اور جب آخری تشہد میں ہو، تو ان کلمات کے بعد درود ابراہیمی پڑھیں۔

بخاری، مسلم میں ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے کہا کیا میں آپ کو ایک ہدیہ نہ دوں جس کو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، میں نے عرض کیا، ضرور! مجھے ہدیہ عطا فرمائیں۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ اہل بیت پر کیسے درود بھیجیں؟ کیونکہ آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کی تعلیم تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "تم درود اس طرح پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)). ①

---

① صحيح البخاری، كتاب احاديث الانبياء، بابٌ (۳۳۷۰).

"اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما' جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل کی ہیں' بلاشبہ تو حمد وثنا کے لائق اور عظمت والا ہے۔ اے اللہ! محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل کی ہیں' بلاشبہ تو حمد وثنا کے لائق اور عظمت والا ہے"۔

بخاری و مسلم کی ہی دوسری حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم درود (اس طرح) پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)).①

"اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر رحمتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمتیں نازل کی ہیں اور محمد ﷺ اور آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل کی ہے' بلاشبہ تو حمد وثنا کے لائق اور عظمت والا ہے"۔

درود کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا)).②

"جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔

---

① صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب هل يصلى على غير النبی (٦٣٦٠) و مسلم (٤٠٧) و ابوداؤد (٩٧٩) و احمد (٤٢٤/٥).

② صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبی ﷺ بعد التشهد (٤٠٨) و ابوداؤد (١٥٣٠).

اور سنن نسائی کے حوالے سے اس طرح درج ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہوتے ہیں“۔ [1]

درود ابراہیمی علیہ السلام کے بعد مختلف قسم کی مسنون دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لیں، وہ مسنون دعائیں یہ ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسی دعا سکھلائیں جو میں اپنی نماز میں مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کہہ:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْراً، وَ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)). [2]

”اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا، مجھے اپنے فضل سے مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحمت کر۔ بے شک تو معاف کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے“۔

اور بخاری و مسلم کی ہی حدیث میں درود ابراہیمی علیہ السلام کے بعد یہ دعا پڑھنی بھی ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (تشہد کے بعد یہ) دعا مانگتے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ. اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَ الْمَغْرَمِ)). [3]

---

[1] سنن النسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ (۱۲۹۷) و صحیح الجامع الصغیر (٦٣٥٩).

[2] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء قبل السلام (٨٣٤) و مسلم (٢٧٠٥).

[3] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء قبل السلام (٨٣٢) و مسلم (٥٨٩) و ابوداؤد (٨٨٠) والترمذی (٨٨٠) والترمذی (٣٤٩٥) والنسائی (٥٦/٣).

> ”اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں گناہ اور مقروض ہونے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں“۔

پھر دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہیں۔

حقیقت ہے نماز کی ابتداء سے لے کر اختتام تک ہر حالت میں کیسی جامع دعائیں سکھلائیں گئی ہیں، ایک نماز پڑھنے والا صرف ایک نماز میں کتنی خیر و برکت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، اور اگر ہمیں ان تمام دعاؤں کا ترجمہ آتا ہو تو نماز کا انداز ہی بدل جائے۔ پھر نماز میں سکون اور دل کو راحت محسوس ہوگی اور آنکھوں سے اللہ کے خوف اور ڈر سے آنسو بہیں گے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نماز کی ادائیگی کا طریقہ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ ﴾

[المؤمنون : ۱۔۲]

آج ہمارے معاشرے میں ایک طرف تو بہت سارے لوگ بے نماز ہیں جو نماز پڑھتے ہی نہیں، اور دوسری طرف بہت بڑی تعداد ان نمازیوں کی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، نماز کے لیے دکان، فیکٹری، کارخانہ، گھربار اور مزدوری چھوڑ کر مسجد میں آتے ہیں لیکن وہ نماز کی ادائیگی قرآن وسنت کے مطابق نہیں کرتے۔ حالانکہ نماز کی قبولیت کی شرائط میں سے ہے کہ نماز قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے عملی نمونے اور قولی ہدایات کے عین موافق ہو۔ قرآن کریم میں نماز کے لیے: أَقِيْمُوْا، أَقَامُوْا، يُقِيْمُوْنَ اور مُقِيْمِيْنَ جیسے الفاظ بولے گئے ہیں، ان الفاظ کا مطلب یہی ہے کہ نماز کی تمام شروط، آداب اور حقوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے پابندی سے نماز ادا کرو یعنی وقت بھی درست ہو۔ جماعت کا بھی اہتمام ہو، ظاہری ارکان (قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ) بھی سنت کے مطابق ہوں اور دل خشیت الٰہی اور اخلاص وللّٰہیت سے پر ہو جب یہ تمام شروط اور آداب ملحوظ رکھتے ہوئے نماز ادا کی جائے گی تو وہ نماز خشوع والی نماز ہوگی، جس کے بارے میں رب کائنات ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ○ ﴾

[المؤمنون : ۱۔۲]

"مؤمن فلاح پا گئے، جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں"۔

اور جو لوگ ان آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے انہیں سخت وعید سنائی گئی ہے، مثلاً: ارکانِ نماز میں کوتاہی کرنے والے اور برق رفتاری سے نماز ادا کرنے والے کے متعلق ناطق وحی ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جب کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز ادا کی۔ بعدازاں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے السلام علیکم کہا، رسول اللہ ﷺ نے (جواب میں) وعلیکم السلام کہا (اور فرمایا):

((ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)).

"واپس جاؤ اور نماز ادا کرو، تم نے نماز ادا نہیں کی"۔

وہ واپس گیا اور اس نے نماز ادا کی۔ بعدازاں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا، رسول اللہ ﷺ نے (جواب میں) وعلیکم السلام کہا (اور فرمایا):

((ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)).

"واپس جاؤ اور نماز ادا کرو، تم نے نماز ادا نہیں کی"۔

چنانچہ اس شخص نے تیسری دفعہ یا اس کے بعد (چوتھی مرتبہ) عرض کیا:

عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ اللهِ!

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نماز ادا کرنے کی تعلیم دیں"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب تیرا ارادہ نماز ادا کرنے کا ہو تو ٹھیک ٹھیک وضو کر پھر قبلہ رخ کھڑا ہو اور اللہ اکبر کہہ۔ پھر جس قدر قرآنِ پاک کی آسانی سے تلاوت ہو سکے تلاوت کر۔ پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کر پھر رکوع سے سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جا پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے

بیٹھ جا پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدہ سے سر اٹھا اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جا“۔ [1]

اور ایک روایت میں ہے کہ

”پھر سیدھا کھڑا ہو جا پھر اسی طرح اپنی تمام نماز میں کر“۔ [2]

اور صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے‘ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”یہ منافق کی نماز ہے‘ وہ بیٹھا رہتا ہے‘ سورج (کے غروب ہونے) کا انتظار کرتا ہے۔ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے (سر کے) دونوں کناروں کے درمیان ہوتا ہے تو منافق (نماز کے لیے) کھڑا ہوتا ہے اور جلدی جلدی چار رکعت ادا کرتا ہے ان میں بہت ہی کم اللہ کا ذکر کرتا ہے“۔ [3]

رکوع وسجود درست نہ کرنے والے کے متعلق امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمام لوگوں سے بہت برا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے“۔

انہوں نے عرض کیا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ؟ قَالَ: ((لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا)). [4]

اے اللہ کے رسول! نماز کی چوری کیسے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ رکوع وسجود کو پورا ادا نہیں کرتا“۔

حضرت طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب امر النبي ﷺ الذي لا يتم ركوعه ما لا عادة (٧٩٣).

[2] صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب من ردّ فقال عليك السلام (٦٢٥١) (٧٥٧).

[3] صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالعصر (٦٢٢).

[4] الموطا لامام مالك، الصلاة، باب العمل في جامع الصلاة (١/١٦٧) و احمد (٥/٣١٠).

كتاب و سنت كى روشنى ميں لكھى جانے والى اردو اسلامى كتب كا سب سے بڑا مفت مركز

"اللہ عزوجل اس بندے کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو نماز کے رکوع اور سجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں کرتا"۔ [1]

اور آپ ﷺ بکثرت فرمایا کرتے تھے:

((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)). [2]

"لوگو! اس طرح نماز پڑھا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔

لیکن آج ہم دنیاوی کام تو چند سالوں، چند مہینوں، چند ہفتوں اور چند دنوں میں اچھی طرح سیکھ لیتے ہیں لیکن سالہا سال سے نمازیں پڑھنے کے باوجود ہماری نمازیں درست نہیں ہوتیں۔ اس لیے آج کے خطبہ میں نماز کے ظاہری ارکان و افعال کا درست طریقہ اور مسنون انداز بیان کیا جائے گا تاکہ ہماری نمازیں قرآن وسنت کے مطابق اور بارگاہ الٰہی میں مقبول و منظور ہوں۔

رفع الیدین:

نماز میں سب سے پہلا عمل رفع الیدین ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔ یہ ایک عظیم الشان عمل ہے جس کا مقصد اللہ کی تعظیم بجالانا ہے (جس طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے) اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ (طبعی حالت میں) اپنے دونوں کندھوں یا کانوں کے برابر اٹھائے جائیں۔ جس طرح صحیحین وغیرہ کی بہت ساری احادیث میں وضاحت موجود ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب نماز کا آغاز کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے۔ اور سجدے میں (جاتے ہوئے) اس طرح نہیں کرتے تھے۔ [3]

---

[1] مسند احمد (٢٢/٤) رقم ١٦٣٩٢.

[2] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس و البھائم (٦٠٠٨) و مسلم (٣٩١) و ابوداؤد (٥٨٩).

[3] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین اذا کبر ... (٧٣٧) و مسلم (٣٩٠).

صحیح بخاری میں ہے، حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس عمل کو نبی ﷺ تک مرفوع ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اسی طرح کرتے تھے (یعنی رفع یدین کرتے تھے) اور ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ ہاتھوں کو کانوں کی لو کے برابر اٹھاتے۔[2]

لیکن آج بہت سارے لوگ رفع الیدین درست نہیں کرتے۔ بعض لوگ کندھوں سے بھی نیچے محض جھٹکا اور اشارہ کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ مبالغہ کرتے ہوئے انگوٹھے کانوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ رفع الیدین میں کانوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ یہ تمام طریقے غلط ہیں۔ درست طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اطمینان کے ساتھ کندھوں یا کانوں کے برابر اٹھائے جائیں۔

نماز میں رفع الیدین کے چار مقامات ہیں:

پہلا مقام: نماز کی ابتداء کرتے وقت۔

دوسرا مقام: رکوع سے پہلے (یعنی رکوع جاتے وقت)۔

تیسرا مقام: رکوع سے سر اٹھانے کے بعد۔

چوتھا مقام: تیسری رکعت کی ابتداء کرتے وقت۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین (٧٣٩) و ابوداؤد (٧٤١) و احمد (٤/١٠٠).

[2] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین اذا کبر .... (٧٣٧) و مسلم (٣٩١) و احمد (٣/٣٤٦).

یہ چاروں مقامات بے شمار احادیث سے ثابت ہیں' حتیٰ کہ بعض محققین اور محدثین نے رفع الیدین کی تین سو کے قریب احادیث جمع کی ہیں۔

بعض لوگ صرف پہلے مقام پر رفع الیدین کرتے ہیں اور باقی تین مقامات میں رفع الیدین نہیں کرتے اور اس کی بڑی مخالفت کرتے ہیں اور ان تین مقامات پہ رفع الیدین کرنے کو انتہائی بری چیزوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں لیکن یاد رکھیے وہ رفع الیدین کے متعلق جو بھی اعتراض کریں گے خود اس کی زد میں آئیں گے۔

اگر وہ کہیں کہ رفع الیدین خشوع کے منافی ہے تو ہم مؤدبانہ گزارش کریں گے کہ جناب آپ خود نماز کی ابتداء ایسے عمل سے کیوں کرتے ہیں جو خشوع کے منافی ہے؟

اگر وہ کہیں: کہ رفع الیدین بت گرانے کے لیے تھا بعد میں منسوخ کر دیا گیا' تو ہم ادب کے ساتھ عرض کریں گے کہ جناب آپ لوگ خود نماز کی ابتداء میں یہ عمل کر کے بت گرا رہے ہیں؟

اگر وہ کہیں: کہ رفع الیدین سرکش گھوڑوں کی طرح دم ہلانا ہے تو ہم عرض کریں گے کہ جناب آپ لوگ خود نماز کی ابتداء میں قنوت وتر میں اور تکبیرات عیدین میں یہ دم کیوں ہلاتے ہیں۔

اگر وہ کہیں: کہ رفع الیدین (معاذ اللہ) مکھیاں جھلنا ہے تو ہم احتراماً گزارش کریں گے کہ آپ لوگ خود نماز کی ابتداء میں' قنوت وتر میں اور تکبیرات عیدین میں مکھیاں کیوں جھلتے ہیں؟

غرضیکہ ان کا رفع الیدین کے خلاف ہر اعتراض ان کی طرف ہی لوٹ کر جائے گا۔ یاد رکھیئے! رفع الیدین نہ خشوع کے منافی ہے۔ نہ بت گرانے کے لیے ہے۔ نہ دم ہلانے کی طرح ہے۔ نہ مکھیاں جھلنا ہے۔ بلکہ یہ تو میرے پیغمبر کی پیاری سنت ہے اس لیے سنت کے متعلق ایسی باتیں کرنا ایک کلمہ گو مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

قیام:

یہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے ہو کر تعظیم بجالانے کا زبردست اظہار ہے۔

قیام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سر قدرے جھکا ہوا ہو۔ اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ' یا کلائی یا بازو پر رکھا ہو (تینوں طریقے درست ہیں) مرد و زن دونوں کے لیے ہاتھ سینے پر باندھنا ہی شرعاً' عقلاً اور مشاہدۃً بہتر اور عمدہ ہے۔ یہی طریقہ صحیح ابن خزیمہ میں صراحۃً اور صحیح البخاری و صحیح مسلم میں اشارۃً مذکور ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا جاتا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے۔ [1]

رکوع:

یہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عاجزانہ طور پہ جھکنے کا نام ہے یہ بھی ارکان نماز میں ایک اہم رکن ہے۔ جس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کمر برابر جھکائی ہو۔ سر نہ نیچے لٹکا ہو نہ اوپر کو اٹھا ہوا ہو' دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر گھٹنوں کو مضبوطی سے تھاما ہو۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”کسی شخص کی نماز صحیح نہیں جب تک کہ وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو برابر نہیں کرتا“۔ [2]

یہ رکوع اس قدر اہم رکن ہے کہ قرآنِ مجید میں بہت سارے مقامات پہ پوری نماز پر لفظ رکوع بولا گیا ہے۔

اللہ رب العزت سورۃ البقرہ آیت ۴۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ﴾[البقرة: ٤٣]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وضع الیمنی علی الیسری (٧٤٠) و احمد (٣٣٦/٥).

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب صلاة من لا یقیم صلبه.... (٨٥٥) صحیح.
و ابن ماجه (٨٧٠).

''اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔

اور سورۃ المرسلات آیت نمبر ۴۸ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ ﴾ [المرسلات:٤٨]

''ان سے جب کہا جاتا ہے کہ رکوع کر لو تو نہیں کرتے''۔

قومہ:

رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہونے کو قومہ یا رفع من الرکوع کہتے ہیں۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انسان بڑے اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو۔ دونوں ہاتھ اور تمام اعضاء بدن اپنی طبعی حالت پر ہوں یہ بھی اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر تعظیم بجا لانا ہے۔

سجدہ:

قومے کے بعد اس انداز میں سجدے میں گرنا ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے زمین پر لگیں۔ سجدے میں گرنے کی یہ کیفیت قرآن کریم سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۷ میں اشارۃً اور کتب حدیث میں صراحۃً مذکور ہے' اور اسی انداز میں اظہارِ عاجزی زیادہ ہے رب کائنات اعلان فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ ﴾ [بنی اسرائیل : ١٠٧]

''کہہ دیجئے! تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ' جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں''۔

پھر سجدے کی کیفیت یہ ہے کہ سات اعضاء زمین پر لگے ہوں۔ دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے' دونوں پاؤں اور ناک و پیشانی۔ دونوں ہاتھوں کی کیفیت یہ ہو کہ انگلیاں آپس میں ملی ہوں اور سر دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو' کمر اوپر کو اٹھا رکھی ہو' پاؤں کی انگلیاں دبا کر قبلہ رخ کی جائیں۔ بازو زمین پر بچھے نہ ہوں اور پیٹ کو رانوں پر نہ رکھا ہو بلکہ رانوں

سے اوپر اور جدا ہو نیز دونوں پاؤں آپس میں ملے ہوں۔

متفق علیہ روایت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے''۔

پیشانی، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کے کنارے نیز (فرمایا:)

> ''ہم کپڑوں اور بالوں کو بند نہ کریں''۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''سجدے میں اعتدال اختیار کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بازوؤں کو کتے کے پھیلانے کی طرح نہ پھیلائے''۔ [2]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جب آپ سجدہ کریں تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھیں اور اپنی کہنیوں کو (زمین سے) اٹھا کر رکھیں''۔ [3]

مرد و زن دونوں کا سجدہ ایک ہی طرح ہے، عورت کا زمین کے ساتھ چپک کر سجدہ کرنا قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔

قعدہ:

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا جائے اور دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے اور بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھا جائے، اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے جائیں۔

---

[1] بخاری و مسلم، کتاب الصلاة، باب أعضاء السجود والنهی عن كفّ الشعر (٤٩١) و ابوداؤد (٨٩١).

[2] صحیح البخاری، کتاب الاذان (٨٢٢) و مسلم (٤٩٣).

[3] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الاعتدال فی السجود (٤٩٤) و ابن خزیمة (٦٥٦).

جلسۂ استراحت:

پہلی اور دوسری رکعت سے اٹھتے وقت اطمینان سے بیٹھ کر اٹھا جاتا ہے اسے جلسۂ استراحت کہتے ہیں۔ سجدے سے پاؤں کے اگلے سروں پر سیدھا اٹھ کھڑا ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ بیٹھ کر اٹھنا اور دونوں ہاتھوں پر سہارا لے کر اٹھنا مسنون اور درست ہے۔

تشہد:

پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ قعدہ والا ہی ہے' لیکن دوسرے تشہد میں بائیں سرین کو زمین پہ رکھنا اور دونوں پاؤں دائیں جانب سے باہر نکالنا مسنون عمل ہے اسے تورک کہتے ہیں۔ اور دونوں تشہدوں میں دائیں ہاتھ سے ترپن کی گرہ بنائیں یا دو انگلیاں بند کر کے درمیان والی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنائیں' اور سبابہ (شہادت کی انگلی) سے دونوں تشہدوں میں وقتاً فوقتاً اشارہ کرتے رہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور ترپن (ہندسے) کی گرہ بناتے اور انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کرتے۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھتے اور (دائیں ہاتھ) کی وہ انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ کی ہے اس کو اٹھا کر رکھتے' اس کے ساتھ اشارہ کرتے لیکن بائیں ہتھیلی بائیں گھٹنے پر رکھتے' اس کو اس پر پھیلا کر رکھتے۔[2]

سلام پھیرنا:

پہلے دائیں طرف سلام پھیریں' اور سلام پھیرتے وقت چہرہ اس قدر موڑیں کہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب صفة الجلوس فی الصلاۃ (۹۱۳) و احمد (۲/۶۵)۔

[2] صحیح مسلم ایضًا (۹۱۳) والبیہقی (۲/۱۳۰)۔

پیچھے والوں کو رخسار نظر آئے پھر اسی طرح بائیں جانب سلام پھیریں۔ سلام پھیرتے وقت دائیں یا بائیں کندھے کو دیکھنا اور دائیں بائیں ہاتھ سے اشارہ کرنا ممنوع اور غیر مسنون ہے۔

نگاہ ونظر:

پوری نماز میں نگاہ سجدہ والی جگہ پر رکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے (مخاطب ہو کر) فرمایا:

"اے انس! تو اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھ"۔ [1]

نماز میں دائیں یا بائیں مڑنا انتہائی خطرناک گناہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ شیطان کی چھینا جھپٹی ہے جو وہ بندے کی نماز سے چھین لیتا ہے۔ [2]

آج اس سلسلے میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے۔

نماز میں نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانا بھی خطرناک اور مہلک گناہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی آنکھوں کو آسمان کی جانب اٹھانے سے رک جائیں یا ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔ [3]

رکوع میں دو پاؤں کے درمیان نظر رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

اگر باجماعت نماز ہو رہی ہو تو چند مزید آداب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ پوری کوشش کرے کہ تکبیر اولیٰ میں شامل ہو۔

---

[1] صفة صلاة النبي للالباني (ص/١٥١).

[2] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الإلتفات في الصلاة (٧٥١) و احمد (٦/٧٠).

[3] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن رفع البصر الى السماء في الصلاة (٤٢٩). و احمد (٢/٣٣٣).

اس کی بڑی فضیلت حدیث میں بیان کی گئی ہے، اس سلسلے میں صحابہ وتابعین اور فقہاء ومحدثین کے بڑے ایمان افروز واقعات ملتے ہیں۔

صفِ اوّل میں کھڑا ہو:

صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور مردوں کی سب سے کم ثواب والی صف آخری ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری اور کم فضیلت والی پہلی صف ہے''۔ [1]

اور متفق علیہ روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا (خیر و برکت) ہے تو پھر وہ اذان اور پہلی صف کو قرعہ اندازی کے علاوہ حاصل نہ کر سکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں گے''۔ [2]

امام کے دائیں جانب کھڑا ہونے کی کوشش کرے:

سنن ابی داؤد کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ((اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ)). [3]
>
> ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں جانب والوں پر سلام کرتے ہیں''۔

صف بندی کرے، پاؤں قبلے کی طرف سیدھے کر کے ساتھی کے پاؤں کے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف و إقامتها... (٤٤٠) و ابوداؤد (٦٧٨).

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف... (٦٦٠).

[3] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف (٦٦٤) و صحیح ابی داؤد (٦١٨).

ساتھ ملائے، کندھے سے کندھا ملائے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو برابر کرتے گویا کہ تیروں کے ساتھ صفوں کو درست کر رہے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ ہم نے (صفوں کو برابر ہونے کو) آپؐ سے سمجھ لیا ہے۔ پھر آپ ﷺ ایک روز (مسجد کی جانب) نکلے، آپ کھڑے ہوئے، قریب تھا کہ آپ اللہ اکبر کہہ دیتے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے بندو! تم لازمی طور پر صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا"۔ ①

اور صحیح مسلم میں حدیث ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم اپنی صفوں کو برابر کرو اور مل کر کھڑے رہو۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں"۔ ②

اور بخاری و مسلم کی ہی روایت میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم صفوں کو برابر کرو اس لیے کہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے قائم کرنے سے ہے"۔ ③

امام کی پوری اقتداء کرے یعنی کسی رکن یا فعل میں امام سے آگے نہ نکلے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی اقتداء میں

---

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف و إقامتها (٤٣٦) و ابوداود (٦٦٣).

② صحیح مسلم، کتاب الصلاة (٤٣٣) و ابویعلیٰ (٣٢٩١).

③ صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلوة (٧٢٣) و صحیح مسلم (٤٣٣).

نماز ادا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ نہ جھکاتا جب تک کہ نبی ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھتے۔ ①

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ نے ہماری امامت فرمائی۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو اپنے چہرے کو ہماری جانب پھیرا اور فرمایا:

((یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ! اِنِّیْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّكُوْعِ، وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ، وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ، فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ)). ②

”اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں تم رکوع، سجود، قیام اور نماز سے پھرنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جاؤ، میں تمہیں اپنے آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں“۔

امام سے سبقت لے جانا سخت گناہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَ حِمَارٍ)). ③

”وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے وہ اس بات سے کیوں نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر (کی شکل) میں تبدیل کر دے“۔

یہ وہ فعلی آداب ہیں جنہیں نماز میں خشوع کے لیے اختیار کرنا ضروری ہے۔ آج اکثر لوگ ان احکام و آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

◆ ◆ ◆

---

① صحیح البخاری کتاب الأذان باب السجود علی سبعة أعظم رقم ٨١١ و مسلم رقم ١٠٦٢.

② صحیح مسلم کتاب الصلاة باب تحریم سبق الإمام الخ رقم ٩٦١.

③ صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام (٦٩١) و مسلم (٤٢٧) و احمد (٢/٢٦٠).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نفلی عبادات

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ [البقرة : ۱۵۸]

دین اسلام میں جو عبادات نافذ کی گئی ہیں وہ بنیادی طور پر دو قسم پر منقسم ہوتی ہیں:

❶ فرضی عبادات

❷ نفلی عبادات

آج ہمارے معاشرے میں نفلی عبادات کے متعلق تین قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں، ایک طرف وہ لوگ ہیں جو نفلی عبادات کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ انہیں جب بھی کوئی عمل صالح بتلایا جائے وہ فوراً پوچھتے ہیں کہ یہ عمل فرض ہے یا نفل، جب انہیں بتلایا جاتا ہے کہ عمل نفلی ہے تو وہ فوراً جواب دیتے ہیں۔ پھر خیر ہے، یعنی ان کے نزدیک نفلی عبادت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں: جو اپنی طرف سے نفلی عبادات گھڑ رہے ہیں انہوں نے مختلف مہینوں، دنوں اور راتوں کی نفلی نمازیں اور نفلی عبادتیں گھڑ رکھی ہیں کہیں شب معراج کے نفل۔ کہیں شب براءت کے نفل۔ کہیں قضاء عمری اور کہیں عاشوراء کے نفل۔

اور تیسرے وہ لوگ ہیں: جو فرائض و واجبات کے تارک ہیں لیکن بعض نفلی عبادتوں کے وہ دلدادہ ہیں۔

یاد رکھیے! یہ تینوں طریقے غلط ہیں: جو نفلی عبادتیں اور نفلی نمازیں قرآن و سنت میں بیان کی گئی ہیں انہیں معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنا بھی درست نہیں اور اپنی طرف سے مختلف مہینوں، دنوں اور راتوں کی نفلی نمازیں گھڑنا اور دین میں اضافہ کرنا بھی درست نہیں، اور فرائض و واجبات ترک کر کے چند نفلی عبادتوں کو اپنا لینا بھی درست نہیں کیونکہ فرائض و واجبات کی پابندی کے بغیر نفلی عبادات کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس لیے درست طریقہ زندگی یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی پابندی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کا بھی معمول بنایا جائے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اور رسول اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں انہیں لوگوں کی تعریف کی ہے جو فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔

کیونکہ دین اسلام میں نفلی عبادات کی بڑی اہمیت و فضیلت ہے، آج کے خطبہ میں چند نفلی نمازوں کی فضیلت و اہمیت آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں:

① **سنن رواتب:** فرض نمازوں کے آگے پیچھے ادا کی جانے والی رکعتوں کو سنن رواتب کہتے ہیں، ان کی فضیلت کتب حدیث میں بہت زیادہ مذکور ہے:

> عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ؛ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ». ①
>
> ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے دن رات میں بارہ رکعت نفل ادا کیں تو اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے ظہر سے پہلے چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت“۔

---

① جامع الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء فيمن صلى فى يوم (٤١٥) و ابوداؤد (١٢٥٠) و ابن ماجه (١١٤١). شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). [1]

”صبح کی دو رکعت (سنتیں) دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں“۔

② حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَ أَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)). [2]

”جس شخص نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد چار رکعتوں پر محافظت کی اللہ اس کو دوزخ پر حرام فرمائے گا“۔

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا)). [3]

”اس شخص پر اللہ رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت (سنتیں) ادا کیں“۔

غور کیجئے! یہ سنن رواتب نفلی عبادات ہیں لیکن کس قدر اجر وثواب بتلایا گیا ہے، جو لوگ ان سنن ونوافل کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں وہ سوچیں کہ وہ کس قدر اجر وثواب سے محروم رہتے ہیں۔

❷ **صَلَاةُ الضُّحٰى:** سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے صلاۃ الضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ بھی نفلی عبادت ہے لیکن اس کی فضیلت سنیے:

① حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیها (٧٢٥) والترمذی (٤١٤) والبیهقی (٢/٤٧٠).

[2] سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب الأربع قبل الظهر و بعدها (١٢٦٩). والترمذی (٤٢٨) و ابن ماجه (١١٦٠). شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

[3] سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العصر (١٢٧١). والترمذی (٤٣٠). صحیح عند الألبانیؒ.

((يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ. وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ. وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى)). [1]

''تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ الحمدللہ کہنا صدقہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے' اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے' نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے' برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کو' چاشت کی دو رکعت نماز کفایت کرتی ہے''۔

اور اگر یہ نماز قدرے تاخیر سے پڑھی جائے تو مزید فضیلت ہے۔

② زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو چاشت کی نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا' یہ لوگ جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ وقت میں یہ نماز افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ حِينَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ)). [2]

''اوابین نماز اس وقت ہے جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں''۔

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ چاشت کی نماز آٹھ رکعت ادا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں:

لَوْ نُشِرَ لِي أَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهَا.

''کہ اگر میرے والدین زندہ کر دیئے جائیں تو بھی میں ان رکعتوں کو نہیں چھوڑوں گی''۔ [3]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة الضحىٰ (٧٢٠). و ابوداؤد (١٢٨٦) و احمد (١٦٧/٥).

[2] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الاوابين (٧٤٧). و ابن خزيمة (١٢٢٧).

[3] مؤطا امام مالك، كتاب قصر الصلاة فى السفر، باب صلاة الضحىٰ (٣٦١).

❸ **صلاة اللیل:** رات کی نماز، جسے قیام اللیل اور تہجد بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ نماز ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اکثر مقامات پر جہاں اپنے نیک اور صالح بندوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے وہاں اس خصلت کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نفلی نماز اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور مقبول ہے۔ اور اس نماز کی پابندی کرنے والے لوگ بھی اللہ کے ہاں انتہائی مقرب اور پیارے ہیں۔ آیئے ذرا قرآن کریم میں اس نماز کا تذکرہ مختلف انداز میں ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ○ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳]

''سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں (بلکہ) اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے (جو ایمان لے آئی ہے) اور رات کی گھڑیوں میں قیام کرتے ہوئے اللہ کی آیتیں پڑھتی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں سجدے کرتی ہے''۔

② ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ ﴾

[الفرقان:٦٣-٦٤]

''اور رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی اور نرمی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ مباحثہ کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر (کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں) اور وہ رات کو اللہ کی بارگاہ میں قیام کرتے اور سجدے کرتے ہیں، یعنی تہجد ادا کرتے ہیں''۔

③ ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ ﴾ [السجدة : ١٦]

''ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں''۔

④ ﴿ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ○ ﴾ [آل عمران : ۱۷]

’’جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں‘‘۔

⑤ ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ ﴾ [الذاريات:۱۷]

’’وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے‘‘۔

⑥ ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَـآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ○ ﴾ [الزمر:۹]

’’کیا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں لمبا قیام اور رکوع و سجود کرتا ہے اور آخرت (کے عذاب سے) ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے (یہ اس شخص کی طرح ہے جو آخرت سے بے خبر ہو کر غفلت کی نیند سویا ہوا ہے؟) کہہ دو: بھلا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ (قطعاً نہیں) لیکن صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں‘‘۔

اور یہ وہ نماز ہے جس کی فضیلت امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات گرامی میں بڑے زبردست انداز میں بیان فرمائی' کہیں دعا دیتے ہوئے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى، وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَآءَ. رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى، فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَآءَ)).①

’’اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے اور اپنی بیوی کو

---

① سنن النسائی، کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل (۱۶۱۹).
و ابوداؤد (۱۳۷۱). اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔

بیدار کرتا ہے، وہ بھی نفل ادا کرتی ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بیدار کرتی ہے وہ تہجد ادا کرتا ہے اگر انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے"۔

کہیں درجہ و فضیلت بتلاتے ہوئے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ وَمُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ)). [1]

"رات کو قیام کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت ہے اور یہ تمہارے رب کے قرب، برائیوں کے خاتمے اور گناہوں سے دور رہنے کا سبب بھی ہے"۔

کہیں اس سے محروم رہنے والوں پر مرتب ہونے والے شیطانی اثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص جب نیند کرتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں دیتا ہے۔ ہر گرہ پر ہاتھ مارتا ہے اور کہتا ہے تیری رات طویل ہے تو سویا رہ۔ اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب وضو کرتا ہے تو (دوسری) گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز ادا کرنے کھڑا ہوتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے"۔

((فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ، كَسْلَانَ)). [2]

"جب صبح کرتا ہے تو وہ چاک و چوبند زندہ دل ہوتا ہے وگرنہ وہ صبح کرتا ہے تو وہ مردہ دل ہوتا ہے"۔

نبی ﷺ کے ہاں ایک شخص کا تذکرہ ہوا، اس کے بارے میں آپ کو بتایا گیا کہ

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی ﷺ (۳۵٤۹). والترغیب والترھیب (۹۸) والبیھقی (۵۰۲/۲) و ابن خزیمة (۱۱۳۵).
شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده (۳۲٦۸) (۳۱۷۵).

وہ صبح ہونے تک سویا رہتا ہے نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهِ اَوْقَالَ فِيْ اُذُنَيْهِ)). [1]

’’یہ ایسا شخص ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ یا فرمایا: اس کے دونوں کانوں میں (شیطان نے پیشاب کر دیا ہے)۔

غور کیجیے! نماز نفلی ہے لیکن اجر و ثواب اور مرتبہ و مقام کتنا زیادہ ہے۔

یہی وجہ ہے صحابہ و تابعین، محدثین و فقہاء اور بڑے بڑے ائمہ دین ہر دور میں اس کے پابند رہے ہیں۔

ایک واقعہ: احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص مہمان ٹھہرا، آپ نے اس کے لیے پانی رکھا، صبح نماز فجر کے لیے جگانے آئے تو دیکھا کہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا اسے مخاطب کر کے کہا آپ نے پانی استعمال نہیں کیا وہ نادم ہو گیا اور خاموش ہو گیا تو آپ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، میرے علم میں کوئی ایسا محدث نہیں جو رات کو قیام نہ کرتا ہو۔ [2]

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام محدثین رات کو قیام کیا کرتے تھے، یعنی پابندی سے نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلا تہائی حصہ خود قیام کرتے۔ دوسرا تہائی حصہ دوسرا شخص قیام کرتا ہے تیسرا تہائی حصہ تیسرا شخص قیام کرتا۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھر ساری رات قرآن کی آواز گونجتی۔ [3]

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

آج بہت سارے لوگ ایک مغالطے کی وجہ سے نماز تہجد سے محروم رہتے ہیں، وہ مغالطہ یہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں نماز تہجد کے لیے سو کر اٹھنا ضروری ہے۔

یاد رکھیے: نماز عشاء کے بعد سے لے کر نماز فجر سے پہلے پہلے جب چاہو نماز

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده (٣٢٧٠) (١١٤٤).

[2] الآداب السرعية لابن المفلح.

[3] صحيح البخاری، كتاب الأطعمة، بابٌ رقم (٥٤٤١).

تہجد پڑھ لو۔ چاہو تو عشاء پڑھ کر گھر جاؤ اور سونے سے پہلے پہلے تہجد پڑھ لو۔ ہاں رات کے پچھلے پہر یہ نماز ادا کرنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ یوں رات کے کسی بھی حصہ میں ادا کرنا درست ہے۔ اور اس کی کم از کم سات اور زیادہ سے زیادہ ۱۳ رکعات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

مدینہ منورہ کا مبارک ماحول:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے قبیلے کے اشعری قراء کرام کے گھروں کو صرف اس بناء پر پہچانتا ہوں کہ رات ان کے گھروں سے نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کرنے کی آواز آتی ہے۔ ①

خود: رسول اللہ ﷺ کئی دفعہ رات کے وقت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تلاوت سننے کے لیے مدینہ منورہ کی گلیوں میں نکل جایا کرتے تھے۔ گھر گھر سے قرآن کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ②

کیا مبارک سماں تھا۔

لمحہ فکریہ:

آج ہمارے گھروں سے دن رات حتیٰ کہ سحری کے مبارک وقت میں بھی گانے بجانے اور فلم ڈرامے کی آواز آتی ہے۔

نفلی عبادات کی انتہائی جامع فضیلت' سنن ابی داؤد میں حدیث ہے جب قیامت کے دن فرائض کا حساب ہوگا' اگر کسی شخص کے فرائض میں کمی ہوگی اللہ فرشتوں کو حکم دیں گے۔ میرے بندے کے نامہ اعمال کو دیکھو۔ کیا اس میں نفلی نمازیں ہیں۔ اگر ہوں گی تو نفلوں کے ذریعے فرضوں کی کمی پوری کردی جائے گی۔ ③

---

① صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، حديث (٤٢٣٢).

② یہ بات گذشتہ حدیث سے ماخوذ ہے اور اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سنن ابی داؤد كتاب الصلاة باب في رفع الصَّوتِ بالقراءة في صلاة الليل، رقم (١٣٢٩) میں ہے۔

③ سنن النسائي، الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة (٤٦٨) و صحيح نسائي (٤٥٣).

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تین نعمتیں (کان کا استعمال)

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ ﴾ [بنی اسرائیل : ٣٦]

سورہ بنی اسرائیل کی ایک مختصر مگر انتہائی جامع آیت خطبہ میں تلاوت کی گئی ہے خالق کائنات، رب الانسان والجان، مالک الارض والسموات نے اس آیت مبارکہ میں انسان کو ملنے والی تین انتہائی قیمتی اور بے بدل نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کے متعلق خبردار کیا ہے کہ کل قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے سخت باز پرس اور کڑا احتساب ہوگا۔

ظاہر بات ہے جو نعمت جس قدر زیادہ قیمتی اور نفع بخش ہوگی اس کے بارے پوچھ گچھ بھی اسی قدر زیادہ اور سخت ہوگی۔ وہ تین نعمتیں:

کان، آنکھیں اور دل ہیں۔

یہ تینوں چیزیں جہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ وہاں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی بہت بڑی نشانیاں بھی ہیں:

① کان:

ایک باریک پردہ اور جھلی ہے لیکن قادر مطلق نے اس پردے اور جھلی میں ایسی صلاحیت پیدا کردی ہے کہ اس کے ذریعے انسان دنیا جہاں کی سنی جانے والی آوازیں سنتا

بھی ہے اور ان کے درمیان فرق بھی پہچانتا ہے۔

② آنکھ:

ایک قطرۂ آب ہے، لیکن انسان اس سے دنیا جہان کی دیکھی جانے والی تمام چیزیں دیکھتا اور ان کے مختلف رنگوں، زاویوں اور ڈھانچوں کو پہچانتا ہے۔

③ دل:

ایک دھڑکتا ہوا عضلہ اور لوتھڑا ہے لیکن اس کے اندر بے شمار جذبات، خواہشات اور عقائد و نظریات جنم لیتے اور ختم ہوتے ہیں۔ اور یہ پورے بدن کو خون کی شکل میں غذا پہچانے کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اور کسی قسم کی توانائی، بجلی، پٹرول اور گیس وغیرہ کے بغیر یہ پرزہ چل رہا ہے اور مسلسل دھڑکتا رہتا ہے۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے سورۃ الملک میں ان تینوں نعمتوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ [الملک: ۲۳]

”(اے پیغمبر ﷺ) اعلان فرما دیجیے وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں عدم سے وجود بخشا ہے اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطاء فرمائے لیکن تم بہت کم شکر کرتے ہو“۔

قرآن کریم میں کئی مرتبہ ان نعمتوں کی گرانقدری اور شان و منزلت بیان کی گئی ہے۔ اور اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کو یہ نعمتیں ان کے مطالبے کے بغیر بلا معاوضہ عطاء فرمائی ہیں اور ان کے درست استعمال کا حکم دیا ہے اور غلط استعمال پر سخت پابندی عائد کی ہے۔

کیونکہ یہ تینوں نعمتیں ایسی حساس نعمتیں ہیں کہ ان کے درست استعمال سے دنیا میں امن، سکون عزت اور وقار ملتا ہے اور آخرت میں فوز و فلاح اور دائمی جنت ملتی ہے اور ان کے غلط استعمال سے دنیا میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے، بدامنی و بیقراری جنم لیتی ہے

اور آخرت میں شقاوت و بدبختی اور نارِ جہنم مقدر بن جاتی ہے۔

اس لیے آج کے خطبہ میں ان تینوں نعمتوں کا درست اور غلط استعمال بیان کیا جائے گا۔ اور درست استعمال کے فوائد اور منافع اور غلط استعمال کے نقصانات وفسادات ذکر کیے جائیں گے۔ تاکہ ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہم ان قیمتی نعمتوں کا درست استعمال کر رہے ہیں یا غلط استعمال کر رہے ہیں۔

کان

یہ ایک قدرتی آلہ سماعت ہے جس میں رب ارض وسماء نے قوتِ شنوائی پیدا فرمائی ہے اور اس کا درست استعمال یہ ہے کہ

① کانوں سے اللہ کی کتاب سنی جائے:

کتاب اللہ کا سننا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَّا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنُ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، یَجْهَرُ بِهٖ)).[1]

"اللہ پاک کسی (آواز) پر اتنا کان نہیں لگاتے جس قدر پیغمبر ﷺ کی آواز پر کان لگاتے ہیں جو خوبصورت آواز کے ساتھ بلند آواز سے تلاوت فرماتے ہیں"۔

غور فرمائیے! کتاب اللہ کا سننا اللہ رب العزت کے ہاں کس قدر محبوب اور مرغوب عمل ہے، کہ پیغمبر کے قرآن پڑھنے پر اللہ بھی کان لگا لیتا ہے۔

کتاب اللہ کا سننا، رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی انتہائی محبوب عمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا، جبکہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے (اے عبداللہ!) اِقْرَاْ عَلَیَّ. تو مجھے تلاوتِ قرآن سنا۔ میں نے عرض کیا: اَقْرَاُ عَلَیْكَ وَ عَلَیْكَ اُنْزِلَ. میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ جبکہ آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ میں کسی دوسرے سے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یتغن بالقرآن (٥٠٢٤) و مسلم (٢٣٢).

قرآن پاک سنوں چنانچہ میں نے سورت نساء کی تلاوت شروع کر دی جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴾

[النساء: ٤١]

تو آپ ﷺ نے فرمایا: حَسْبُكَ الْآنَ. اب بس کرو۔ اچانک میں نے آپ کی جانب نظر اٹھائی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ❶

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کس قدر ذوق وشوق اور کامل توجہ کے ساتھ قرآن کریم سنا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ہاں یہ کس قدر محبوب اور پیارا عمل تھا۔

کتاب اللہ کا سننا فرشتوں کے نزدیک بھی انتہائی پسندیدہ عمل ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ رات کے وقت سورت بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس پر گھوڑا بھی کودنے سے رک گیا پھر اس نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا جب وہ خاموش ہوا تو گھوڑا بھی کودنے سے رک گیا پھر اس نے پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ اسید رضی اللہ عنہ (نفل) نماز سے فارغ ہوا اور اس کا بیٹا گھوڑے کے قریب تھا وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے سے) بچے کو کچھ تکلیف نہ پہنچ جائے اور جب بچے کو (گھوڑے سے) دور ہٹا دیا تو اس نے آسمان کی جانب سر بلند کیا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے یہ واقعہ نبی ﷺ کو کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے۔

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں

---

❶ صحيح البخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة النساء باب فكيف إذا جئنا.... (٥٠٥٠). و مسلم (٢٤٧).

گھوڑا بچے کو روند نہ ڈالے اور وہ اس سے بالکل نزدیک تھا۔ چنانچہ میں (نماز روک کر) اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں، جب میں گھر سے باہر نکلا تو مجھے روشنیاں نظر نہ آئیں۔

آپ ﷺ نے دریافت کیا، تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحْتَ، يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَىٰ مِنْهُمْ)).[1]

”یہ فرشتے تھے، تیری قرأت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تو قرأت جاری رکھتا تو صبح ہونے پر لوگ انہیں دیکھتے، فرشتے ان سے نہ چھپتے“۔

سبحان اللہ! قرآن کریم کا سماع کتنا عظیم الشان عمل ہے کہ فرشتے بھی قرآن مجید کو سننے کے لیے بے تاب رہتے ہیں، اور جہاں انہیں قرآن سننے کا موقع میسر آتا ہے وہاں نزول فرماتے ہیں، اور قریب ہو کر قرآن سنتے ہیں۔

اور کتاب اللہ کا سننا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی انتہائی مرغوب عمل ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب صفہ ایک قاری کی تلاوت قرآن سن رہے تھے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو قاری ادباً خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے السلام علیکم کہا، پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا، ہم اللہ کی کتاب (کی تلاوت) سن رہے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو بنایا جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود کو ان کے ساتھ شامل کروں“۔[2]

---

[1] مسند احمد (٥/٨٨٣) والبیہقی (١/٢١٣) والصحیحۃ (١٤٨٢).
و صحیح الجامع الصغیر (١٠٧١).

[2] سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، رقم: ٣٦٦٦.

آج لوگ قرآن سننے کے لیے سال میں ایک آدھی دفعہ حسن قراءت کانفرنس کا انعقاد کرتے ہیں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی فرصت ملتی، فراغت ہوتی ان میں سے کوئی تلاوت شروع کر دیتا اور باقی بیٹھ کر سننے لگ جاتے، کیسا پیارا اور عمدہ شوق ہے۔

② کانوں سے حدیثیں سنی جائیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا)).[1]

”اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اس کو محفوظ کیا، اس کو یاد رکھا اور اس کو (لوگوں تک) پہنچایا“۔

معلوم ہوا حدیث رسول سننا اس قدر شان و شوکت والا عمل ہے کہ اس عمل پر نبی رحمت نے عظیم الشان دعا دی ہے کہ اللہ اس شخص کے چہرے کو رونق، تازگی اور جمال بخشے۔ اور یہ رونق اور تازگی دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں حاصل ہوگی۔

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ ﴾ [القيمة : ٢٢، ٢٣]

③ کانوں سے دین کی بات اور وعظ و نصیحت سنی جائے:

رب ارض و سماء نے اعلان فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾ [الزمر : ١٨]

”جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں“۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر کامل توجہ سے وعظ و نصیحت سنتے تھے، گویا کہ سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور وہ حرکت کرنے سے اڑ جائیں گے۔[2] آج لوگ گانے بجانے پر تو

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمه، باب من بلّغ علمًا (٢٣٢).

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الطبّ، باب الرجل يتداوى، رقم: ٣٨٥٥.

کان لگاتے ہیں لیکن نصیحت پر کان نہیں لگاتے، دائیں کان سے سنتے اور بائیں سے نکال دیتے ہیں۔

اور سورۂ ق میں فرمایا:

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝﴾

[ق : ۳۷]

’’اس میں ہر صاحب دل کے لیے عبرت ہے اور اس کے لیے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو‘‘۔

معلوم ہوا قرآن کریم کی مبارک تاثیر بھی انہی لوگوں کے لیے ہے جو دل حضوری اور پوری توجہ سے قرآن کی نصیحت سنتے ہیں۔

④ اذان کو توجہ سے سنا جائے اور جواب دیا جائے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اذان سن کر دل سے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدَ ۨالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا ۨالَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ.[1]

تو قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی‘‘۔

غور کیجیے! اذان پر کان لگانا اور جواب دینا، پھر بعد میں دعا پڑھنا اتنا شاندار عمل ہے کہ ایسے شخص کے لیے امام الانبیاء کی سفارش حلال ہو جاتی ہے۔

جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے مؤذن کی اذان سن کر یہ کلمات کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا.

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء (٦١٤) و ابوداؤد (٥٢٩) والترمذي (٢١١) و ابن ماجه (٧٢٢).

غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ. [1]

تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ اذان سننے اور دعا پڑھنے کی دوسری فضیلت ہے کہ اس عمل سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ لیکن آج جو لوگ اذان پر کان نہیں لگاتے وہ سوچیں کہ وہ کتنی بڑی فضیلت سے محروم رہتے ہیں۔

⑤ جن باتوں یا آوازوں کو سن کر عبرت پکڑنے کا حکم ہے ان سے عبرت پکڑے اور جن باتوں یا آوازوں کو سن کر جو کچھ پڑھنے کا حکم ہے وہ پڑھے۔ مثلاً: بادلوں کی گرج سن کر عبرت پکڑے اور یہ کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَ لَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ. [2]

مرغ کی آواز سن کر:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ مِنْ فَضْلِكَ پڑھے۔ [3]

اور گدھے اور کتے کی آواز سن کر:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔ [4]

اسی طرح ہر جائز اور اچھی بات پر کان لگانا کانوں کا درست استعمال ہے۔

① کانوں کا برا استعمال:

میوزک، موسیقی اور گانے سننا: اللہ رب العزت نے سورہ لقمان میں فرمایا ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه (٣٨٦) و ابوداؤد (٥٢٥) والترمذي (٢١٠).

[2] جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا سمع الرعد (٣٤٥٠) و احمد (٢/١٠٠) والبيهقي (٣/٣٦٢) تحفة الذاكرين (ص ١٧٤). یہ روایت ضعیف ہے، اس کی سند میں ابومطر راوی مجہول ہے۔

[3] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال (٣٣٠٣) و مسلم (٢٧٢٩) و ابوداؤد (٥١٠٢).

[4] ايضًا.

عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ○ ﴾ [لقمان : ٦]

''بعض لوگ کھیل تماشے کا سامان (آلاتِ لھو ولعب' موسیقی' میوزک وغیرہ) خریدتے ہیں تا کہ (خود گمراہ ہونے کے ساتھ) اپنی جہالت کی وجہ سے لوگوں کو بھی گمراہ کریں' اور دین کا تمسخر اڑائیں' ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے''۔

غور فرمائیں! رب کائنات نے گانے بجانے کو گمراہ کن چیز قرار دیا ہے اور اسے دین کا تمسخر اڑانے کے مترادف ٹھہرایا ہے' اور واقعۃً اکثر گانے بولنے والے اور سننے والے دین اور اہل دین کا مذاق اڑاتے ہیں' مزید فرمایا:

﴿ وَ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِيْٓ أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○ ﴾ [لقمان : ٧]

''جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں' آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے''۔

حقیقت میں گانے بجانے میں محو رہنے والوں کو قرآن سننا' اور خطبہ سننا موت دکھلائی دیتا ہے۔ وہ چوبیس گھنٹے رات دن گانے سنتے نہیں اکتاتے لیکن آدھے گھنٹے کے درس یا خطبے میں بیس بار گھڑی دیکھتے ہیں کہ کب جان چھوٹے گی' اس لیے فرمایا کہ انہیں دردناک اور رسوا کن عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

اور خالق کبریا نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ ﴾ [بنی اسرائیل : ٦٤]

''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے''۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے گانے بجانے کو شیطان کی آواز قرار دیا ہے یہ گانے بجانے کی کس قدر شدید مذمت ہے کہ اسے شیطان کی آواز اور شیطان کا گمراہ کن ہتھیار کہا گیا ہے' اور آج یہ صوتِ شیطان دن رات ہمارے گھروں میں گونجتی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ''عرج'' علاقے میں سفر کر رہے تھے، اچانک ایک شاعر سامنے آیا، وہ اشعار کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا:

((خُذُوا الشَّيْطَانَ، أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ)). [1]

''شیطان کو پکڑو اور اس کا منہ بند کرو''۔

یقیناً ایک شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو (یہ پیپ) اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ عشقیہ اشعار سے اور گانوں غزلوں سے بھرا ہوا ہو۔

اس حدیث میں رؤف و رحیم پیغمبر نے گویے اور گلوکار کو صاف لفظوں میں شیطان قرار دیا ہے، جن لوگوں کو ہمارے پیغمبر ﷺ نے شیطان قرار دیا آج ان کی تصویریں ہمارے گھروں، دکانوں اور دفتروں میں آویزاں ہیں اور ان کی گندی اور نجس آوازیں گھر گھر گلی گلی اور دکان دکان پہ گونج رہی ہیں۔

سنن ابی داؤد میں ہے: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں تھا، انہوں نے بانسری کی آواز سنی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور راستے سے ہٹ کر دوسری جانب چلنا شروع کر دیا۔ (نافع نے کہا) کچھ دور جانے کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا، اے نافع! کیا تجھے کوئی آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر انہوں نے اپنے دونوں کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا جیسا کہ میں نے کیا ہے (یعنی آپ ﷺ نے بھی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں)۔ [2]

لیکن آج... اس بانسری، موسیقی اور میوزک کے بغیر خرادیے کا خراد نہیں چلتا، درزی کی سلائی مشین نہیں چلتی، ہوٹل والے کا ہوٹل نہیں چلتا، گاڑی والے کی گاڑی نہیں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب فی انشاد الأشعار، رقم: ٥٨٩٥.

[2] سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب کراهیة الغناء والزمر (٤٩٢٤) صحیح عند الالبانیؒ.

چلتی دکاندار کی دکان نہیں چلتی...... حتیٰ کہ یہ شیطانی آوازیں آج موبائل کی نحوست سے مسجدوں کے اندر قیام، رکوع، سجود، درس اور خطبے کے اندر بھی گونجنے لگیں، آج حاجی نمازی کی جیب سے بھی موبائل کی آواز آتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم مسجد کی بجائے کسی سینما گھر یا تھیٹر میں پہنچ گئے ہیں۔

② مسلمان کی جاسوسی کرنا (مسلمان قوم کی اجازت کے بغیر اس کی بات پر کان لگانا):

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَّھُمْ لَهٗ کَارِھُوْنَ صُبَّ فِیْ اُذُنَیْهِ الْآنُكُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)).[1]

”جس نے کسی قوم کی ایسی بات پر کان لگایا جسے وہ فاش کرنا پسند نہیں کرتے کل قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا“۔

لیکن آج گھروں اور برادریوں میں یہ عادتِ بد عام ہے، لوگ دوسروں کی باتوں پر کان لگاتے اور چھپ کر باتیں سنتے ہیں۔

③ ہر سنی سنائی بات بلا تحقیق آگے پہنچا دینا:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ)).[2]

”آدمی کے جھوٹا ہونے کی یہی نشانی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بلا تحقیق آگے پہنچا دے“۔

آج بہت سارے لوگ اس جھوٹ میں مبتلا ہو چکے ہیں، خبروں کی تحقیق کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے، بس ادھر سے سنا اور ادھر مشہور کر دیا، خواہ اس جھوٹی خبر سے کسی عزت دار کی عزت پامال ہو جائے یا کسی بے گناہ پر تہمت لگ جائے آج اس سنے سنائے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه (۷۰٤۲) و ابوداؤد (٥۰٢٤) والترمذی (۱۷٥۱) والدارمی (۲۷۰۸).

[2] صحیح مسلم، المقدمه، باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع (۸) و ابوداؤد (٤۹۹۲).

سلسلے نے برادریوں، خاندانوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے اندر لڑائی، جھگڑے اور بدامنی کا طوفان برپا کر رکھا ہے، اور پرانی محبتوں کو نفرتوں اور کدورتوں میں بدل ڈالا ہے۔ اور اسی بلا تحقیق سنے سنائے تسلسل نے دین کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا اور بے شمار بدعات و خرافات دین میں داخل کر دی ہیں۔

جب کہ قرآن میں بھی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا ﴾ [سورۃ الحجرات: ٦]

"اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو"۔

معلوم ہوا بلا تحقیق بات آگے پہنچانا غلط ہے، یہی وجہ ہے محدثین نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے راویوں کی زبردست جانچ پڑتال کی ہے، اور ایسی زبردست تحقیق کی ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

④ کسی بھی گناہ والی بات پر کان لگانا:

(مثلاً: غیبت، جھوٹ، چغلی اور بے دینی والی بات کو ذوق و شوق سے سننا) اس کے نتیجے میں انسان بری بات کرنے والے کی طرح برا بن جاتا ہے۔

⑤ کفار و مشرکین:

اہل بدعت اور بے دین لوگوں کی ایسی باتوں کو سننا جن باتوں میں وہ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑا رہے ہوں۔

اللہ رب العزت نے سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ﴾ [النسآء: ١٤٠]

"اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو"۔

لیکن آج لوگ اہل بدعت کی محفلوں میں، رافضیوں کی مجلسوں میں اللہ کی

آیتوں میں تحریف کرنے والوں کی نشستوں میں بڑے ذوق وشوق سے بیٹھتے اور شریک ہوتے ہیں، اور شادی بیاہ کی ان تقریبات میں بڑی دھوم دھام سے شرکت کرتے ہیں جن میں کھلی بے پردگی، بے حیائی، فحاشی وعریانی اور آزادانہ چھیڑ چھاڑ کے ذریعے اللہ کے دین کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

جبکہ رسول اللہ ﷺ تو دروازے پہ لٹکا قیمتی خوبصورت ریشمی کپڑا دیکھ کر اپنی لختِ جگر فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے سے پلٹ گئے تھے، [1] حالانکہ وہاں نہ ٹی وی، وی سی آر تھا، نہ کیبل اور ڈش تھی نہ نیم برہنہ عورتوں کا ناچ تھا نہ ڈھول کی تھاپ پہ بھنگڑا تھا...... صرف ایک خوبصورت پردہ تھا اور آپ یہ کہہ کر پلٹ گئے کہ مَالِيْ وَ لِلدُّنیا ''میرا دنیا کی سجاوٹوں اور رنگینیوں سے کیا تعلق؟'' لیکن آج بڑے بڑے دینی اور مذہبی لوگ شادی بیاہ کی حیاء باختہ رسموں: حنا، مہندی اور ابٹن وغیرہ میں شریک ہو جاتے ہیں جہاں برائی اور بدی کا شور وغوغا ہوتا ہے، ڈیک بج رہے ہوتے ہیں، میوزک موسیقی کی آواز سے محلے کے در و دیوار لرز رہے ہوتے ہیں...... اور نیکی منہ چھپاتی پھرتی ہے...... اور دین کا تمسخر اُڑایا جا رہا ہوتا ہے...... اللہ ہمیں ایسی بری مجلسوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

⁂

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من کرہ العقود علی الصور (۵۹۵۷).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تین نعمتیں (آنکھ کا استعمال)

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ ﴾

[بنی اسرائیل : ٣٦]

گزشتہ خطبہ جمعہ میں اللہ رب العزت کی تین عظیم الشان نعمتوں (کان' آنکھ اور دل) میں سے ایک نعمت کان کا درست اور غلط استعمال بیان کیا گیا تھا' اور دونوں قسم کے استعمالات کا تقابلی جائزہ لیا گیا تھا۔ تاکہ ہم کانوں کا جائز، درست اور اچھا استعمال کر کے نعمتیں عطاء کرنے والے خالق و مالک کو خوش کریں اور کانوں کے ناجائز، غلط اور برے استعمال سے مکمل پرہیز کریں۔

اور آج کے خطبہ میں دوسری عظیم الشان نعمت آنکھ کا تذکرہ کیا جائے گا۔ اور اس کا درست اور غلط استعمال بیان کیا جائے گا۔

آنکھ

یہ دوسری بڑی نعمت ہے یہ اس قدر قیمتی نعمت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو آنکھوں سے محروم کر دے اور وہ اس محرومی پر صبر کر لے تو اس کے لیے اس کے بدلے میں جنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کی اس کی دو محبوب چیزوں میں آزمائش کروں اور وہ اس پر صبر کرے تو میں ان دونوں چیزوں کے بدلے اس کو جنت عطا کروں گا۔ یُرِیْدُ عَیْنَیْہِ دو محبوب نعمتوں سے مراد دونوں آنکھیں ہیں۔ [1]

اندازہ کیجئے! آنکھ کس قدر عظیم نعمت ہے' تو یہ جتنی بڑی نعمت ہے اس کے حوالے سے احکام الٰہیہ بھی انتہائی سخت ہیں' کہ اسے درست استعمال کیا جائے اور اس کے غلط استعمال سے سخت پرہیز کیا جائے۔

آنکھ کا درست استعمال

① قرآن پڑھنا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف کی تلاوت کی اس کو اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے:

لَا أَقُوْلُ ﴿ الٓمٓ ﴾ حَرْفٌ. اَلِفٌ حَرْفٌ، وَّ لَامٌ حَرْفٌ. وَّمِيْمٌ حَرْفٌ. [2]

"میں نہیں کہتا ہوں۔ (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف (ایک) حرف ہے لام (دوسرا) حرف ہے اور میم (تیسرا) حرف ہے"۔

یہ صرف قرآنِ کریم کی رفعت' عظمت اور فضیلت ہے کہ اس کا ایک حرف پڑھنے پر خالق کائنات دس نیکیاں عطاء فرماتے ہیں یہ درجہ قرآن مجید کے سوا دنیا جہان کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔

اللہ رب العزت نے اسی مضمون کو قرآن کی سورۂ فاطر میں بیان فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذھب بصرہ (٥٦٥٣).

[2] جامع الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فیمن قرأ حرفا من القرآن مالہ من الأجر (٢٩١٠) والصحیحۃ (٦٦٠).

وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝﴾ [فاطر: ۲۹]

”جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارہ میں نہ ہوگی“۔

اسی طرح حدیث اور دینی کتب اور سیرت پڑھنا بھی آنکھوں کے درست اور اچھے استعمال میں شامل ہے، کیونکہ ان کتابوں کے مطالعہ سے عقائد، اخلاق اور عملی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔

❷ نظریں پست رکھنا:

اللہ رب العزت سورۂ نور میں فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝﴾ [النور: ۳۰]

”مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے“۔

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱]

”مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“۔

یہ حکم مردوزن دونوں کے لیے ہے اسی لیے قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ کہا، یعنی جنت کی عورتوں کا ظاہری حسن و جمال بیان کرنے سے پہلے ان کے حسن باطن اور حسن سیرت کا تذکرہ فرمایا کہ وہ اِدھر اُدھر جھانکنے کی بجائے اپنی نگاہیں اپنے شوہروں تک محدود رکھیں گی۔ عورت کا یہ حسن باطنی حسن ظاہری سے بھی مقدم اور اعلیٰ ہے۔

اس لیے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اکثر مقامات پہ اسے پہلے بیان فرمایا ہے، اور حسن ظاہری بعد میں ذکر کیا ہے۔

اچانک نظر پڑنے کی صورت میں فوراً نگاہ پھیرنا:

(صحیح مسلم میں ہے) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر کے بارے میں دریافت کیا:

فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي. [1]

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔

ذرا سوچئے! جب اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر پھیرنے کا حکم ہے تو عمداً وقصداً غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اور ان کی نیم برہنہ تصویروں پر نظریں جمانا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

اور ترمذی وغیرہ میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((يَا عَلِيُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولٰى وَ لَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ)). [2]

”اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دوڑاؤ اس لیے کہ پہلی نظر تو تیرے لیے معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں ہے“۔

اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب گذشتہ حدیث کے مطابق فوراً نظر پھیر لے اگر پہلی نظر کو ہی جمائے رکھے گا اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہے گا تو پھر پہلی نظر بھی معاف نہیں ہوگی بلکہ خطرناک گناہ بن جائے گی۔

③ عبرتناک منظر دیکھ کر عبرت پکڑنا:

مثلاً سورج اور چاند کا گرہن دیکھ کر عبرت پکڑنا اور نماز پڑھنا۔ (بخاری و مسلم میں ہے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبے قیام اور دو دو رکوع اور سجدہ کے ساتھ منفرد نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو سورج واضح ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الادب، باب نظرة الفجأة (۲۱۵۹) و ابوداؤد (۲۱٤۸) والترمذی (۲۷۷٦).

[2] جامع الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی نظرة الفجأة (۲۷۷۷) و احمد (۲۲۹۷٤).

نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ)). ①

"سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں، کسی شخص کی موت اور کسی شخص کی ولادت پر ان کو گرہن نہیں ہوتا جب تم ان کو گرہن (کی حالت) میں دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو"۔

اور دوسری روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی مانند روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَ كَبِّرُوْا وَتَصَدَّقُوْا)). ②

"بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی وفات اور کسی کی پیدائش پر ان کو گرہن نہیں ہوتا لیکن جب تم گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو، اللہ اکبر کہو، نماز ادا کرو اور صدقہ دو"۔

اور تیسری روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورج کو گرہن ہو گیا تو نبی ﷺ گھبرا گئے۔ آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے چنانچہ آپ ﷺ مسجد نبوی میں آئے۔ وہاں آپ ﷺ نے لمبے قیام کے ساتھ رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ میں نے آپ کو کبھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الصلاة فی کسوف الشمس (١٠٤٣).

② صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف (١٠٤٤) و مسلم (٩٠١) و ابوداؤد (١١٧٧) والترمذی (٥٥٨).

”یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ یہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب تم ان میں سے کوئی نشانی دیکھو تو اللہ کا ذکر اور اس سے دعا کرنے اور اس سے استغفار کرنے کی جانب لپکو“۔ [1]

آج لوگ سورج گرہن سے عبرت پکڑنے کی بجائے اور گرہن کے وقت نماز پڑھنے، ذکر کرنے اور توبہ واستغفار کی بجائے مخصوص رنگین شیشے کے ذریعے نظارہ کرتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ خشیت الٰہی نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

قرآن میں بھی ہے:

﴿ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ﴾ [الحشر: ۲]

مزید سورہ سبا میں ہے:

﴿ اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝ ﴾ [سبا: ۹]

”کیا پس وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو دیکھ نہیں رہے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لیے جو (دل سے) متوجہ ہو“۔

یہ اوپر نیچے اور دائیں بائیں اور آگے پیچھے نظر آنے والی بڑی بڑی مخلوقات (آسمان اور زمین وغیرہ) سے عبرت پکڑنے کی زبردست تاکید ہے۔

اور سورہ فاطر میں ہے:

﴿ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾ [فاطر: ٤٤]

”اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الذکر فی الکسوف (۱۰۵۹) و مسلم (۹۱۲).

ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا؟ حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے''۔

یہ گزشتہ طاقتور قوموں کی تباہی کے آثار (ان کے اجڑے محلات، پرانے کھنڈرات اور ٹوٹی پھوٹی عمارتیں) دیکھ کر عبرت پکڑنے کا حکم ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے سفر میں عادیوں ثمودیوں کی بستیوں سے روتے گڑگڑاتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا تھا۔ [1]

اور سورہ غاشیہ میں فرمایا:

﴿ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ○ وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ○ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ○ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ○ ﴾

[الغاشية: ١٧ تا ٢٠]

''کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے ہیں۔ اور آسمان کو کس طرح اونچا کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ہیں۔ اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے''۔

یعنی ان بڑی بڑی مخلوقات کو دیکھ کر ان کے خالق و مالک کی معرفت حاصل نہیں کرتے؟ اس کی شان اور قدرت کو نہیں پہچانتے اور اس کی کمزور عاجز مخلوق کو اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

اور بخاری و مسلم کی روایت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (کھل کر) ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا بس آپ ﷺ مسکراتے تھے:

((فَکَانَ إِذَا رَأَی غَیْمًا أَوْ رِیحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ)). [2]

''اور آپ ﷺ جب بادل یا آندھی دیکھتے تو اس کا اثر آپ کے چہرے پر نمایاں ہوتا تھا' (یعنی آپ کے چہرے پر خوف اور پریشانی کے آثار نمایاں

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر باب قولہٖ ﴿ وَلَقَدْ کَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴾، رقم: ٤٧٠٢.

[2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہٖ ﴿ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِیَتِهِمْ ﴾، رقم: ٤٨٢٨.

ہو جاتے تھے، اور آپ پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی)۔"

دوسری روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب تیز آندھی چلنے لگتی تو آپ ﷺ دعا فرماتے:

> ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ)). ①

> "اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس میں جو بھلائی ہے اس کا اور جس بھلائی کے ساتھ اس کو چلایا گیا ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس کے نقصان اور اس میں جو نقصان ہے اور جس نقصان کے ساتھ اس کو چلایا گیا ہے اس سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔

اور جب آسمان پر بادل چھا جاتے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا آپ ﷺ کبھی گھر کے اندر جاتے اور کبھی باہر نکلتے، کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے ہٹتے (ہاں) جب بارش برسنے لگ جاتی تو آپ ﷺ سے اس کا اثر ختم ہو جاتا (یعنی گھبراہٹ زائل ہو جاتی اور آپ سکون محسوس کرتے)۔

غور فرمایئے! رسول اللہ ﷺ تو ان معمولی نشانیوں سے عبرت پکڑا کرتے تھے، لیکن آج ہم لوگ تباہ کن زلزلوں اور خطرناک سمندری اور دریائی طوفانوں اور سیلابوں سے بھی عبرت نہیں پکڑتے، جن زلزلوں اور طوفانوں میں لاکھوں افراد آنِ واحد میں ابدی نیند سو جاتے ہیں۔

④ مسلمان بھائی کا عیب دیکھ کر پردہ ڈالنا اور اچھے طریقے سے اصلاح کرنا:

صحیحین میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یُسْلِمُهٗ)).

> "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی مدد چھوڑے

---

① صحیح مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم والفرح بالمطر (٨٩٩) وابوداؤد (٥٠٩٨) واحمد (٢٤٤٠١).

اور جو شخص کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کرتا ہے تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب چھپاتا ہے اللہ پاک قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا"۔ [1]

مسلمان بھائی کی غلطی پر پردہ ڈالنا کتنا عظیم عمل ہے کہ اس کے نتیجے میں پردہ ڈالنے والے کے گناہوں پر قیامت کے دن پردہ ڈال دیا جائے گا، یعنی اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور وہ آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچ جائے گا۔

اور سنن ابی داؤد کی حدیث ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ)). [2]

"مومن اپنے مومن بھائی کا آئینہ ہے"۔

سبحان اللہ کیسی تشبیہ ہے؟ آئینہ سامنے عیب بتلاتا ہے پشت پیچھے بے عزتی نہیں کرتا۔ اور آئینہ خاموشی کے ساتھ غلطی اور عیب کی نشاندھی کرتا ہے ڈھنڈورا نہیں پیٹتا۔ اور پھر آئینہ صرف اس کے ہی عیب ظاہر کرتا ہے جو اس کے سامنے جائے اور جب کوئی دوسرا شخص آئینہ دیکھے وہ دوسرے کو پہلے کے عیب نہیں بتلاتا بلکہ صرف دیکھنے والے کے ہی عیب عیاں کرتا ہے۔ اور مؤمن کا حق ہے کہ وہ بھی جب اپنے مؤمن بھائی کا کوئی عیب دیکھے تو اچھے طریقے سے اس کی اصلاح کرے، اور دوسرے لوگوں کے سامنے اس کے عیب بیان نہ کرے۔

⑤ مختلف چیزوں کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعائیں:

آئینہ دیکھنے کی دعا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم (٦٥٧٨) و ابوداؤد (٤٨٨٢)، والترمذى (١٩٢٧) واحمد (٢/٢٧٧).

[2] سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب فى النصحية والحياطة (٤٩١٨)، والبخارى فى الأدب المفرد (٢٣٨). البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ)). ①

مسلمان بھائی کو نئے کپڑوں میں ملبوس دیکھنے کی دعا:

((اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَعِشْ حَمِيْدًا وَمُتْ شَهِيْدًا)). ②

نیا چاند دیکھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ)). ③

اچھی چیز دیکھنے کی دعا:

﴿ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ [الكهف : ۳۹]

اچھا یا برا خواب دیکھے تو کیا کرے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برے خیالات شیطان کی جانب سے ہیں۔ جب تم میں سے کوئی شخص خواب میں پسندیدہ چیز دیکھے تو اس کو صرف اس شخص کے سامنے بیان کرے جس کو وہ اچھا جانتا ہے۔ اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس ناپسندیدہ خواب کے شر اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے اور تین بار بائیں جانب تھوکے، کسی کے سامنے اس کو بیان نہ کرے، بلاشبہ برا خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا“۔ ④

⑥ مسلمانوں کی پہرہ داری کرنا:

یہ آنکھ سے کیا جانے والا وہ عظیم عمل ہے جس کے بارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تین آدمی ہیں ان کی آنکھیں نار جہنم کو نہیں دیکھیں گی۔ ان میں سے ایک

---

① ارواء الغليل (۱/۱۱۳) والطبقات ابن سعد (۳۷۷۱).

② سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب ما يقول الرجل اذا لبس ثوبا جديدًا (۳۵۵۸).

③ طبرانی فی الكبير (۱۳۳۳) والدارمی (۲/۳) حديث حسن.

④ صحيح مسلم، كتاب الرؤيا (۲۲۶۱) (۲۲۶۲).

وہ ہے:

عَيْنٌ حَرَسَتْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.[1]

”وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتی ہے“۔

لمحہ فکریہ! وہ آنکھ جسے مسلمانوں کی حفاظت اور پہرے کا حکم دیا گیا تھا' آج وہ آنکھ مسلمان کا مال لوٹنے کے لیے گھات میں ہے' مسلمانوں کو دشمن سے خبردار کرنے کی بجائے' خود مسلمانوں کی دشمنی کا ثبوت دے رہی ہے۔

⑦ خشیت الٰہی سے آنسو بہانا:

یہ آنکھ کا انتہائی عظیم عمل ہے۔ یہ وہ عمل ہے' جس سے طاقتوں والے رب کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے' اور اس کی رحمت موجزن ہو جاتی ہے۔ اللہ کے خوف اور خشیت سے رونا وہ عمل ہے جس کی فضیلت قرآن و حدیث میں بکثرت مذکور ہے۔ اللہ رب العزت نے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ○ ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۰۹]

”وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع اور خضوع بڑھا دیتا ہے“۔

اور اللہ رب العزت نے سورہ مریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصلت بیان فرمائی ہے:

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ○ ﴾ [مریم: ۵۸]

”ان کے سامنے جب اللہ رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑگڑاتے گر پڑتے تھے“۔

اور اللہ رب العزت نے سورۂ مائدہ میں اعلان فرمایا:

﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ ﴾ [المائدة: ۸۳]

---

[1] جامع الترمذی، فضائل الجهاد، فی فضل الحرس فی سبیل الله (۱٦۳۹). حدیث صحیح. صحیح الترغیب والترهیب (۳۳۲٦).

”اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ (کلام) کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا‘ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں“۔

اللہ رب العزت نے یہاں ان لوگوں کی فضیلت ومنقبت بیان فرمائی ہے جو اللہ کی آیتیں سن کر خشیت الٰہی سے روتے اور گڑگڑاتے ہیں‘ اور ان کی اس خوبی کو قرآن میں جگہ دے کر قیامت تک کے لیے نمونہ بنا دیا ہے۔

اور سورۂ نجم میں فرمایا:

﴿ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ○ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ○ ﴾

[النجم: ٥٩، ٦٠]

”پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟“۔

ان آیات بینات میں رب ارض وسماوات نے ان لوگوں کو جھنجھوڑا اور ڈانٹا ہے جو قرآن سن کر رونے اور گڑگڑانے کی بجائے ہنستے اور کھیلتے ہیں۔

① اور ایک خطبے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا)).[1]

”اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ“۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آنے لگی۔

② جناب حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں‘ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا: اور اس میں عذاب قبر کا ذکر فرمایا: جس کا نتیجہ یہ نکلا:

ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً.[2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا (٦٤٨٥).

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر ١٣٧٣.

"مسلمان اس قدر روئے کہ ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اور وہ چیخ چیخ کر رونے لگے"۔

③ ((اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ)).[1]

"اپنی زبان کی حفاظت کرو' تمہارے لیے تمہارا گھر ہی وسیع اور کشادہ ہو (یعنی گھر سے باہر فضول بیٹھک کی بجائے اپنے گھر میں وقت گزارو) اور اپنی غلطیوں پر ندامت کے آنسو بہایا کرو"۔

④ سات خوش قسمتوں (عرش کا سایہ پانے والوں) میں ایک وہ شخص:

((وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)).[2]

"جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے"۔

⑤ ((لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ)).[3]

"وہ شخص آگ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے ڈر سے رویا' حتیٰ کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے (یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں لوٹنا محال ہے اسی طرح اللہ کے ڈر سے رونے والے کا آگ میں داخل ہونا محال ہے)"۔

⑥ دو قطروں سے بڑھ کر کوئی قطرہ اللہ کو پیارا اور محبوب نہیں: ایک خون کا وہ قطرہ جو شہادت کے وقت مجاہد کے بدن سے ٹپکتا ہے اور ایک وہ قطرۂ آب جو خوفِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی سے مؤمن کی آنکھ سے ٹپکتا ہے۔[4]

⑦ دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی ان میں سے ایک:

عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.[5]

---

[1] جامع الترمذی، أبواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان (٢٤٠٦) و مسند احمد (٢٥٩/٥) و الصحیحۃ (٨٩٠).

[2] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ (٦٢٠) ومسلم (١٧١٢).

[3] جامع الترمذی، أبواب الجھاد، باب ماجاء فی فضل الغبار فی سبیل اللّٰہ (١٦٣٣) والحاکم (٢٦/٤).

[4] ترمذی، الجھاد، باب ماجاء فی فضل اعرابط (١٦٦٩) حسن عند البانی.

[5] جامع الترمذی، ابواب فضائل الجھاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللّٰہ (١٦٣٩) و صحیح الجامع الصغیر (٤١١٣).

’’وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے رو پڑے‘‘۔

⑧ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ قیام میں صبح تک یہی آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے:

﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۱۱۸] [1]

⑨ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے آپ قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگے حتیٰ کہ مٹی آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا اِخْوَانِي لِمِثْلِ هٰذَا فَاَعِدُّوْا)). [2]

’’اے میرے ساتھیو! اس گڑھے کے لیے تیاری کر لو‘‘۔

⑩ خشیت الٰہی سے آنسو بہانا ایسا عظیم عمل ہے کہ اگر کسی نے دنیا میں یہ آنسو نہ بہائے تو اسے جہنم میں بہت رونا پڑے گا، حدیث میں ہے:

((اِنَّ اَهْلَ النَّارِ لَيَبْكُوْنَ حَتّٰى لَوْ اُجْرِيَتِ السُّفُنُ فِيْ دُمُوْعِهِمْ فَجَرَتْ وَاَنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ الدَّمَ يَعْنِيْ مَكَانَ الدَّمْعِ)). [3]

یہ خشیت الٰہی اور خوفِ الٰہی سے رونے کی دس فضیلتیں ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں، لیکن آج ہم دنیاوی دکھوں صدموں اور تکلیفوں پر تو مہینوں آنسو بہا لیتے ہیں اور اللہ کے ڈر سے ہماری آنکھوں سے ایک قطرہ بھی نہیں نکلتا۔

آنکھوں کا غلط اور برا استعمال

❶ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا:

یہ اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے آنکھوں کا زنا قرار دیا

---

[1] سنن ابن ماجہ، الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ فی صلاۃ اللیل (۱۳۵۰) و احمد (۱۴۹/۵).

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء (۴۱۹۵) و صحیح ابن ماجہ (۳۳۸۳).

[3] سلسلہ الأحادیث الصحیحۃ للالبانی عن عبداللہ بن قیس.

ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَزِنَا الْعَيْنِ النَّظْرُ)). [1]

"اور آنکھ کا زنا (غیر محرم عورتوں کی طرف) دیکھنا ہے"۔

نظر کی یہ آوارگی ہی بدکاری کا راستہ ہموار کرتی ہے تفسیر اضواء البیان میں لکھا ہے:

فَالنَّظْرُ بَرِيْدُ الزِّنَا.

"نظر بدکاری کی ڈاک اور مراسلہ ہے"۔

ایک عرب شاعر اسی بات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

نَظْرَةٌ، فَابْتِسَامَةٌ، فَسَلَامٌ، فَكَلَامٌ، فَوَعْدٌ، فَلِقَاءٌ.

"پہلے نظر بازی' پھر مسکراہٹ' پھر سلام' پھر کلام' پھر وعدہ' اور پھر ملاقات"۔

اور نظر کی آوارگی اس قدر خطرناک جرم ہے کہ وہ آنکھ جس کی دیت شریعت اسلامیہ میں پچاس اونٹ ہے۔ [2] یہی آنکھ نظر کی آوارگی سے بالکل بے قیمت اور ذلیل ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ يَّفْقَؤُوْا عَيْنَهُ)). [3]

"جو کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے تو ان گھر والوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی آنکھ پھوڑ دیں"۔

لیکن آج یہ نظر کی آوارگی اور چھتوں پہ چڑھ کر اور کھڑکیوں دروازوں کے ذریعے جھانک تانک کا سلسلہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے' اور وہ آنکھ جسے آخرت میں دیدارِ الٰہی اور زیارتِ نبی مکرم کے لیے تیار کرنا تھا وہ آنکھ شیطان کا زہریلا تیر بن چکی ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم خطه من الزنا وغيره (٦٧٥٣).

[2] البيهقي (١٥٩/٨).

[3] صحيح مسلم، كتاب الأدب، باب تحريم النظر في بيت غيره (٥٦٤٣) (٥٦٤٢)، و مسند احمد (٨٦٣٦).

② فلمیں اور ڈرامے دیکھنا:

فلمیں اور ڈرامے بے حیائی، فحاشی وعریانی، جھوٹ، گندی محبت اور عیاشی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ عظیم اور قیمتی نعمت آنکھوں کو ان شیطانی چیزوں پر لگانا بدترین اور مہلک گناہ ہے، فلموں اور ڈراموں میں صرف یہ خرابی ہی کافی ہے کہ یہ تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں اور جہاں تصویریں ہوں وہاں اللہ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا وہاں رحمت کے فرشتے نہیں اترتے۔ [1]

لیکن آج نظر کا یہ پلید شوق پورا کرنے کے لیے گھر گھر فلموں اور ڈراموں کا اہتمام کیا جا چکا ہے، کیبل، ڈش، ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ سمیت تمام شیطانی آلات گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں، اور ہر گھر سینما گھر کا منظر پیش کر رہا ہے، گھر میں نفلی نماز وغیرہ کے لیے مسجد البیت تو موجود نہیں لیکن اکٹھے ہو کر فلم دیکھنے کے لیے ٹی وی لاؤنج موجود ہے۔

③ ناول اور افسانے پڑھنا:

ناول اور افسانے فحاشی وعریانی اور گندی محبت پر مبنی جھوٹی کہانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان ناول نگاروں اور افسانہ نگاروں کے متعلق حدیث میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ ایک شخص کلمہ خیر کہتا ہے حالانکہ وہ اس کی قدر ومنزلت کو نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے نامہ اعمال میں قیامت کے دن اپنی رضامندی ثبت فرما دیتے ہیں اور بلاشبہ ایک آدمی بری بات زبان پر لاتا ہے جبکہ وہ اس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے نامہ اعمال میں قیامت کے دن تک اپنی ناراضگی ثبت فرما دیتے ہیں۔ [2]

اب ناول اور افسانے اسی قسم کی باتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب التصاوير (٥٩٤٩) (٣٢٢٥).

[2] بخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان (٦٤٧٨).

اور غیظ وغضب والی کہانیاں ہیں، یہ کہانیاں بدکاری وزنا کے راستے بتلاتی ہیں، بھائی، بیٹے باپ اور شوہر کو دیوث اور بے غیرت بنانے کی تربیت دیتی ہیں۔ اس لیے یہ ناول اور افسانے بدترین قسم کا جھوٹ ہیں صحیح البخاری کی ایک حدیث میں اس جھوٹ کو انتہائی خطرناک جرم قرار دیا گیا ہے، وہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ایک لمبے خواب پر مشتمل ہے۔ جس میں مختلف جرائم کی سخت سزائیں دکھلائی گئیں، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص لٹایا گیا ہے اور اس پر ایک شخص کو مسلط کیا گیا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار آلہ ہے وہ اس آلے کو لیٹے ہوئے شخص کی دائیں باچھ میں داخل کرتا ہے اور چیرتا ہوا پیچھے گدی تک لے جاتا ہے پھر دائیں نتھنے میں آلہ داخل کرتا ہے اور چیرتا ہوا پیچھے گدی تک لے جاتا ہے، پھر دائیں آنکھ میں داخل کرتا ہے اور چیرتا ہوا پیچھے گدی تک لے جاتا ہے۔ پھر بائیں جانب باچھ، نتھنے اور آنکھ کو چیرتا ہے ایک جانب سے فارغ ہوتا ہے تو دوسری جانب ٹھیک ہو جاتی ہے تو وہ پھر دوسری جانب سے شروع ہو جاتا ہے، اسی طرح چیر پھاڑ کا سلسلہ جاری رہتا ہے، آپ جبریل ومیکائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں: یہ کون ہے؟ اسے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے، اس کی باچھیں، اس کے نتھنے اور اس کی آنکھیں کیوں چیری جا رہی ہیں؟ تو وہ دونوں فرشتے جواب دیتے ہیں یہ وہ شخص ہے جو جھوٹ بولتا تھا اور اس کا جھوٹ دور دراز تک پہنچ جاتا تھا، اب ظاہر ہے کہ یہ لطیفوں ناولوں اور ڈائجسٹوں والا جھوٹ ہی ہے جو دور دراز تک پہنچ جاتا ہے، تو جس جھوٹ کی اس قدر خطرناک سزا رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دکھلائی گئی اور ساتھ بتلایا گیا کہ ایسے شخص کو یہ سزا قبر میں قیامت تک ملتی رہے گی، آج وہ جھوٹ ہم پڑھتے اور دیکھتے ہیں۔

④ کسی کی شرمگاہ کو دیکھنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ)).[1]

"کوئی شخص کسی شخص کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر

---

[1] مسلم، كتاب الحيض، باب تحريم النظر الى العورات (٧٦٨) والترمذى (٢٧٩٣).

(شرمگاہ) کو نہ دیکھے"۔

لیکن آج کئی کھیلوں میں لوگ تقریباً ننگے ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھتے ہیں، مثلاً: پہلوانی میں جو چھوٹی سی رومالی باندھی جاتی ہے وہ ایک قسم کا ننگا پن ہی ہے، اسی طرح موجودہ کلبوں میں اجتماعی غسل یا سویمنگ پول وغیرہ۔ شریعت اسلامیہ میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس کہا گیا ہے لیکن اس کے باوجود اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے سے پرہیز کریں، بلکہ ایک حدیث میں ہے جب رسول اللہ ﷺ نے ستر ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی اگر کوئی شخص خلوت اور تنہائی میں ہو تو ستر کھول سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس بات کا حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے"۔[1]

معلوم ہوا بلا وجہ اپنا ستر دیکھنا بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

⑤ جھوٹا خواب بیان کرنا:

یہ ایک خطرناک گناہ ہے جو لوگوں میں بری طرح رائج ہے۔ لوگ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لیے اپنی طرف سے جھوٹ والے خواب (جھوٹے خواب) گھڑتے ہیں جو ان کی آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ شہرت پسند لوگوں اور نام نہاد مذہبی پیشواؤں میں یہ گناہ عام ہے۔ جبکہ حدیث میں ہے:

"جس شخص نے جھوٹا خواب سنایا جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا اسے اس وقت تک عذاب دیا جائے گا جب تک وہ جو کہ دو دانوں میں گرہ نہیں باندھ لیتا اور وہ کبھی بھی باندھ نہیں سکے گا"۔[2]

آج جھوٹے خوابوں کا سلسلہ اس قدر زیادہ ہو گیا ہے کہ ایک مکتبِ فکر کے دو بڑے بڑے عالم دین ہیں، دونوں ایک دوسرے کی شدید مخالفت کرتے ہیں، ایک دوسرے

---

[1] ترمذی، الادب، باب ماجاء فی حفظ العورۃ (۲۷۹٤) و ابوداؤد (٤۰۱۷).

[2] صحیح البخاری، کتاب تعبیر الرؤیا، باب من کذب فی حلمہ (۷۰٤۲) (۷۰٤۳).

کو کافر تک کہتے ہیں، اور دونوں ہی اپنا ہر کام رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خواب میں یہ وہ کرنے کا حکم دیا ہے کیا ان کا تضاد اس بات کی دلیل نہیں کہ دونوں جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں۔

⑥ نماز میں اِدھر اُدھر یا آسمان کی طرف دیکھنا:

آج بہت سارے نمازی اس گناہ میں ملوث ہیں کہ ان کی نگاہیں نماز میں سجدہ والی جگہ پر ٹکنے کی بجائے اِدھر اُدھر گھومتی اور آسمان کی طرف اُٹھتی ہیں۔ جبکہ یہ انتہائی خطرناک گناہ ہے:

> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں التفات کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شیطان کی چھینا جھپٹی ہے جو وہ بندے کی نماز سے چھین لیتا ہے''۔ [1]

دوسری حدیث میں فرمایا:

> حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی آنکھوں کو آسمان کی جانب اٹھانے سے رک جائیں گے یا ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی''۔ [2]

حالانکہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے، تو اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، اور عرش والے سے سرگوشیاں اور ہمکلامی کر رہا ہوتا ہے، اس حالت میں سر جھکا کے نظریں پست کر کے عاجزانہ انداز میں کھڑے ہونے کا حکم ہے اِدھر اُدھر جھانکنا، مڑ مڑ کر دیکھنا، یا آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانا سوءِ ادب ہے۔ اور خشوع خضوع کے منافی ہے، اس لیے دورانِ نماز ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الإلتفات فی الصلاة (٧٥١) و ابوداود (٩١٠) و احمد (٦/٧٠).

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب النهی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاة (٤٢٩)، والنسائی (٣/٣٩).

⑦ کسی کے عیبوں کی ٹوہ لگانا:

آنکھوں کا ایک خطرناک گناہ کسی کے عیب معلوم کرنے کے لیے اس پر نظریں جمانا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خطرناک سزا بیان فرمائی ہے، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اَرْبَی الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةُ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ)).[1]

"بے شک بہت بڑا سود مسلمان کی عزت کو ناجائز طور پر پامال کرنا ہے"۔

یعنی مسلمان بھائی کی بے عزتی کرنا سود جیسے گناہ سے بھی خطرناک ہے۔

بہرحال یہ تمام گناہ آنکھوں کے ناجائز استعمال کے ضمن میں آتے ہیں اور آنکھوں کا ناجائز استعمال کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ آنکھیں وہ نعمت ہے جن سے کل قیامت کے دن اللہ کا دیدار اور پیغمبر ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی، ایسا نہ ہو کہ آنکھوں کے غلط استعمال سے قیامت کے دن انسان اللہ کے دیدار اور پیغمبر ﷺ کی زیارت سے محروم ہو جائے اور یہ محرومی دنیا جہان کی تمام نعمتوں کی محرومی سے بڑھ کر حسرت ناک اور پریشان کن ہے۔

قرآن وسنت سے اعراض کرنا:

آخر میں آنکھوں کا سب سے بڑا گناہ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ قرآن و سنت سے اعراض کرنا ہے اور اس گناہ کی سزا سب سے زیادہ بری اور سخت ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن نابینا کر کے اٹھایا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ○ ﴾ [طٰهٰ : ۲۴۔۲۶]

"اور جس نے میرے ذکر (قرآن وسنت) سے اعراض کیا (اپنی آنکھوں

---

[1] سنن أبي داؤد، رقم: ٤٨٨٠. الترمذي، كتاب البرّ والصلة باب، ماجاء في تعظيم المؤمن، رقم: ٢٠٣٢.

سے قرآن وسنت کو نہ پڑھا' نہ سیکھا) پس یقیناً اس کے لیے (دنیا' قبر' حشر اور آخرت میں) تنگ زندگی ہوگی (اسے سکون نصیب نہیں ہوگا) اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (جب اس نے دنیا میں اللہ کی دی ہوئی ان آنکھوں سے اللہ کا دین نہ سیکھا تو اسے آخرت میں نابینا اور اندھا کر کے اٹھایا جائے گا) وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے جب کہ میں اچھا بھلا دیکھنے والا تھا؟' اللہ تعالیٰ جواب دیں گے' اسی طرح تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں' لیکن تو نے میری آیتوں کو نظر انداز کر دیا تھا (تیرے پاس دنیا کے تمام کھیکھنوں کے لیے وقت موجود تھا لیکن میری آیتوں کے لیے تیرے پاس فرصت نہ تھی' تو دنیا کی بری چیزوں پر اپنی نگاہیں جماتا رہا' لیکن میری آیتوں کو تو نے پس پشت ڈالے رکھا میری آیتوں پہ تو نے نظریں نہ جمائیں......) اس لیے آج تجھے (نابینا اٹھا کر) نظر انداز کر دیا جائے گا' آج تیری فریاد نہیں سنی جائے گی''۔

دوستو' بزرگو' عزیزو! آنکھیں اللہ نے عطاء فرمائی ہیں' لہٰذا حق یہی ہے کہ ان آنکھوں کا قرآن وسنت کے مطابق درست' جائز اور اچھا استعمال کیا جائے' تاکہ یہ قیمتی نعمت عطاء کرنے والا رب ہم پہ راضی ہو' اور ہمیں آخرت میں عرش والے کا دیدار اور امام الأنبیاء کی زیارت ورفاقت نصیب ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تین نعمتیں (دِل)

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ ﴾

[بنی اسرائیل : ۳٦]

قلبِ سلیم میں شجاعت اور بیمار دل میں بزدلی

گزشتہ دو خطبوں میں دو عظیم نعمتوں: کان اور آنکھ کے درست استعمال اور غلط استعمال کا بیان تھا۔ اور آج اس عظیم نعمت کے حوالے سے بات ہوگی۔ جو نعمت پورے بدن میں ایک اہم بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے بارے امام الانبیاء خاتم النبیین سید ولد آدم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

((اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)).[1]

"لوگو! خبردار! جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار! وہ ٹکڑا "دل" ہے"۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرألدینه (٥٢).

غور کیجئے! پسلیوں کے نیچے انتہائی محفوظ مقام پر لگایا گیا یہ دھڑکتا ہوا پرزہ اور چھوٹا سا قطعہ لحم کس قدر حساس عضو ہے' یہ وہ پرزہ ہے کہ جسمانی اور روحانی دونوں حوالوں سے یہ جسم انسانی میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کو معلوم ہو جائے کہ میں دل کا مریض ہوں۔ اس کی زندگی کے مزے کرکرے ہو جاتے ہیں' وہ ہر وقت موت کو اپنے سر پر منڈلاتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ بڑی پابندی کے ساتھ طبیب اور معالج کے پاس جاتا ہے۔ حتیٰ الامکان دوائی اور پرہیز کا اہتمام کرتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس جب دل روحانی طور پہ بیمار ہو جائے' بری طرح بگڑ جائے۔ تمام روحانی بیماریاں اس میں پیدا ہو جائیں' اور یہ روحانی تندرستی اور صحت سے محروم ہو جائے۔ پھر انسان اس کے علاج کے لیے فکرمند نہیں ہوتا' نہ علاج کرواتا ہے' نہ دوائی لیتا ہے' نہ پرہیز کرتا ہے' بلکہ اپنے بگڑے ہوئے بیمار دل کی ہر بات مانتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا سارا بدن روحانی بیماریوں کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ اور سارے بدن کے افعال ٹیڑھے ہو جاتے ہیں' اس کی چال' اس کی گفتار' اس کی سیرت اس کا اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' سونا جاگنا' دیکھنا سننا' بولنا پکڑنا' اس کی وضع قطع شکل وصورت' لباس وحجامت ہر چیز بگڑ جاتی ہے۔

اور یہی دھڑکتا ہوا دل جب روحانی طور پر توانا وتندرست ہوتا ہے تو سارا بدن توانا وتندرست ہوتا ہے اس کے نتیجے میں بدن کے تمام افعال درست اور صحیح ہوتے ہیں' پھر ہاتھوں کی پکڑ' قدموں کی چال' زبان کی گفتار' آنکھوں کی بینائی' کانوں کی شنوائی' کھانا پینا' سونا جاگنا' وضع قطع' شکل وعقل' شعار ولباس' خلوت وجلوت' خوشی وغمی اور ظاہر وباطن سب کچھ اللہ کی شریعت کے مطابق درست اور صحیح ہو جاتا ہے۔

آج اسی بات پر غور کرنا ہے کہ تندرست دل (جسے رب کائنات نے قلب سلیم اور قلب منیب کا نام دیا ہے) (الشعراء ۸۸۔۸۹۔ ۔ق ۳۳) اس کی خصلتیں اور علامتیں کیا ہیں۔ اور بیمار دل (جسے قرآن کریم میں بار بار "فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ" سے تعبیر کیا گیا ہے) اس کی بری خصلتیں اور بیماریاں کیا ہیں؟ سب سے پہلے میں تندرست دل "قلب سلیم" کی خصلتیں اور علامتیں بیان کرتا ہوں۔

قلب سلیم کی علامات

پہلی علامت:

تندرست اور توانا دل نور ایمان سے روشن اور منور ہوتا ہے:

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ﴾ [النور : ۳۵]

”(اس دل کی) مثال جس میں (ایمان وتوحید کا) نور موجود ہے ایک طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو وہ چراغ شیشے میں ہو شیشہ بھی ایسا گویا کہ وہ چمکتا تارہ ہے اور وہ چراغ اس بابرکت زیتون کے تیل سے جلایا گیا ہو جو ایسے پودے سے حاصل ہو جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے (بلکہ وہ سارا دن دھوپ والی جگہ میں اگا ہے) ایسے پودے کا تیل تو آگ کے چھوئے بغیر ہی چمکتا اور روشنی دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ روشنی کے اوپر روشنی ہے (اسی طرح مؤمن کا وہ دل جس میں ہدایت کا نور موجود ہو ایمان کی چمک اور روشنی موجود ہو وہ منور، روشن اور چمکدار ہوتا ہے، اس میں ایک تو فطری روشنی ہوتی ہے اور دوسری قرآن و سنت سے حاصل کردہ ایمان و ہدایت کی روشنی ہوتی ہے)“۔

یعنی یہ دل تمام ارکان ایمان، ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالآخرہ اور ایمان بالقدر کے حوالے سے تصدیق اور پختہ یقین والا ہوتا ہے۔ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا کا مصداق ہوتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو روز روشن سے بھی زیادہ حق اور سچ ماننے والا ہوتا ہے۔ وہ قرآن وسنت سے ٹکرانے والی آنکھوں دیکھی چیز اور کانوں سنی بات کو ٹھکرا سکتا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی بات کو غلط نہیں کہہ سکتا، اور اسی کا نام شرح صدر ہے، اور ایسا دل قلب سلیم اور قلب منیب ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾[الأنعام : ١٢٦]

”پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستے پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے“۔

غور کیجئے! ایمان اور ہدایت سے پُر دل اور سینے کو کشادہ اور روشن کہا گیا ہے اور جو دل اور سینہ ایمان و ہدایت سے خالی ہے اسے ناپاک گندا اور پلید کہا گیا ہے۔

دوسری علامت: دل کا نرم ہونا:

یہ بڑی جامع قسم کی علامت اور خصلت ہے، یعنی دل احکام الٰہیہ کو قبول کرنے والا ہو۔ اور دل کی نرمی کے اسباب یہ ہیں:

① کلام الٰہی میں تدبر و تفکر کرنا۔

② نصیحت و موعظت پر کان لگانا۔

③ اپنی غلطیوں کو یاد کر کے نادم و پشیمان ہونا۔

④ انابت الی اللہ (اللہ کی طرف توبہ و رجوع کرنا)۔

⑤ کثرتِ نوافل۔

⑥ دنیا سے بے نیازی و بے رغبتی رکھنا۔

⑦ موت اور آخرت کو یاد کرنا۔

⑧ خشیت الٰہی۔

⑨ ذکر و محبت الٰہی کرنا۔

⑩ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کرنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر نرم دل تھے، قرآن و حدیث کے ہر حکم کی فوری تعمیل

کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص پر سخت غصہ آیا' پاس حضرت حر بن قیس رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے انہوں نے فوراً آیت پڑھی:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

"درگذر سے کام لو' بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ.

اللہ کی قسم! جب حر نے یہ آیت پڑھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے تجاوز نہیں کیا یعنی ادھر آیت مکمل ہوئی ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ کافور ہو گیا' پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جناب عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ. [1]

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے (اوامر و نواہی پر) فوراً عمل کرنے والے تھے۔

تیسری علامت: دل کا اللہ کے ذکر سے سکون پکڑنا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ ﴾ [الرعد: ٢٨]

"جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہیں"۔

یعنی قلب سلیم (روحانی طور پر تندرست اور توانا دل) وہ ہے جس کی غذا اللہ کا ذکر ہے' جس کی تسکین ذکر الٰہی سے ہوتی ہے' اور ذکر کو وسیع نظر سے دیکھا جائے تو قرآن وسنت پر عمل کرنا اور پورے دین پہ عمل کرنا ذکر میں شامل ہے جس کا دل اللہ کے ذکر سے قرآن وسنت اور عبادت واطاعت سے سکون پکڑے' ہشاش بشاش ہو' اور ایسے دل کو ہی نفس مطمئنہ کہا گیا ہے:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب خذ العفو و امر بالعرف و أعرض عن الجاهلين (٤٦٤٢) (٧٢٨٦).

﴿ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ○ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ○ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ○ ﴾ [الفجر : ۲۷ تا ۳۰]

"اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا"۔

اللہ اکبر! اس سے بڑی کامیابی و کامرانی اور سعادت و خوش بختی کیا ہے کہ بندہ رب پہ راضی ہو اور عرش والا بندے پہ راضی ہو۔ لیکن یہ عظیم کامیابی صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگی کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے اور دین پر عمل سے سکون پکڑتے ہیں سنن ابی داؤد میں حدیث ہے: جب نماز کا وقت ہوتا کئی دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتے:

((اَرِحْنَا يَا بِلَالُ! فَنَادِ بِالصلوة)).

"بلال اٹھو اذان کہو اور ہمیں راحت پہنچاؤ' یعنی ہمیں نماز پڑھ کے راحت حاصل ہو سکون ملے"۔

یہ ہے نفس مطمئنہ ...... یہ ہے قلب سلیم ...... کہ نماز سے راحت حاصل ہو' نماز سے سکون ملے ...... نماز سے قرار آئے ...... اور نماز سے دل ٹھنڈا ہو' یہ نفس "نفس مطمئنہ" ہے اور یہ دل قلب سلیم اور قلب منیب ہے۔

چوتھی علامت: دل میں شرم و حیاء کا ہونا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا:

"ایمان کی قریباً ۶۰ شاخیں ہیں۔ سب سے افضل شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ تکلیف دینے والی چیز کو راستے سے ہٹانا ہے نیز شرم و حیا بھی ایمان کی شاخ ہے"۔ ①

---

① صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان و أفضلها و أدناها (۳۵) و بخاری (۹).

یعنی دل میں شرم و حیاء کا ہونا ایمان کی علامت ہے، کیونکہ شرم و حیاء وہ عمدہ خصلت ہے جس کی بنا پر انسان گناہوں، بے حیائیوں اور نافرمانیوں سے بچتا ہے، اچھے کام کرتا ہے اور برائیوں سے دامن بچا کر رکھتا ہے۔

اور دوسری روایت ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا، فَإِذَا رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهٖ۔ ①

”نبی ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ جب آپ کسی مکروہ کام کو دیکھتے تو ہم اسے آپ کے چہرے (کے اثرات) سے پہچان لیتے تھے“۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے دل کی کیفیت تھی، کہ آپ کا دل شرم و حیاء سے پُر تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی عادۃً یا تکلف کر کے فحش کلامی نہیں کی تھی، آپ شرم و حیاء کے پیکر تھے۔

پانچویں علامت:

دل میں دنیا جہان کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا ہونا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص میں تین خصلتیں ہیں وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا“۔

پہلی خصلت:

((مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا))۔

”اللہ اور اس کے رسول اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں“۔

---

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ الحیاء (۲۳۲۰)۔

دوسری خصلت:

((وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ)).

''وہ کسی شخص سے محبت کرے تو محض اللہ کی رضا کے لیے کرے''۔

تیسری خصلت:

((وَمَنْ یَّكْرَهُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا یَكْرَهُ اَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ)).[1]

''کسی شخص کو اللہ نے کفر سے محفوظ رکھا ہے تو وہ کفر میں واپس جانے کو اس قدر برا جانے جس قدر وہ اس بات کو برا جانتا ہے کہ اسے آگ میں ڈالا جائے''۔

غور فرمائیے! اس چیز کو ایمان کی مٹھاس' شیرینی' حلاوت اور مزہ قرار دیا گیا ہے کہ دل میں سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہو۔ اور دنیا جہان کی باقی تمام چیزوں کی محبت اس کے تابع ہو۔

چھٹی علامت: دل کا مسجد کے ساتھ معلق (لٹکا ہوا) ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سات (انسان) ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس روز اس کے سائے کے علاوہ دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا''۔

ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ ہے:

((وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى یَعُوْدَ اِلَیْهِ)).[2]

''ایسا شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق ہے جب بھی وہ مسجد سے نکلتا ہے تو مسجد کی جانب واپس (آنے کی فکر) میں رہتا ہے''۔

یعنی اس کے دل میں مسجد کی محبت ہے' اس کا دل مسجد میں لگتا ہے اور مسجد میں

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان (١٦).

[2] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين (١٤٢٣).

سکون پکڑتا ہے۔ وہ نماز پڑھ کے (دنیاوی ضرورتوں اور مجبوریوں کی خاطر) مسجد سے نکلتا تو ہے، لیکن اس کا دھیان مسجد کی طرف ہے، اور ایسے شخص کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ نمونہ پیش کرتا ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے:

مَا نُوْدِیَ بِالصَّلَاۃِ مِنْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً اِلَّا وَسَعِیْدٌ فِی الْمَسْجِدِ.①

"چالیس سال یہ چیز دیکھی گئی کہ جب بھی مسجد میں نماز کے لیے اذان کہی گئی، اذان کے وقت جناب سعید بن مسیب رحمہ اللہ کو مسجد میں پایا گیا"۔

یہ ہے وہ دل جو مسجد سے چمٹا ہوا اور اللہ کے گھر کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ لیکن آج ہر مسجد میں ایک بڑی تعداد ان نمازیوں کی ہے جن کا اذان کے وقت مسجد میں ہونا تو کجا، وہ تو تکبیر اولیٰ سے محروم، نماز سے پہلے کی سنتوں سے محروم اور فرض نماز کی ۲ یا ۳ رکعتیں امام کے ساتھ پانے سے محروم ہوتے ہیں۔

ساتویں علامت: دل کا جذبہ سخاوت سے معمور ہونا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بھلائی کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے، جبریل رمضان میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ انہیں قرآن سناتے۔ جب آپ ﷺ سے جبریل ملاقات کرتے تو آپ نیکی میں تیز آندھی سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔②

دوسری روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چل رہا تھا۔ آپ ﷺ پر دھاری دار نجرانی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے (راستے میں) آپ کو ایک دیہاتی ملا اس نے آپ کی چادر (پکڑ کر) زور سے کھینچی۔ نبی ﷺ دیہاتی کے سینے کے قریب آ گئے میں نے دیکھا کہ دیہاتی کے اس قدر سختی سے

---

① تہذیب الھذیب ترجمہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ.

② صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب أجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان (۱۹۰۲).
و صحیح مسلم (۲۳۰۸) و ابن حبان (۳۴۴۰) و ابن ابی شیبۃ (۱۰۲/۹) و ابن خزیمۃ (۱۸۸۹).

چادر کھینچنے سے رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا تھا۔ بعد ازاں اس دیہاتی نے کہا' اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے کچھ عطا کریں۔ (اس کی اس بات پر) نبی ﷺ نے اس کی جانب التفات کیا اور آپ مسکرائے' پھر اسے کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔[1]

صحیح بخاری میں ہے: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں جب وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ حنین سے واپس آ رہے تھے (ایک مقام پر) دیہاتی لوگ آپ ﷺ سے لپٹ گئے وہ آپ ﷺ سے مال غنیمت مانگ رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ کیکر کے درخت کی جانب پناہ حاصل کریں۔ آپ کی چادر درخت میں الجھ گئی۔ نبی ﷺ کچھ دیر رکے اور فرمایا: مجھے میری چادر لوٹا دو' اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد کے برابر بھی مویشی ہوتے تو میں انہیں تم میں تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل' غلط بیانی کرنے والا اور چھوٹے دل والا نہ پاتے۔[2]

یہ تین واقعات صرف بطور نمونہ ذکر کیے ہیں ورنہ آپ کی جود و سخا اس قدر زیادہ تھی کہ کسی لمبی نشست کے اندر بھی اسے احاطہ تقریر میں لانا اور کسی موٹی کتاب میں اسے ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

بہر حال جذبہ سخاوت قلبِ سلیم اور قلب منیب کی نمایاں شناخت اور پہچان ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الحشر میں فرمایا:

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾ [الحشر: ۹]

''وہ لوگ (یعنی انصار مدینہ) ذاتی ضرورت' حاجت اور بھوک پر دوسروں کی ضرورتوں کو ترجیح دیتے ہیں (یہ لوگ بخل اور طمع سے بچا لیے گئے ہیں) اور جو لوگ نفس کے بخل اور طمع سے بچا لیے جائیں وہی کامیاب ہیں''۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة (۵۸۰۹).

[2] صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الشجاعة فی الحرب والجبن، رقم: ۲۸۲۱.

آٹھویں علامت: دل میں خشیتِ الٰہی، خوف الٰہی اور تقویٰ ہو:

اللہ رب العزت نے سورہ الملک میں فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○﴾ [الملك : ١٢]

"بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے"۔

سورۂ یٰسین میں فرمایا:

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ○﴾ [يٰس : ١١]

"بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے سو آپ اس کو مغفرت اور باوقار اجر کی خوش خبریاں سنا دیجئے"۔

سورۂ نور میں ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○﴾ [النور : ٥٢]

"جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں"۔

سورۃ النازعات میں ہے:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ ﴾ [النازعات : ٤٠۔٤١]

"ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے"۔

بخاری ومسلم میں ہے:

((اَنَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ)).

"اللہ کی قسم! میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں"۔

دوسری روایت میں ہے:

اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا. (تین بار)

دل اور سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "تقویٰ یہاں ہوتا ہے' یعنی تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا مرکز دل ہے"۔ [1]

نویں علامت: دل میں عاجزی وانکساری ہو (یعنی تکبر نہ ہو):

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑتی' وہ جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی' (آپ اس کی ضرورتیں پوری کر دیا کرتے تھے) آپ بالکل اس بات میں عار محسوس نہیں کرتے تھے کہ یہ تو لونڈی ہے' میں اس کے ساتھ کیوں چلوں یہ تو بے وقعت ہے' نہیں آپ عاجزی والے تھے کسی کی تحقیر نہیں کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ خلل تھا۔ اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! مجھے آپ ﷺ سے کچھ کام ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا' اے ام فلاں! دیکھو! جس گلی میں بھی تم چاہتی ہو (میں جانے کے لیے تیار ہوں) تاکہ تمہارے لیے تمہارے کام کو پورا کروں۔ چنانچہ آپ راستے میں اس کے ساتھ الگ رہے حتیٰ کہ جو کام اس نے کہنا تھا کہہ دیا۔ [1]

آج کمزور عقل والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے' کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتا' یہ تکبر ہے' عاجزی یہ ہے کہ کمزور عقل والوں کی بات سنی جائے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے۔

جامع ترمذی میں ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربه من الناس و تبرکهم به، رقم: ٦٠٤٤.

جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک وہ شخص اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا اور آپ اپنے چہرے کو کسی شخص سے اس وقت تک نہ پھیرتے جب تک کہ وہ شخص اپنا چہرہ نہ پھیر لیتا تھا نیز آپ کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ اپنے کسی ساتھی کے آگے گھٹنے دراز کیے بیٹھے ہوں۔[1]

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن دوسری صحیح احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا دل کس قدر عاجزی والا تھا اور آپ متکبر نہیں تھے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: حضرت اسود رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا' آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔[2]

کیسی عاجزی وانکساری ہے' کہ سید الرسل ہونے کا اعزاز' سید ولد آدم ہونے کا امتیاز' مقام محمود پہ فائز ہونے کا بلند مقام...... لیکن عاجزی اس قدر زیادہ کہ گھر میں گھر والوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں......

اور ایک حدیث میں ہے:

((اَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا)).[3]

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ خلط ملط ہو جایا کرتے تھے' یعنی امتیازی رہن سہن کی بجائے' ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے تھے''۔

---

[1] جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق باب تواضعہ مع جلیسہ، رقم: ٢٤٩٠.

[2] صحیح البخاری، کتاب الأذان باب من کان فی حاجۃ اہلہ ... الخ، رقم: ٦٧٦.

[3] مسند احمد (٦/٢٥٦) (٦١٩٤) و ابن حبان حسن (٥٦٧٥)،

صحیح البخاری، کتاب الأدب باب الانبساط الی الناس رقم: ٦١٢٩.

دسویں علامت: دل میں خیرخواہی اور ہمدردی کا ہونا:

یہ نبوی صفت ہے: اللہ رب العزت نے سورۂ توبہ میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ [التوبه:١٢٨]

"تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں"۔

اور سورۃ الاعراف میں ہے: حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ [الأعراف: ٦٢]

"تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں"۔

حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ ﴾ [الأعراف:٦٨]

"تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں"۔

حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ○ ﴾ [الأعراف:٧٩]

"اس وقت (صالح علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے، اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے"۔

حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ

فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ [الأعراف:۹۳]

''اس وقت شعیب علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیرخواہی کی۔ پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں''۔

غرضیکہ ہمدردی و خیرخواہی نبوی صفت ہے' کہ دل لوگوں کی خیرخواہی اور ہمدردی سے پُر ہو' لوگوں کو دینی و دنیاوی خیر اور بھلائی پہنچانے کے جذبات سے سرشار ہو' لوگ طعنے دیں' برا کہیں' الزامات لگائیں...... لیکن یہ لوگوں کی ہمدردی و خیرخواہی کرے......

اور مسلم شریف میں ہے:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)). قِيْلَ: لِمَنْ؟ قَالَ: ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)).[1]

''دین نصیحت اور خیرخواہی ہے''۔ لوگوں نے پوچھا: کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے' اور اس کی کتاب کے لیے' اور اس کے رسول کے لیے' اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور مسلمان عوام کے لیے''۔

اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول سے خیرخواہی کا مطلب ان پر درست ایمان رکھنا ہے اور اس کے ساتھ ان کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اور مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام الناس سے خیرخواہی کا مطلب ان کے حقوق ادا کرنا اور اچھے کاموں میں ان کی اعانت کرنا اور برے کاموں میں ان کی درست رہنمائی کرنا اور برائی سے روکنا ہے۔ اسی طرح دین سے دور حکمرانوں اور عام لوگوں کو دعوتِ دین دینا اور انہیں دین کی طرف مائل کرنا بہت بڑی ہمدردی اور خیرخواہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ میں یہ خیرخواہی اس قدر زیادہ تھی کہ اللہ رب العزت نے یہاں تک فرما دیا:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة (٥٥) و ابو داؤد (٤٩٤٤) و احمد (١٠٢/٤).

اَسَفًا ○ ﴾ [الکهف : ٦]

> ”کیا آپ لوگوں کے ایمان قبول نہ کرنے اور دین کی طرف نہ آنے کے دکھ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں؟ یعنی یہ دکھ اور صدمہ آپ پر اس قدر غالب ہے کہ یہ آپ کی جان ہی نہ لے لے“۔

لیکن آج یہ خیر خواہی دلوں میں نہیں رہی' آج دنیاوی اعتبار سے کس حد تک خیر خواہی موجود ہے؟ کسی کی ۱۰ روپے کی چیز گر پڑے' دس افراد آواز دینے والے ہوتے ہیں' بھیا! آپ کی چیز گر پڑی ہے لیتے جاؤ' لیکن کوئی بے نماز ہو کر جہنم کا ایندھن بن رہا ہے' کوئی شرکیہ کفریہ عقائد کی وجہ سے جہنم کا کوئلہ بن رہا ہے' لیکن کوئی آواز دینے والا نہیں' کوئی خیر خواہ اور ہمدرد نہیں...... الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ اصل خیر خواہی اور ہمدردی یہی ہے۔

بہرحال یہ دل کی وہ اچھی علامات اور خصلتیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ دل قلب سلیم اور قلب منیب ہے۔ اللہ ہمیں ان تمام صفات سے متصف فرمائے۔

بیمار دل کی نشانیاں

پہلی نشانی:

دل میں کفر' شرک اور نفاق کا پایا جانا دل کی سب سے خطرناک بیماری ہے ﴿ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ [البقرة: ١٠] یہ بیماری تمام دیگر امراض قلب کی جڑ اور بنیاد ہے۔ کہ دل میں پختہ ایمان اور یقین کی بجائے شک وشبہ اور تردد و تذبذب ہے یا کھلا انکار اور شرک ہے اللہ رب العزت نے سورہ توبہ میں منافقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ○ ﴾[التوبة: ٤٥]

> ”اور ان کے دل شک وریب میں پڑے ہوئے ہیں' اس لیے وہ اپنے شک وریب میں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں“۔

جب دل میں یہ بیماری پیدا ہو جائے تو ایمان کا کھوکھلا دعویٰ کرنے والا بھی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی اور بیہودہ گوئی کرنے لگتا ہے:

سورۃ الاحزاب میں ہے:

﴿ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ○ ﴾ [الأحزاب:١٢]

”اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا فریب کا ہی وعدہ کیا تھا“۔

غور کیجئے! معمولی سا جھٹکا لگا' چھوٹی سی آزمائش آئی' جب کافروں نے جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کیا' بس منافقوں کا خبث باطن ظاہر ہونے لگا' اور وہ کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول نے (معاذ اللہ) مدد کا جھوٹا وعدہ ہی کیا تھا۔

اور سورۃ الانفال میں ہے:

﴿ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ [الأنفال:٤٩]

”جبکہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے“۔

جب مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں' تھوڑی سی تعداد میں معرکہ بدر کے لیے میدان میں اترے' تو بیمار دل منافق لوگوں نے کہا انہیں ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔

یعنی جب دل پختہ ایمان اور یقین سے عاری وخالی ہو اور شکوک وشبہات سے پُر ہو تو وقتاً فوقتاً اسلام دشمنی کا اظہار ان کی زبانوں سے ہو ہی جاتا ہے۔

دوسری نشانی:

دل کا سخت ہونا کہ آیت اور حدیث اثر ہی نہ کرے: سورہ بقرہ میں ہے:

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾

[البقرة: ٧٤]

بنواسرائیل نے بے شمار معجزات دیکھے' اللہ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں' لیکن اس کے باوجود ان کے دل سخت رہے' اور وہ احکام الٰہیہ کو ٹالتے رہے' (تو رب کائنات نے انہیں جھنجھوڑتے ہو فرمایا) ''تمہارے دل (اتنی ساری نشانیاں دیکھنے کے باوجود) سخت ہو گئے' پس وہ پتھروں کی طرح سخت ہو گئے بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے' جبکہ بعض پتھر ایسے ہیں' جن سے نہریں پھوٹ پڑتی ہیں' اور بعض پتھر ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکل آتا ہے' اور بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے اونچی جگہ سے نیچے گر پڑتے ہیں' اور اللہ تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں ہے''۔

یعنی پتھروں میں اللہ کی پہچان اور معرفت موجود ہے وہ خشیتِ الٰہی سے پھٹ جاتے اور گر پڑتے ہیں' لیکن یہ گوشت خون سے مرکب انسان جب سخت دل ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا' یہ نہ گڑگڑاتا ہے' نہ روتا ہے' نہ اللہ کی بارگاہ میں رکوع وسجود میں گرتا ہے۔ اور کوئی آیت اور حدیث اس کے دل پر اثر نہیں کرتی' کوئی نصیحت وموعظت اس کے دل پر مؤثر نہیں ہوتی' بلکہ جب دل سخت ہو جائے تو انسان اللہ کے دین کو ماننے کی بجائے تحریف کرنے لگتا ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے:

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ○ ﴾ [المائدة : ۱۳]

''پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل فرما دی اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے''۔

تیسری نشانی:

دل کا توحید اور قرآن سے نفرت کرنا:

﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ ﴾ [الزمر: ٤٥]

"جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا (اور کا ذکر) کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں"۔

آج کئی کلمہ گو مسلمان بھی دل کی اس بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ اللہ کی توحید سے نفرت کرتے ہیں، اور جب پیروں فقیروں اور ملنگوں کا مبالغہ آمیز تذکرہ کیا جاتا ہے تو خوشی سے جھومتے اور اچھلتے ہیں۔ اور سورہ لقمان میں ہے:

﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ ﴾ [لقمان:٧]

"جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے"۔

آج یہ کیفیت بہت سارے مسلمانوں کی ہو چکی ہے کہ قرآن سننے سے اکتائے ہوئے اور کنارہ کش ہیں، لیکن گانوں، غزلوں اور قوالیوں پر کان لگائے ہوئے اور رقص کناں ہیں......

چوتھی نشانی:

دل کا شرم وحیاء سے خالی ہونا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)). [1]

"پہلے نبیوں کی باتوں میں سے جو باتیں لوگوں نے یاد رکھی ہیں، ان میں سے ایک بات یہ ہے: کہ جب تجھ میں حیاء نہ رہے تو جو مرضی کر"۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار (٣٤٨٤) وابوداود (٤٧٩٧) وابن ماجه (٤١٨٣) و احمد (٥/٢٧٣).

یعنی حیاء برائی، فحاشی اور عریانی سے روکنے والی چیز ہے، تو جب دل شرم وحیاء سے خالی ہو جائے تو انسان بے لگام ہو جاتا ہے، اور بڑی دیدہ دلیری سے برائیاں اور گناہ کرتا ہے۔

آج دلوں سے شرم وحیاء کے نکل جانے کا ہی نتیجہ ہے کہ معاشرہ ڈراموں اور گندی محبتوں کی لپیٹ میں ہے، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں نسوانی حسن کی نمائش، مووی کا اہتمام، گھونگھٹ اتروائی اور گھٹنا پکڑنے کی رسمیں، یہ سب شرم وحیاء اور غیرت کے مفقود ہونے کی بناء پر ہے۔

پانچویں نشانی:

دل کا دنیا کے مال ومتاع کی محبت سے پر ہونا اور عورتوں کی ناجائز محبت میں مخمور ہونا، طبی لوگوں کے نزدیک بھی عشق بیچا دل کی خطرناک بیماری ہے: ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ [الأحزاب : ۳۲] سے یہی اشارہ ملتا ہے۔

بلکہ دنیا کی محبت میں مبالغہ اور عورتوں کا بے تحاشا عشق کفر وشرک تک پہنچا دینے والی چیز ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں دل سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کلیۃً ختم ہو جاتی ہے، اور انسان صرف اور صرف خواہش نفس کا پجاری بن کے رہ جاتا ہے۔

چھٹی نشانی: بخل اور طمع:

یہ بھی دل کی خطرناک بیماری ہے جس کے نتیجے میں انسان بہت سارے اجر و ثواب سے محروم رہتا ہے: سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰]

”اور جو لوگ اس (مال) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے، وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں، بلکہ وہ ان کے لیے بہت برا ہے، یہ بخل کے ذریعے بچایا ہوا مال قیامت کے دن ان کی گردنوں کا طوق بنایا

جائے گا، اور آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کے لیے ہے (سارے عارضی مالک فناء ہوجائیں گے صرف اللہ ہی مالک اور وارث ہوگا) اور اللہ تمہارے عملوں سے خوب باخبر ہے"۔

اور حدیث میں ہے:

((وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ)).[1]

"(لوگو) لالچ اور بخل سے بچ جاؤ، کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا تھا"۔

حقیقت ہے بخل اور طمع کی وجہ سے خون سفید ہوجاتا ہے، مال و منال کے حرص و طمع کی بناء پر سگے بھائی، عزیز واقارب اور دوست احباب خون کے پیاسے اور دشمن بن جاتے ہیں۔

ساتویں نشانی:

دل کا شیطانی اڈوں سینما گھروں، تھیٹروں، کھیل کے میدانوں اور بری مجلسوں میں خوش رہنا۔ جب دل روحانی طور پر بیمار ہوجاتا ہے تو اس کے جذبات بگڑ جاتے ہیں، یہ صاف ستھرے پاکیزہ ماحول (درس، خطبہ، مسجد اور اچھی مجلس) کی بجائے، گندے، نجس اور پلید ماحول میں خوش رہتا ہے۔ جس طرح رب کائنات نے سورۃ التوبہ میں منافقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: کہ منافق درس قرآن کی مجلس سے نظریں بچا کر نکل جاتے ہیں، (اچھی مجلسوں میں ان کا دل خوش نہیں رہتا)۔

آٹھویں نشانی:

دل میں بغض اور کینہ پیدا ہونا:

((لَا تَبَاغَضُوْا)).[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم (٢٥٧٨) و احمد (٣/٣٢٣).

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم (٢٥٦٤) وابوداؤد (٤٥٨٢) والترمذی (١٩٢٧).

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو''۔

دوسری حدیث میں ہے:

((اِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَیْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ)). [1]

''آپس میں بغض اور عداوت مونڈھ دینے والی چیز ہے' جو جسم سے دین کو مونڈھ کر رکھ دیتی ہے''۔

کیونکہ باہمی بغض وعناد اور عداوت کے نتیجے میں قتل و غارت' غیبت و چغلی اور سب وشتم جیسی بدترین برائیاں جنم لیتی ہیں اور معاشرے کا امن تباہ ہو جاتا ہے۔

نویں نشانی: دل میں حسد کا پیدا ہونا:

یہ ایسی خطرناک بیماری ہے جس سے بڑی خطرناک بیماریاں جنم لیتی ہیں حسد انسان کو کفر وشرک پر آمادہ کرتا ہے' اور جادو ٹونے جیسے شیطانی عمل پہ لگا دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اور مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار محض حسد کی بناء پر کیا' جس طرح کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کی صراحت موجود ہے۔

اور آج بھی حسد نے معاشرے کو جہنم نظیر بنا رکھا ہے' لوگ حسد کی بناء پر سالہا سال لڑتے اور جادو ٹونے کے شیطانی عمل میں محو رہتے ہیں' اس لیے قرآن کریم کی سورۃ الفلق میں جادو اور حسد کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝﴾ [الفلق: ٤، ٥]

''اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے (تیری پناہ چاہتا ہوں) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے''۔

دسویں نشانی: ضمیر کا مر جانا:

اللہ رب العزت نے ہر دل میں ضمیر رکھا ہے جو انسان کو فطری طور پر برائی سے روکتا ہے لیکن گناہوں کی بھرمار سے یہ ضمیر مر جاتا ہے تو انسان اللہ کی بغاوت پر دلیر اور

---

[1] جامع الترمذی (۱۹۲۷).

جراءت مند ہو جاتا ہے پھر علی الاعلان رشوت لیتا' چھیڑ چھاڑ کرتا' جوا کھیلتا اور ہر قسم کا گناہ کرتا ہے۔

دل پر نقطہ:

رسول اللہ ﷺ نے ضمیر مرنے کی کیفیت اس طرح بیان فرمائی کہ جب ابن آدم گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر اگر توبہ کرے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہ کرے' توبہ نہ کرے' تو سیاہ نقطے لگتے جاتے ہیں حتیٰ کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے...... ①

یہ ہے ضمیر کا مر جانا' کہ گناہوں کی کثرت اور برائیوں کی بھرمار سے دل کی روشنی بجھ جاتی ہے' دل سیاہ ہو جاتا ہے' ضمیر مردہ ہو جاتا ہے' پھر انسان بے پرواہ اور بے حجاب ہو کر علانیہ گناہ اور نافرمانی کرتا ہے' آج معاشرے میں برائی اور بدی کا راج اسی مردہ ضمیری کا نتیجہ ہے۔

اور یہ مردہ ضمیری انسان کو ایسا غافل بنا دیتی ہے کہ انسان سرتاپاؤں گناہوں کی دلدل میں ڈوب کر بھی یہ دعویٰ کرتا ہے' کہ میرا دل بڑا صاف اور عمدہ ہے' عورتیں بے پردہ ہو کر دعویٰ کرتی ہیں' جی پردہ تو دل کا ہوتا ہے' ہمارا دل صاف ہے' یاد رکھئے جب دل صاف ہو گا تو بدن پر اللہ کی شریعت نافذ ہو گی' انسان چلتا پھرتا اسلام نظر آتا ہے لیکن جب ضمیر مر جائے تو انسان بے دین ہو کر بلند بانگ دعوے کرتا ہے۔

آخری بات:

آج لوگوں نے اصطلاحیں بدل ڈالی ہیں بیمار دل لوگوں کو زندہ دل کا لقب دے دیا ہے' ہر وقت کھیل کود کے شوقین' فلموں ڈراموں کے رسیا اور گانے بجانے کے پجاریوں کو زندہ دل کہا جا رہا ہے یہ تو مردہ دل اور بیمار دل لوگ ہیں' زندہ دل تو وہ ہے

---

① جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة ویل للمطففین (۳۳۳٤) و ابن ماجه (٤٢٤٤) و ابن حبان (۱۷۷۱).

جس کا دل قلب سلیم اور قلب منیب ہو جس کی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ اللہ ہمیں حقیقی زندہ دل بنائے، اور دل کی روحانی و جسمانی بیماریوں سے محفوظ رکھے۔

اسی طرح آج کئی لوگ بیمار دل ہونے پر فخر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو دل جلا کہلوانے اور لکھوانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ بھی مردہ ضمیری کی ہی ایک شکل ہے، اللہ ہمارے ضمیر بیدار کرے اور ہمیں نور ایمان سے منور، محبتِ رسول سے پر اور بصیرت و ہدایت بھرا ہوا دل عطاء فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زبان کی حفاظت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ○ ﴾ [الروم : ٢٢]

گذشتہ تین خطبات میں آپ حضرات تین اہم اعضاء بدن (کان، آنکھ اور دل) کے حوالے سے گزارشات سن چکے ہیں۔ اور ان کے درست استعمال کے فوائد ومنافع اور غلط استعمال کے مفاسد ونقصانات سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ اور آج کے خطبہ جمعہ میں جس حساس ترین عضو کے بارے گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ''زبان'' ہے۔

زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر و منزلت ان لوگوں سے پوچھو جو گونگے ہیں، جن کی زبان کسی نقص کی بناء پر قوت گویائی سے محروم ہوتی ہے۔ اور یہ زبان جہاں بہت بڑی نعمت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی بھی ہے، کہ گوشت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا ہر قسم کے ذائقے (میٹھا، پھیکا، ترش، تلخ، چرپرہ، اور نمکین) محسوس کرتا ہے، چیز زبان پر رکھتے ہی احساس ہو جاتا ہے کہ یہ میٹھی ہے یا کڑوی، پھیکی ہے یا نمکین، ترش ہے یا چرپری فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ اور دنیائے طب میں یہ زبان بہت ساری بیماریوں اور تکلیفوں کی نشاندھی کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ڈاکٹر اور طبیب مرض کی شناخت کے لیے مریض کی زبان کا معائنہ کرتے ہیں اور یہ زبان مافی الضمیر (یعنی دل کی

بات) کے اظہار کا زبردست آلہ ہے اور گوشت کا یہ لوتھڑا دنیا جہاں میں کتنی بولیاں بولتا ہے۔ حالانکہ سب لوگ ایک باپ حضرت آدم اور ایک ماں ''حواء'' کی اولاد ہیں لیکن بے شمار لغتیں، زبانیں اور بولیاں دنیا میں رائج ہیں۔ مثلاً عربی، اردو، فارسی، انگلش، ہندی، سنسکرت، یونانی اور حبشی وغیرہ (یوں تمام زبانوں میں سے بہترین زبان عربی ہے اور یہی زبان پوری دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی اور لکھی جانے والی زبان ہے کیونکہ قرآن کی زبان ہے اور پیغمبروں کے امام پہ اترنے والے دین کی زبان ہے) بہرحال نعمتوں اور بولیوں کی یہ بہتات اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ حتیٰ کہ ایک ہی زبان کے مختلف علاقوں اور شہروں کے حوالے سے مختلف انداز اور لہجے ہیں کہ بولی سنتے ہی پتہ چل جاتا ہے۔

یہ گوجرانوالہ کا مکین ہے۔ یہ گجرات کا باشندہ ہے، یہ سیالکوٹ کا رہنے والا ہے یہ ملتان سے تعلق رکھنے والا ہے یہ فیصل آباد کا باسی ہے۔ اللہ اکبر اسی لیے رب ارض و سماء نے سورہ الروم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ [الروم : ۲۲]

''کہ جس طرح آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور لوگوں کی رنگتوں، قسموں اور طبیعتوں کا مختلف ہونا اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے، اسی طرح تمہاری زبانوں اور بولیوں کا مختلف ہونا بھی اللہ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل اور نشانی ہے''۔

بہرحال گوشت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا بہت بڑی نعمت بھی ہے اور اللہ کی بے مثال قدرت کی زبردست نشانی بھی ہے۔ اور کان، آنکھ اور دل کی طرح اگر اس کا استعمال درست ہو تو یہ پورے بدن میں سے بہترین عضو ہے اور اگر اس کا استعمال غلط اور برا ہو تو پورے بدن میں یہ انتہائی بدترین عضو ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ میں زبان کے متعلق بہت زیادہ ہدایات دی گئی ہیں اور اسے انتہائی حساس عضو قرار دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ((مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ)). ①
>
> ''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کے بارے میں ضمانت دے گا' میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا''۔

اور بخاری شریف کی دوسری حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''بلاشبہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا کلمہ زبان سے نکالتا ہے حالانکہ وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تو اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے کہنے پر اس کے درجات بلند فرماتا ہے اور بلاشبہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کلمہ کہتا ہے اور اس کو معمولی سمجھتا ہے تو اس معمولی کلمہ کی وجہ سے وہ جہنم رسید ہوگا''۔ ②

مسند احمد' جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھے ایک ایسا عمل بتلایئے جو میرے دخول جنت کا باعث ہو اور مجھے نارِ جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تُو نے بہت بڑا سوال کیا ہے' لیکن یہ اس کے لیے بہت آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان کر دے''۔ پھر آپ ﷺ نے اسلام کے بنیادی پانچ ارکان بتلائے اور نفلی روزے رکھنے کی تلقین فرمائی' نفلی صدقہ وخیرات کی ترغیب دی' رات کی تاریکی میں اللہ کی بارگاہ میں قیام' رکوع اور سجود کی نصیحت فرمائی' پھر فرمایا: ''یاد رکھو! اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد ہے' اور دین کا ستون نماز ہے''۔ (دخول جنت کے لیے اور جہنم سے نجات کے لیے یہ تمام بڑے بڑے اعمال بتلانے کے بعد فرمایا:) ''کیا میں ایک ایسا کام نہ بتلاؤں جس کے کرنے سے یہ تمام اعمال آسان ہو جائیں گے؟'' جناب معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی (ﷺ)! ضرور بتلایئے''۔ تو آپ ﷺ نے زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا:

---

① صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان (٦٤٧٤).

② صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان (٦٤٧٨).

((كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا)).

''اس زبان کو قابو میں رکھو''۔

جناب معاذ ؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی (ﷺ)! کیا ہماری باتوں پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ)).❁

''او معاذ! تیری ماں تجھ کو گم پائے' لوگوں کو ان کی زبانوں کی باتیں ہی چہروں اور نتھنوں کے بل جہنم میں پھینکیں گی''۔

غور کیجئے! زبان کا معاملہ کس قدر حساس اور سنگین ہے۔

کیونکہ زبان کو قابو میں رکھنے سے اور اسے درست استعمال کرنے سے بے شمار اجر وثواب کمایا جا سکتا ہے اور معاشرے میں الفت ومحبت کی خوشبو مہکائی جا سکتی ہے۔ اور اس کے برے استعمال سے بہت بڑا گناہ کمایا جا سکتا ہے اور معاشرے میں نفرتوں اور کدورتوں کا زہر اُگلا جا سکتا ہے۔ اس لیے زبان کا درست استعمال اور اس کے فوائد وثمرات اور زبان کا غلط استعمال اور اس کے مفاسد ونقصانات آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

زبان کا درست استعمال:

درست، صاف اور کھری بات کرنا: اللہ رب العزت سورۃ الاحزاب میں فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [الأحزاب: ۷۱]

❁ جامع الترمذی، كتاب الايمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة (۲٦۱٦) و ابن ماجه (۳۹۷۳) و احمد (۲۳۱/۵).

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی‘‘۔

اس میں سچائی بھی شامل ہے، لیکن وہ سچائی جس میں خیر ہو، کیونکہ بعض سچی باتیں بھی گناہ ہیں: (جس طرح غیبت اور چغلی وغیرہ، جن کی تفصیل زبان کے غلط استعمال میں بیان ہوگی)۔

① سچائی نبوی صفت ہے:

اللہ رب العزت سورہ مریم میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ ﴾ [مریم:٤١]

’’اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کر، بے شک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے‘‘۔

﴿ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ ﴾ [مریم:٥٦]

’’اور اس کتاب میں ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر کر، وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا‘‘۔

سچائی کی مزید فضیلت سورۂ توبہ میں ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ ﴾ [توبہ:١١٩]

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو‘‘۔

اور بخاری و مسلم کی حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ)).[1]

’’تم سچائی اختیار کرو اس لیے کہ سچائی نیکی کی جانب راہ دکھاتی ہے اور نیک کام

---

[1] صحیح مسلم، البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله (٢٦٠٧) و بخاری (٦٠٩٤).

کرنا جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ آدمی ہمیشہ سچی بات کرتا رہتا ہے اور سچائی کا طلب گار رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے"۔

② اچھی بات کہنا:

سورہ بقرہ میں ہے:

﴿ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۝ ﴾ [البقرۃ: ۸۳]

"اور لوگوں کو اچھی بات کہنا"۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿ وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ ﴾ [بنی اسرائیل: ۵۳]

"اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے"۔

اس آیت سے اشارہ نکلتا ہے کہ اچھی بات معاشرے میں الفت و محبت اور امن و سلامتی کا باعث ہے اور بری بات کے ذریعے شیطان دلوں میں نفرتیں اور کدورتیں ڈالتا ہے۔

اور صحیحین میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ)).[1]

"اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے"۔

غور فرمایئے! یہ زبان کے متعلق کتنی زبردست اور جامع نصیحت ہے کہ زبان جب بھی حرکت میں آئے، خیر، بھلائی اور اچھائی کے لیے حرکت میں آئے، اگر اچھائی کا کلمہ کہنے کی توفیق نہیں تو پھر یہ زبان خاموش رہے۔ بری بات کہنے سے خاموشی بہتر ہے۔

③ دعوت الی اللہ:

اللہ رب العزت نے سورہ حم السجدہ میں فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان (٦٤٧٥) و مسلم (٤٧) و ابن ماجه (٣٩٧١).

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ ﴾ [حٰمٓ السّجدة: ٣٣]

’’اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں‘‘۔

اور سورہ آل عمران میں ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ [آل عمران : ١٠٤]

’’تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے‘ اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں‘‘۔

اور نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ)).[1]

’’(اگر) اللہ تعالیٰ آپ کی (دعوت وتبلیغ) کے ذریعے ایک شخص کو راہ راست پہ لے آئے‘ یہ آپ کے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے‘‘۔

اللہ اکبر! دعوت الی اللہ کس قدر عظیم عمل ہے؟ لیکن آج ہماری زبانیں دعوت وتبلیغ کے لیے نہیں چلتیں اور جھوٹ‘ غیبت‘ چغلی اور گالی گلوچ میں فر فر چلتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔

④ اللہ کا ذکر کرنا:

سورہ بقرہ میں ہے:

﴿ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ ﴾ [البقرة : ١٥٢]

’’اس لیے تم میرا ذکر کرو‘ میں بھی تمہیں یاد کروں گا‘ میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو‘‘۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم: ٤٢١٠.

اور سورۃ الاحزاب میں ہے:

﴿ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ [الاحزاب : ٣٥]

"بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان (سب کے) لیے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے"۔

مزید فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝﴾ [الاحزاب : ٤١-٤٢]

"مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو"۔

اور سورۃ الجمعہ میں ہے:

﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [الجمعة : ١٠]

"پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پا لو"۔

یوں تو سارا قرآن ذکر ہے لیکن قرآن کریم کی چند سورتیں، چند آیتیں اور چند مقامات انتہائی زیادہ باعث اجر و ثواب اور شاندار ذکر ہیں۔ ان میں سے چند انتہائی اجر و ثواب والے اذکار عرض کرتا ہوں:

آیۃ الکرسی:

حدیث مبارکہ میں ہے:

"جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل ہے"۔ ①

---

① سنن النسائی (٦/٣٠) (٩٩٢٨) و مجمع الزوائد (٢/١٤٨) والصحيحة (٩٧٢) (٢/٦٩٧).

دعاءِ یونس:

جامع الترمذی میں حدیث ہے:

دُعَاءُ ذِی النُّوْنِ.

”مچھلی والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ﴾ [الأنبیاء : ۸۷]

”یااللہ! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو (ہر نقص، عیب اور شریک سے) پاک ہے، میں یقیناً گنہگاروں میں سے ہوں“۔

فرمایا: یہ دعا اس قدر عظیم ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھ کے جو دعا بھی مانگے گا، ضرور قبول ہوگی۔ [1]

سورۃ الاخلاص:

یہ وہ سورت ہے جس کے بارے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ)). [2]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت دس پاروں کے برابر ہے“۔

دوسری حدیث میں ہے:

آپ ﷺ نے سورۂ اخلاص سے محبت کرنے والے سے فرمایا: ”تیری اس سورت سے محبت تجھے جنت میں لے کر جائے گی“۔ [3]

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید (۳۵۰۵) والصحیحة (۱۷۴٤) و صحیح الجامع الصغیر (۲٦۰۵).

[2] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب فضل قراء ۃ قل ھو اللّٰہ ... (۸۱۱) والدارمی (۳٤۳۱).

[3] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الجھر بقراء ۃ صلاۃ الفجر (۷۷٤) والترمذی (۲٦۰۱).

تیسری حدیث میں ہے: ”تو اس سورت سے محبت کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے“۔ [1]

قرآن کریم کے علاوہ حدیث اور سنت سے بھی چند قیمتی اذکار آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ.

دن میں ۱۰۰ بار سچے دل کے ساتھ پڑھنے سے سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ معاف۔ [2]

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ.

۱۰ بار پڑھنا بنو اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے کے برابر اجر و ثواب۔ [3]

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

”ہر شر سے بچنے کی قوت اور ہر خیر حاصل کرنے کی طاقت صرف اللہ کی مدد سے ہے“۔

یہ جنت کا خزانہ اور عرش کے نیچے کا خزانہ ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ.

یہ کلمات اللہ کے ہاں تمام کلمات سے افضل اور محبوب ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں دنیا و مافیہا سے محبوب اور پیارے ہیں[4] نیز:

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ.

---

[1] صحیح البخاری تعلیقًا (٧٧٤).

[2] صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح (٦٤٠٥).

[3] صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء (٢٦٩١) والترمذی (٣٤٦٨) و ابن ماجه (٣٨١٢).

[4] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء (٢٦٩٤).

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ يَمْلَأُ الْمِيْزَانَ.[1]

آج لوگ من گھڑت درود و وظائف کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے انوکھے اور عجیب انداز میں ذکر کرتے ہیں' یہ سب طریقے اللہ کے قریب کرنے کی بجائے اللہ سے دور کرنے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاجزی وانکساری سے سادہ اور باوقار انداز میں ذکر کیا کرتے تھے۔

امام ابن القیم نے ذکر کے ۳۰ فوائد ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں: شیطان کو بھگانا' رحمٰن کی رضا' دل سے ہم وغم کا خاتمہ، دل اور چہرے کا منور ہونا۔ حصول رزق' محبت الٰہی' قرب الٰہی' معرفت الٰہی' گناہوں کی بخشش اور زبان کی حفاظت وغیرہ نماز بھی ذکر کی بہترین شکل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ ﴾ [طٰهٰ: ١٤]

"میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو"۔

⑤ جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا:

((اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)).[2]

چند مثالیں: امام مالک رحمہ اللہ' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ:

امام مالک جنہیں امام دارالہجرۃ کہا جاتا ہے' وہ امام مالک جنہیں تقریباً ۷۰ سال مدینۃ الرسول میں حرم مدنی میں مصلائے رسول پر امامت کرانے کا شرف حاصل ہے۔

وہ امام مالک رحمہ اللہ...... فتویٰ دیا:

طَلَاقُ الْمُكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ.

جس سے اسلحہ کے زور پر ڈرا دھمکا کر طلاق دلوائی جائے وہ طلاق واقع نہیں

---

[1] جامع الترمذی، كتاب الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة (٣٣٨٣) والصحيحة (٦٤).

[2] سنن النسائی كتاب البيعة، باب فضل من تكلم بالحق (٤٢١٤) حسن.

ہوتی۔ حاکم وقت نے کہا: فتویٰ تبدیل کرو...... حتیٰ کہ تشدد کیا گیا، کوڑے برسائے گئے، بازو کھینچ کے کندھوں کے جوڑ کھول دیئے گئے، منہ پہ سیاہی مل کر گدھے پہ بٹھا کر شہر میں گھمایا گیا، اس حالت میں بھی میراث نبوت کا یہ وارث، مسند رسول کا جانشین، دارالہجرۃ کا امام یہی کہتا رہا:

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا مٰلِكُ بْنُ اَنَسٍ.

جو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ بھی جان لے میں انس کا بیٹا مالک ہوں۔ میں یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ:

طَلَاقُ الْمُكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ.

یہ مجھے فتویٰ بدلنے پر مجبور کر رہے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں:

هَاتُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَوْ مِنْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ کی کتاب لاؤ یا پیغمبر کی حدیث لاؤ...... یہ ہے امام مالک ؒ کا جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق پکارنا۔

امام احمد بن حنبل ؒ قید و بند کی صعوبتیں اور اذیتیں جھیلتے ہیں، لیکن مسئلہ خلق قرآن میں اپنا موقف نہیں بدلتے۔

ان واقعات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جابر بادشاہ اور ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا کس قدر عظیم عمل ہے۔

⑥ درود پڑھنا:

صحیح مسلم میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا)). [1]

"جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب الصلاة على النبی ﷺ بعد التشهد (٤٠٨) والترمذی (٤٨٥).

اور دوسری روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)). ①

"جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہوتے ہیں"۔

جامع ترمذی میں ہے: ایک شخص (جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: اللہ کے رسول (ﷺ)! میں آپ پر بکثرت درود پڑھتا ہوں، میں اپنی دعاء میں سے کتنا حصہ درود پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا چاہو"۔ جناب ابی نے کہا: کیا چوتھا حصہ پڑھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا چاہو، یوں اگر زیادہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے"۔ میں نے عرض کیا: نصف؟ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا، میں نے کہا: دو ثلث پڑھوں؟ آپ نے پھر وہی جواب دیا تو میں نے عرض کیا میں پھر دعا کی بجائے درود ہی پڑھوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تب تو تیرے سارے غم دور کر دیئے جائیں گے اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے"۔ ②

اور سورۃ الاحزاب میں ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ ﴾ [الاحزاب: ٥٦]

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو"۔

لیکن یاد رہے درود وہ پڑھا جائے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھلایا۔ آج لوگ

---

① سنن النسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ (۱۲۹۷) و صحیح الجامع الصغیر (٦٣٥٩) و احمد (۱۰۲/۳).

② جامع الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع (۲۴۵۷) والحاکم (۴۲۱/۲) حدیث حسن.

خودساختہ درود (لکھی، ہزاری، تاج اور ماہی وغیرہ) پڑھتے ہیں لیکن یاد رکھئے ساری دنیا مل کر درود جوڑے اس درود کا مقابلہ نہیں جو پیغمبروں کے امام اور نبیوں کے سردار نے بتلایا ہے۔

لیکن آج اکثر لوگ رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا درود نظر انداز کر رہے ہیں اور لوگوں کے جوڑے ہوئے من گھڑت درود لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بڑے ماہر عربی دان تھے انہوں نے خود درود گھڑنے کی جسارت نہیں کی تھی، بلکہ جب یہ آیت اتری: کہ پیغمبر ﷺ پر درود پڑھو، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ...... الخ. ①

⑦ مختلف موقعوں کی دعائیں اور اذکار پڑھنا:

ان کی تفصیل آنکھ اور کان کے درست استعمال میں گزر چکی ہے، مزید برآں سونے جاگنے، دخول وخروج، مجامعت، کھانے پینے، تعزیت، عبادت اور کفارۂ مجلس وغیرہ شامل کرلیں۔

زبان کا غلط اور برا استعمال

① اللہ پر جھوٹ باندھنا:

اللہ رب العزت نے سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ

---

① صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ (٦٣٥٨) (٣٣٧٠) و مسلم (٤٠١) و ابوداؤد (٩٧٦).

غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ﴾ [الأنعام : ۹۳]

''اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے''۔

اور اس کے کئی انداز ہیں جن میں سے تین انداز اس آیت میں بھی مذکور ہیں اور ان کا خطرناک انجام بھی بتلایا گیا ہے۔ آج لوگ بڑی جرأت و جسارت اور دیدہ دلیری سے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں جبکہ یہ خطرناک جرم ہے جس سے بندہ مسلمان نہیں رہتا۔ اس قسم کے کئی جھوٹ آج پوسٹروں پہ لکھے ہوئے ہیں اور نادان لوگوں نے انہیں گھروں اور دکانوں میں آویزاں کر رکھا ہے، اسی طرح کئی نادان لوگ خواہ مخواہ مسائل میں بحث کرتے ہیں اور بات بات پر کہہ دیتے ہیں اللہ نے اس طرح فرمایا ہے، اللہ نے اس طرح حکم دیا ہے...... اور کئی لوگ نعتوں اور نظموں میں کئی جھوٹی باتیں اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں مثلاً: (رب نے جبریل نوں کہیا، جلدی نال جا، جا کے سوہنے نوں بلا، عرش سجدا ای نہیں) استغفر اللہ۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو آج منبر و محراب میں بولا جا رہا ہے۔

② رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).①

---

① صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ (۱۰۷) و احمد (۸۷۸۴).

آج یہ خطرناک گناہ بے دین لوگوں میں اور بدعتی پیشواؤں میں عام ہو چکا ہے۔ جو منہ میں آیا کہہ دیا اور اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر دی۔ جبکہ آپ ﷺ اعلان فرما رہے ہیں: ''جس نے جانتے بوجھتے مجھ پر جھوٹ باندھا' بات بنا کر میری طرف منسوب کر دی' اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ اس لیے کسی مستند کتاب کے حوالے کے بغیر کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرنی چاہیے۔

③ اللہ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا مذاق اڑانا:

سورہ توبہ میں ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○ ﴾

[التوبة : ٦٥-٦٦]

> ''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے کہہ دیجئے کہ اللہ' اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے''۔

آج کئی لوگ خود بھی اللہ' اس کے رسول اور اس کے دین کا مذاق اُڑاتے ہیں اور مذاق اڑانے والے بھانڈ میراثیوں کی چھترول کرنے کی بجائے ان پہ نوٹ نچھاور کرتے ہیں' اور ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے ہنستے مسکراتے اور محظوظ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کی گستاخی والی بات کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔

④ جھوٹ بولنا:

جامع ترمذی میں حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيلاً مِنْ نَتْنِ مَاجَاءَ بِهِ)).

”جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے“۔ [1]

اور دوسری حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم جھوٹ سے کنارہ کش رہو اس لیے کہ جھوٹ نافرمانیوں کی جانب دھکیلتا ہے اور نافرمانی دوزخ میں پہنچاتی ہے۔ ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا طلب گار رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے“۔ [2]

⑤ جھوٹ بولنا منافقوں کی علامت ہے:

سورہ بقرہ میں ہے:

﴿ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ○ ﴾ [البقرة : ١٠]

”ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے“۔

آج جھوٹ بولنا مشغلہ بن چکا ہے، کہیں ناولوں افسانوں کا جھوٹ، کہیں فلموں ڈراموں کا جھوٹ، کہیں لطیفوں شگوفوں کا جھوٹ، کہیں اپریل فول کا جھوٹ اور کہیں مذاق اور خوش طبعی میں جھوٹ...... بس ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ پھیلا ہوا ہے، مزدوری میں جھوٹ، صنعت میں جھوٹ، تجارت میں جھوٹ، شادی بیاہ میں جھوٹ، خوشی غمی میں جھوٹ......

اور رہی سہی کسر موبائل نے نکال دی ہے، دکان پہ بیٹھا بات کر رہا ہے لیکن کہتا

---

[1] جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الصلاۃ والکذب (١٩٧٢).

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب و حسن الصلاۃ و فضله (٢٦٠٧، ٢٦٣٧).

ہے میں دکان پہ نہیں' فیکٹری اور کارخانے کے دفتر سے بول رہا ہے لیکن کہتا ہے میں دفتر میں نہیں' گھر میں بیٹھا بول رہا ہے' لیکن کہتا ہے میں گھر میں نہیں...... جھوٹ ہی جھوٹ...... یہ ایمان اور اسلام نہیں نفاق اور منافقت ہے......

⑥ چغلی اور غیبت کرنا:

صحیحین میں ہے: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی موجودگی میں ایک دوسرے شخص کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

((وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ)).

"تیرے لیے ہلاکت ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی"۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کی تعریف ضرور کرنا چاہتا ہے تو وہ کہے کہ فلاں کے بارے میں میرا یہ خیال ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حقیقت سے آگاہ ہے (یہ بھی اس صورت میں کہے) جب کہ وہ حقیقت میں اسے ایسا پائے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کسی کو پاکیزہ قرار نہیں دے سکتے۔ [1]

اور دوسری حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ برا اس شخص کو پاؤ گے جو دوغلا ہے۔ ان لوگوں کے پاس کچھ بات کہتا ہے اور دوسروں کے پاس کچھ کہتا ہے۔ [2]

اور یہی بات سورہ حجرات میں اللہ یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [الحجرات:١٢]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل، ویلک، رقم: ٦١٦٢، و صحیح مسلم، رقم: ٧٥٠١.

[2] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما قیل فی ذی الوجہین، رقم: ٦٠٥٨، و مسلم، رقم: ٢٩١.

"اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

⑦ ایک دوسرے کا تمسخر اُڑانا اور برے لقب دینا:

سورۂ حجرات میں ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾ [الحجرات: ۱۱]

"اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان لا چکنے کے بعد اُلٹے سلٹے نام بہت برا کام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں"۔

اور سنن ابی داؤد میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے (آپ کی بیوی) صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ ایسی ایسی ہے یعنی وہ چھوٹے قد والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ)). ①

"اے عائشہ! تو ایسا کلمہ زبان پر لائی ہے کہ اگر اسے سمندر کے برابر پانی میں ملایا جائے تو وہ اس پر غالب آ جائے (اور اسے کڑوا کر دے)"۔

---

① ابوداود، الأدب، بابٌ (٤٨٧٥) والترمذي (٢٥٠٢).

تمسخر اڑانا اس لیے خطرناک گناہ ہے کہ اس میں اپنی بڑائی اور مسلمان بھائی کی تحقیر ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص اس کا تمسخر اور مذاق نہیں اڑاتا جس کی محبت اور عزت اس کے دل میں موجود ہو، کسی مسلمان کو کافر، منافق یا یہودی کہہ کر مخاطب کرنا بھی اسی میں شامل ہے اور خطرناک جرم ہے۔

❽ کسی کی بے عزتی کرنا:

سود کے ستر سے زیادہ دروازے ہیں اور سب سے بڑے دروازے سے بھی بڑا گناہ ہے مسلمان بھائی کی بے عزتی کرنا۔

❾ فحش کلامی کرنا:

صحیح بخاری میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے اور نہ ہی گالی گلوچ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ناراضگی کے وقت فرمایا کرتے:

> ''اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔'' ❶

❿ گالی گلوچ بھی اسی میں شامل ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔'' ❷

* * *

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفاحشا، رقم: ٦٠٣١.

❷ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب خوف المومن من أن یحبط عملہ وھو لا یشعر (٤٨، ٤٤، ٦٠) وابن ماجہ (٦٩۔ ٣٩٣٩) ومسلم (٦٤).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

واقعۂ معراج

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ ﴾

[بنی اسرائیل: ۱]

بنی نوع انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے جتنے انبیاء ورسل مبعوث کیے گئے وہ تمام کے تمام قبل از نبوت اور بعداز بعثت اخلاق وکردار میں اس قدر پاکیزہ‘ معاملات میں اس قدر صاف‘ گفتار میں اس قدر سچے‘ خصائل حمیدہ سے اس قدر متصف اور عاداتِ قبیحہ سے اس قدر محفوظ وموصون تھے کہ ان کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر مرحلہ دعوائے نبوت میں ان کی سچائی اور صداقت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

اور ان تمام خوبیوں میں سب سے ممتاز‘ نمایاں اور سرفہرست امام الانبیاء سید ولد آدم صاحب لواء الحمد‘ شافع روز جزا جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ ﷺ نے تو سب سے پہلے اعلان نبوت کرتے وقت اپنی چالیس سالہ قبل از نبوت زندگی کو لوگوں کے سامنے رکھا اور چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

((هَلْ وَجَدْتُمُوْنِيْ صَادِقًا اَوْ كَاذِبًا؟))

”لوگو! بتلاؤ میں نے تمہارے درمیان چالیس برس گزارے ہیں‘ کیا تم نے مجھے کردار و اخلاق میں‘ امانت و دیانت میں اور قول و گفتار میں سچا اور کھرا پایا

ہے یا جھوٹا‘‘۔ [1]

تو سب نے بیک زبان جواب دیا ہم نے آپ کو کھرا اور سچا پایا پایا ہے‘ جھوٹا نہیں پایا۔

بہرحال نبی اور رسول کی پاک اور صاف زندگی اور بے داغ حیات مبارکہ بذات خود پیغمبر کی صداقت‘ دلیل واضح اور برھان ساطع ہے لیکن اس کے باوجود رب ارض وسماء نے حجت پوری کرنے کے لیے اور شکوک وشبہات کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہر دور میں ہر پیغمبر اور رسول کو ایسے ایسے معجزات عطاء فرمائے جن سے پیغمبروں کی صداقت اظہر من الشمس ہوگئی اور ان کی سچائی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی‘ کہ یہ واقعۃً اللہ کے نمائندہ سفیر اور رسول ہیں۔

قرآن وسنت میں بعض انبیاء کرام کے معجزات مذکور ہیں۔ مثلاً: حضرت صالح علیہ السلام کو ملنے والی اونٹنی جسے ’’ناقۃ اللہ‘‘ کہا گیا ہے‘ کیونکہ وہ اونٹنی ظاہری اسباب کے بغیر ایک چٹان سے پیدا ہوئی تھی اور اللہ کی قدرت کی زبردست نشانی اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق تھی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنے والی نشانیاں جو سورۃ الاعراف وغیرہ میں مذکور ہیں عصاء‘ ید بیضاء‘ فلق البحر‘ بادلوں کا سایہ‘ من وسلویٰ کا نزول‘ اور پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹنا وغیرہ۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملنے والے معجزات قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں: مثلاً مردے زندہ کرنا، پھلبہری والے اور پیدائشی اندھے کو ٹھیک کرنا وغیرہ۔

اور سب سے زیادہ معجزات خاتم النبیین‘ رحمۃ للعلمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو دیئے گئے۔ کبھی پتھر بول کر سلام کہہ رہا ہے‘ کبھی کھجور کا تنا آپ کے خطبے سے محروم ہونے پر بچوں کی طرح رو رہا ہے‘ کبھی چاند دو ٹکڑے ہو رہا ہے‘ کبھی انگلیوں سے چشمے جاری ہو رہے ہیں اور ۱۵ سو افراد وضوء بھی کر لیتے ہیں نہانے والے نہا بھی لیتے ہیں۔

---

[1] بخاری، التفسیر سورۃ ﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ﴾ (٤٩٧١) و مسلم (٢٠٨).

سیراب بھی ہو جاتے ہیں اور برتن بھی بھر لیتے ہیں۔

کبھی کھانے کے لقمے سے سبحان اللہ کی آواز آ رہی ہے، کبھی ہاتھ پھیرنے سے چھڑی ٹیوب لائٹ کی طرح چمکنے لگتی ہے، کبھی چند افراد کا کھانا تین سو افراد کھا کر سیر ہو رہے ہیں۔

کبھی دودھ کا ایک پیالہ ستر اصحابِ صفہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے، کبھی آپ کے لعاب سے (سلمہ بن اکوع) کی ٹوٹی ٹانگ جڑ رہی ہے اور کبھی اونٹنیاں قربان ہونے کے لیے گردن جھکائے خود بخود خدمت میں حاضر ہو رہی ہیں...... **معجزات ہی معجزات**...... اور آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو چودہ صدیاں بیتنے کے باوجود اپنی اصل شکل وصورت میں محفوظ اور موجود ہے۔

ضروری بات:

معجزات کا ظہور پیغمبر پہ ہوتا ہے، لیکن اللہ کی قدرت سے ہوتا ہے۔ پیغمبر کا اس میں اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا، اور پیغمبر اپنی مرضی اور اختیار سے کوئی نشانی اور معجزہ نہیں دکھلا سکتا، اس کے بہت سارے دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ صرف ایک دلیل عرض کرتا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات ملے، اللہ رب العزت نے طور کے مقام پر انہیں ہم کلامی کا شرف بخشا، اور آپ کے سر پہ تاج نبوت رکھا، حکم دیا: اے موسیٰ! اپنا عصاء زمین پہ پھینکو، موسیٰ علیہ السلام نے عصاء زمین پہ پھینکا، وہ اللہ کے اذن سے بہت بڑا اژدھا (سانپ) بن گیا تو موسیٰ علیہ السلام ڈر کر بھاگ نکلے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا (یہ تفصیل سورت میں موجود ہے) اس سے معلوم ہوا پیغمبر کا معجزات میں اپنا کوئی عمل دخل اور اختیار نہیں ہوتا۔ اگر اختیار ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ڈر کر نہ بھاگتے۔ اس لیے معجزات کی بناء پر کسی پیغمبر کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں کہا جا سکتا لیکن جس طرح نصرانیوں کو مغالطہ ہوا انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو معجزات کی بناء پر الٰہ اور ابن اللہ کہہ دیا۔

اسی طرح آج بعض نادان مسلمانوں کو مغالطہ ہوا۔ اور انہوں نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بعض معجزات کی بناء پر مختارِ کل، حاجت روا، عالم الغیب اور نور من نور اللہ

کہنا شروع کر دیا۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ کو ملنے والے معجزات میں ایک اہم ترین معجزہ واقعہ اسراء ومعراج ہے کہ آپ کو حالت بیداری میں روح وجسم سمیت ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کروائی گئی۔

آپ ﷺ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جو زمینی سفر کیا اسے اسراء کہتے ہیں آپ نے یہ سفر براق پہ طے کیا یہ ایک سفید رنگ کا جانور تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہ کی حد ہوتی تھی۔

اور آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر ایک عظیم الشان سیڑھی پہ طے کیا، وہ سیڑھی دنیا جہان کی آٹومیٹک لفٹوں سے تیز تھی۔ اس آسمانی سفر اور سیر کو معراج کہتے ہیں۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:

آپ کو مسجد حرام سے ہی سیدھا آسمانوں کی طرف کیوں نہیں لے جایا گیا، پہلے مسجد اقصیٰ تک کا زمینی سفر کیوں کروایا گیا؟

① جواب:

اس میں کئی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جو اہل علم نے بیان فرمائی ہیں: چند حکمتیں عرض کرتا ہوں۔ زمینی سفر آسمانی سفر کی سچائی کی دلیل بنا، کیونکہ لوگوں نے بیت المقدس دیکھا ہوا تھا اس لیے کافروں نے بیت المقدس کے متعلق سوالات شروع کر دیئے (اس کے دروازے کتنے ہیں، کھڑکیاں کتنی ہیں، بالے کتنے ہیں) حالانکہ یہ سب سوالات بے بنیاد تھے۔ کیونکہ کسی جگہ کی سیر کرنے والا وہاں کے بالے دروازے اور کھڑکیاں تو نہیں گنتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی صداقت وسچائی ثابت کرنے کے لیے سارے پردے ہٹا کر اور ساری رکاوٹیں دور کر کے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا، تو آپ نے بیت المقدس کے بارے کافروں کے ایک ایک سوال کا مسکت وشافی جواب دیا۔ تو اس طرح زمینی سفر کی صداقت آسمانی سفر کی سچائی کی دلیل بن گئی۔

❷ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا اور وہاں تمام انبیاء کی امامت کا شرف ملنا:

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مسجد حرام ہو یا مسجد اقصیٰ دونوں کی نگرانی اور تولیت آخری پیغمبر اور آپ کی امت کا حق ہے۔ یہود و نصاریٰ اس منصب سے معزول کر دیئے گئے ہیں۔ ان دونوں مبارک جگہوں پر کوئی حق نہیں ہے۔

وہ نشانیاں جو آپ ﷺ نے واقعہ اسراء و معراج میں دیکھیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واقعہ اسراء و معراج کے حوالے سے بڑی بڑی نشانیوں کا تذکرہ فرمایا ہے اسراء کے متعلق سورۃ الاسراء میں ارشاد فرمایا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ ﴾

[بنی اسرائیل: ۱]

اور معراج کے متعلق سورۃ النجم میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ○ ﴾ [النجم: ۱۸]

"آپ ﷺ نے وہاں اپنے رب کی بعض بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

وہ نشانیاں کون سی ہیں؟

پہلی نشانی:

وہ براق ہے جو اس قدر برق رفتار جانور تھا جس نے اس دور میں ایک ماہ سے زائد مسافت والا سفر رات کی ایک معمولی سی گھڑی میں طے کرا دیا۔ دنیا جہان کی ہر سواری نگاہ سے پیچھے رہتی ہیں لیکن براق ایسی سواری تھی کہ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں نگاہ کی انتہاء ہوتی تھی۔ آج بعض اہل بدعت نے اس براق کی تصویر بنا رکھی ہے کہ پچھلا دھڑ جانور کا اور آگے چہرہ اور سر خوبرو عورت کا' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کتنی بڑی گستاخی اور جسارت ہے' اور پھر تصویر کے اوپر لکھا ہے "براق النبی" کہ یہ نبی ﷺ کا براق ہے جس پر آپ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر طے کیا تھا۔

دوسری عظیم الشان نشانی:

بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا جمع کرنا اور ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہوا۔ (اس سے ثابت کرنا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں قطعاً درست نہیں، کیونکہ واقعہ معراج معجزہ ہے، اور معجزہ عام حالات سے مختلف ہوا کرتا ہے)۔

تیسری بڑی نشانی:

وہ سیڑھی ہے جس کے ذریعے آپ آسمان پر چڑھے، اور تمام آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، وہ کیسی عظیم الشان سیڑھی تھی کہ جس نے سالہا سال کی مسافت رات کی چھوٹی سی گھڑی میں طے کرادی، آج دنیا نے سائنس میں بڑی ترقی کرلی ہے، بڑے بڑے طیارے، برق رفتار گاڑیاں اور عجیب وغریب لفٹیں ایجاد کرلی ہیں، لیکن وہ سیڑھی جو امام الانبیاء کے لیے رب کائنات نے پیدا فرمائی اس کی مثال نہ اب موجود ہے نہ قیامت تک ہوگی، کیونکہ وہ معجزہ ہے اور معجزے کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

چوتھی اہم نشانی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں کی سیر کرنا، اور مختلف آسمانوں پر مختلف پیغمبروں سے ملاقاتیں کرنا آپ کی امتیازی شان کی دلیل ہے اور ایک عظیم نشانی کا مشاہدہ ہے کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آنے والے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے اولوالعزم، عظیم المرتبت اور بلند پایہ پیغمبروں (آدم، یحییٰ، عیسیٰ، یوسف، ادریس، ہارون، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام) سے ملاقات کرتے ہیں۔

پانچویں نشانی:

سدرۃ المنتہیٰ کا مشاہدہ کرنا جو مقام انتہاء ہے۔ زمین سے اوپر جانے والی ہر چیز کی وہ انتہاء ہے اور اللہ کی طرف سے اترنے والی چیزیں بھی پہلے یہیں اترتی ہیں اور فرشتے یہاں سے وصول کر کے اس کے مطابق کارروائی کرتے ہیں اور یہی وہ جگہ ہے جہاں

فرشتے لوح محفوظ سے قضاء قدر کے فیصلے نوٹ کرتے ہیں اور یہیں آپ ﷺ نے ان کی قلموں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ اور یہ مقام تجلیات الٰہی بھی ہے' اس کے گرد ہر وقت سونے کے پروانے محو پرواز رہتے ہیں اور اس کا حسن و جمال اور دلکش منظر بیان سے باہر ہے۔ اسی مقام پر آپ کو وہ تین تحفے ملے جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا' اور سدرۃ المنتھٰی بیری کا درخت ہے' وہ درخت دنیا کے درختوں کی طرح نہیں اس کے بیر ہجر شہر کے مٹکوں کے برابر ہیں (ہجر شہر کے مٹکے اتنے اتنے بڑے ہوا کرتے تھے کہ ایک مٹکے میں اڑھائی من تقریباً ۱۰۰ کلو پانی آ جاتا تھا) اور اس درخت کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کے برابر ہیں۔ ①

چھٹی نشانی:

آپ ﷺ نے داروغہ جہنم کو دیکھا جس کا نام مالک ہے اور دجال کو دیکھا جس کا خروج قیامت کے قریب ہوگا' دجال کا فتنہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک رونما ہونے والے تمام فتنوں میں سے سب سے زیادہ ہولناک اور دہشت ناک فتنہ ہے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنے سے خبردار کیا' رسول اللہ ﷺ نے دجال کے فتنے سے بچاؤ کی دعائیں سکھلائیں جو کتب حدیث میں موجود ہیں۔

ساتویں نشانی:

آپ ﷺ نے ساتویں آسمان پر البیت المعمور دیکھا جو فرشتوں کی عبادت گاہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی اس نورانی مخلوق کی عظمت اور کثرت کا مشاہدہ ہوا کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس میں عبادت کے لیے آتے ہیں پھر قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آتی' غور کیجئے! یہ نورانی مخلوق کتنی بڑی تعداد میں ہے اور دن رات محو عبادت ہے' قرآن کریم میں فرشتوں کی عبادت کے بارے بتلایا گیا ہے کہ وہ نہ عبادت میں وقفہ اور ناغہ کرتے ہیں اور نہ ہی عبادت کرتے ہوئے تھکتے ہیں۔

---

① صحیح البخاري، تفسیر سورة النجم (٤٨٥٨).

آٹھویں نشانی:

آپ ﷺ نے جنت اور نہر کوثر کا مشاہدہ فرمایا' آپ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَ إِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ)).

''پھر میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں دیکھا کہ موتیوں کے قبے ہیں اور جنت کی مٹی کستوری ہے''۔ ①

اور آپ ﷺ نے نہر کوثر کے بارے فرمایا کہ میں جنت میں چل رہا تھا کہ میں نے وہاں نہر دیکھی جس کے کنارے جوف دار (کھوکھلے) موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ تو جبریل نے کہا:

((هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ)). ②

''یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطاء کی ہے''۔

''اور میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی خوشبودار کستوری ہے''۔ ③

اور یاد رکھیے اگر کوثر کا پانی پینا چاہتے ہو تو وضوء اور نماز میں سستی نہ کیجئے' کیونکہ آپ ﷺ حوض کوثر پہ وضوء کے نشانات سے ہی اپنی امت کو پہچانیں گے' اور قرآن کریم میں بھی کوثر کے ساتھ نماز کا تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ [الکوثر:۱۔۳]

نویں نشانی:

آپ ﷺ نے جنت میں ایک جانب سے قدموں کی آہٹ سنی آپ ﷺ نے پوچھا: ''جبریل یہ کیا ہے؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔ ④

---

① صحيح مسلم، الايمان، باب الاسراء برسول الله ﷺ (١٦٣).

② صحيح البخاری، التفسير، باب تفسير سورة الكوثر (٤٩٦٤).

③ صحيح البخاری، الرقاق، باب فی الحوض (٦٥٨١).

④ فتح الربانی لترتيب مسند امام احمد بن حنبل الشيبانی (٢٠/٢٥٤ـ٢٥٥).

اسی مفہوم کی حدیث صحیح البخاری میں بھی موجود ہے' اور اس میں مزید وضاحت ہے کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہ آپ وہ کون سا عظیم عمل کرتے ہیں جس کی بناء پر میں نے جنت میں آپ کے قدموں کی چاپ سنی۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں جب بھی وضوء کرتا ہوں تو دو رکعتیں ضرور پڑھتا ہوں' معلوم ہوا یہ تحیۃ الوضوء پر پابندی کا صلہ ہے۔

دسویں نشانی:

آپ ﷺ نے جہنم کو دیکھا اور جہنم میں مختلف گناہوں کی سزا میں گرفتار لوگ بھی دیکھے، مثلاً:

① غیبت کرنے والوں کا انجام بد:

مسند احمد میں حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے معراج کی رات جہنم میں دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں میں نے پوچھا: ''جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔[1] (یعنی لوگوں کی غیبت کیا کرتے تھے اور لوگوں کی بے عزتی کیا کرتے تھے)۔

قرآن کریم میں بھی غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (الحجرات:۱۲)

آج لوگ غیبت کو گناہ ہی نہیں سمجھتے' کوئی مجلس اس بدترین عمل سے خالی نہیں' جبکہ اس کی سزا کتنی خطرناک ہے۔

② بے عمل خطباء کا عبرتناک انجام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے معراج کی رات کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ

---

[1] الفتح الربانی (۲۰/۲۵۵).

خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ ہمیں ایسے خطباء میں سے نہ کرے۔

③ حضرت صالح علیہ السلام کو بطور معجزہ ملنے والی اونٹنی (ناقۃ اللہ) کے قاتل کا مشاہدہ:

رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات جب جہنم کی ایک جھلک دیکھی تو آپ نے اس میں ایک سرخ رنگ والا، نیلگوں آنکھوں والا، گھنگریالے بالوں والا پراگندہ حال شخص دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”جبریل! یہ کون شخص ہے؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ اونٹنی کا قاتل ہے۔[2]

لمحہ فکریہ! ایک اونٹنی جو بطور معجزہ پیدا کی گئی تھی اس کی بے حرمتی کرنے والے کا یہ حشر ہوا، تو ان لوگوں کا کس قدر بھیانک انجام ہوگا جو دنیا جہان میں رونما ہونے والے سب سے بڑے معجزے قرآن کریم کی بے حرمتی کر رہے ہیں، اللہ کی کتاب کی آیتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں، کتاب اللہ کے اوراق گندے نالے میں پھینک رہے ہیں......؟؟......؟؟

معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ میں ملنے والے تین تحفے؟

آپ ﷺ کو معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پہ تین عظیم الشان تحفے پیش کیے گئے:

① پنجگانہ نمازیں۔

② سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔

③ آپ کی امت میں سے ہر اس شخص کے کبیرہ گناہوں کی بخشش جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔[3]

اب میں ان تینوں تحفوں کی مختصر تشریح آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

---

[1] شرح السنة بغوی (١٤/٣٥٣) (٤١٥٩) حديث حسن.

[2] مسند احمد فی الفتح الربانی (٢٠/٢٥٥) صحيح.

[3] صحيح مسلم، الإيمان، باب فی ذكر سدرة المنتهٰى (١٧٣).

پہلا تحفہ:

آپ کو معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ جیسے مرکز تجلیات پر یہ تحفہ دیا گیا کہ آپ اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، لیکن جب آپ واپسی پہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے مشورہ دیا کہ میں بنواسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ تو آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اور پانچ یا دس نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر بارہا سدرۃ المنتہیٰ گئے اور وہاں اللہ کی بارگاہ میں استدعا کی حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اور اللہ رب العزت نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا:

﴿هُنَّ خَمْسٌ وَهُنَّ خَمْسُوْنَ﴾

"یہ عمل کے اعتبار سے گنتی میں پانچ ہیں اور اجر و ثواب کے اعتبار سے پچاس ہی شمار ہوں گی"۔ [1]

یعنی آپ اور آپ کی امت پانچ نمازیں پڑھے گی لیکن اجر و ثواب پچاس نمازوں کا ہی ملے گا۔

غور فرمایئے! نماز وہ قیمتی تحفہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کو معراج کی رات دیا گیا، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے آخری لمحات تک عملاً اور قولاً اس عظیم تحفے کی قدر دانی کی وصیت فرماتے رہے:

((اَلصَّلَاةُ اَلصَّلَاةُ)). [1]

"لوگو نماز کی پابندی کرنا، لوگو! نماز کا خیال رکھنا"۔

لیکن آج اس عظیم تحفے کی بے قدری کی جا رہی ہے، آج کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت بے نماز ہے۔ لوگوں کو معراج کی رات حلوہ پکانے اور کھانے کا تو پتہ ہے لیکن معراج کی رات ملنے والے اس تحفے کی قدر و منزلت کا علم نہیں، معراج کی خوشی میں آتش بازی

---

[1] ابن ماجه، الوصايا، باب وهل آوى رسول الله ﷺ (٢٦٩٧) صحيح.

کرتے ہیں، لیکن معراج کی رات ملنے والے تحفے کو چھوڑے ہوئے ہیں، کیسی انوکھی محبت رسول ﷺ ہے؟

دوسرا تحفہ:

سورۃ البقرہ کی آخری آیات؛ یہ دو آیتیں ہیں اور یہ اس قدر قیمتی تحفہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ)).[1]

”جو آدمی ان دونوں کو رات کے وقت پڑھے گا یہ اس کو کفایت کر جائیں گی“۔

ان دو آیتوں کی مزید فضیلت:

آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے پاس حضرت جبریل امین بھی تھے، ایک آواز سنائی دی، جبریل امین نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:

آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، اور پھر اس سے ایک فرشتہ اترتا ہے۔

اور وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

ان دو روشنیوں کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو آپ کو دی گئی ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی، ایک روشنی سورۃ الفاتحہ اور دوسری روشنی سورۃ البقرۃ کی آخری آیات ہیں۔[2]

تیسرا تحفہ:

آپ ﷺ کی اُمت میں سے ہر اس شخص کے کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص دائمی جہنمی نہیں ہوگا وہ گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس تحفے میں توحید کی عظمت کا اظہار اور شرک کی مذمت کا اعلان ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته.

[2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحه... (٨٠٦).

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خسارہ پانے والے لوگ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ ﴾

[الکھف: ۱۰۳-۱۰٤]

جس طرح ایمان کے مختلف درجات ہیں' کسی کا ایمان انتہائی مضبوط اور قوی ہوتا ہے کہ اسے ایمان میں جبل استقامت کا لقب دیا جا سکتا ہے اور کسی کا ایمان درمیانہ ہوتا ہے اور کوئی انتہائی ضعیف الایمان ہوتا ہے۔

اسی طرح گمراہی و ضلالت کے بھی مختلف درجے ہیں۔ کسی کی گمراہی اس درجے کی ہوتی ہے کہ وہ گناہ اور نافرمانی کے کام کرتا ضرور ہے لیکن وہ دل سے اعتراف کرتا ہے اور زبان سے اقرار و اظہار کرتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ اس کا ضمیر اسے ٹھوکر لگاتا ہے۔ اس لیے وہ وقتاً فوقتاً گناہ چھوڑنے کی کوشش بھی کرتا ہے اگرچہ ایسے شخص کی گمراہی بھی معمولی نہیں۔ لیکن اس کی اصلاح جلدی ممکن ہے اور اس کے بارے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ تائب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کا احساس زندہ ہے اور اس کا ضمیر بیدار ہے یہ آج نہیں کل' کل نہیں پرسوں کبھی بدل سکتا ہے اور سچی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔

گمراہی کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان صراطِ مستقیم اور راہِ حق سے ایسا بھٹکے کہ بدعات وخرافات اور ذنوب وآ ثام کو نیکی اور عمل صالح سمجھنے لگ جائے: یہ گمراہی کی انتہائی خطرناک اور مہلک صورت ہے جس کی گمراہی اس خطرناک حد تک پہنچ جائے اس کی واپسی اور ہدایت جلدی کیسے ممکن نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایسا شخص اپنے آپ کو راہ راست اور صراط مستقیم پر گامزن تصور کرتا ہے آج مسلم معاشرے کے بہت سارے لوگ اس خطرناک گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ شیطان نے لوگوں کو توبہ و اصلاح سے محروم رکھنے کے لیے اس دور کی گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ آج کسی گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جا رہا اور بدعات اور خرافات کو ارکان اسلام سے بھی اہم اور افضل قرار دیا جا رہا ہے۔ میں اس بات کو چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں۔

آج اس خطرناک گمراہی کا نتیجہ ہے کہ سود کو بزنس کا نام دے کر حلال ٹھہرایا جا رہا ہے جوئے کو انعام کا نام دے کر جائز کہا جا رہا ہے' رشوت کو تحفے اور ہدیے کا نام دے کر حلال کیا جا رہا ہے۔ شراب کو کسی اور مشروب کا لیبل لگا کر جائز اور مباح گردانا جا رہا ہے گانے بجانے اور ناول افسانے کو نصیحت آموز کہانی اور تفریح وثقافت کا نام دے کر جائز اور درست کہا جا رہا ہے' بے پردگی' جنسی آزادی اور مرد وزن کے اختلاط کو روشن خیالی کا نام دے کر صرف جائز ہی نہیں بلکہ بہتری اور بھلائی کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

آج گناہ کو گناہ سمجھنا تو کجا لوگ گناہ کو کارِ ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں۔ داڑھی رکھنا عیب بن گیا اور داڑھی منڈھوانا فیشن اور خوبی بن گیا۔

شرعی پردے کو منافقت کا نام دے دیا گیا اور بے پردگی وآوارگی کو اعتدال پسندی اور خود اعتمادی کا لیبل لگا دیا گیا۔ حلال وحرام میں امتیاز کرنا اور رزق حرام سے بچنا بے سمجھی اور حماقت ٹھہرا اور دھوکا وفراڈ اور باطل ذرائع سے مال کمانے کو کاروباری مہارت اور ذہانت وقابلیت کا لقب دے دیا گیا۔

اسی خطرناک گمراہی کا ہی نتیجہ ہے: نمازیں طعنہ بن گئیں۔ دینی کاموں پہ پابندی واستقامت بنیاد پرستی اور انتہاء پسندی بن گئی' اور کافروں کی غلامی اور نوکری

سیاست وقابلیت بن گئی۔

اللہ رب العزت نے اپنی کتاب مجید میں اس بدترین گمراہی سے بار بار خبردار کیا ہے اور اس کا جو نقصان ہے وہ بیان فرمایا ہے۔

سورۃ الکھف کے آخری رکوع میں رب ارض وسماء نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ ﴾

[الكهف: ١٠٣ - ١٠٤]

”کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں وہ کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں“۔

غور کیجئے! اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کو سب سے زیادہ خسارے والے لوگ قرار دیا ہے۔ جو گمراہی کے اس درجے میں پہنچ جاتے ہیں کہ انہیں اپنی برائیاں اچھی محسوس ہونے لگتی ہیں۔ انہیں اپنے سیاہ کرتوت کارنامے دکھلائی دینے لگتے ہیں۔ پھر سورۃ الزخرف میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

[الزخرف: ٣٦، ٣٧]

”اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں“۔

یہاں اللہ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ شیطانوں کے حملے اور وسوسے کا نتیجہ ہے کہ لوگ برے عمل کر کے اپنے آپ کو ہدایت یافتہ تصور کرتے ہیں۔

آج عوام، خواص اور رعایا وحکمران اکثر اس بدترین گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔

اللہ کے احکامات، اوامر ونواہی، فرائض وواجبات اور عبادات وحسنات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور منہیات وممنوعات اور بدعات وخرافات پر پہرہ دیا جا رہا ہے۔ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہا جا رہا ہے اور اپنے مفادات کی خاطر کافر آقاؤں کے اشارے پہ بے گناہ مسلمانوں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کا بے دردی سے خون بہایا جا رہا ہے۔

بے حیائی کے مراکز اور فحاشی کے اڈے حکومتی سرپرستی میں آباد ہو رہے ہیں۔

اور قرآن وسنت کے مراکز مساجد اور مدارس کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ کر کے یہی سمجھا جا رہا ہے کہ ہم صحیح اور درست کر رہے ہیں، وہی بات:

﴿ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ○ ﴾ [الزخرف: ۳۷]

کہ شیاطین ایسی مت مار دیتے ہیں کہ انسان برائی کر کے داد اور ثواب کا امیدوار بن بیٹھتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں بعض دنوں، مہینوں اور راتوں کے حوالے سے بہت سارے احکامات دیئے گئے ہیں ان احکامات میں بھی ہمارا کردار یہی ہے کہ دنوں مہینوں اور راتوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کر رکھا ہے اور مختلف دنوں، مہینوں اور راتوں کے حوالے سے جو خود رسوم ورواج اور بدعات وخرافات ایجاد کر رکھی ہیں ان پر پابندی سے عمل کیا جا رہا ہے۔

موجودہ مہینہ رجب اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے۔ لوگوں نے اس مہینے میں اپنی طرف سے بہت کچھ بنا رکھا ہے۔ کہیں بائیس رجب کے کونڈے ہیں جنہیں امام جعفر صادق کے کونڈے کہا جاتا ہے اور ان کونڈوں کے متعلق ایسی کہانیاں جوڑ رکھی ہیں، جن میں ایسا تضاد پایا جاتا ہے کہ پڑھتے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

بلکہ تحقیق کرنے والوں نے تحقیق کی ہے دراصل بائیس رجب عظیم صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ہے۔ دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس دن خوشی کے طور پہ حلوہ منڈا پکایا لوگوں میں بانٹا اور اسے حضرت جعفر کے کونڈوں کا نام دے دیا۔

بدعات وخرافات کے رسیا لوگوں نے اصل حقیقت نہ دیکھی اور یہ کونڈے

بھرنے شروع کر دیئے۔ یہ تو دراصل امیر معاویہ کی وفات کی خوشی ہے۔ حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم صحابی ہیں کہ دورِ فاروقی میں کوئی گورنر کسی علاقے میں ۲ سال سے زیادہ گورنر نہیں رہا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتہائی حساس حکمران تھے۔ معمولی شکایت پر معزول کر دیتے تھے۔ لیکن تنہا امیر معاویہ وہ گورنر ہیں کہ پورے دورِ فاروقی میں ایک ہی علاقے میں گورنر رہے اور کبھی شکوہ و شکایت کا موقع نہیں ملا۔

جناب عبدالرحمان بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ)). [1]

"اے اللہ! اس کو راہ ہدایت دکھانے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے لوگوں کو بھی ہدایت عطا فرما"۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا آیت اور حدیث سنتے ہی عمل کرنا اور لوگوں کو بھی عمل پر ابھارنا کتبِ حدیث میں بکثرت مذکور ہے، بیسیوں واقعات آپ کے اس عظیم کردار پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دعا کا نتیجہ ہے۔

بہر حال وہ جشن جو دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے "مرگ معاویہ رضی اللہ عنہ" کے نام پر منایا اسی کو حضرت جعفر صادق کے کونڈوں کا نام دیا گیا ہے، حالانکہ حضرت جعفر صادق کا ماہ رجب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ان کی پیدائش ماہ ربیع الاوّل میں اور وفات ماہِ شوال میں ہوئی۔ پھر کونڈے بھرنے والوں کے بہت بڑے پیر جماعت علی شاہ کا خاص مصطفیٰ علی خان اپنے کتابچے جواہر المناقب میں لکھتا ہے کہ کونڈوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں ریاست رام پور یو۔ پی سے ہوئی۔ غور کیجئے! جس رسم کی ابتداء کو ابھی ۱۰۰ سال ہوا ہو وہ دین کیسے بن سکتی ہے، لہٰذا یہ رسم بد بدعات وخرافات میں سے ہے، دین کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

دوسری رسم جو لوگوں نے اس مہینے میں ایجاد کر رکھی ہے وہ جشن معراج

---

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (٣٨٤٢) (٣٨٤٣).

النبی ﷺ ہے جہاں تک واقعہ معراج ہے وہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو روح مع الجسد بحالت بیداری ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جو ایک ماہ میں طے ہوتا تھا۔ اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر......؟

جبکہ ایک آسمان کا دوسرے آسمان تک فاصلہ ۵۰۰ سال کی مسافت میں طے ہوتا ہے لیکن اتنا طویل سفر آپ ﷺ نے صرف ایک رات میں طے کیا۔ گئے بھی اور واپس بھی تشریف لائے۔ اور راستے میں بہت کچھ دیکھا بھی۔ اور جس سواری پر زمینی سفر کیا وہ سواری براق تھی وہ سواری بھی معجزہ تھی۔ دنیا کی تمام سواریاں نگاہ سے پیچھے ہوتی ہیں لیکن وہ سواری اس قدر برق رفتار تھی کہ جہاں نگاہ ہوتی وہاں اس کا قدم ہوتا۔ یہ واقعہ معراج عظیم الشان معجزہ ہے۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی رفعت شان اور بلندی مقام پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کا سال، مہینہ اور تاریخ متعین نہیں۔ مشہور تاریخ ۲۷ رجب نبوت کا دسواں سال ہے۔ لیکن اسے بھی اکثر سیرت نگاروں، علامہ صفی الرحمان مبارک پوری وغیرہ نے دلائل کے ساتھ غلط ثابت کیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے ہوئی، اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت معراج کی رات ہوئی، اور اس پر بھی سارے متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی، لہٰذا ثابت ہوا کہ واقعہ معراج کی مذکورہ تاریخ (نبوت کا دسواں ۲۷ رجب) غلط ہے۔

اس لیے معراج کی رات کو اپنی طرف سے متعین کرنا اور اس کو فضیلت والی قرار دینا اور اس رات کو طرح طرح کی عبادات کرنا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مجوسیوں کی مشابہت کرتے ہوئے آتش بازی کرنا یہ سب بدعات وخرافات ہیں۔ معراج کی رات ملنے والا تحفہ نماز کا تو احساس نہیں کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت بے نماز ہے۔ لیکن ان بدعات وخرافات کی بڑی پابندی ہے۔

یاد رکھیے! کسی عمل یا عظیم واقعہ کی وجہ سے ہم اپنی طرف سے کسی دن یا رات کو

فضیلت والی قرار نہیں دے سکتے، کوئی مہینہ، دن، رات یا گھڑی تب ہی فضیلت والی ہو سکتی ہے جب اس کی فضیلت قرآن یا حدیث سے ثابت ہو، ماہ رجب کا فضیلت والا ہونا حدیث رسول سے ثابت ہے، لیکن وہ فضیلت واقعہ معراج کی وجہ سے نہیں۔

پھر اس مہینے میں جو اللہ کا حکم ہے وہ ہم نے بری طرح نظر انداز کیا ہوا ہے، وہ یہ کہ ماہ رجب حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ صحیح البخاری میں حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

((اِنَّ الزَّمَانَ قَدِاسْتَدَارَ عَلٰی هَیْئَتِهٖ)).

''سال گھوم گھما کے اپنی اصلی شکل وصورت پہ آ گیا ہے''۔

(کیونکہ دور جاہلیت میں لوگوں نے سال کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، حرمت والے مہینوں میں تقدیم وتاخیر کرتے تھے، اب دوبارہ وہی مہینے حرمت والے ہوں گے جو اللہ نے مقرر فرمائے):

ثَلٰثٌ مُتَوَالِیَاتٌ؛ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ.

''تین مہینے اکٹھے ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم''۔

((وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ)). [1]

''اور (چوتھا) رجب ہے جو جمادیٰ اخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے''۔

اس کے احترام کا مطلب کیا ہے: ان مہینوں کے احترام کا مطلب یہ ہے کہ ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کا مزید اہتمام کیا جائے، خصوصاً لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ، غیبت وچغلی سے بہت پرہیز کیا جائے، کیونکہ ان مہینوں میں گناہ کی خطرناکی بڑھ جاتی ہے جس طرح مسجد کی حدود میں گناہ کی خطرناکی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

بہر حال اس مہینے میں کرنے کا کام ہم نے نہیں کیا۔ جو اللہ اور اس کے رسولوں نے بتلایا تھا، لیکن اپنی مرضی سے ہم بہت کچھ کر رہے ہیں اور اسے دین قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ بدعات وخرافات دین نہیں ہوا کرتی۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی باب حجۃ الوداع، رقم: ٤٤٠٦، و مسلم رقم: ٤٣٨٣.

رسول اللہ ﷺ ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

((اَمَّابَعْدُ، فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَخَیْرَ الْھُدٰی ھَدْیُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا، وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ)). ①

''یعنی اللہ کی حمد اور رسول اکرم پر درود بھیجنے کے بعد (سب سے اہم بات یہ ہے کہ) تمام کلاموں سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جنہیں (دین اسلام میں) ایجاد کیا گیا ہے اور تمام بدعات گمراہی ہیں''۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ)). ②

''جس شخص نے ہمارے اس دین میں نئی بات کو ایجاد کیا جو دین اسلام سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلاَّ مَنْ اَبٰی)). قِیْلَ وَمَنْ یَاْبٰی؟ قَالَ: ((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی)).

''میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی البتہ وہ جس نے انکار کیا''۔ دریافت کیا گیا کون ہے جس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا''۔ ③

---

① صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، رقم: ۲۰۰۵.

② صحیح البخاری، رقم: ۲۶۹۷.

صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ و رد محدثات الأمور، رقم: ٤٤٩٢.

③ صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ (۷۲۸۵).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

احسان وحسن سلوک

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة: ١٩٥]

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اور سلوک واحسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“۔

سورۂ بقرہ کی ایک آیت مبارکہ میں نے اس وقت خطبہ میں تلاوت کی ہے، اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے کئی احکام جاری فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک حکم یہ ہے:

وَ اَحْسِنُوْا. احسان کرو۔

اور ساتھ ہی احسان کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

”کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں“۔

یوں تو احسان کرنے والوں کی یہی فضیلت کافی ہے کہ احسان کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے، اور وہ اللہ کے پیارے اور محبوب بندوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں صرف اسی فضیلت پر اکتفاء نہیں فرمایا۔ بلکہ مختلف انداز میں احسان کی فضیلت بیان کی ہے۔ سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ○ ﴾ [المآئدة: ۸۵]

”ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی وجہ سے ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور محسنین کا یہی بدلہ ہے“۔

یعنی احسان کرنے والوں کا بدلہ اعلیٰ قسم کی جنتیں ہیں:

سورۃ النحل میں فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○ ﴾ [النحل: ۱۲۸]

”یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور محسنین کے ساتھ ہے“۔

جس کا مطلب ہے کہ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ○ ﴾ [بنی اسرائیل: ۷]

”اگر تم احسان کرو گے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لیے اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے“۔

یعنی اگر تم احسان کرو گے۔ تو اپنے ہی لیے احسان کرو گے' یعنی تمہیں احسان کرنے کا بہترین بدلہ دنیا وآخرت میں ملے گا۔

سورۃ الرحمٰن میں ارشاد فرمایا:

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ ﴾ [الرحمٰن: ٦٠]

”احسان کا بدلہ احسان ہی ہے“۔

کہ جو احسان کرے گا اسے اس کے احسان کی طرح بدلہ بھی اچھا اور عالیشان ہی ملے گا۔

احسان کا معنیٰ ومفہوم:

اب سوچنا یہ ہے کہ احسان کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے۔ وہ احسان جس کی بناء پر بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ کا پیارا بن جاتا ہے۔ وہ احسان جس کا بدلہ جنت ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اس کا معنیٰ ومفہوم بڑا وسیع ہے۔

پہلا معنی:

اخلاص ہے۔ جس کے بغیر عمل قبول ہی نہیں ہوتا۔ یعنی صرف اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنا، جس کا حکم دوسرے لفظوں میں بھی دیا گیا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ ﴾

[الأنعام : ١٦٣]

”کہہ دو یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے“۔

یہ ہے اخلاص، کہ عمل صرف اور صرف اللہ کے لیے کرنا، ہر عبادت صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے بجالانا، ہر نیکی نیت کی درستگی اور للّٰہیت کے جذبے سے سرشار ہو کر کرنا، احسان کا یہ معنی اس قدر اہم ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل شرف قبولیت نہیں پاتا۔

دوسرا معنی:

کامل توجہ کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا۔ جس طرح مشہور ومعروف حدیث میں ہے۔ جسے حدیث جبریل کہتے ہیں۔ جو صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھے، اچانک ایک شخص وارد ہوا جس کا لباس سفید براق تھا۔ اس کے بال بہت زیادہ سیاہ تھے، اس پر سفر کے نشانات دکھائی نہیں دے رہے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص بھی اسے نہ پہچانتا تھا۔ وہ نبی ﷺ کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں گھٹنے نبی ﷺ کے دونوں گھٹنوں کے ساتھ ملائے، اپنی ہتھیلیوں کو آپ کی رانوں پر رکھا اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے چند سوالات کیے، جن میں سے ایک یہ بھی تھا:

اَخْبِرْنِی عَنِ الْاِحْسَانِ.

”مجھے بتلایئے احسان کیا ہے؟“۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ)). ①

"تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر چہ تو اسے نہیں دیکھتا مگر وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔

بہرحال اس حدیث میں احسان کا ایک معنی خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کامل توجہ کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے، دل میں اللہ کی عظمت، کبریائی اور جلال پیدا کرے، اور اس قدر عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرے گویا کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا اسے دیکھتے ہوئے عبادت کر رہا ہے، نظریں جھکی ہوں، گردن میں خم ہو، تمام اعضاء وجوارح سنت کے مطابق ہوں، اور دل اللہ کی محبت وہیبت سے پر ہو۔

تیسرا معنی:

ہر عمل صالح کو احسن انداز میں ادا کرنا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، گفتگو، لین دین، تجارت، معاملات، سب کچھ احسن انداز میں بجا لانا۔ حتیٰ کہ جانور کو ذبح کرنے اور کسی موذی چیز کو مارنے میں بھی احسان (اچھا انداز) اختیار کرنا۔ اور اس اچھے انداز کے بغیر عمل قبول ہی نہیں۔ بسا اوقات ضائع ہو جاتا ہے۔

اسی معنی ومفہوم کو سید الرسل ﷺ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں بیان فرمایا ہے۔ جو صحیح مسلم میں موجود ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْاِحْسَانَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ فَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ)). ①

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اچھا انداز اختیار کرنا تم پر فرض کیا ہے۔ پس جب تم کسی موذی چیز کو مارو۔ تو اچھے طریقے سے مارو (یعنی اسے تڑپا تڑپا کر نہ مارو)

---

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان (۹۳) والترمذی (۲٦۱۰) وابوداؤد (٤٦٩٥) والنسائی (٥٠٠٥) وابن ماجه (٦٣).

اور جب تم جانور ذبح کرو۔ تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ چھری اچھی طرح تیز کرو۔ اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ''۔

غرضیکہ ہر نیک اور جائز کام اچھے انداز میں کرنا ضروری ہے۔

آج نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ وخیرات۔ تجارت۔ معاملات وغیرہ میں ہم یہ انداز نظر انداز کر چکے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے تو طلاق میں بھی اچھے انداز کا حکم دیا ہے۔ وہ طلاق جو میاں بیوی کی ناراضگی اور جھگڑے کے نتیجے میں ہوتی ہے:

﴿ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرۃ: ۲٤١]

''طلاق والیوں کو اچھی طرح فائدہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے (یعنی انہیں کوئی تحفہ دے کر فارغ کرو)''۔

دوسرے مقام پہ فرمایا:

﴿ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ ﴾ [الاحزاب: ۲۲/٤٩]

''اور بھلے طریقے سے انہیں رخصت کردو (یعنی باعزت طریقے سے فارغ کرو)''۔

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ○ ﴾ [البقرۃ: ۲۲۹]

''(رجعی) طلاق دو مرتبہ ہے' پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے''۔ (مطلب یہ ہے کہ ٹھیک ہے تمہارا ایک عورت سے نباہ نہیں ہوا' لیکن وہ کسی کی بہن یا بیٹی ہے' لہٰذا اسے ذلیل نہ کرو)۔

جبکہ طلاق جھگڑے کے نتیجے اور عدم موافقت کی وجہ سے دی جاتی ہے لیکن اسلام نے اچھا انداز اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح حق مانگنا۔ سودا کرنا وغیرہ سب میں یہی حکم ہے کہ تمام معاملات میں احسن انداز اختیار کیا جائے' رسول اللہ ﷺ نے تو دعا دی تھی:

((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى)). [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل (١٩٥٥).

[2] صحيح البخارى، كتاب البيوع، باب السهولة والسهامة فى الشراء والبيع ... (٢٠٧٦).
و ابن ماجه (٢٢٠٣).

''اللہ اس شخص پر رحمت کرے جو سودا بیچتے وقت' سودا خریدتے وقت اور اپنا حق مانگتے وقت نرم اور احسن انداز اختیار کرتا ہے''۔

چوتھا معنی:

حسن سلوک کرنا:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النسآء:٣٦]

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' رشتہ دار پڑوسیوں' اجنبی پڑوسیوں' رفیق کو یا بیویوں' مسافروں اور غلام لونڈیوں سے (بھی اچھا سلوک کرو) یعنی ان تمام حقداروں کے حقوق بجا لاؤ اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو''۔

پانچواں معنی:

نیکی کرنا۔ ہر نیک عمل کرنا اور ہر نیکی بجا لانا بھی اس میں شامل ہے' بہرحال احسان کا معنی و مفہوم بہت وسیع ہے۔ اور اللہ کا محبوب بندہ رہنے کے لیے ہمیں لفظِ احسان کے تمام تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

آج ہمارے معاشرے میں ہر طرح کا احسان مفقود ہوتا جا رہا ہے' نہ اخلاص رہا' نہ حسن سلوک رہا' نہ عبادات و معاملات میں احسن انداز رہا' نہ نیکی و عمل صالح کا جذبہ بیدار رہا...... نماز خشوع خضوع سے خالی ہوگئی' زکوٰۃ کا حلیہ بگڑ گیا' حج و عمرہ میں نمود و نمائش غالب ہوگئی۔ ذکرِ الٰہی میں تصنع آ گیا......

آخری بات:

احسان کرنا ضروری ہے لیکن احسان جتلانا ناجائز اور حرام ہے۔ عبادت کر کے اللہ کی بارگاہ میں احسان جتلانا بھی جائز نہیں۔ اور بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے

بندوں پر احسان جتلانا بھی جائز نہیں۔

دونوں کی تردید قرآن وسنت میں موجود ہے۔ سورۃ الحجرات کے آخر میں ہے جب چند دیہاتی قسم کے نومسلموں نے اپنی مسلمانی کا احسان جتلایا تو رب کائنات نے آیات نازل فرمائیں:

﴿ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ ﴾ [الحجرات:١٧]

"اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو"۔

(یعنی اگر تم دعوائے ایمان میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں بلکہ اللہ کا تم پر فضل وانعام اور کرم واحسان ہے کہ اس نے تمہیں قبول ہدایت کی توفیق بخشی ہے)۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی ﴾[البقرة:٢٦٤]

"اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو"۔

معلوم ہوا صدقہ وخیرات احسان جتلانے سے ضائع اور برباد ہو جاتا ہے، اس لیے خدمت خلق کر کے احسان جتلانا اپنی نیکی ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ)). قَالَ اَبُوْذَرٍّ (رضی اللہ عنہ): خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ؟ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ)! قَالَ: ((اَلْمُسْبِلُ. وَالْمَنَّانُ. وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ)). ①

---

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمن بالعطیة (١٠٦). والترمذی (١٢١١).

> حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ”تین شخص ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔ نہ ان کی جانب نظر رحمت کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا“۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، یہ لوگ کون ہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ناکام ہیں اور خسارے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص جو تکبر سے اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے اور جو عطیہ دے کر احسان جتاتا ہے اور جو جھوٹی قسمیں اٹھا کر اپنے کاروبار کو چلانے والا ہے“۔

غور کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشادگرامی میں احسان جتلانے کی کتنی خطرناک قسم کی چار سزائیں بیان کی ہیں، اس لیے ہمیں ہر قسم کا احسان کرنا چاہیے لیکن احسان جتلانے سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ احسان جتلانے والے لوگ اللہ رب العزت کے ہاں انتہائی مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ”محسنین“ میں شامل فرمائے اور احسان جتلانے سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

* * *

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مسائل نکاح (حصہ اوّل)

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ [النور:۳۲]

آج کل شادیوں بیاہوں کا سلسلہ عروج پر ہے۔ اس لیے مناسب سمجھا کہ نکاح کے حوالے سے چند ضروری گزارشات کی جائیں۔ یوں تو جس شخص کا نکاح قریب ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ نکاح سے متعلقہ مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں معلوم کرے لیکن آج دو دو ماہ شادی کی شاپنگ اور خرید وفروخت کا سلسلہ جاری رہتا ہے‘ بلا ناغہ بازار کا چکر لگایا جاتا ہے‘ لیکن نکاح کے مسائل سیکھنے کے لیے بالکل وقت نہیں نکالا جاتا۔ جس کے بہت سارے خطرناک نتائج معاشرے میں موجود ہیں۔

نکاح اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کو دوسری بہت ساری مخلوقات سے ممتاز کرنے والی چیز ہے‘ اور معاشرے میں انسانوں کی تربیت کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے‘ اس لیے اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم میں نکاح کو نعمت‘ ذریعۂ سکون اور باعث محبت والفت قرار دیا ہے۔

اللہ رب العزت سورۂ فرقان میں فرماتے ہیں:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَ كَانَ رَبُّكَ

قَدِيرًا ۝ ﴾ [الفرقان : ٥٤]

”اللہ وہ ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا' پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے“۔

اور سورۂ روم میں ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

[الروم : ٢٠-٢١]

”اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب انسان بن کر (چلتے پھرتے) پھیل رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں“۔

اور سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۝ ﴾ [الاعراف : ١٨٩]

”وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے' اور اس سے سکون پکڑے“۔

معلوم ہوا نکاح دل کا سکون ہے' اور باہمی محبت واُلفت کا ذریعہ ہے' اور یہ تمام فوائد ومنافع اظہر من الشمس ہیں' عموماً دیکھنے میں آتا ہے شوہر پنجاب کا ہوتا ہے اور بیوی سندھ کی ہوتی ہے' دونوں کے مابین نکاح سے قبل کوئی رشتہ اور ناطہ اور تعلق نہیں ہوتا' لیکن جب وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں ان دونوں کے دل باہمی الفت ومحبت سے معمور ہو جاتے ہیں' انہیں ایک دوسرے سے انس ہو جاتا ہے' وہ ایک دوسرے کے

خیر خواہ، ہمدرد اور غم خوار بن جاتے ہیں، یہ نکاح کی خیر و برکت ہے۔

اسی طرح نکاح کے فوائد میں ایک بہت بڑا فائدہ نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)). [1]

"اے نوجوانو! جو کوئی تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح ضرور کرے، پس نکاح نظر کو پست کر دیتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے"۔

لیکن نکاح کے تمام فوائد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نکاح قرآن و سنت کے مطابق ہو، رفیق حیات کے انتخاب سے لے کر ازدواجی زندگی اور تربیتِ اولاد سب کچھ شریعت کے مطابق ہو۔ آج دین سے دوری کے نتیجے میں لوگوں نے ایک نعمت کو مصیبت اور پریشانی بنا لیا ہے۔ حالانکہ دین اسلام میں نکاح کو نعمت اور باعثِ سکون بنانے کے لیے ہر طرح کے چھوٹے بڑے احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا گیا ان میں سے چند مسائل آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

انتخاب کیسا ہو؟

اسلام نے شوہر کے لیے بیوی اور بیوی کے لیے شوہر چننے اور منتخب کرنے کے لیے قواعد و ضوابط مقرر کیے ہیں۔

شوہر کے لیے ہدایات:

بخاری و مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا،

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي ﷺ من استطاع الباءة فليتزوج (٥٠٦٥) و مسلم (١٤٠٠) و ابوداود (٣٠٤٦).

فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ)). ①

”چار باتوں کی وجہ سے کسی عورت سے نکاح کی رغبت کی جاتی ہے؛ اس کے مالدار ہونے کی بناء پر، اس کی خاندانی شرافت کے سبب، اس کی خوبصورتی کے پیش نظر اور اس کی دین داری کی وجہ سے (نیز فرمایا اگر) تو دیندار کو نکاح میں لائے گا تو اللہ تجھے بھلائی عطاء کرے گا“۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ)). ②

”دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سامان صالحہ بیوی ہے“۔

لیکن آج صرف کسی شکل پہ نظر پڑ گئی، اور وہ چہرہ دل میں اتر گیا اور ضد بنا لی کہ بس اس سے نکاح کروں گا۔ حتیٰ کہ اس غلط انتخاب پر لوگ جانیں دے رہے ہیں، لڑکے اور لڑکیاں گولیاں کھا کر مر رہے ہیں۔ خودکشی کر رہے ہیں۔ ہاں دین کو ملحوظ رکھ کر اس کے بعد اگر باقی چیزیں (حسن و جمال وغیرہ) ملحوظ رکھ لی جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن سب سے پہلے دین کو دیکھا جائے۔ اسلام نے دین کے علاوہ بھی چند چیزوں کی ترغیب دی ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ. فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ)). ③

---

① صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین (۵۰۹۰) و مسلم (۱۴۶۶) و احمد (۲/۴۲۸) والدارقطنی (۳/۳۰۲).

② صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدینا المرأة الصالحة (۱۴۶۷) و ابن ماجه (۱۸۵۵) والنسائی (۳۲۳۲).

③ سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء (۲۰۵۰ و احمد (۳/۱۵۸).

"محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو تاکہ میں دیگر امتوں پر تمہاری (کثرت کی) وجہ سے فخر کر سکوں"۔

اور یہ کیسے پتہ چلے گا کہ فلاں عورت خوب بچے جننے والی اور شوہر سے محبت کرنے والی ہے' یہ اس کے خاندان کی عورتوں کے مزاج سے پتہ چلے گا۔

اس طرح یہ بھی بہتر ہے کہ کنوارا شخص کنواری اور پاکیزہ عورت سے نکاح کرے۔ بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے جب ہم واپسی مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا ابھی نکاح ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا' "نکاح ہو گیا ہے؟" میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: "کنواری لڑکی سے یا بیوہ سے؟" میں نے عرض کیا' جی! بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کنواری لڑکی سے کیوں نہ کیا؟ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی"۔ ✿ معلوم ہوا شریعت اسلامیہ میں جائز طریقے سے مرد و زن کی دل لگی اور جی بہلانے پر کوئی پابندی نہیں' بلکہ ترغیب دی ہے کہ باکرہ عورت سے نکاح کرو وہ تمہارا جی بہلائے تم اس کا دل لگاؤ۔

عورت کے لیے ہدایات:

عورت چونکہ کمزور ہے یہ اپنا نفع نقصان پہچاننے میں اکثر ناکام رہتی ہے' اس لیے اسلام نے عورت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ خود شوہر کا انتخاب کرے۔ بلکہ اس کے لیے ولی کی اجازت اور راہنمائی کو ضروری قرار دیا ہے اور عورت کے اس نکاح کو باطل اور حرام قرار دیا ہے جو ولی کی اجازت کے بغیر ہو' جناب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

✿ صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب شراء الدواب والحمير (٢٠٩٧) و مسلم (٧١٥) و ابوداود (٣٥٠٥).

((لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ)). [1]

”ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے“۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے:

((فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ. فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ. فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ)). [2]

”اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے“۔

غور فرمایئے! عورت کے لیے ولی کی اجازت کس قدر اہم اور ضروری ہے کہ رسول ہدایت، ناطق وحی تین بار یہ بات دہرا رہے ہیں کہ ولی کے بغیر عورت کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ)). [3]

”وہ عورتیں زانیہ ہیں جو ولی کے بغیر نکاح کرائی ہیں“۔

لیکن ولی کو بھی آزاد نہیں چھوڑا کہ وہ عورت کی رضا معلوم کیے بغیر زبردستی نکاح کردے۔

صحیح میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ)).

”شوہر دیدہ عورت کا نکاح نہ کرایا جائے جب تک اس سے صریح زبانی اجازت نہ لے لی جائے“۔

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في الولي (٢٠٨٥) والترمذي (١١٠١) حديث صحيح.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی (٢٠٨٣) والترمذی (١١٠٢) و ابن ماجه (١٨٧٩) حدیث صحیح.

[3] جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء لا نكاح الا ببينة (١١٠٣) والبيهقي (١٢٥/٧).
یہ روایت ضعیف ہے۔ ارواء الغلیل (١٨٢٢).

((وَ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ)).

’’اور کنواری عورت کا نکاح نہ کرایا جائے جب تک اس سے اجازت طلب نہ کی جائے‘‘۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟))

’’اے اللہ کے رسول! اس سے اجازت حاصل کرنا کس طرح ہے؟‘‘۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنْ تَسْكُتَ)).[1]

’’اس کا خاموش رہنا اجازت ہے‘‘۔

اور ولی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زیر کفالت بچی کا نکاح کرنے کے لیے دیندار شوہر تلاش کرے، جو عورتوں کے حقوق جانتا پہچانتا ہو اور اخلاق و کردار میں اچھا ہو۔ آج اکثر والدین اس سلسلے میں خطرناک غلطیاں کرتے ہیں۔ عورت کی مرضی کو بالکل ملحوظ نہیں رکھتے اور اپنے رشتے اور تعلقات نبھاتے ہیں، جی ہم نے تو اپنے بھائی کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے خواہ وہ انتہائی بے دین اور بد اخلاق ہو۔ جی ہم نے تو اپنی بہن کو رشتہ دینا ہے، خواہ بہن کا بیٹا خوب بد اخلاق اور بے دین ہو۔ بہرحال ولی اور عورت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ دونوں کی مشاورت و رضامندی ضروری ہے، نہ عورت خودمختار ہے اور نہ ولی آزاد ہے۔

لیکن آج دین اسلام کے اس سنہری اصول کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، لڑکیاں اپنے آشناؤں کے ساتھ نکل جاتی ہیں اور عدالتی نکاح کروالیتی ہیں جسے لَو میرج یا کورٹ میرج کا نام دیا جاتا ہے، یہ نکاح بالکل ناجائز، باطل اور حرام ہے، اور اس نکاح کی بنیادی وجہ کیبل، ڈش، ٹی وی، وی سی آر اور دیگر بے حیائی پھیلانے والے ذرائع ابلاغ ہیں اور اس

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب إلا برضاها (٥١٣٦) و مسلم (١٤١٩) و ابوداؤد (٢٠٩٤) والترمذي (١١٠٩).

کے ساتھ ساتھ بے پردگی بھی اس کا سبب ہے۔

حق مہر:

انتخاب کے بعد مسائل نکاح میں سے ایک اہم مسئلہ حق مہر کا مسئلہ ہے۔ دین اسلام میں نکاح کے اخراجات میں صرف دو خرچے ہیں ان میں سے ایک حق مہر ہے۔ یہ عورت کا بہت بڑا حق ہے۔ اللہ رب العزت سورۂ نساء میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ○ ﴾ [النساء : ٤]

”اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو“۔

اور اس کی کم از کم کی اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں' بخاری و مسلم میں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے خود کو آپ ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی تو ایک صحابی اٹھا' اس نے عرض کی' اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ کو ضرورت نہیں ہے تو آپ ﷺ میرا اس عورت سے نکاح کرا دیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: ”تیرے پاس حق مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟“ اس نے جواب دیا' میرے پاس تو صرف میری یہ چادر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تلاش کر! اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو“۔ اس نے تلاش کیا لیکن اسے کچھ نہ مل سکا اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: ”اچھا تجھے کچھ قرآن یاد ہے“۔ اس نے کہا' ہاں! مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔ حق مہر قرآن پاک کی سورتیں ہیں اسے یاد کرا دے“۔ [1]

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر (٥٠٨٧) و مسلم (١٤٢٥) والحمیدی (٩٢٨) والبیهقی (١٤٤/٧).

دریافت کیا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا حق مہر کتنا تھا؟ انہوں نے بیان کیا' آپ کی بیویوں کا حق مہر بارہ ''اوقیہ'' اور ایک ''نش'' تھا۔ پھر انہوں نے پوچھا' کیا تو جانتا ہے کہ ''نش'' کیا ہے؟ (ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے نفی میں جواب دیا (تو) انہوں نے بتایا' ایک ''نش'' نصف اوقیہ کے برابر ہے' اس طرح کل پانچ سو درہم ہوئے۔ [1]

لیکن آج حق مہر کے بارے میں بڑی خرابیاں ہیں: ایک طرف وہ لوگ ہیں جو رسموں رواجوں پر لاکھوں روپیہ پھینک دیتے ہیں لیکن حق مہر جو شریعت نے فرض کیا ہے' اسے ادا کرتے وقت کنجوس بن جاتے ہیں' جب نکاح پڑھاتے وقت ان سے پوچھا جائے کہ حق مہر کتنا باندھنا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں جی شرعی حق مہر ۵۰۰ لکھ دیں۔ پتہ نہیں یہ کونسی شریعت میں ہے۔ اتنی تھوڑی رقم تو بھانڈ میراثی لینے کو تیار نہیں جتنی رقم یہ سیٹھ چوہدری اور صنعت کار بیوی کو حق مہر میں دے رہا ہے۔

اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو طاقت سے بھی زیادہ حق مہر لکھوا لیتے ہیں اور پہلے ہی نیت خراب ہے کہ دینا کس نے ہے؟ بس لوگوں کو سنانے کے لیے لکھوا دیا۔

بہرحال حق مہر بہت بڑا فریضہ ہے جو اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق ضرور ادا کرنا چاہیے۔

آج ناجائز خرچے (سلامیاں' نیوتا' موت وحیات پر لین دین وغیرہ) تو اپنی حیثیت اور طاقت سے بھی زیادہ کرتا ہے لیکن جب حق مہر کی باری آتی ہے تو ہاتھ تنگ ہو جاتا ہے' بس انسان کا معاملہ ہی بڑا عجیب ہے' جہاں اللہ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اللہ کا دیا ہوا مال وہاں خرچ نہیں کرتا' لیکن جہاں شیطان نے خرچ کرنے پر اُبھارا ہے وہاں اللہ کا دیا ہوا مال خرچ کرتا اور برباد کرتا ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن و خاتم من حدید و غیر ذلک من قلیل و کثیر (۱۴۲۶) و ابوداؤد (۲۱۰۵) و ابن ماجه (۱۸۸۶).

دعوتِ ولیمہ:

شادی کے ان اخراجات میں جو اسلام نے نافذ کیے ہیں ایک خرچہ دعوت ولیمہ ہے، جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔

صحیحین کی روایت ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کا نشان دیکھا، دریافت کیا: ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے بتایا، میں نے ایک عورت سے (کھجور کی) گٹھلی کے برابر سونا حق مہر دے کر نکاح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے مبارک ہو، ولیمہ کر، اگرچہ ایک بکری ہی ہو''۔ اور شادی کی اصل دعوت یہی ہے، جس میں شرکت بہت اہم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَةِ فَلْیَاْتِهَا)).[1]

''جب تم میں سے کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو وہ دعوت ولیمہ میں ضرور شریک ہو''۔

لیکن آج اس دعوت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، لوگ کہتے ہیں بارات پہ بلایا نہیں ولیمے پہ کیوں جائیں، حالانکہ نکاح کے حوالے سے یہ ایک ہی دعوت ہے جسے ولیمہ کہتے ہیں۔ اور اس کے چند آداب ہیں۔

① اس میں صرف مالداروں کو ہی اکٹھا نہ کیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَةِ یُدْعٰی لَهَا الْاَغْنِیَاءُ وَیُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ)).[2]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب حق إجابة الوليمة والدعوة (۵۱۷۳) و مسلم (۱۴۲۹) وابوداؤد (۳۷۳۶) و ابن ماجه (۱۹۱۴).

[2] صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله و رسوله (۵۱۷۷) ومسلم (۱۴۳۲) و ابوداؤد (۳۷۴۲).

> ''سب سے برا کھانا' اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالدار لوگوں کو دعوت طعام دی گئی ہو اور فقیروں کو چھوڑ دیا گیا ہو اور جس شخص نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔

② اس میں غیر شرعی کام نہ ہوں:

دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے لیے اس بات کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ اس میں اللہ کی بغاوت اور نافرمانی والے کام نہ ہوں' یعنی گانا بجانا' ڈھول ڈھمکا' مووی وتصویر کشی' کھڑے ہو کر کھانے کا اہتمام اور اسراف وفضول خرچی نہ ہو' صحیح البخاری میں ہے' رسول اللہ ﷺ کو آپ کے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کھانے پہ بلایا آپ تشریف لائے اور دروازے سے ہی پلٹ گئے' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شدید پریشان ہوئیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے بھیجا کہ معلوم کریں ابا جان کیوں ناراض ہو کر پلٹ گئے ہیں؟ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جب دروازے پہ قدم رکھا تو میری نظر خوبصورت ریشمی پردے پہ پڑی تو میں نے کہا: میرا دنیا کی سجاوٹوں سے کیا تعلق؟ میں اس لیے پلٹ آیا ہوں''۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''وہ پردہ فلاں غریب کو دو وہ بیچ کر اپنی ضرورت پوری کرے اور تم یہاں سادہ پردہ لٹکاؤ' جب یہ طے ہو گیا تب آپ گھر میں داخل ہوئے''۔ [1]

③ اگر دو دعوت دینے والے اکٹھے دعوت دیں؟

اگر دو دعوت دینے والے اکٹھے دعوت دیں تو جس کا دروازہ قریب ہے اس کی دعوت قبول کی جائے اور اگر ایک پہلے دعوت دے تو جس نے پہلے دعوت دی ہو اس کی دعوت قبول کی جائے سنن ابی داؤد میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی شخص کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو دعوت دینے (والے) اکٹھے

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمة، باب اجابة الدعوة اذا حضرها مکروه (۳۷۵۵) و ابن ماجة (۳۳۶۰) و احمد (۵/۲۲۰) (۲۲۲۶۷).

آ جائیں تو جس کا دروازہ قریب ہو اس کی دعوت قبول کی جائے اور اگر ایک پہلے آ جائے تو پہلے آنے والے کی دعوت قبول کی جائے''۔ ①

④ دعوتِ ولیمہ طاقت کے مطابق ہو:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کسی بیوی کا ولیمہ اس طرح کا نہیں کیا جس طرح کا زینب رضی اللہ عنہا کا کیا آپ ﷺ نے اس کے ولیمہ پر بکری ذبح کی۔ ②

اور دوسری حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا' اسے لائے اور اس کا ولیمہ کیا تو حاضرین کو گوشت اور روٹی سے سیر کر دیا۔ ③

تیسرا ولیمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا اور اس کے آزاد کرنے کو اس کا حق مہر قرار دیا (تو) اس کے ولیمہ میں کھانا (کھجور پنیر اور گھی سے) تیار کروایا۔ ④

اور ایک حدیث میں ہے: حضرت صفیہ بنت شبیر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ دو ''مد'' جو سے کیا۔ ⑤

جس کی موجودہ مقدار تقریباً ۲۱ چھٹانک بنتی ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ دعوت ولیمہ استطاعت کے مطابق ہو۔

---

① صحیح البخاری، کتاب الادب، باب حق الجوار فی قرب الأبواب (٦٠٢٠) و احمد (١٧٥/٦).

② صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الولیمة و لو بشاة (٥١٦٨) و مسلم (١٤٢٨).

③ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الولیمة ولو بشاة (٥١٦٨) و ابن ماجه (١٩٠٨) والنسائی (٣٢٥١).

④ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من جعل عتق الأمة صداقها (٥٠٨٦) و مسلم (١٣٦٥) و ابن ماجه (١٩٥٧).

⑤ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من اولم بأقل من شاة (٥١٧٢).

چند ممنوع نکاح:

آخر میں چند ممنوع نکاحوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

حلالہ:

یہ وہ نکاح ہے جو مطلقہ ثلاثہ کو اس کے شوہر کے لیے حلال کرنے کی نیت سے کیا جاتا ہے' یہ نکاح شریعتِ اسلامیہ میں ناجائز' حرام اور موجب لعنت ہے حدیث میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهٗ)).[1]

''رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے (دونوں) پہ لعنت بھیجی ہے''۔

شغار (وٹہ سٹہ):

یہ وہ نکاح ہے جس میں رشتہ دینے والا رشتہ لینے والے کو پابند کرتا ہے کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ دے' یہ نکاح بھی دین اسلام میں ناجائز اور حرام ہے' صحیح البخاری میں حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاشِغَارَ فِی الْإِسْلَامِ)).[2]

''اسلام میں نکاح شغار (وٹہ سٹہ) کی کوئی گنجائش نہیں''۔

لیکن آج بہت سارے علاقوں میں مسلمان یہ نکاح بکثرت کر رہے ہیں۔

متعہ:

نکاح متعہ یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے محدود مدت کے لیے شادی کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر والے دن اس نکاح کی حرمت کا کھلا اعلان فرمایا' جس طرح صحیح البخاری میں موجود ہے۔[3]

---

[1] سنن الدارمی (۱۵۸/۲) و جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجآء فی المحلل والمحلل له (۱۱۲۰) و صحیح ترمذی (۸۹٤) و احمد (٤٤٨/۱).

[2] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح الشغار بطلانه (۱٤۱۵).

[3] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نهی رسول الله ﷺ عن نکاح المتعة أخیرا (۵۱۱۵) و مسلم (۱٤۰۷).

لیکن آج اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ نکاح کرتے بھی ہیں اور اسے کارثواب بھی سمجھتے ہیں۔ کس قدر المناک اور افسوسناک معاملہ ہے۔

حالتِ احرام میں نکاح:

حالتِ احرام میں نکاح کرنا شریعتِ اسلامیہ میں ناجائز اور حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَنْکِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا یُنْکِحُ)). ①

''احرام والا نہ خود نکاح کرے اور نہ کسی کا نکاح کرائے''۔

نکاح کے اوپر نکاح:

دین اسلام میں کسی کے نکاح کے اوپر نکاح کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی شخص کسی کی منگنی کے اوپر منگنی نہ کرے''۔ ②

جب منگنی پر منگنی جائز نہیں تو نکاح پر نکاح کیسے جائز ہے، اور یہ مسئلہ سورۃ النساء میں بھی مذکور ہے۔ اسی طرح عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا بھی ممنوع اور ناجائز ہے جس کی تفصیل خطبہ کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق نکاح کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، ممنوع اور حرام نکاحوں سے محفوظ فرمائے۔

* * *

---

① صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم و کراھۃ خطبتہ (۱٤۰۹) والترمذی (۸٤۰).

② صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبۃ أخیہ حتی ینکح أو یدع (۵۱٤٤) والحمیدی (۱۰۲۷).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسائل نکاح (حصہ دوم)

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ○ ﴾

[النور: ۳۲]

گزشتہ خطبہء جمعہ میں چند اہم مسائل نکاح قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیے گئے تھے۔ اور آج کے خطبہ میں چند مزید مسائل نکاح پر بات چیت ہوگی:

پہلا مسئلہ:

شریعتِ اسلامیہ میں منگنی کی کیا حیثیت ہے اور منگنی کا طریقہ کیا ہے؟

منگنی کے لیے عربی زبان میں خطبہ کا لفظ بولا جاتا ہے، اور قرآن وسنت میں بھی منگنی کے لیے یہی لفظ ''خِطبہ'' بولا گیا ہے۔ جس کا معنی صرف پیغام نکاح ہے۔ یعنی رشتہ لینے کے پیغام کو خطبہ کہتے ہیں۔ اور جب عورت کا ولی رشتہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس عورت کو مخطوبہ کہتے ہیں اور ہمارے عرف میں اسے منگیتر کہتے ہیں۔ منگنی کے حوالے سے رسم ورواج کے علاوہ ہمارے معاشرے میں تین قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں:

① ایک طرف وہ لوگ ہیں جو منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کو میل ملاقات کی کھلی چھوٹ دے دیتے ہیں جس کے نتائج اکثر خطرناک نکلتے ہیں، کھلی آمدورفت، گپ شپ، خلوت اور لمبی چوڑی ٹیلی فون پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کے نتیجے میں بسا

اوقات نکاح سے پہلے ہی سب کچھ ہو جاتا ہے جو کہ خطرناک جرم ہے' اور کھلی بے حیائی ہے۔

❷ دوسری طرف وہ لوگ ہیں کہ وہ لڑکے کو منگیتر کے گھر جانے سے ہی روک دیتے ہیں خواہ منگیتر کا گھر اس کی خالہ' پھوپھی یا ماموں کا ہی گھر کیوں نہ ہو' یہ بھی مبالغہ ہے۔

❸ تیسری غلطی یہ ہے کہ ہمارے ہاں منگنی ٹوٹنا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے حالانکہ منگنی ٹوٹنا شرعاً کوئی عیب نہیں۔ لیکن آج کل جس کی ایک دو جگہ منگنی ٹوٹ جائے اسے کوئی رشتہ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ درست نہیں۔

ہاں منگنی کے حوالے سے ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی منگنی کے اوپر منگنی کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

((لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ)). [1]

''کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے''۔

لیکن آج کل اکثر جھوٹ سچ بول کر منگنیاں تڑوائی جاتی ہیں اور منگنی پر منگنی کر لی جاتی ہے جو کہ خطرناک گناہ ہے۔

دوسرا مسئلہ:

نکاح کی دعاؤں کا مسئلہ ہے۔ شریعت اسلامیہ میں انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات میں دعاؤں کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے۔ دو مسلمان آپس میں ملیں تو دعا' ایک دوسرے کو الوداع کریں تو دعا' مریض کی عیادت کریں تو دعا' بھائی کو نئے کپڑوں میں ملبوس دیکھیں تو دعا اور کہیں آئینہ دیکھنے کی دعا' کہیں نیا چاند دیکھنے کی دعا' کہیں گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی دعا' کہیں سونے اور جاگنے کی دعا' کہیں صبح و شام کی دعا' کہیں مختلف پریشانیوں' دکھوں' صدموں اور تکلیفوں کی دعا' دعائیں ہی دعائیں' دراصل دعا مؤمن کے لیے محفوظ قلعہ ہے۔ جہاں تمام ظاہری اسباب و وسائل اور ادویہ و معالجات

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبة أخیه حتی ینکح أو یدع (٥١٤٤) و احمد (٤٦٢/٢) والحمیدی (١٠٢٧).

ناکام ہو جائیں۔ وہاں دعا کام آتی ہے۔ اس لیے قرآن وحدیث میں شادی بیاہ کے حوالے سے بھی انتہائی جامع اور مفید دعائیں سکھلائی گئی ہیں۔

ایک انتہائی جامع قرآنی دُعا:

سورۃ الفرقان میں ''عبادالرحمٰن'' کے حوالے سے یہ دعا ذکر کی گئی ہے۔ جو نکاح کے تمام امور کے حوالے سے انتہائی جامع ہے:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ ﴾ [سورة الفرقان: ٧٤]

''اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطاء فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا''۔

کس قدر جامع دعا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! ہمیں بیوی ایسی عطاء فرما جو آنکھوں کی ٹھنڈک بنے' ہمیں اولاد ایسی عطاء فرما جو آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور دل کا سکون قرار اور نجات کا ذریعہ بنے' اور ہمیں ایسی عمدہ سیرت اور کردار عطاء فرما کہ ہمیں دیکھ کر ہماری بیویاں اور ہماری اولادیں متقی وپرہیزگار بن جائیں۔ کتنی زبردست دعا ہے۔

لیکن آج لوگوں کو یہ دعائیں نصیب نہیں آج تو ہر وقت عشقیہ غزلیں گنگنائی جاتی ہیں اور آوارہ محبت پر مبنی اشعار گائے جاتے ہیں۔ دعائیں کون پڑھتا ہے۔ اسی طرح کتب حدیث میں شادی کے سلسلے میں مختلف موقع پر مختلف دعائیں سکھلائی گئی ہیں۔

زوجین کی پہلی ملاقات:

جب شوہر بیوی کے پاس پہلی بار جائے تو سب سے پہلے اسے کوئی تحفہ پیش کرے اسے ''نِحْلَةُ الْخَلْوَة'' کہتے ہیں۔ یہ اپنی استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے۔ پھر بیوی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ

شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ)).[1]

''یا اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس خیر کا سوال کرتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور ہر اس شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے''۔

غور کیجئے! کس قدر جامع دعا ہے، لیکن آج یہ دعا کس کو یاد ہے، آج تو اوٹ پٹانگ حرکتیں، عجیب وغریب شرارتیں اور شرمناک سلسلے لوگوں کو یاد ہیں، دعائیں کہاں؟

مخصوص ازدواجی عمل کی دعا:

پھر جب مخصوص ازدواجی معاملہ کرنا چاہے تو اس سے پہلے یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)).

''اللہ کے نام سے ابتداء کرتا ہوں۔ یا اللہ! ہمیں بھی شیطان سے بچا اور تو جو (اولاد) ہمیں عطاء فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا''۔

اس دعا کی برکت یہ ہے کہ اگر اس عمل کے نتیجے میں کوئی اولاد (لڑکا یا لڑکی) میسر آئے تو اس پر شیطان مسلط نہیں ہوسکے گا۔[2]

لیکن آج یہ دعائیں کہاں؟ آج ایک طرف فلم لگائی، ڈیک بجایا اور دوسری طرف (فلم کے شرمناک مناظر دیکھتے ہوئے، گانے سنتے ہوئے) مجامعت شروع کردی......

پھر جو لوگ کسی نکاح کرنے والے سے ملاقات کریں تو اسے اس طرح دعا دیں:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا وَعَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ)).[3]

---

[1] سنن أبی داؤد، كتاب النكاح، باب فی جامع النكاح (۲۱۶۰) و ابن ماجه (۱۹۱۸) و مسند أبی يعلی (۳۰۸/۲).

[2] صحيح البخاری، كتاب الوضوء، باب التسمية علی كل حال و عند الوقاع (۱۴۱) و مسلم (۱۴۳۴).

[3] سنن أبی داؤد، كتاب النكاح، باب ما يقال للمتزوج (۲۱۳۰) و ابن ماجه (۱۹۰۵) والحاكم (۱۸۳/۲).

"اللہ تم دونوں کے لیے برکت پیدا فرمائے' اور تم دونوں پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر اور بھلائی پر جمع فرمائے"۔

یا ان الفاظ میں دعا دے:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ)). ①

"اللہ آپ کو برکت عطاء فرمائے"۔

اسی طرح جب کسی کے ہاں اس کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کرے تو کھانے کے بعد اس طرح دعا دے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)). ②

"یا اللہ! تو نے انہیں جو کچھ عطاء فرمایا ہے اس میں ان کے لیے برکت پیدا فرما' اور انہیں بخش دے اور ان پر رحم فرما"۔

تیسرا مسئلہ:

نکاح کے حوالے سے ایک انتہائی اہم اور حساس مسئلہ بیان کرنے لگا ہوں آج اکثر زوجین میں یہ وبا عام ہو چکی ہے کہ اپنی خفیہ خلوت میں ہونے والے معاملات دوست احباب کے سامنے بیان کرتے ہیں جبکہ یہ انتہائی شرمناک فعل ہے۔

صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مقام اس شخص کا ہے جو اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اس میں شریک ہوتی ہے پھر وہ اس کی پوشیدہ باتوں کو پھیلاتا ہے"۔ ③

---

① الأذكار للنووي (ص/٣٤٩).

② مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوى خارج .... (٢٠٤٢).

③ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة (١٤٣٧) و ابوداؤد (٤٨٧٠) و احمد (٣/٦٩).

غور کیجئے! دین اسلام میں کس قدر شرم وحیاء کی تربیت دی گئی ہے کہ میاں بیوی کا علی الاعلان باہمی ملاپ کرنا تو کجا، باہمی ملاپ کی مخصوص باتیں بھی لوگوں کو بتلانا ممنوع اور حرام ہے۔

لیکن آج (کافر تو کافر ہیں) کئی مسلمان بھی شادی کے بعد سیر وسیاحت کے لیے نکل جاتے ہیں اور سیر گاہوں میں، پارکوں میں اور دیگر تفریحی مقامات میں علی الاعلان بوس وکنار کرتے، بغل گیر ہوتے اور چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں جو کہ انتہائی بدترین گناہ ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جب شادی شدہ جوڑے کے لیے یہ انداز اختیار کرنا جائز نہیں کہ وہ برسرعام ملاعبت، دل لگی اور بوس وکنار کریں، تو دو آوارہ مرد وزن (جن کے ناجائز تعلقات ہیں) ان کے لیے یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے، لیکن آج نام نہاد کلمہ گو حکمرانوں نے روشن خیالی کے نام پر برسرعام ایسی حرکتیں کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے، اللہ تعالیٰ عوام وخواص اور حکام ورعایا کو ہدایت دے، اور ہمارے معاشرے کو صحیح معنوں میں باحیاء، باپردہ اور غیرتمند اسلامی معاشرہ بنائے۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حقوق زوجین

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

شریعتِ اسلامیہ میں حقوق کا مسئلہ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ کسی کی حق تلفی کو ظلم کا نام دیا گیا ہے۔ اور ظلم کے بارے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ، اِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).[1]

”لوگو! ظلم سے بچو، ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے“۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے کسی پر کوئی ظلم کیا ہو، کسی کی حق تلفی کی ہو وہ دنیا میں ہی معاملہ صاف کروا لے ورنہ کل قیامت کے دن درہم و دینار اور مال وزر کے ذریعے حساب نہیں چکایا جائے گا بلکہ نیکیوں اور بدیوں کے ذریعہ حساب صاف کیا جائے گا۔ وہ اس طرح کہ حق تلفی کرنے والے کی نیکیاں مظلوم کے کھاتے میں ڈالی جائیں گی اور اگر پھر بھی حق ادا نہ ہوا تو مظلوم کے گناہ حق تلفی کرنے والے (یعنی ظالم) کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے“۔

کس قدر حساس مسئلہ ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم (۲۵۷۸).

”بندہ مظلوم ہو کر دنیا سے جائے، یہ بہتر ہے اس سے وہ ظالم بن کر دنیا سے جائے“۔

لیکن آج لوگ مظلوم بننے کے بجائے ظالم بننے پہ تلے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کی حق تلفی، ناانصافی اور ظلم کا بازار گرم ہے۔

اور امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ازدواجی ومعاشرتی زندگی کے لیے ایک زبردست اور جامع نصیحت فرمائی:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ)). [1]

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہ (خیر اور بھلائی) پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے حقوق کی ادائیگی کی جائے، اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، تو وہ دوسرے کے حقوق ادا کرے اور انصاف کرے“۔

آج ہمارے معاشرے میں حقوق کے سلسلے میں یہ ایک بہت بڑی غلطی پائی جاتی ہے اور وہ غلطی یہ ہے کہ آج ہر کوئی اپنے حق کی بات کرتا ہے دوسرے کے حق کی پروا نہیں کرتا۔ یہی کیفیت زوجین کی ہے۔ شوہر اپنے حقوق کا واویلا کرتا ہے اور بیوی اپنے حقوق کا شور مچاتی ہے۔ اگر دونوں اپنے اپنے حقوق کی بجائے دوسرے کے حقوق کے فکر مند ہو جائیں تو معاشرہ پرسکون اور پرامن ہو جائے۔

اس لیے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے حقوق کی بجائے دوسرے کے حقوق کے پاسدار اور فرض شناس بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہی نمونہ پیش فرمایا۔

اور حقوق کے سلسلے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے کسی کو بھی حقوق کی ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ ہاں کسی کا حق چھوٹا اور کسی کا حق بڑا ضرور ہے۔

---

[1] بخاری، الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه (۱۳) و مسلم (٤٥).

جس طرح اولاد کے معاملے میں ماں باپ کا حق بڑا ہے لیکن ماں باپ کے ذمے اولاد کے حقوق بھی موجود ہیں، اسی طرح بیوی کے مقابلے میں شوہر کا حق بڑا ہے لیکن بیوی کے حقوق بھی شوہر کے ذمے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

[البقرة: ۲۲۸]

اور میں آج تمام حقوق میں سے حقوق الزوجین بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حقوق الزوجین میں کوتاہی کا برا اثر آل، اولاد، معاشرے اور ملت وقوم پر پڑتا ہے۔

شوہر کے حقوق

جو بیوی کے ذمے ہیں کہ مندرجہ ذیل حقوق کو پورا کریں:

پہلا حق، شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا:

یعنی جائز امور میں شوہر کی اطاعت کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ﴾ [النساء: ۳٤]

”پس نیک عورتیں وہ ہیں جو شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور فرمانبردار ہیں“۔

معلوم ہوا عورت کے نیک اور صالحہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عورت شوہر کی خدمت گزار اور فرمانبردار ہو۔ یہ حق احادیث مبارکہ میں بھی مذکور ہے:

❶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر آنے کی دعوت دے اور وہ انکار کردے اور خاوند اس سے ناراض ہو کر رات بسر کرے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں“۔[1]

❷ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی عورت پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها (٥١٩٣).
و صحيح مسلم (١٤٣٦).

کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔'' [1]

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کسی (شخص) کو حکم ہوتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔'' [2]

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ عورت جو اپنے خاوند کو خوش کرے جب وہ اس کی جانب نظر اٹھائے' اس کے حکم کی اطاعت کرے جب وہ اس کو شریعت کے مطابق حکم دے اور اپنے وجود اور خاوند کے مال میں خاوند کی مرضی کے خلاف ایسا کام نہ کرے' جو اس کے خاوند کو ناپسند ہو۔'' [3]

آج بہت سارے گھرانوں میں فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑے کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ عورت شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کی بجائے۔ شوہر پر حکم چلانے اور اسے اپنا ماتحت بنانے پہ تلی رہتی ہے' جبکہ گھریلو فطری نظام یہ ہے کہ عورت شوہر کی ماتحت' اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو' اور اسی میں عورت کی عزت و عظمت ہے۔

دوسرا حق، شوہر کے رازوں کی حفاظت کرنا:

﴿ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ ﴾ [النساء : ٣٤]

قرآن اعلان کر رہا ہے کہ نیک اور صالحہ عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کے راز محفوظ رکھتی ہیں' شوہر کے پوشیدہ عیب لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتیں' شوہر کی گھریلو خفیہ غلطیوں اور کوتاہیوں کا لوگوں میں چرچا نہیں کرتیں بلکہ ان پر پردہ ڈالتی ہیں اور بھلے طریقے سے اصلاح کی کوشش کرتی ہیں۔

---

[1] ابن حبان (٤١٦٣) و احمد (١٩١/١).

[2] جامع الترمذی، كتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج على المرأة (١١٥٩).

[3] مستدرك حاكم (٢٦٨٢) ديلمی (٢٩١٢) حديث حسن.

تیسرا حق، شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے مال اور عزت کی حفاظت کرنا:

﴿حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ﴾ [النساء : ٣٤]

کا دوسرا معنی یہی ہے کہ نیک اور صالحہ عورت وہ ہے جو شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کے مال اور عزت کی حفاظت کرنے والی ہے، شوہر کی عدم موجودگی میں اس کا مال ضائع اور برباد نہیں کرتی، اس کی عزت کو داغدار نہیں کرتی، بلکہ مال وعزت کی محافظ اور پہریدار ہوتی ہے۔

چوتھا حق، شوہر کو ایذاء نہ دے:

ترمذی، ابن ماجہ میں ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو بیوی اپنے خاوند کو دنیا میں تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی بیوی کو حوریں کہتی ہیں اس کو تکلیف نہ دے وہ تیرے پاس مہمان ہے، جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آ جائے گا“۔[1]

آج کئی عورتیں مختلف انداز میں شوہر کو ایذاء اور تکلیف دیتی ہیں، انہیں ستاتی اور پریشان کرتی ہیں، جبکہ یہ شوہر کی بہت بڑی حق تلفی ہے۔

پانچواں حق، شوہر سے بدکلامی نہ کرنا:

(سنن ابی داؤد کی روایت ہے) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی کی زبان میں فحش کلامی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو طلاق دے دے“۔ میں نے عرض کیا، اس سے میری اولاد ہے اور اس کے ساتھ دیرینہ رفاقت بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو نصیحت کر، اگر اس میں خیر کا پہلو ہوا تو وہ تیری نصیحت کو قبول کر لے گی اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مار“۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب في المرأة تُذِيْ زَوْجَتَهَا، رقم: ٢٠١٤.

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستنشار، رقمغ ١٤٢.

غور کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے بیوی کی بدکلامی کی بناء پر اسے طلاق دینے کا حکم صادر فرمایا، اور صحیح الجامع الصغیر کی ایک حدیث میں ہے:

> ”تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی، ان میں سے ایک شخص وہ ہے جس کی بیوی بدکلام ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے“۔[1]

چھٹا حق، نفلی عبادات میں شوہر سے اجازت لے:

حدیث میں ہے:

> ((لَا تَصُوْمُ امْرَأَةٌ وَّ زَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ)).[2]

> ”کوئی عورت شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے“۔

ساتواں حق، شوہر کے رشتہ داروں کا احترام کرے:

بیوی کے لیے ضروری ہے کہ شوہر کے اقرباء و رشتہ داروں کا احترام کرے، شوہر کے ماں باپ کی عزت و توقیر کرے۔ صحیح البخاری میں ہے:

> ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس بہو کے بارے طلاق کا حکم جاری کر دیا تھا جو ناشکری تھی اور جس نے اپنے سسر (جناب ابراہیم علیہ السلام) کی عزت و تکریم نہیں کی تھی“۔[3]

اٹھواں حق، بلا عذر شرعی طلاق کا مطالبہ نہ کرے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”جو عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے“۔[4]

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، (٣٠٧٥) والصحیحة (١٨٠٥).

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب في المرأة تصوم بغير اذن زوجها (١٧٦١) و بخاری (٥١٩٥).

[3] صحيح البخاري (١/٤٧٥) (١/٤٧٦).

[4] مسند احمد (٥/٢٧٧)، سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في الخلع (٢٢٢٦)، ابن ماجه (٢٠٥٥)، دارمي (٢/١٦٢).

لیکن آج بہت ساری عورتیں صرف اس وجہ سے طلاق مانگتی اور خلع لے لیتی ہیں کہ شوہر پردے کی پابندی کرواتا ہے، نماز کی پابندی کرواتا ہے اور فلم ڈرامے اور ناول افسانے سے منع کرتا ہے۔

بیوی کے حقوق مرد کے ذمہ

❶ بیوی سے بغض نہ رکھنا:

مسلم شریف میں روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''کوئی مومن شخص اپنی مومنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے۔ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہوگی، تو اس کی دوسری عادت کو وہ پسند بھی کرے گا''۔[1]

اس حدیث میں ازدواجی زندگی کے سلسلے میں بہت بڑی نصیحت کی گئی ہے وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی کی کسی ایک آدھی ناپسندیدہ عادت کی وجہ سے اس کے متعلق دل میں بغض پیدا نہ کرے، بلکہ اس کی دوسری پسندیدہ عادات سے خوش ہو کر اس سے محبت کرے، آخر کسی کو دنیا میں ۱۰۰ فیصد موافق بیوی کا مل جانا ممکن نہیں، لہٰذا گزارا ممکن ہو تو گزارا ضرور کرے۔

❷ اپنے کھانے پینے اور پہننے جیسا کھانا پینا اور پہناوا مہیا کرنا:

جناب حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا، میں نے عرض کیا:

> يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ؟
>
> ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری بیویوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء (١٤٦٩) و احمد (٨٣٧١).

> "جب تو کھائے اس کو بھی کھلائے، جب تو اپنے لیے لباس تیار کرے تو اس کے لیے بھی لباس سلوائے، اس کے چہرے پر نہ مارے، نہ اسے گالیاں دے اور اگر وہ ناراض بھی ہو تو اسے گھر سے نہ نکالے۔" ①

آج کئی شوہروں کی عادت ہے خود بازاروں اور ہوٹلوں میں گل چھرے اڑانا، من پسند کھانے کھانا اور گھر میں بیوی کے لیے وہی دال سبزی...... اسی طرح خود نت نئے کپڑے خریدنا اور بیوی کے لیے وہی پرانے ملبوسات...... یہ قطعاً جائز نہیں ہے، شوہر کے ذمے ہے کہ جس طرح کا خود کھائے اسی طرح کا بیوی کو کھلائے (بلکہ بہتر کھلانے کی کوشش کرے) اور جس طرح کا خود پہنے اسی معیار کا بیوی کو پہنائے (بلکہ بہتر پہنانے کی کوشش کرے)۔

③ اگر مجبوراً مارنا پڑے تو چہرے پر نہ مارنا اور تشدد نہ کرنا:

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو غلاموں کی مانند کوڑے نہ لگائے بعد ازاں دن کے آخری حصہ میں اس سے مجامعت کرے۔"

اور ایک روایت میں ہے:

> "تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی بیوی کو کوڑے لگاتا ہے جیسے غلام کو کوڑے لگتے ہیں شاید اسے دن کے آخر میں اس سے مجامعت کرنا پڑے۔" ②

مطلب یہ ہے کہ ایک طرف بیوی سے جنسی خواہش پوری کرتا ہے، اور دوسری طرف اس کی پٹائی کرتا ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

④ بیوی سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے

---

① مسند احمد (٤/٤٤٧) سنن أبي داؤد (٢١٤٢).
سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق المرأة على الزوج (١٥٠٠).

② بخاري، النكاح، باب ما يكره من ضرب النساء (٥٢٠٤) و مسلم (٢٨٥٠).

وہ شخص بہت اچھا ہے جو اپنے گھر والوں کے (حق میں) اچھا ہے اور میں اپنے اہل والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔“ [1]

کئی شوہروں کی عادت بد ہے، باہر دوست احباب اور عزیز و اقارب کے لیے مثالی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، بڑے شیریں اور میٹھے نظر آتے ہیں، لیکن گھر میں بیوی کے لیے تمے جیسی کڑواہٹ رکھتے اور انتہائی بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خصوصی تاکید فرمائی ہے کہ آدمی کے حسن اخلاق کے سب سے زیادہ حقدار اس کے گھر والے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ عملاً بھی اپنی ازواجِ مطہرات کے لیے انتہائی عمدہ و اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

⑤ اس قدر نفلی عبادات (صوم وصلاۃ) نہ کرے کہ بیوی کی حق تلفی ہو:

کئی شوہر ضرورت سے زیادہ عبادت گزار ہوتے ہیں، روزانہ دن کو روزہ رکھ لیا، اور رات مصلائے عبادت پہ قیام، رکوع اور سجدے میں پڑے رہے، بیوی بیچاری نہ بیاہی نہ بے بیاہی...... رسول اللہ ﷺ کے دور میں چند لوگوں نے ایسا انداز اختیار کیا تو آپ ﷺ نے ان کی خوب خبر لی تھی، اور انہیں بیوی کے حقوق کی توجہ دلائی تھی۔ [2]

⑥ بیوی کے رشتہ داروں کا احترام و اکرام کرے:

آج بعض لوگ برادران نسبتی اور ساس و سسر کی بڑی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے لیے سب سے زیادہ عزت و تکریم اور تحفے تحائف کے حقدار وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسے بہن یا بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔“ [3]

اس لیے ہمیں بیوی کے عزیز و اقارب کا احترام و اکرام کرنا چاہیے۔

⑦ ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں انصاف کرے ورنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل أزواج النبی ﷺ (۳۸۹۵) والدارمی (۱۵۹/۲).

[2] سنن أبی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم شوال، رقم: ۲٤۳۲.

[3] سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامرأتہ الخ، رقمغ ۲۱۲۹.

> ”اگر کسی شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہیں اور وہ ان کے درمیان عدل نہیں کرتا تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو ناکارہ ہوگا“۔ [1]

غور فرمائیں! کتنی خطرناک سزا ہے؟ آج بڑے بڑے مذہبی لوگ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف نہیں کرتے، دوسری اور تیسری شادی کا شوق چڑھا ہوتا ہے، لیکن ایک کی محبت میں جکڑے جاتے ہیں، اس کے آگے پیچھے گھومتے پھرتے ہیں، اور دوسری کو نظرانداز کر دیتے ہیں، جبکہ تمام بیویوں کو ایک جیسا خرچہ، ایک جیسی رہائش، ایک جیسا وقت دینا فرض ہے، بے انصافی قطعاً جائز نہیں ہے۔

چند مشترکہ ذمہ داریاں

① خلوت کی باتیں فاش نہ کریں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”قیامت کے دن اللہ کے ہاں بدترین مقام اس شخص کا ہے جو اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اس میں شریک ہوتی ہے پھر وہ اس کی پوشیدہ باتوں کو پھیلاتا ہے“۔ [2]

آج بعض لوگوں میں (بالخصوص نئی نئی شادی کرنے والے نوجوانوں میں) یہ وبا عام ہے، حالانکہ یہ بہت بڑی بددیانتی ہے، کسی مرد وزن کے لیے یہ جائز نہیں، یہ تو علی الاعلان مباشرت کرنے کے مترادف ہے۔

② دونوں ایک دوسرے کے لیے زینت اختیار کریں:

شوہر کے لیے ضروری ہے کہ بیوی کے لیے (جائز حدود میں رہتے ہوئے) خوبصورتی اور زینت اختیار کرے، خوشبو وغیرہ لگائے اور بیوی کے لیے ضروری ہے کہ شوہر کے لیے (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) زیب وزینت اختیار کرے، کنگھی پٹی کرے،

---

[1] جامع الترمذی (١١٤١). سنن أبی داؤد، كتاب النكاح، باب القسم بين النساء (٢١٣٣).

[2] صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة (١٤٣٧)، وابوداؤد (٤١٧٠)، واحمد (٦٩/٣).

سرمہ لگائے، خوش نما لباس پہنے، صاف ستھری رہے اور اچھا انداز اختیار کرے، عورت کی زیب وزینت کا اصل حقدار اس کا شوہر ہے، لیکن کئی عورتوں کو یہ بیماری لاحق ہے گھر میں شوہر کے سامنے پراگندہ رہنا، اور باہر نکلنے کے لیے خوبصورتی اختیار کرنا، جبکہ یہ خطرناک گناہ ہے۔

③ دونوں ایک دوسرے کا دل بہلائیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

((هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُكَ وَتُلَاعِبُهَا)).

”تو نے باکرہ (کنواری) لڑکی سے نکاح کیوں نہیں کیا وہ تیرا جی بہلاتی، تو اس کا جی بہلاتا، وہ تجھ سے کھیلتی، تو اس سے کھیلتا“۔ [1]

سبحان اللہ! اسلام کیسا فطری دین ہے مرد وزن کے ناجائز اور آوارہ اختلاط اور غلط روابط پر پابندی لگاتا ہے، لیکن مرد وزن کا وہ تعلق جسے رشتہ ازدواج کہا جاتا ہے اس میں باہمی دل لگی اور ملاعبت کی ترغیب دیتا ہے، اس لیے میاں بیوی کو چاہیے ایک دوسرے کا جی بہلائیں یہ دونوں کے ذمے ایک دوسرے کا حق ہے۔

بہر حال میاں بیوی کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق (قرآن وسنت کے مطابق) بجا لائیں اور باہمی محبت ومودت اور الفت وچاہت والی زندگی بسر کریں، اس کے نتیجے میں ایک تو گھر جنت نظیر بنے گا، اولاد کی تربیت درست ہوگی، معاشرتی زندگی میں بہتری آئے گی اور دوسرا رب کائنات کے ہاں سرخروئی اور نجات وسعادت حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء والتجاء ہے کہ وہ تمام زوجین کو قرآن وسنت کی روشنی میں محبت واُلفت کے سائے میں پرسکون اور بابرکت زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب شراء الدواب والحمير (۲۰۹۷) و مسلم (۷۱۵) و احمد (۳۰۸/۳).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حقوقِ نسواں

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ.

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرة : ٢٢٨]

”اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اپنی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ کہیں ان الفاظ میں اعلان فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ [النسآء : ٤٠]

”یقیناً اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا“۔

کہیں ان الفاظ میں اس صفت کا اظہار فرمایا:

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٦]

”اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے“۔

کہیں تباہ شدہ قوموں کے حالات و واقعات بیان کر کے فرمایا:

﴿ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾ [النحل:٣٣]

”ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے“۔

بہرحال اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ بلکہ اس نے لوگوں کو بھی ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے منع

فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ [الشورٰی : ٤٠]

”بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتے“۔

اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتے بلکہ اس کا ہر حکم فیصلہ اور امر عدل وانصاف پر مبنی ہے:

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ﴾ [آل عمران : ١٨]

”اللہ تعالیٰ فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں“۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ میں ہر حق والے کو اس کا حق دیا ہے۔

امیر ہے یا غریب۔ ماں باپ ہیں یا اولاد۔ شوہر ہے یا بیوی۔ سب کے حقوق موجود ہیں، حتیٰ کہ بیماروں اور مردوں کے بھی حقوق مقرر کیے گئے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ أَعْطٰى قَدْ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ. ✿

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق (دینے کا حکم) دیا ہے“۔

دین اسلام میں ہر کسی کا حق عدل وانصاف کے عین مطابق ہے۔ لیکن آج دنیا کے سب سے بڑے ظالم انسانوں نے حقوق کا جعلی پرچم اٹھا رکھا ہے۔ وہ کبھی انسانی حقوق کے علمبردار بنے پھرتے ہیں اور کبھی حقوقِ نسواں کے ٹھیکیدار۔

جو خود انسانوں پر عموماً اور عورتوں پر خصوصاً ظلم زیادتی کے پہاڑ توڑنے والے ہیں۔ جن کے ہاں قبل از اسلام اور بعد از اسلام عورت کا تصور تحقیر پہ مبنی ہے وہ عورتوں کو کیا حقوق دیں گے عورتوں کو اسلام نے صحیح اور درست حقوق دیئے ہیں۔

اور اہل کفر نے دور جاہلیت میں بھی اور آج کے دور جدید میں بھی عورت کو منڈی اور بازار کا مال بنا کر ذلیل اور رسوا کرنے کے سوا کچھ نہیں دیا۔

✿ سنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث، رقم: ٢٨٧٠.

ان کے ہاں تو عورت سامانِ تفریح ولذت کے سوا کچھ نہیں۔

عیسائیوں میں عورتوں کا تصور:

عیسائیوں کو دیکھئے ان کے نزدیک عورت سے نفرت اور دوری عبادت ہے۔ اس لیے انہوں نے رہبانیت میں ترکِ نکاح کو شرط قرار دے رکھا ہے۔

یہودیوں میں عورتوں کی حیثیت:

یہودیوں کا یہ حال تھا کہ ناپاکی کے مخصوص ایام میں بیویوں کو الگ تھلگ کر دیتے۔ نہ ان کے پاس بیٹھتے نہ ان کے ساتھ مل کر کھاتے' اسے انتہائی ذلیل سمجھتے ہوئے بالکل علیحدہ کر دیتے' جبکہ اسلام نے عورت کے مخصوص ایام میں صرف مباشرت پر پابندی لگائی' باقی امور میں میاں بیوی کو اکٹھے رہنے کی تعلیم دی' اکٹھے بیٹھیں' اکٹھے کھائیں' ایک برتن میں پئیں' ایک بستر پر آرام کریں......

اسلام میں عورت کا مقام:

اسلام نے ہر اعتبار سے عورت کو مقام دیا۔ صحیح مسلم اٹھایئے' امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ)).[1]

"دنیا ساری کی ساری (عارضی) مال ومتاع ہے' اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے"۔

پھر عورت کو ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے وہ مقام حاصل ہے جو کسی مذہب اور دین میں نہیں:

پوچھنے والا پوچھتا ہے: مَنْ اَبَرُّ؟ سب سے بڑھ کر کس کی خدمت کروں۔ کس سے حسن سلوک کروں۔ فرمایا: "اپنی ماں کی خدمت کرو"۔ تین بار یہی جواب

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدینا المرأۃ الصالحۃ (۱۴۶۷) و ابن ماجہ (۱۸۵۵) والنسائی (۳۲۳۲).

دیا۔ اس نے چوتھی بار پوچھا تو پھر فرمایا: ''اپنے باپ کی خدمت کرو''۔ [1]

غور کیجیے! بحیثیت ماں عورت کو باپ سے بھی زیادہ حق اسلام نے دیا ہے اور صرف یہی نہیں ماں کی وساطت سے نانی اور خالہ کو اور باپ کی وساطت سے دادی اور پھوپھی کو بھی بڑا مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

بیوی کی حیثیت سے دیکھئے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر سے پیچھے رکھا گیا۔ کس لیے؟ اپنی بیوی کی تیمارداری کے لیے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی بیوی کی عیادت وتیمارداری کرو بدر کے غازیوں کو جو دنیوی اجر (مالِ غنیمت) اور اُخری اجر وثواب ملے گا وہ آپ کو گھر بیٹھے ملے گا۔ [2]

کیسی عمدہ تعلیم ہے' اور بحیثیت بیوی عورت کا کیسا مقام ومرتبہ ہے کہ بیوی کی تیمارداری کی خاطر شوہر کو اہم ترین تاریخی معرکے سے پیچھے رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے' اور ساتھ ساتھ اجر وثواب کی پوری گارنٹی دی جا رہی ہے۔

آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بہت محبت کرتے' ان سے مشورے لیتے۔ حدیبیہ کا موقع ہے' مشرکوں سے معاہدہ ہو گیا کہ مسلمان آئندہ سال عمرہ کریں گے اور اس سال بغیر عمرہ کے ہی واپس جائیں گے۔ تو آپ ﷺ لوگوں کو حکم دیتے ہیں: جانور قربان کر دو' سر منڈوا لو اور احرام کھول کر عام لباس پہن لو۔ لیکن لوگ سمجھتے ہیں یہ معاہدہ ابھی منسوخ ہو جائے گا' لوگ منتظر ہیں' آپ ﷺ اس کیفیت سے پریشان ہو کر اپنی ایک زوجہ مطہرہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے خیمے میں تشریف لاتے ہیں اور اس سے مشورہ کرتے ہیں' آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا مشورہ دیتی ہیں: آپ ﷺ لوگوں کے سامنے خود یہ تینوں کام کریں' لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ معاہدہ منسوخ نہیں ہو گا' اور لوگ فوراً یہ کام کر لیں گے' آپ ﷺ اٹھے' بیوی کے مشورے پہ عمل فرمایا' پس لوگوں نے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة (٥٩٧١) و مسلم (٢٥٤٨).

[2] صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، باب اذا بعث الامام رسولاً... الخ، رقم: ٣١٣٠.

فوراً عمل کر لیا، اونٹ ذبح کر لیے، سر منڈوا لیے اور احرام کھول دیئے۔ ①

اور بیوی کو یہ مقام بھی حاصل ہے کہ اس کا کھانا پینا۔ پہننا رہائش اور گھریلو سہولتیں شوہر کے ذمے لگا دی گئی۔ بیوی عزت و وقار سے گھر بیٹھے، شوہر مزدوری، تجارت اور کاروبار کرے اور جس طرح کا خود کھائے اور پہنے اسی طرح کا بیوی کو کھلائے اور پہنائے، یہ نہیں کہ شوہر خود تو ہوٹلوں میں اعلیٰ قسم کے کھانے کھائے اور بیوی کو ہمیشہ دال روٹی پر رکھے، یہ قطعاً جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي)). ②

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو“۔

غور کیجئے! یہ حدیث بیویوں سے جملہ حقوق کے سلسلے میں کس قدر جامع حدیث ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں تم میں سے اچھا، بہتر، افضل اور ارفع وہ ہے جو (عبادات، واجبات اور فرائض کے ساتھ ساتھ) اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو، یعنی بیوی کے حقوق کا صحیح خیال رکھنے والا ہو، اور پھر آپ نمونہ پیش فرماتے ہیں: کہ میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں۔

بیٹی کی حیثیت سے دیکھئے:

دور جاہلیت میں لوگ بچیوں سے نفرت کرتے اور انہیں زندہ درگور کرتے تھے لیکن اسلام نے کیسی تعلیم و تربیت دی، ذہن ہی بدل ڈالے، محسن انسانیت نے فرمایا:

((مَنِ ابْتُلِيَ بِهٰؤُلَاءِ الْبَنَاتِ)).

”جسے بیٹیاں دے کر آزمایا گیا اور اس نے ان کی خوب پرورش کی۔ (انہیں تربیت دی، انہیں آداب سکھلائے، اور ان کی درست دیکھ بھال کی)

((كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ)).

---

① صحيح البخاری، كتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد الخ، رقم: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲.

② جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب فضل أزواج النبی ﷺ (۳۸۹۵).
و صحيح الجامع الصغير (۳۳۱۴).

وہ بچیاں اس کے لیے آگ کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں گی“۔ ①

اور حقوقِ نسواں کے حقیقی علمبردار رسولِ عربی ﷺ نے فرمایا:

> ”جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی میں اور وہ قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے“۔ ②

کیسی زبردست تعلیم ہے، حقوقِ نسواں کی، اور اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والے عرب کے وہ بگڑے ہوئے لوگ بچیوں کے حقوق کے محافظ اور پہرہ دار بن گئے، حتیٰ کہ مرتے وقت بیٹیوں کے حقوق کی تاکیدی وصیت کرنے والے بن گئے۔

صحیح البخاری اٹھائیے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد سے ایک دن قبل اپنے لختِ جگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: بیٹا جابر رضی اللہ عنہ! مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ کل جب میدان گرم ہوگا تو سب سے پہلا شہید میں ہوں گا، بیٹا جابر رضی اللہ عنہ! میرے بعد میری بیٹیوں کا (اپنی بہنوں کا) خصوصی خیال رکھنا، ان کی پرورش اور تربیت میں کوتاہی نہ کرنا...... ③

بہن کی حیثیت سے دیکھئے:

قبل از اسلام لوگ بہنوں کی حق تلفی کیا کرتے تھے، بہنوں پر کئی طرح سے ظلم کیا کرتے تھے، کئی لوگ بہن کا حق وراثت کھا جاتے تھے۔ لیکن دین اسلام نے حق دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ ﴾

[النسآء : ٧]

---

① صحيح البخارى، كتاب الزكاة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة (١٤١٨) و مسلم (٢٦٢٩).

② صحيح الترغيب والترهيب (١٩٧٠) و صحيح ابن حبان (٤٤٨).

③ صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة، رقم: ١٣٥١.

”ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا حصہ بھی ہے، (یعنی اس مال میں سے جو ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر جائیں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے“۔

لیکن دور قدیم کی طرح دور حاضر کے کافر (ہندو وغیرہ) بھی بہنوں کا حق وراثت کھا رہے ہیں، اور ہندوؤں سے متاثر ہو کر بعض مسلمان بھی اس ظلم کا ارتکاب کر رہے ہیں، جبکہ اسلام نے عورتوں کے حق وراثت کا تحفظ کیا ہے، اور عورتوں کو وراثت دینے کی خصوصی تلقین کی ہے۔

بہرحال اہل کفر کے ہاں قدیم اور جدید دور میں عورتوں پر ظلم ہی کیا جاتا ہے:

صرف واویلا، .....حقوق.....حقوق.....حقوق۔

اور وہ کون سے حقوق؟ ان کے نزدیک حقوق نسواں یہ ہیں: کہ عورت بے پردہ گھومے، ہوس کا نشانہ بنے، مردوں کے شانہ بشانہ مال کمانے کے لیے کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرے، دفتروں اور آفسوں میں اغیار کی نوکری کرے، بن ٹھن کر، بناؤ سنگھار کر کے بنو اسرائیل کی گائے کی طرح (تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ) کا کردار ادا کرے، جب تک وہ خوبرو اور جوان ہو، ہر کوئی اسے استعمال کرے، جب وہ بوڑھی ہو جائے تو لاوارث ہو کر کسی ہسپتال یا پرورش کنندہ ادارے میں کسمپرسی کے عالم میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے، نہ وہ ماں ہو، نہ وہ بیوی ہو، نہ وہ بہن ہو اور نہ وہ بیٹی ہو...... یہ ہے وہ ذلت جو حقوق نسواں کے جعلی علمبرداروں نے حقوق کے نام پر عورت کو دی ہے۔

یاد رکھیے! صرف اسلام نے عورت کو مقام دیا ہے، اس کی عصمت وعفت کی حفاظت کی ہے، اس کی ضروریات کا سارا بوجھ مرد پر ڈالا ہے۔ اسے گھر کی ملکہ کی حیثیت سے بچوں کی تربیت کنندہ اور شوہر کی خدمت گزار بنایا ہے، اور شوہر کو اس کا رکھوالا اور محافظ مقرر کیا ہے......

اور اسلام نے عورت پر جو پابندیاں عائد کی ہیں کہ وہ باپردہ رہے، بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلے، ویسے بھی حتیٰ الامکان گھر کی چار دیواری میں رہے، شوہر یا محرم کے بغیر سفر

نہ کرے، مردوں سے (بوقتِ ضرورت) بات کرے تو سخت لہجے میں کرے، نرمی اور لچک نہ دکھلائے...... یہ ساری پابندیاں عورت کی عزت، عصمت اور عفت کی حفاظت کے لیے ہیں، اس کے مقام و مرتبہ کو بلند و بالا کرنے کے لیے ہیں، اسے شریروں اور بدکاروں سے بچانے کے لیے ہیں، اور ان پابندیوں پر عمل کرنے سے عورت کا سلیم الفطرت شوہر کے ہاں مقام و مرتبہ بلند ہو جاتا ہے، غیرت مند باپ کے ہاں اس کا تقدس بڑھ جاتا ہے، غیور بھائی کے ہاں اس کی عزت زیادہ ہو جاتی ہے، اور سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ ایسی عورت رب کائنات کے ہاں نیک اور صالحہ قرار پاتی ہے اور فردوس وعدن کی وارث بن جاتی ہے۔ لہٰذا یہ پابندیاں عورت پر ظلم نہیں، بلکہ عورت کے حق میں فضل و احسان ہیں۔

آج مغربی ممالک میں اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے بڑی تعداد عورتوں کی ہے، کیوں؟ اس لیے کہ عورتوں نے جان لیا ہے کہ مغرب نے عورتوں کو حقوق نسواں کے جعلی نعرے کے ساتھ بر سر بازار ذلیل اور رسوا کیا ہے، اسے منڈیوں، مارکیٹوں، بازاروں اور دفتروں میں دھکے کھانے پر آمادہ کیا ہے، اسے باوفا بیوی اور تربیت کنندہ ماں بننے کی بجائے گندی محبت و عشق کی دلدل میں دھکیلا ہے...... اس لیے جو مغربی کافرہ عورت معمولی سا اسلام کو پہچانتی ہے وہ اسلام قبول کر لیتی ہے۔

ایک سچا واقعہ:

ایک شخص جاپان میں رہتا تھا، اس نے ایک جاپانی عورت کو اسلامی لٹریچر مہیا کیا، وہ خاتون مسلمان ہوگئی، بعد میں اسی شخص نے اس سے شادی کر لی، اسے عزت کے ساتھ گھر بٹھایا، اس کی تمام ضروریات کا ذمہ اٹھایا، وہ عورت قبل از قبول اسلام ایک فیکٹری میں کام کرتی تھی اس کی سہیلیاں اس کی خبر لینے کے لیے آئیں، پوچھا: آپ فیکٹری میں کام پر کیوں نہیں آ رہی؟ اس عورت نے ساری تفصیل سنائی کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں، میرے شوہر نے اسلامی تعلیمات کے مطابق میری تمام ضروریات اپنے ذمے لے لی ہیں، وہ میری خاطر کام کرتا، کماتا اور محنت کرتا ہے، اور میں اس کی خاطر کھانا پکاتی، اس کے کپڑے تیار کرتی اور اس کی آمد کا انتظار کرتی ہوں، وہ میرے لیے مصروف اور میں اس

کے لیے محو خدمت ہوں...... لہٰذا مجھے اب فیکٹری میں کام کرنے، اغیار کی غلامی کرنے اور دوسروں کی نوکری کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب اس کی سہیلیوں نے یہ تفصیل سنی تو بے ساختہ پکار اٹھیں، ایسے پیارے دین (اسلام) کی تعلیم ہمیں بھی دو اور ہمارے لیے بھی مسلمان شوہر تلاش کرو۔

یہ ہے اسلام، اور یہ ہے اسلام میں عورت کا مقام...... مزید تفصیل کے لیے فاضل دوست مولانا احسان الحق شہباز حفظہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''اسلام عورت اور یورپ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ ہماری ماؤں بہنوں اور بہو، بیٹیوں کو مغرب کا نقال بننے سے بچائے اور اسلامی تہذیب کو قبول کرنے اور اس پر فخر کرنے کی توفیق بخشے۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شبِ براءت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ [الحشر : ٧]

آج لوگوں نے دین اسلام میں بہت کچھ اپنی طرف سے داخل کر لیا ہے اور اسے اسلام کا لبادہ پہنا دیا ہے، کوئی عشرہ اپنی طرف سے فضیلت والا بنا دیا، کوئی ہفتہ اپنی طرف سے عبادت والا بنا لیا، کوئی رات فضیلت والی قرار دے دی اور کوئی دن فضیلت والا ٹھہرا دیا حالانکہ کسی بھی چیز اور عمل کو فضیلت والا اور باعثِ اجر وثواب ٹھہرانا صرف اور صرف وحی الٰہی پر منحصر ہے۔ جو کتاب وسنت کی شکل میں آج بھی محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ اس لیے کسی بھی رات یا دن کو فضیلت والا قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث سے دلیل کی ضرورت ہے، بغیر دلیل کے میں اور آپ کسی رات یا دن کو فضیلت والا قرار نہیں دے سکتے لیکن آج لوگوں نے بہت ساری راتیں اور بہت سارے دن اپنی طرف سے فضیلت والے بنا لیے ہیں، جب کہ ان کی کوئی دلیل قرآن وسنت میں موجود نہیں۔

مثلاً: شب معراج، شب براءت اور جمعۃ الوداع وغیرہ۔ تو اپنی طرف سے کسی چیز کو فضیلت والا ٹھہرانا اور باعثِ اجر وثواب قرار دینا دین میں اضافہ ہے جو بدعات وخرافات

کے زمرے میں آتا ہے' اور یہ کل قیامت کے دن حوضِ کوثر سے محرومی کا سبب ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے: حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا' جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ (اس سے) پیئے گا اور جو شخص بھی اس سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہیں رہے گا۔ مجھ پر کچھ لوگ پیش ہوں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے بعدازاں میرے اور ان کے درمیان کوئی شے حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا' یہ تو میرے (امتی) ہیں۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ سن کر) میں کہوں گا:

((سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ)). [1]

''کہ وہ لوگ دور ہو جائیں' دور ہو جائیں جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی''۔

اور رسول اللہ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: (حضرت جابر رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں):

((فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)). [2]

''پس تمام کلاموں سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جنہیں (دینِ اسلام میں) ایجاد کیا گیا ہے اور تمام بدعات گمراہی ہیں''۔

لیکن آج مسنون اعمال پر ہماری تسلی نہیں ہوتی اور ہم بدعات و خرافات کے ذریعے تسکین حاصل کرتے ہیں اور ایسی اکثر بدعات و خرافات میں اللہ کی بغاوت اور

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب ماجاء في قول الله تعالىٰ: ﴿واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا﴾ (٧٠٥١).

[2] صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة (٨٦٧).

کافروں کی مشابہت بھی شامل ہے۔

غور کیجئے! موجودہ مہینے کی بدعت شب براءت ہے ایک طرف اسے فضیلت والی رات کہتے ہیں اور دوسری طرف کام سارے اللہ کی بغاوت اور کافروں کی مشابہت والے کرتے ہیں۔ صرف ایک کام پر ہی غور کر لیں' جسے آتش بازی کہتے ہیں' یہ اسراف اور تبذیر بھی ہے اور آتش پرستوں اور مجوسیوں کی مشابہت بھی ہے' اور اس کے ساتھ ساتھ جانی نقصان کا ذریعہ بھی ہے۔ تو آج میں آپ کے سامنے قرآن وسنت کی وہ تعلیمات بھی پیش کرنا چاہتا ہوں جو آگ کے متعلق ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ آگ ہماری دشمن ہے جسے ہم نے کھیل بنا رکھا ہے۔ حدیث کی کتابیں اٹھائیے:

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''(رات سوتے وقت) برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو' مشکیزوں کے منہ کو رسی سے باندھو' دروازوں کو بند رکھو اور چراغ بجھاؤ۔ اس لیے کہ شیطان بند مشکیزوں اور بند دروازے کو نہیں کھولتا نیز ڈھانپے ہوئے برتن کو بھی نہیں کھولتا۔ اگر تمہیں ڈھانپنے کے لیے کوئی لکڑی ہی ملے تو اسے برتن پر بسم اللہ پڑھ کر رکھو (چراغ اس لیے بجھاؤ کہ) بے شک چوہیا گھر والوں سمیت ان کے گھر پر آگ بھڑکا دیتی ہے''۔

بخاری ومسلم میں ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ)).

''سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ جلتی نہ چھوڑا کرو''۔ [1]

اور متفق علیہ حدیث ہے' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رات کے وقت مدینہ منورہ میں ایک گھر اہل خانہ سمیت آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس واقع کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربة (۸۴۱/۲) و مسلم، الاشربة (۱۷۰/۲).

”آگ تمہاری دشمن ہے اس لیے سونے سے پہلے آگ بجھا دیا کرو“۔ [1]

ثابت ہوا آگ ہماری دشمن ہے اس لیے ضرورت کی آگ کو بھی رات کے وقت بجھانے کا حکم ہے۔ تو پھر بلا ضرورت آگ جلانا۔ آتش بازی کرنا۔ پٹاخے چلا چلا کر‘ ہوائیاں اڑا اڑا کر لوگوں کی نیندیں خراب کرنا۔ اور لوگوں کی دکانیں اور املاک کے جلنے کا سبب بننا اور جانیں ضائع کرنے کا سبب بننا کہاں جائز ہے۔ اور اس کا فضیلت اور عبادت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

جب اذان کا حکم نہیں اترا تھا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ لیا کہ کس طرح با جماعت نماز کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے۔ ایک مشورہ یہ آیا کہ اونچے پہاڑ پر آگ جلا لی جائے‘ [2] لیکن مجوسیوں کی مشابہت کی وجہ سے یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔

غور فرمایئے! ضرورت کے باوجود آگ جلانے کی اجازت نہ دی کہ یہ آگ کے پجاریوں سے مشابہت ہے۔ لیکن ہم اس مشابہت پہ تلے ہوئے ہیں‘ شب معراج ہو یا جشن آزادی‘ شب براءت ہو یا شادی بیاہ لوگ آتش بازی میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں جبکہ کتنی دکانیں جلیں۔ کتنے مکانات جلے۔ پوری کی پوری باراتیوں کی بس راکھ کا ڈھیر بن گئی لوگ جھلس گئے‘ لیکن ہم چھوڑنے کو تیار نہیں۔ حالانکہ اس ایک گناہ میں کتنے سارے گناہ ہیں۔

① فضول خرچی:

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۝ ﴾ [الاسراء : ٢٧]

قرآن اعلان کر رہا ہے کہ

”فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں......“۔

کیونکہ اللہ کی دی ہوئی دولت‘ اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنا‘ شیطان کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربة (٢/٨٤١) و مسلم، الاشربة (٢/١٧٠).

[2] صحیح بخاری (٦٠٤).

اطاعت وفرمانبرداری میں صرف کرنا شیطان سے دوستی اور محبت کی دلیل ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے اس لیے ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

② جانی نقصان:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء : ۲۹]

قرآن اعلان کر رہا ہے:

”اپنے آپ کو اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو“۔

لیکن آتش بازی کے اس شیطانی و مجوسی کھیل میں ہر سال کتنے لوگ اپنے ہی ہاتھوں خود مرتے اور دوسروں کو زندگی سے محروم کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جبکہ یہ دونوں انتہائی خطرناک گناہ ہیں۔ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاک کرنے والا قیامت کے دن اپنے آپ کو بار بار اسی طریقے سے قتل کرتا رہے گا جس طریقے سے اس نے دنیا میں اپنے آپ کو ہلاک کیا،[1] جس طرح صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے اور کسی مؤمن مسلمان کو قتل کرنے والا عذابِ الیم کا حق دار ہے۔[2]

③ کافروں سے مشابہت:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)).[3]

”جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا“۔

تو آتش بازی آتش پرستوں مجوسیوں سے مشابہت ہے جو کافروں میں سے بھی بدترین کافر ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے مختلف کافر بادشاہوں کو خطوط کے ذریعے دعوتِ اسلام دی تھی تو آتش پرستوں کے بادشاہ نے آپ کا خط مبارک پھاڑ ڈالا تھا۔ تو یہ آتش بازی ایسے گستاخانِ رسول کی مشابہت ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، رقم: ۵۷۷۸. صحیح مسلم، رقم: ۳۰۰.

[2] سورۃ النساء: آیت ۹۳.

[3] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة (٢٥١٦) و احمد (٢٩٣/١) والحاکم (٥٤١/٣).

④ لوگوں کو بے آرام کرنا:

مریضوں کی نیندیں خراب کرنا، بوڑھوں کو ستانا، جبکہ رسول اللہ ﷺ تو رات کے وقت جب گھر تشریف لاتے تو ہلکی آواز سے سلام کہتے تاکہ جاگنے والا جواب دے اور سوئے ہوئے کی نیند خراب نہ ہو۔[1]

حالانکہ رسول اکرم ﷺ کی زبان اطہر سے ادا کیے جانے والے سلام کے پیارے کلمات کیا تکلیف دے سکتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے امت کو نمونہ دکھایا کہ رات کے وقت سونے والوں کی نیند خراب کرنا جائز نہیں۔ اس لیے آپ ﷺ سلام بھی آہستہ کہتے۔

لیکن آج ایک طرف ہر وقت معیشت پہ رونا، ہائے بھوکے مر گئے، کام ہی کوئی نہیں، مندا ہی بڑا ہے اور دوسری طرف آتش بازی میں روپے کو آگ لگانا۔ کدھر کا انصاف ہے۔

بہر حال یہ شب براءت عام راتوں میں سے ایک رات ہے، اس کی فضیلت قرآن وسنت سے ثابت نہیں، اور اس رات کیے جانے والے کام (آتش بازی، شیرینی، مخصوص عبادات وغیرہ) سب بدعات وخرافات ہیں، دین کے ساتھ ان کاموں کا دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا ہے، آخری اُمت ہونے کا شرف بخشا ہے۔ سید الرسل اور امام الانبیاء کا امتی بنایا ہے، اور سب سے بہتر دین ہمارے لیے اتارا ہے تو پھر بھی ہم اگر وہ بہترین دین چھوڑ کر بدعات وخرافات کو اپنائیں اور کافروں کی نقلیں اتاریں تو یہ بدقسمتی اور سیاہ بختی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ اصلاح اور عمل کی توفیق بخشے۔

شب براءت کی دیگر بدعات وخرافات:

- ☆ قبرستان جانا: بہت سارے لوگ اس رات کو قبرستان جاتے ہیں، اور اپنے فوت شدہ

---

[1] صحیح مسلم (۲۰۵۵).

عزیز واقارب کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! قبرستان جانے کے لیے یا عزیز واقارب کے حق میں دعا کے لیے کوئی دن، رات یا وقت مقرر کرنا قرآن وسنت سے قطعاً ثابت نہیں ہے، اگر یہ کار خیر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور یہ عمل کرتے یا اس کی تعلیم دیتے۔

☆ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس رات کو اللہ رب العزت آسمان دنیا پہ نزول فرماتے ہیں: یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق تو ہر رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پہ نزول فرماتے ہیں، حدیث کے الفاظ ہیں: وَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ. یہ (اللہ تعالیٰ کا نزول فرمانا) ہر رات کو ہوتا ہے۔[1]

☆ اس رات کو مخصوص قیام کرنا: بعض لوگ اس رات کو سو رکعت نفل پڑھتے ہیں، اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد ۱۰ مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھتے ہیں، اور اس نماز کو ''صلاۃ الخیر'' کا نام دیتے ہیں اور اس کا بڑا اجر وثواب بیان کرتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ سے ایسی کوئی نماز کسی بھی رات میں ثابت نہیں۔ یہ من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔

☆ اس دن کے روزے کا اہتمام کرنا: شب براءت کے روزے کا اہتمام کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں جو کرنے کا کام ہے وہ یہ ہے کہ ماہِ شعبان میں بکثرت روزے رکھے جائیں، رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ نفلی روزے ماہِ شعبان میں رکھتے تھے۔[2]

☆ اس رات کو شبینہ پڑھنا: بعض لوگ شب براءت کے قیام کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور رات بھر مساجد میں باجماعت نماز کا اہتمام کرتے ہیں جسے شبینہ اور شب بیداری کا نام دیتے ہیں، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت کسی حدیث سے نہیں ملتا، یہ اپنی طرف سے دین میں اضافہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں من گھڑت، خود ساختہ اعمال کی بجائے قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

---

[1] صحيح مسلم (١١٥٦).

[2] صحيح البخاری، كتاب الصيام، باب صوم شعبان (١٩٦٩).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ماہِ رمضان پورے دین کے لئے تربیتی مہینہ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ۱۸۳]

ماہِ رمضان پورے دین کے لیے تربیتی مہینہ ہے۔ عقائد ہوں یا اعمال‘ عبادات ہوں یا اخلاقیات‘ معاملات ہوں یا ایمانیات ہر چیز کا مکمل تربیتی طریقہ کار اس مہینے میں موجود ہے اور اس مقصد کے لیے ماہِ رمضان کو کیوں چنا گیا؟

دنیا میں ہر طرف کفر و شرک کے بادل چھائے ہوئے تھے‘ ظلم و بربریت کا بازار گرم تھا فحاشی و عریانی کا سیلاب آیا ہوا تھا‘ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا سلسلہ جاری و ساری تھا ملت ابراہیمی کے دعویدار بت پرستی میں ڈوب چکے تھے۔ آسمانی ادیان کی طرف نسبتیں کرنے والے اہل کتاب بھی کفر و شرک کی دلدل میں پھنس چکے تھے۔ اس قدر بگاڑ پیدا ہو چکا تھا کہ قرآن نے نقشہ کھینچا ہے:

﴿ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ۝ ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

کہ ”لوگو تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے“۔

اللہ کی رحمت نے جوش مارا اور بھولی بھٹکی انسانیت کو راہِ راست پہ لانے کا ارادہ فرمایا۔ لوگوں کے لیے ہدایت وراہنمائی کا اہتمام و انصرام فرمایا۔ اپنے آخری پیغمبر کو تاج

نبوت پہنا کر مبعوث فرمایا اور آپ پر آخری کتاب نازل فرمائی اور یہ سب کچھ ماہِ رمضان میں ہوا۔

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ ○ ﴾ [البقرة : ۱۵۸]

اس لیے ماہ رمضان کو شکریہ اور تربیت کا مہینہ بنا دیا گیا۔ سارے دین کی مکمل تربیت اس میں رکھ دی گئی وہ کس طرح:

① روزہ ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور اس تصور کو پختہ کرتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ سچے ارادے سے روزہ رکھنے والا خلوت' تنہائی اور چار دیواری میں بھی کچھ نہیں کھاتا۔ کیونکہ روزے نے اس کا یہ تصور پختہ کر دیا ہے کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔ جس کے حکم پر میں نے روزہ رکھا ہے۔

② روزہ نفس پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے' اور یہی تقویٰ وورع کی اصل بنیاد ہے انسان میں دو خواہشیں سب سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ اور بہت سارے گناہوں کا دارومدار ان دو خواہشوں کی بے اعتدالی پر ہے:

❶ ایک کھانے پینے کی خواہش: جب یہ خواہش اعتدال اور قابو سے باہر ہو جاتی ہے تو انسان حرام کھاتا' حرام کماتا' سود لیتا' رشوت لیتا' جوا کھیلتا اور لوٹ مار' چوری' ڈکیتی اور راہزنی کرتا ہے۔ امانت میں خیانت اور بددیانتی کرتا ہے۔ نماز اور جمعہ کے اوقات میں بھی کاروبار کرتا رہتا ہے۔

❷ دوسری جنسی خواہش' عورت کی طلب' جب یہ خواہش اعتدال اور قابو سے نکل جاتی ہے تو انسان بدکاری وزنا کرتا ہے۔ ناجائز محبت میں جکڑا جاتا ہے۔ گانے سنتا' فلمیں دیکھتا' غزلیں گاتا اور نگاہوں کو آوارہ کرتا ہے۔

روزہ ان دونوں خواہشوں پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے' وہ اس طرح کہ سارا دن چودہ پندرہ گھنٹے انسان کھانے پینے کی جائز نعمتیں اور حلال طیب ستھری چیزیں بھی چھوڑے رکھتا ہے حتیٰ کہ دوران روزہ آبِ زمزم سے اور تمور (کھجور) مکہ ومدینہ کھانے پر بھی آمادہ نہیں ہوتا۔ اور اس عورت کے قریب نہیں جاتا جسے حق مہر ادا کر کے اپنی بیوی بنا

کر رکھا ہے۔ جس کے قریب جانا عام حالات میں صرف جائز ہی نہیں بلکہ صدقہ برابر اجر وثواب ملتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:

((وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ)). [1]

جب انسان اللہ کا حکم مانتے ہوئے سارا دن ان دونوں خواہشوں کی جائز شکلوں کو بھی چھوڑے رکھتا ہے تو اس میں اس بات کی تربیت اور مشق ہے کہ کھانے پینے کی حرام چیزیں ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ ماکولات ومشروبات اور بدکاری وزنا چھوڑ دے۔

روزے کے اس تربیتی پہلو کو قرآن نے دو لفظوں میں بیان کر دیا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ اور روزوں کے مسائل والے رکوع کے آخر میں فرمایا:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ...... ﴾ [البقرة : ۱۸۸]

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کا حکم مان کر حلال اور پاکیزہ نعمتیں چھوڑ دیتے ہو تو اللہ کا حکم مان کر حرام اور گندی چیزیں ترک کر دو، فسق وفجور چھوڑ دو شیطانی کام ترک کر دو۔

رسول اللہ ﷺ نے روزے کے تربیتی پہلوؤں کو اس طرح نمایاں فرمایا: صحیح البخاری میں حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)). [2]

”جو شخص جھوٹ بولنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کو نہیں چھوڑتا تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں کہ وہ (روزے میں) کھانا پینا چھوڑ رکھے“۔

اور دارمی کی روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، رقم: ۲۳۲۹.

[2] صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به (۱۹۰۳) وابوداؤد (۲۳۶۲) والترمذي (۱۶۸۹).

فرمایا:

((كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَّيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ، وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَّيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ)).❶

”کتنے روزے دار ہیں جن کو ان کے روزوں سے صرف پیاس حاصل ہوتی ہے اور کتنے رات کو قیام کرنے والے ہیں کہ ان کو ان کے قیام سے صرف بیداری حاصل ہوتی ہے“۔

لیکن آج ہم روزوں کے ان مقاصد پر غور نہیں کرتے محض رسمی طور پہ سحری کھاتے اور افطاری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اوپر روزے کی حالت میں بھی روزے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ روزہ رکھا ہوا ہے' سود لے رہا ہے۔ روزہ رکھا ہوا ہے' جھوٹ بول کر سودا بیچ رہا ہے۔ روزہ رکھا ہوا ہے' داڑھی منڈھوا رہا ہے۔ روزہ رکھا ہوا ہے گانے سن رہا ہے۔ فلم دیکھ رہا ہے۔ ناول پڑھ رہا ہے...... یہ کیسا روزہ ہے؟ کہ اللہ کا حکم مان کر نعمتیں چھوڑ دیں اور گندگیاں نہ چھوڑیں...... یہ روزہ نہیں بلکہ بھوک ہڑتال ہے۔

یہ مہینہ عبادات کی تربیت دیتا ہے:

عشاء کے بعد تراویح کے ذریعے قیام اللیل کی تربیت ملتی ہے اور سحری کی خاطر اذان فجر سے پہلے بیدار ہونے سے سحری کے وقت استغفار اور نماز فجر با جماعت پڑھنے کی تربیت ملتی ہے۔ جب پورا مہینہ عشاء کے بعد (تراویح کی وجہ سے) لیٹ سو کر صبح اذان فجر سے بھی پہلے بیدار ہو جاتا ہے تو باقی گیارہ مہینے اذان فجر کے وقت بیدار ہو کر فجر با جماعت کیوں نہیں پڑھ سکتا؟ یہ تربیت ہے۔

اعتکاف کے ذریعے دین کی خاطر گھر بار چھوڑنے کی تربیت ملتی ہے:

اعتکاف کرنے والا پورے نو دس دن گھر بار' دکان' کاروبار' کارخانہ' فیکٹری' بیوی بچے' دوست احباب' رشتہ دار' محلے والے چھوڑ کر مسجد میں آ جاتا ہے اس میں تربیت

---

❶ دارمی (٢٧/٦) و احمد (٤٤١/٢).

ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو دین کی خاطر یہ سب کچھ چھوڑنا ممکن ہے۔

بھوکا پیاسا رہنے سے جذبہ سخاوت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے:

کیونکہ جب خود بھوکا اور پیاسا رہتا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ بھوکوں کا کیا حال ہے یہی وجہ ہے جتنی سخاوت ماہِ رمضان میں ہوتی ہے۔ اتنی پورے سال میں نہیں ہوتی۔

روزہ صبر سکھلاتا ہے:

اور صبر میں ہی سارا دین آجاتا ہے۔

روزہ جذبہ جہاد پیدا کرتا ہے:

کیونکہ وہ سارے امور جن کی میدان جہاد میں ضرورت ہوتی ہے۔ (پختہ ایمان، صبر، جذبہ سخاوت، جذبہ ہمدردی، گھربار چھوڑنے کا جذبہ وغیرہ) روزے سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے معرکے ماہ رمضان میں لڑے گئے (غزوۂ بدر، فتح مکہ) اور بعض معرکے رمضان کے فوراً بعد ہوئے۔ غزوۂ احد چھ شوال کو ہوا۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسائل زکوٰۃ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة : ٣٤-٣٥]

دین اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں ایک رکن زکوٰۃ ادا کرنا ہے یوں تو زکوٰۃ کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ ارکان خمسہ میں سے ایک رکن ہے۔ لیکن قرآن کریم میں متعدد مقامات پہ مختلف انداز میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ﴾[البقرة:٢٧٧]

”بے شک جو لوگ ایمان کے ساتھ (سنت کے مطابق) نیک کام کرتے ہیں' نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' ان کا اجر ان کے رب تعالیٰ کے پاس ہے' ان پر نہ تو کوئی خوف ہے' اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے“۔

اس میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے اجر وثواب کی خوشخبری وبشارت ہے، اور سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۸۰ میں ہے:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰]

”جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے۔ عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے۔ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے“۔

اس میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے سخت عذاب کی وعید اور دھمکی ہے کہ کس طرح ان کے جمع کردہ مال کے ذریعے انہیں عذاب دیا جائے گا۔

اور سورۃ التوبہ آیت نمبر (۵) میں ہے:

﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ [التوبة : ۵]

”ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے“۔

اور آیت نمبر (۱۱) میں ہے:

﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ ﴾ [التوبة : ۱۱]

”اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں، تو تمہارے دینی بھائی ہیں ہم تو جاننے والوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں“۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص نماز اور زکوٰۃ کے بغیر مسلم معاشرے کی اسلامی اخوت میں شامل نہیں ہو سکتا، اور آیت نمبر ۳۴۔۳۵ میں ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ ﴾ [التوبة : ٣٤۔٣٥]

”اے ایمان والو! اکثر یہودی علماء اور عیسائی عابد، لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں۔ اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو“۔

اور سورۃ المؤمنون آیت نمبر (۴) میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ ﴾ [المؤمنون : ٤]

”جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں“۔

یعنی کامیاب و کامران ہونے والے مؤمنوں کی ایک خصلت اور نشانی یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ زکوٰۃ دینے میں کوتاہی نہیں کرتے، بلکہ بڑی پابندی سے زکوٰۃ دیتے ہیں:

﴿ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ ﴾ [لقمان : ٤]

”جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر (کامل) یقین رکھتے ہیں“۔

یعنی متقیوں کی نمایاں خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، غرضیکہ مؤمن، مسلم متقی اور جنتی بننے کے لیے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات گرامی میں اس فریضے کی اہمیت مختلف طریقوں سے واضح فرمائی۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا۔ انہیں حکم دیا ''(چونکہ) آپ ایسے لوگوں کے ہاں جا رہے ہیں جو اہل کتاب ہیں اس لیے انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ صرف (ایک) اللہ معبود (برحق) ہے اور محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں تو انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ نے دن رات میں تم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں تو انہیں معلوم کرانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو مسلمان مالداروں سے وصول کی جائے گی اور مسلمان فقیروں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کریں تو اپنے آپ کو ان کے نہایت عمدہ مال سے دور رکھنا نیز مظلوم کی آہ سے بچاؤ اختیار کرنا اس لیے کہ اس کی دعا کی قبولیت اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا''۔ [1]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے لیے سونے چاندی کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے، دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کیا جائے گا پھر ان پتروں سے اس کے پہلوؤں، اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔ پچاس ہزار سال کے دن میں بندوں میں فیصلے ہونے تک جب بھی ان پتروں کو (اس کے بدن سے) دوزخ کی جانب پھیرا جائے گا، ان کو اس (کے جسم) کی طرف (تسلسل کے ساتھ) لوٹایا جائے گا''۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، الزکاۃ، باب أخذ الصدقۃ من الاغنیاء (۱۴۹۶) و مسلم (۱۹).

[2] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ (۹۸۷) و ابوداؤد (۱۱۵۸).

آپ سے دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! اونٹوں کا حکم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ‘‘جو اونٹوں والا اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا' جب کہ اونٹوں کے بارے میں یہ حق بھی (مستحب) ہے کہ جس دن ان کو پانی پلانے کے لیے لے جایا جائے ان کا دودھ دھو کر (فقراء ومساکین میں) تقسیم کیا جائے تو جب قیامت کا دن ہوگا تو زکوٰۃ نہ دینے والے اونٹوں کے مالک کو (چہرے کے بل) اونٹوں کے (پامال کرنے کے) لیے چٹیل کھلے میدان میں گرا دیا جائے گا' اونٹ پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور کثیر تعداد میں ہوں گے ان میں سے کوئی بچہ بھی غائب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹیں گے جب اس پر سے پہلا دستہ گزر جائے گا تو پھر اس پر سے دوسرا دستہ گزرے گا (یہ تسلسل اس روز تک قائم رہے گا) جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص اپنے مقام کا ملاحظہ کر لے گا کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے’’۔

دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! گائے اور بکریوں کا کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ‘‘گائے بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کو ان کے لیے چٹیل وسیع میدان میں (منہ کے بل) گرایا جائے گا جانوروں میں سے کوئی جانور غائب نہیں ہوگا ان میں خم دار سینگوں والا' بغیر سینگوں والا اور ٹوٹے ہوئے سینگوں والا کوئی جانور نہ ہوگا۔ جانور اس کو سینگ ماریں گے اور کھروں کے ساتھ اسے پامال کریں گے جب اس پر پہلا دستہ گزر جائے گا تو اس پر آخری دستہ (اس روز تک تسلسل کے ساتھ) گزرتا رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر

شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے‘‘۔ ①

اور صحیح البخاری میں ہے‘ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ’’جس شخص کو اللہ نے مال عطا کیا (لیکن) اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (اور) وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں‘ میں تیرا خزانہ ہوں‘‘۔ ②

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

> ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ ...... الخ ○ ﴾ [آل عمران: ١٨٠]
>
> ’’وہ لوگ خیال نہ کریں جو بخل کرتے ہیں اس مال میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے کہ یہ (بخل) ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ ان کے لیے بہت برا ہے‘ انہیں قیامت کے دن بخل والے مال کا طوق پہنایا جائے گا‘‘۔

متفق علیہ حدیث ہے‘ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ وفات پا گئے اور آپ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور جزیرۃ العرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے (جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا) کیسے جنگ کر سکتے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ اقرار کریں کہ صرف اللہ وحدہٗ معبود برحق ہے پس جو شخص اقرار کرے گا کہ صرف اللہ وحدہٗ معبود برحق ہے تو اس نے مجھ سے اپنی جان اور اپنے مال کو محفوظ کر لیا البتہ اسلام کے حق کی وجہ سے (جان‘ مال بصورت قصاص وغیرہ محفوظ نہیں ہے) اور اس (کے پوشیدہ

---

① صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة (٩٨٧) و ابوداؤد (١٦٥٨). و احمد (١٦٢/٢).

② صحيح بخارى، الزكاة، باب اثم مانع الزكاة (١٤٠٣) والنسائى (٢٤٨٤).

کاموں) کا حساب اللہ پر ہے"۔ (اس کے جواب میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس شخص سے جنگ جاری رکھوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اس لیے کہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے (یعنی فرض ہے) اللہ کی قسم! اگر لوگ مجھے بھیڑ کے سال سے کم عمر کے بچے کو (بطور زکوٰۃ دینے سے) روک لیں گے جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے تو میں ان کے روکنے پر ان سے لڑائی کروں گا (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا' اللہ کی قسم! بس مجھے اطمینان حاصل ہو گیا کہ اللہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو (ان کے ساتھ) لڑائی کرنے کے لیے (تذبذب سے) پاک کر دیا ہے چنانچہ مجھے بھی اس قتال کے برحق ہونے کی معرفت حاصل ہوگئی۔ [1]

لیکن آج جس طرح مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بلکہ اکثریت بے نماز ہے اسی طرح مسلمانوں کی اکثریت بے زکوٰۃ ہے۔ انتہائی تھوڑے لوگ ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں جبکہ زکوٰۃ نہ دینے والا قرآن وسنت کی رو سے مسلمان ہی نہیں رہتا۔

اس لیے جس کے پاس مال ومنال ہے اس پر فرض ہے کہ وہ پوری معلومات حاصل کرے کہ کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ لہٰذا میں بالاختصار زکوٰۃ کا نصاب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

سونے کی زکوٰۃ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"(۲۰) دینار میں نصف دینار زکوٰۃ فرض ہے"۔ [2]

اور یہ موجودہ حساب سے ساڑے سات تولے سونا بنتا ہے' ساڑھے سات تولے کی مالیت معلوم کر کے چالیسواں حصہ (یعنی سو میں سے اڑھائی روپے کے حساب سے) زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ ساڑھے سات تولے سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ (۱۳۹۹) (۱۴۰۰) و مسلم (۲۰) و ابوداؤد (۱۵۵۶).

[2] سنن أبی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی زکوۃ السائمۃ، رقم: ۱۵۷۳.

چاندی کی زکوٰۃ:

۲۰۰ درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہے، اور یہ تقریباً باون تولے چاندی بنتی ہے۔ جب آدمی کے پاس باون تولے چاندی ہو تو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ روپے پیسے اور ریال ڈالر وغیرہ کی زکوٰۃ بھی چاندی کے حساب سے ہی ادا کی جائے گی۔

زمینی پیداوار (پھلوں اور غلہ جات) کی زکوٰۃ:

اگر زمین بارانی ہو اس پر پانی وغیرہ کا خرچہ نہ آتا ہو تو دسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے اسے عشر کہتے ہیں۔ اور اگر زمین پہ پانی وغیرہ کا خرچہ آتا ہو تو بیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ اسے نصف العشر کہتے ہیں۔

سامان تجارت کی زکوٰۃ:

جو مال بھی تجارت کے لیے ہو (زمین، برتن اشیاء خوردونوش، ملبوسات اور سواریاں وغیرہ) ان کی زکوٰۃ بھی چاندی کے حساب سے ادا کی جائے گی۔

خصوصی تنبیہ:

یاد رکھیے! وہ گھریلو سامان جو ضرورت سے زائد ہو، وہ سواریاں جو ضرورت سے زائد ہوں۔ غرضیکہ ہر وہ چیز جو ضرورت سے زائد پڑی ہو، زیر استعمال نہ ہو اس کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا پڑا ہوا مال ہی ہے۔

زکوٰۃ کسے دیں؟:

زکوٰۃ کے مصارف اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ میں بیان فرمائے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠]

اس آیت مبارکہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں:

① فقراء:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ذریعہ معاش بالکل نہ ہو، اور ضروریات زندگی کے لیے وسائل نہ ہوں۔

② مساکین:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ذریعہ معاش تو ہو لیکن وہ بالکل محدود ہو کہ اس سے بنیادی ضرورت پوری نہ ہو۔ ایک حدیث میں بھی مسکین کا تعارف کروایا گیا ہے کہ مسکین کون ہوتا ہے:

بخاری و مسلم میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں جاتا ہے (ان سے) اس کو ایک لقمہ دو لقمے، ایک کھجور دو کھجوریں ملتی ہیں البتہ وہ شخص مسکین ہے۔ جو (واقعی) غنی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے''۔ [1]

③ زکوٰۃ اکٹھی کرنے والے:

یعنی جو لوگ حکومت کی طرف سے زکوٰۃ اکٹھی کرنے پر مامور ہوں ان کی تنخواہیں اور وظائف مال زکوٰۃ میں سے ادا کرنا درست ہے۔

رسول اللہ ﷺ جن لوگوں کو زکوٰۃ اکٹھی کرنے کے لیے روانہ کرتے تھے انہیں معاوضہ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا، جب وہ واپس آئے تو انہیں معاوضہ دیا، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں غنی ہوں، مجھے ضرورت نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالى ﴿لا يسألون الناس إلحافا﴾ (١٤٧٦) و مسلم (١٠٣٩).

خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ أَوْ تَصَدَّقْ بِهٖ. [1]

”اسے لے لو' اسے اپنا مال بناؤ' یا (اگر ضرورت نہیں تو خود اپنی طرف سے) صدقہ کر دینا“۔

④ مؤلفۃ القلوب:

اس میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں:

❶ ایک وہ کافر جو کچھ کچھ اسلام کی طرف مائل ہوں۔

❷ وہ نومسلم افراد جن کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی ضرورت ہو۔

❸ وہ افراد جن کو امداد دینے سے یہ امید ہو کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکیں گے (آج اس مصرف پر عمل کرنے والے لوگ بہت تھوڑے ہیں)۔

⑤ گردنیں آزاد کروانے کے لیے:

یعنی غلاموں کی آزادی کے لیے زکوٰۃ میں سے خرچ کرنا۔

⑥ غارمین:

اس سے مراد ایک تو وہ مقروض ہیں جو بنیادی ضروریات کی خاطر مقروض ہو گئے ہوں اور ادائیگی کے لیے رقم اور مال موجود نہ ہو' دوسرے وہ ذمہ دار لوگ جنھوں نے کسی کی ضمانت دی اور وہ پھر اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پائے۔ اور تیسرے وہ لوگ جو آفت زدہ ہیں' جن کی فصل' باغ یا کاروبار کسی حادثے اور آفت کی وجہ سے یکبارگی تباہ ہو گئی۔

⑦ فی سبیل اللہ:

اس سے مراد جہاد ہے۔ یعنی جنگی سامان وضروریات اور مجاہدین پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے خواہ مجاہدین مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔ احادیث کی رو سے حج وعمرہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک دعوت وتبلیغ بھی فی سبیل اللہ میں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إباحۃ الأخذ عن أعطی من غیر مسألۃ ولا إشراف (١٠٤٥) و ابوداؤد (١٦٤٧) و بخاری (٧١٦٣).

داخل ہے کیونکہ اس کا مقصد بھی اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

⑧ مسافرین:

یعنی اگر کوئی مسافر سفر میں مستحق ہو گیا ہے تو چاہے وہ اپنے وطن اور گھر میں مالدار اور صاحب حیثیت ہو اس پر زکوٰۃ خرچ کرنا درست ہے۔

یہ آٹھ مصارف ہیں جہاں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے' دینی مدارس جہاں غریب اور مسافر طلباء پڑھتے ہیں وہ بھی آٹھویں مصرف میں شامل ہیں' بلکہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۷۳ کے مطابق عام فقراء مساکین کی نسبت دینی تعلیم کے لیے وقف طلبہ زیادہ حق دار ہیں۔

تنبیہ:

شریعت اسلامیہ میں جہاں اصحاب نصاب لوگوں پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا گیا ہے وہاں ان لوگوں کی سخت مذمت کی گئی ہے جو ناحق مال زکوٰۃ مانگتے اور صرف مال بڑھانے کے لیے دست سوال دراز کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جس شخص نے لوگوں سے مال کا سوال اس لیے کیا کہ اس کا مال زیادہ ہو جائے تو ایسا شخص آگ کے انگاروں کا سوال کر رہا ہے''۔
>
> ((فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ)).[1]
>
> ''اب اس کی مرضی ہے کہ انگارے تھوڑے اکٹھے کرے یا زیادہ''۔

اور متفق علیہ روایت ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''ایک شخص (باوجود غنٰی کے) لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت بالکل نہیں ہوگا''۔[2]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا (١٤٨٤) و مسلم (١٠٤٠).

[2] صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثراً رقم (١٤٧٤) و مسلم رقم (٢٣٩٨).

پھر جو واقعتہً سوال کرنے پر مجبور ہیں انہیں بھی یہ آداب سکھلائے کہ وہ سوال میں اصرار نہ کریں اور چمٹ کر نہ مانگیں' چمٹ کر مانگنا ناجائز اور حرام ہے خواہ اپنے لیے ہو یا کسی ادارے اور جماعت کے لیے ہو۔

صحیح مسلم میں ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چمٹ کر سوال نہ کرو اللہ کی قسم! مجھ سے جب کوئی شخص چمٹ کر سوال کرتا ہے اور اس کے سوال کی وجہ سے میں اسے بہ کراہت کچھ دیتا ہوں تو میرے اس دینے میں کچھ برکت نہ ہوگی''۔ [1]

زکوٰۃ کے فوائد و منافع:

زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ دینے والے کا مال پاک ہو جاتا ہے ورنہ مال پلید رہتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے کے مال سے دنیا میں اضافہ ہوتا ہے زکوٰۃ دینے والے کے لیے آخرت میں کئی درجے زیادہ اجر و ثواب اور انعام و اکرام ہے زکوٰۃ دینے سے معاشرے کی معیشت مستحکم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر صحیح طریقے سے نظام زکوٰۃ قائم کیا جائے تو چند سالوں میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ رہے' بلکہ سب زکوٰۃ دینے والے بن جائیں۔ زکوٰۃ دینے سے مال کی ضرورت سے زیادہ محبت' حرص اور طمع ختم ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے اللہ کی رحمت' برکت' رضا اور جنت ہے۔

غور کیجئے! انسان اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے' لیکن اس کے بدلے میں کتنی برکات حاصل ہو رہی ہیں۔ اللہ بخل سے بچائے اور جذبہء سخاوت سے سرشار فرمائے' اور فرض زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ نفلی صدقہ و خیرات کی بھی توفیق بخشے۔ آمین!

* * *

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب النیھی عن المسالۃ رقم (۲۳۹۰).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حرمتِ قرآن

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ ﴾

[ص : ٢٩]

”(یہ) عظیم الشان بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں تدبر وتفکر کریں، اور عقل والے نصیحت پکڑیں“۔

آج کا یہ خطبہ جمعہ موقعہ ومناسبت کی وجہ سے حرمتِ قرآن کے عنوان پر پڑھایا جائے گا اور اس کا سبب کسی عام و خاص پر مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ امریکی دہشت گردوں یہودونصاریٰ نے اللہ رب العزت کی نازل کردہ آخری کتاب قرآن مجید کی بے حرمتی کی ہے۔ اور ایسا شرمناک انداز اختیار کیا ہے کہ اسے بیان کرتے ہوئے بھی جھجک محسوس ہوتی ہے، دل کانپنے لگتا ہے اور زبان رکنے لگتی ہے۔

بہر حال قرآن مجید کے ساتھ امریکی دہشت گردوں کا یہ سلوک اس قدر مذموم و مردود ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور اللہ کا قانون مہلت ہے جب تک کسی کو وہ مہلت دینے کا فیصلہ کرلے تب تلک اس کے بڑے سے بڑے جرم پر بھی وہ گرفت نہیں کرتا۔ لیکن جب مہلت ختم ہوتی ہے تو پھر نمرود، فرعون ہامان اور قارون کا وہ انجام ہوتا ہے کہ ان کی نسل بھی کاٹ دی جاتی ہے اور ان پر برستی لعنتیں دنیا دیکھتی ہے۔ ان شاء اللہ

ہمیں پختہ یقین ہے کہ جب موجودہ دور کے فرعونوں کی مہلت ختم ہو گی تو ان گستاخان قرآن کا انجام قیامت تک کے لیے عبرت و موعظت ہو گا۔ ان شاء اللہ

لیکن اس حساس موقع پر میں ایک انتہائی حساس مضمون چھیڑنا چاہتا ہوں' اور وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ تو کافر ہیں۔ قرآن کے منکر ہیں' پیغمبروں کے گستاخ ہیں' اللہ کے دشمن ہیں' ان کا تو کام ہی قرآن کی گستاخی اور توہین ہے۔

لیکن آج ہم قرآن پہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے' قرآن کو سچی کتاب ماننے والے' قرآن کو اللہ کا کلام ماننے والے' جن مختلف طریقوں سے قرآن کی بے حرمتی کر رہے ہیں' اس بے حرمتی کا ذمہ دار کون ہے؟ آج ہمارے دلوں میں قرآن پڑھنے کی بجائے ناول اور افسانے پڑھنے کا شوق پیدا ہو چکا ہے' تو ہم قرآن پڑھنے کی بجائے لطیفے کہانیاں اور ڈائجسٹ پڑھتے ہیں' ہم قرآن سننے کی بجائے' قرآن کی بے حرمتی کرنے والوں کی تیار کردہ فلموں' ڈراموں اور گانے بجانے کو سننے کے حریص ہیں۔

جبکہ قرآن نے مؤمنوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر (قرآن و سنت) سے مطمئن ہوتے ہیں' خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے''۔

اور کہیں ان الفاظ میں مؤمنوں کی صفات بیان کی ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ ﴾ [الأنفال : ۲]

''مؤمن تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ (آیتیں) انہیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں''۔

لیکن آج ہم قرآن کے درس' قرآن کے ترجمے اور قرآن پر عمل سے اعراض

کناں ہیں اور کافروں کے بچھائے ہوئے فحاشی و عریانی کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔

آج اللہ کی قسم! تہجد اور سحری کے مبارک وقت بھی ہمارے گھروں سے گانے بجانے اور فلم ڈرامے کی آواز آتی ہے' ضحیٰ اور اشراق کے وقت بھی طبلے اور ساز کی آواز گونجتی ہے۔ کیا ہم قرآن کی بے حرمتی نہیں کر رہے' کیا ہم نے قرآن کریم کو پس پشت نہیں ڈالا ہوا' کیا ہم نے قرآن مجید کو اخبار اور جریدے سے بھی کم حیثیت نہیں دے رکھی' کہ اخبار پڑھنے میں ناغہ نہ ہو' لیکن قرآن کی تلاوت پورے مہینے میں ایک دفع بھی نہ ہو۔ بتاؤ! کیا یہ سب کچھ قرآن سے محبت ہے یا قرآن کی بے حرمتی ہے؟

وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید کے صحیح مقام کو پہچانا اور صحابہ و تابعین ہونے کا شرف حاصل کیا' وہ تو حرمتِ قرآن کے اس طرح قائل تھے کہ ان کا پڑھنا قرآن تھا' ان کا سننا قرآن تھا' ان کا عمل قرآن تھا' ان کے گھروں سے قیام اللیل میں تلاوتِ قرآن کی ایسی پرسوز آواز گونجتی تھی کہ کافر بھی سننے پہ مجبور ہو جاتے تھے' اور حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کئی دفعہ رات صرف اس لیے مدینے کی گلیوں میں چلتے کہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرآن سنوں' پھر آپ آواز آہستہ یا بلند کرنے کے متعلق تربیت بھی دیتے تھے۔

صحیح البخاری میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں کل تین افراد تھے' اور ان تینوں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ایک قیام پورا کرتا تو دوسرے کو جگا کر اس کا قیام شروع کروا دیتا' دوسرا فارغ ہوتا تیسرے کو جگا کر اس کا قیام شروع کروا دیتا' اس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ساری رات قیام اللیل میں قرآن کی آواز گونجتی رہتی تھی۔ ❶

وہ لوگ صحیح معنوں میں حرمتِ قرآن کے قائل و فاعل تھے۔ اسی لیے ان پر اللہ کی زمین وسیع ہوتی گئی' آسمان و زمین کی طرف سے خیر و برکت کے دروازے کھلتے گئے۔

---

❶ صحیح البخاري، كتاب الأطعمة، بابٌ، رقم: ٥٤٤١.

فتح وکامیابی ان کا مقدر بنتی گئی۔ اور وہ پوری دنیا میں ایسے غالب ہوئے کہ کسی مشرک نجس اور کافر پلید میں قرآن مجید کی بے حرمتی کی جرأت ہی نہ رہی۔

قرآن وسنت میں شرم وحیاء مؤمن کا زیور قرار دیا گیا ہے اور شرم وحیاء ایمان کا بہت بڑا رکن بتایا گیا ہے اور بے حیائی پھیلانے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ سورۂ نور پڑھیے اعلان ہوتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ [النور: ۱۹]

اللہ ہمیں قرآن کریم کی سچی محبت عطاء فرمائے' اور ہمیں ہر طرح کی قرآن کی بے حرمتی سے بچائے۔ آمین!

اس لیے آج کافروں کی اس شرمناک حرکت میں ہماری قرآن سے غفلت اور دوری کا پورا پورا حصہ ہے۔ ہمیں مؤمن ومسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید سے ناطہ توڑنا زیب نہیں دیتا تھا' لیکن ہم نے ناطہ توڑ ڈالا' ہمیں عقیدہ وعمل' اخلاق وکردار قرآن کریم کے مطابق بنانا تھا لیکن ہم نے قرآن مجید کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے کافروں' مشرکوں' صلیبیوں' ہندوؤں اور مجوسیوں کی نقلیں اتاریں' ہم نے اپنی خوشی وغمی' عقل وشکل' لباس وحجامت' تعلیم وتعلم' حکومت وسیاست' خلوت وجلوت سب کچھ قرآن مجید کے برخلاف اور برعکس بنالیا۔

اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر یہ انعام فرمایا تھا کہ ساری کتابوں سے افضل کتاب ہمیں عطاء فرمائی' اور قیامت کی دیواروں تک اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھالیا' لیکن ہم نے کیا کیا' ہم نے اس کتاب کو سنہری غلاف میں لپیٹ کر اونچی جگہ سجالیا' نہ کھولا' نہ پڑھا' نہ سمجھا' نہ عمل کیا' ہاں کبھی کبھار قسم اٹھانے کے لیے سر پہ رکھ لیا' ہم نے یہ سوچا ہی نہیں کہ اس عظیم الشان کتاب کے ہمارے ذمے کیا حقوق ہیں' آؤ ذرا حقوق القرآن کا خاکہ آپ کے سامنے رکھوں:

پہلا حق:

اس پر ایمان رکھنا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، اللہ کا کلام ہے، جس طرح آسمان سے اترا اسی طرح آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ ﴾ [البقرة : ٢]

دوسرا حق:

اجر و ثواب کے لیے اس کی تلاوت کرنا اور سننا، یہ اس کتاب کا ہمارے ذمے حق ہے کہ ہم مہینے میں ایک دفعہ ضرور پورا قرآن پڑھیں، ہر نماز سے پہلے یا بعد تین چار رکوع پڑھ لیے جائیں تو آسانی سے یومیہ ایک پارہ پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ انتہائی آسان حق ہے (یعنی اجر وثواب اور بلندی درجات کے لیے اس کی تلاوت کرنا) لیکن آج یہ عمل بھی مفقود ہوتا جا رہا ہے۔

تیسرا حق:

قرآن کریم کا ترجمہ ومفہوم سمجھنا، اس کی آیات میں تدبر و تفکر کرنا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ ﴾ [محمد : ٢٤]

”کیا یہ قرآن میں تدبر و تفکر نہیں کرتے یا دلوں پر تالے لگے ہیں؟“۔

چوتھا حق:

قرآن مجید پر عمل کرنا، اس کے مطابق زندگی بسر کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ [یوسف : ٢]

”یقیناً ہم نے یہ عربی قرآن اتارا ہے تاکہ تم (اسے) سمجھو (اور اس پر عمل کرو)“۔

پانچواں حق:

دوسروں کو اس کی دعوت دینا، اسے دنیا میں عام کرنا اور اسے دنیا میں نافذ اور غالب کرنے کے لیے دعوت وجہاد کے میدان میں اترنا۔

یہ قرآن کریم کے بڑے بڑے بنیادی حقوق ہیں، آؤ اگر کافروں نے قرآن کی بے حرمتی کی ہے تو اس کا ایک ہی علاج ہے کہ قرآن کے تمام حقوق اچھی طرح ادا کرو، اپنا سارا طرز زندگی قرآن کے مطابق بناؤ، قرآن کی بکثرت تلاوت کرو، قرآن کو دنیا پہ غالب کرنے کے لیے قربانیوں کا جذبہ پیدا کرو، دیکھنا کافر اپنی موت آپ مر جائیں گے، نیز یاد رکھیے! قرآن کی بے حرمتی کرنے سے قرآن کی شان وعظمت میں تو فرق نہیں آئے گا، لیکن بے حرمتی کرنے والوں کی اپنی دنیا وآخرت ضرور تباہ ہوگی۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

استقامت فی الدین

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾

[حم السجدة : ٣٠]

”(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو“۔

یہی مضمون سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۱۳۔۱۴ میں بھی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

[الأحقاف : ١٣-١٤]

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے‘ یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے، ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے“۔

اللہ رب العزت کے ہاں ایسا شخص کامیاب وکامران اور سعادت مند نہیں جو جذباتی انداز میں کبھی دین کو اپنا لیتا ہے اور کبھی دین کو خیر باد کہہ دیتا ہے، کبھی ایمان کی لہر دوڑی تو نماز پڑھ لی اور کبھی غلبۂ نفاق ہوا اور نماز چھوڑ دی، رمضان میں دین کی طرف مائل ہوگیا، اور جونہی رمضان گزرا دین کو نظر انداز کر دیا، کبھی جوشِ ایمان پیدا ہوا تو تہجد بھی شروع کر دی، اور کبھی ایسا غلبۂ شیطان ہوا کہ فرض نمازیں تک ترک کر دیں۔ کبھی سر سے پاؤں تک (چہرہ، وضع قطع، لباس وحجامت) سب کچھ ایسا بنایا کہ چلتا پھرتا اسلام نظر آنے لگا اور کبھی مجسمۂ یہودیت ونصرانیت بن کر ظاہر ہوگیا۔ یہ کامیابی وکامرانی نہیں، یہ سعادت ونجات والی زندگی نہیں، یہ تو قیامت کی نشانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ)).

”اندھیری سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح رونما ہونے والے فتنوں سے پہلے پہلے عمل کرلو، ان فتنوں میں لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ:

((يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا)).

”صبح آدمی مؤمن ہوگا اور شام کو کافر ہوجائے گا۔ شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کافر ہوجائے گا“۔ [1]

آج ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہے جو اسی قسم کے مسلمان ہیں۔ کبھی نماز پڑھ لی کبھی چھوڑ دی۔ کبھی دین کی طرف آگئے کبھی بے دین ہوگئے۔ یہ کامیابی نہیں۔ کامیابی کیا ہے؟ کامیابی یہ ہے کہ انسان پوری زندگی دین کے مطابق بنائے اور مرتے دم تک دین پہ قائم رہے۔ اسے استقامت فی الدین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حقیقی کامیابی وکامرانی قرار دیا ہے۔ اور قرآنِ مجید میں اس کی بڑی شان وعظمت بیان کی ہے۔

اللہ رب العزت سورۂ ھود آیت نمبر ۱۱۲ میں فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن، رقم: ۳۱۳.

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [هود : ١١٢]

"پس آپ جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبردار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے"۔

صحیح مسلم میں ہے، حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام کے بارے ایسی (جامع) بات بتائیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے استفسار کی ضرورت باقی نہ رہے؟ اور ایک روایت میں ہے کہ "آپ کے سوا" آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو اقرار کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر استقامت اختیار کر"۔[1]

دینداری، تقویٰ و پرہیزگاری اور حقیقی مسلمانی یہی ہے کہ انسان پورے دین کو اپنائے اور ہمیشہ کے لیے اپنائے، اس کا عقیدہ و عمل، فکر و عقل، شکل و صورت، وضع قطع، خلوت و جلوت، اخلاق و سیرت، خوشی و غمی، تجارت و صنعت، معاشرت و مصاحبت' حکومت و سیاست...... سب کچھ قرآن و سنت کے مطابق ہو اور ہمیشہ مطابق رہے۔ یہ استقامت ہے۔ جتنے مرضی طوفان آئیں، آندھیاں چلیں، فتنے کھڑے ہوں، سازشیں زوروں پر ہوں، پر دین پر قائم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو نفلی عبادات و حسنات میں بھی استقامت کی ترغیب دی۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے (مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا:

((يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَكُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ)).[2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان باب جامع أوصاف الإسلام، رقم: ١٥٩.

[2] صحيح البخاري، كتاب التهجد باب ما يكره مِنْ ترك قيام الليل لمن يقومه رقم: ١١٤٢ و مسلم رقم: ٢٧٣٣.

''اے عبداللہ! تو فلاں انسان جیسا نہ بننا جو رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا''۔

اور متفق علیہ حدیث ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ)).[1]

''اللہ کے ہاں زیادہ محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی ہو اگرچہ وہ قلیل ہو''۔

یہ حدیث بھی نفلی عبادت پر استقامت و مداومت کی ترغیب دے رہی ہے۔

قرآن کریم میں نبیوں اور مؤمن بندوں کی استقامت کے واقعات مذکور ہیں:

① حضرت نوح علیہ السلام کی استقامت:

اللہ رب العزت سورۂ یونس آیت نمبر ۷۱۔۷۲ میں فرماتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [يونس: ۷۱-۷۲]

''اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔ تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو۔ پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیے۔ پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو، پھر بھی اگر تم اعراض ہی کیے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں''۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب الجلوس على الحمير و نحوه رقم: ٥٨٦١ و صحيح مسلم رقم: ١٨٣٠.

غور کیجئے! حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی انتہائی شدید مخالفت اور دشمنی کے باوجود اللہ کے دین پر استقامت اختیار کی اور ہزار سال کے قریب عمر پائی اور عمر بھر استقامت فی الدین کو اپنائے رکھا۔

② حضرت ھود علیہ السلام کی استقامت:

رب ارض وسماء نے سورہ ہود آیت نمبر ۵۶،۵۵،۵۴ میں فرمایا:

﴿ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ○ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ○ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [هود: ٥٤_٥٥_٥٦]

”بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آ گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں، جنہیں تم شریک بنا رہے ہو، اچھا تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو۔ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے“۔

غور فرمایئے! حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں، اذیتوں اور سازشوں کے باوجود دین پر استقامت اختیار کی اور توحید و عمل صالح پر ڈٹے رہے۔

③ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت:

اللہ رب العزت سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ

وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۱۔۸۲]

''اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے۔ حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے۔ اگر تم خبر رکھتے ہو، جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طرف تنہا دین توحید پر تھے اور دوسری طرف پوری قوم مخالف تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام جان ہتھیلی پہ رکھ کے ڈٹے رہے اور ایک لمحے بھر کے لیے بھی دین حق کو نظر انداز نہ کیا اور نہ ہی کوئی لچک پیدا کی۔

④ حضرت شعیب علیہ السلام کی استقامت:

اللہ رب العزت سورۃ الاعراف آیت نمبر (۸۸۔۸۹) میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ○ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۸۸۔۸۹]

''ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ الّا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آ جائیں اس

کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں آ جائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے‘‘۔

سبحان اللہ! حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی دھمکیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دین حق پر استقامت اور پختگی اختیار کی۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مجموعی استقامت:

رب کائنات سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۱۳۔۱۴ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ﴾ [ابراهيم : ١٣-١٤]

’’کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کر دیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے۔ اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے۔ یہ ہے ان کے لیے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں‘‘۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور رسولانِ عظام استقامت فی الدین میں بہت بڑا نمونہ تھے، کہ انہوں نے ہر حال میں اللہ کے دین کو تھامے رکھا، مخالفوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور اللہ کے وعدے پہ یقین رکھا۔

ایمان لانے والے جادوگروں کی استقامت:

اللہ رب العزت سورۂ طٰہٰ میں فرماتے ہیں:

﴿ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ○ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ○ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ۷۰_۷۳]

”اب تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ (علیہما السلام) کے رب پر ایمان لائے۔ فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے، (سن لو) میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا، اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آ چکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اب تو تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے وہ اسی دنیوی زندگی میں ہے۔ ہم (اس امید سے) اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور (خاص کر) جادوگری (کا گناہ) جس پر تم نے ہمیں مجبور کیا ہے، اللہ ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے“۔

اللہ اکبر! وہ جادوگر جو چند لمحے پہلے لالچی اور حریص تھے اور فرعون سے بہت ڈرنے والے تھے جب ان میں ایمان پیدا ہو گیا تو نہ لالچ رہا نہ فرعون کا ڈر رہا اور نہ فرعون کی دھمکیوں کی پرواہ رہی، بلکہ وہ استقامت فی الدین میں تا قیامت نمونہ بن گئے۔

اصحابِ کہف کی استقامت:

رب کائنات سورۂ کہف (آیت نمبر ۱۳_۱۴_۱۵_۱۶) میں فرماتے ہیں:

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ○ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ○ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ○ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴾

[الکہف : ۱۳ تا ۱۶]

”ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی، ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جبکہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی، یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جبکہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لیے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا“۔

سبحان اللہ! یہ کیسے عظیم لوگ تھے جنہوں نے ایمان وتوحید کی خاطر سب کچھ لٹا دیا اور ہنستا مسکراتا وطن چھوڑ کر غار میں جا چھپے اور دنیا کی لذتوں پر آخرت کو ترجیح دی اور دنیا کے مال ومتاع کے مقابلے میں دین پر استقامت کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قیامت تک استقامت فی الدین میں نمونہ بنا دیا۔

اہل ایمان کی اجمالی استقامت:

اللہ رب العزت سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۴ میں فرماتے ہیں:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة : ٢١٤]

”کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے“۔

معلوم ہوا ہر دور میں مخلص اہل ایمان اور کھرے اہل حق نے ہمیشہ استقامت اختیار کی ہے اور وہ ہر قسم کے فتنوں میں دین حق پر ڈٹے رہے۔

زوجۂ فرعون کی استقامت:

رب کائنات نے سورۃ التحریم آیت نمبر (۱۱) میں فرماتے ہیں:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [التحريم : ١١]

”اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جبکہ اس نے دعا کی اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے“۔

مرد تو مرد رہے، ایمان تو عورتوں کو بھی دلیر بنا دیتا ہے، یہ فرعون کی بیوی (جناب آسیہ رضی اللہ عنہا) جب ایمان لے آتی ہے تو شاہی محل کی تمام رونقوں، سہولتوں اور نعمتوں کو تج دیتی ہے اور فرعون کے سخت ظلم و تشدد کے باوجود ایمان پر قائم رہتی ہے۔

اصحاب الاخدود کے ظلم کا نشانہ بننے والوں کی استقامت:

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے جب ایک نوعمر لڑکے کی کرامت دیکھ کر ایک ظالم بادشاہ کی ساری رعایا مسلمان ہوگئی تو اس ظالم بادشاہ نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ بڑی بڑی کھائیاں کھودو اور ان کھائیوں میں انتہائی تیز آگ بھڑکاؤ، پھر ایک ایک مسلمان کو پکڑ کر آگ کے قریب کرو اور اسے کہو کہ یا تو دین اسلام چھوڑ کر بادشاہ کو رب مان لو یا پھر آگ میں جلنے کے لیے تیار ہو جاؤ، فوجیوں نے کھائیاں کھود کر بڑی تیز آگ جلائی ایک ایک مسلمان کو پکڑ کر لاتے گئے، لیکن تمام مسلمانوں نے آگ میں جلنا گوارا کر لیا اور بادشاہ کو رب ماننا گوارا نہ کیا، آخر میں ایک عورت لائی گئی اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا وہ جب آگ کے قریب ہوئی تو بچے کی خاطر ذرا ٹھٹھک گئی، قریب تھا کہ اس کے قدم ڈگمگا جاتے لیکن اللہ نے اسے برموقع اپنی قدرت دکھلائی کہ اس کے دودھ پیتے بچے کو قوتِ گویائی بخشی وہ بول پڑا اے ماں! کیوں ڈرتی ہے اِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ تو حق پر ہے، آخر اس عورت نے دودھ پیتے بچے سمیت آگ میں کودنا گوارا کر لیا لیکن شرک کرنا گوارا نہ کیا۔ یہ واقعہ صحیح مسلم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔[1]

حقیقت بات ہے جب انسان سچے دل سے ایمان قبول کر لیتا ہے تو ایمان اور دین کی خاطر سب کچھ قربان کر دیتا ہے لیکن ایمان نہیں چھوڑتا۔

* * *

---

[1] صحیح مسلم، الزھد، باب قصة اصحاب الاخدود والساحر والراهب والغلام (٣٠٠٥) و احمد (١٧/٦).

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کی رحمت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ [الأعراف : ٥٦]

یوں تو اللہ رب العزت ہر وقت اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی عبادات کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے لیکن اس نے اپنے بندوں پر خصوصی رحمت کرنے کے لیے چند خصوصی مواقع بھی مہیا فرمائے ہیں، جن میں اللہ ارحم الراحمین کی رحمت خصوصی طور پہ موجزن ہوتی ہے اور جو لوگ ان سنہری مواقع میں اللہ کی بارگاہ میں دعاء ومناجات اور عبادت کرتے ہیں انہیں اللہ احکم الحاکمین کا خصوصی قرب حاصل ہوتا ہے اور ان پہ رحمتِ الٰہی کی برکھا برستی ہے۔

قبولیت دعا اور قربِ الٰہی کے یہ سنہری مواقع کچھ یومیہ، کچھ ہفتہ وار اور کچھ سالانہ ہیں، اور بعض مواقع وقتاً فوقتاً ہیں۔

① یومیہ مواقع:

ہر اذان اور نماز کے درمیان: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْإِقَامَةِ مُسْتَجَابٌ فَادْعُوْا)).[1]

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی أن الدعاء لا یرد بین الأذان والإقامة (٢١٢) و ابوداود (٥٣٤) حدیث صحیح.

”اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے‘ اس لیے اس وقت دعا کیا کرو“۔

② فرض نماز کے بعد:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ)). [1]

”اور فرض نمازوں کے بعد دعا ضرور سنی جاتی ہے“۔

(لیکن یاد رہے یہ دعا انفرادی ہے‘ اجتماعی نہیں ہے‘ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کسی ایک صحیح حدیث سے بھی ثابت نہیں) یہ دونوں مواقع روزانہ پانچ مرتبہ میسر آتے ہیں۔

③ رات کے پچھلے پہر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا)). [2]

”ہمارا رب ہر رات پچھلے پہر آسمان دنیا پہ نزول فرماتا ہے (جس طرح اس کی شان کے لائق ہے) اور اعلان کرتا ہے: کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی دعا قبول کروں‘ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطاء کروں‘ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں“۔

④ رات کو جب بھی آنکھ کھلے‘ بشرطیکہ وضوء کر کے سویا ہو:

سنن ابی داؤد کتاب الادب میں حدیث ہے‘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”جو مسلمان رات باوضوء ہو کر ذکر اذکار کر کے سوتا ہے‘ اگر رات کو کسی وقت اچانک اس کی آنکھ کھل جائے تو اس وقت وہ اللہ رب العزت سے دنیا و آخرت کی جو

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید (۳٤۹۹) و صحیح الترغیب (١٦٤٨).

[2] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الدعاء فی الصلاة من آخر اللیل (١١٤٥) و مسلم (۷۵۸).

بھلائی بھی مانگے گا اللہ اسے ضرور وہ بھلائی عطاء کر دیں گے"۔ ① ہمیں چاہیے کہ یہ سنہری موقع حاصل کرنے کے لیے رات باوضوء ہو کر ذکر اذکار کر کے سویا کریں۔

⑤ جب اذان ہو رہی ہو:

((اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ)). ②

اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ہفتہ وار مواقع: جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں کوئی مسلمان بندہ اپنے رب سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دے دیتا ہے"۔ ③

اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں وضاحت ہے کہ یہ گھڑی امام کے منبر پر چڑھنے سے لے کر نماز جمعہ مکمل ہونے تک ہے۔ ④

سوموار اور جمعرات کا روزہ:

صحیح مسلم کی روایت ہے' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس دن میں پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر وحی نازل کی گئی"۔ ⑤

اور جامع ترمذی میں ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في النوم على طهارة، رقم: ٥٠٤٢.

② صحيح الجامع (٣٠٧٩) و سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء (٢٥٤٠).

③ صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة (٩٣٥) و مسلم (٨٥٢).

④ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، رقم: ١٩٧٥.

⑤ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر ... (١١٦٢).

"سوموار اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش ہو تو میرا روزہ ہو"۔ ①

یہ روزے قربِ الٰہی اور قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھ کے ثابت کر دیا کہ یہ روزے کا دن ہے عید اور جشن کا دن نہیں ہے۔

ماہانہ مواقع: ایام بیض کے روزے:

یعنی ہر اسلامی مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے ابوذر! اگر آپ مہینے میں تین روزے رکھنا چاہیں تو (قمری مہینے کی) ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کا روزہ رکھیں"۔ ②

یہ روزے بھی قرب الٰہی اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہیں یہ سنہری موقع ماہانہ مواقع میں سے ہے۔

وقتاً فوقتاً مواقع: ① نزولِ بارش کے وقت دعا و مناجات:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَتَحْتَ الْمَطَرِ)). ③

"اور بارش کے دوران دعاء رد نہیں کی جاتی"۔

دراصل قرآن کریم میں بارش کو رحمت کہا گیا ہے، اس لیے بارش کے وقت اللہ کی رحمت جوش مارتی ہے تو اس وقت دعا رد نہیں ہوتی۔

---

① جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب صوم یوم الاثنین والخمیس (٧٤٧) و صحیح الترمذی (٥٩٦).

② جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب فی صوم ثلاثة من کل شهر (٦٠٨).

③ صحیح الجامع (٣٠٧٨) و الصحیحة (١٤٦٩).

② جہاد و قتال میں جب میدان کارزار گرم ہو:

جب اہل ایمان غلبہ اسلام کے لیے اہل کفر سے قتال کرتے ہیں اور جان ہتھیلی پہ رکھ کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتے ہیں تو اللہ کی رحمت موجزن ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ [1]

③ آبِ زم زم پیتے وقت دعا قبول ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ)). [2]

”آبِ زمزم جس نیت سے پیا جائے اللہ تعالیٰ وہ پوری کر دیتے ہیں“۔

معلوم ہوا آبِ زمزم پیتے وقت جو دعا کی جائے ضرور قبول ہوتی ہے، اس لیے اس سنہری موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سالانہ مواقع: ① عشرۂ ذوالحجہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کسی دن کا کوئی عمل صالح اللہ کو اتنا محبوب اور پیارا نہیں جتنا ان دس دنوں کا عمل صالح اللہ کو محبوب اور پیارا ہے“۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ البتہ وہ شخص مستثنیٰ ہے جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلا اور کچھ واپس نہ لایا (بلکہ شہید ہو گیا اور اس کا مال بھی لوٹ لیا گیا)“۔ [3]

② یوم عرفہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح الجامع الصغیر (٣٠٧٩) و صحیح الترغیب والترهیب (٢٦٦).

[2] مسند احمد (٣٥٧/٣) و ابن ماجہ (٣٠٦٢).

[3] سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر (٢٤٣٤) والترمذی (١٥٨/٢).

’’عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں اللہ اپنے بندوں کو دوزخ سے نجات عطا کرتے ہیں اللہ (اپنے بندوں کے) قریب ہوتے ہیں' پھر ان کے ساتھ فرشتوں پر فخر کرتے ہیں اور فخریہ انداز میں فرماتے ہیں کہ یہ حجاج کیا چاہتے ہیں‘‘۔ [1]

③ ایامِ تشریق:

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’ایامِ تشریق (۱۱‘۱۲‘۱۳ ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں‘‘۔ [2]

معلوم ہوا ایامِ تشریق بھی حصولِ رحمتِ الٰہی کے ایام ہیں۔

ماہِ رمضان:

یہ سالانہ مواقع میں سب سے بڑا سنہری موقع ہے کیونکہ یہ بہت سارے مواقع پر مشتمل ہے اور ان کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔

متفق علیہ روایت ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان جکڑے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں‘‘۔ [3]

سبحان اللہ! رمضان کی آمد پر کیسا اہتمام کیا جاتا ہے؟۔

---

[1] صحیح مسلم، الحج، باب فی فضل الحج والعمرۃ و یوم عرفۃ (١٣٧٨).

[2] صحیح مسلم، الصیام، باب تحریم صوم أیام التشریق (١١٤١) (١١٤٢).

[3] صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب هل یقال رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأی کله واسعا (١٨٩٩) و مسلم (١٠٧٩).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”تمہارے پاس رمضان کا برکت والا مہینہ آ گیا ہے اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کر دیئے ہیں اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اللہ کے لیے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس کی خیر و برکت سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم رہا“۔ [1]

① روزے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)). [2]

”جس نے ایمان کے ساتھ اللہ سے اجر لینے کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ تمام (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے“۔

روزے کے مزید فضائل:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ”ریان“ (سیراب کرنے والا) ہے اس دروازے سے صرف روزے داروں کا داخلہ ہوگا“۔ [3]

اور صحیحین میں ہی ایک اور حدیث ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”آدم کے بیٹے کے تمام نیک اعمال کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان (١٦٤٤) و صحيح ابن ماجه (١٣٣٣).

[2] صحيح البخاري، كتاب الصيام، باب من صام رمضان... (١٩٠١).

[3] صحيح البخاري، كتاب الصيام، باب الريان للصائمين (١٨٩٦) ومسلم (١١٥٢) و الترمذي (٧٦٥).

تک دیا جائے گا“۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یعنی حدیث قدسی ہے کہ

”سوائے روزہ کے بلاشبہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا“۔

انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضامندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہوگی اور روزے دار کے منہ کی مہک اللہ کے ہاں کستوری کی مہک سے بہتر ہے اور روزہ (گناہوں سے) محفوظ رکھتا ہے۔ اور جب تم نے روزہ رکھا ہو تو فحش گفتگو سے احتراز کیا جائے اور نہ جھگڑا کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اسے گالیاں دے یا اس سے لڑائی کرے تو اسے (معذرت کرتے ہوئے) کہے' میں روزے سے ہوں۔ ①

قرآن اور روزہ سفارش کریں گے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”روزہ اور قرآن مومن انسان کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روکے رکھا' اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے باز رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش کو شرف قبولیت عطا فرما چنانچہ دونوں کی سفارش قبول ہوگی“۔ ②

---

① صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب هل یقول انی صائم اذا شتم (۱۹۰٤).

② صحیح الترغیب والترهیب، کتاب الصوم (۹۸٤) و احمد (۱۷٤/۲).

② قیام رمضان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).[1]

”جس نے ایمان کے ساتھ اللہ سے اجر لینے کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے گزشتہ تمام (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے“۔

③ قیام لیلۃ القدر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.[2]

”جس نے ایمان کے ساتھ اجر کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے تمام گذشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے“۔

④ اعتکاف:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فوت کر لیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں۔[3]

آپ ﷺ کا ہر سال اعتکاف کرنا اعتکاف کی فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی بکثرت اعتکاف کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس سے اس کی مزید شان وعظمت ثابت ہوتی ہے۔

⑤ صدقۃ الفطر:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب من صام رمضان إیماناً و احتسابا (١٩٠١).
و مسلم (٧٥٩) و احمد (٧٧٩٢).

[2] صحیح البخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب فضل لیلة القدر (٢٠١٤).

[3] صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر. ومسلم (١١٧٢).

نے صدقۃ الفطر اس لیے فرض قرار دیا کہ ایک تو روزہ لغویات اور لغزشوں سے پاک ہو جائے اور دوسرا مسکینوں کی (عید کے موقع پر) ضرورت پوری ہو، انہیں کھانا میسر آ جائے۔ [1]

سبحان اللہ! یہ کیسا عظیم عمل ہے جس سے روزے کی آلائش اور لغزشیں ختم ہو جاتی ہیں۔

رمضان تو حقیقت میں نیکیوں کی بہار ہے:

رسول اللہ ﷺ تو اس کی بڑی قدر کرتے اور اس میں خوب عبادت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھلائی کے لحاظ سے سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے، جبرائیل رمضان میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ انہیں قرآن سناتے۔ جب آپ ﷺ سے جبرائیل علیہ السلام ملاقات کرتے تو آپ ﷺ نیکی میں تیز آندھی سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔ [2]

اور آپ ﷺ نے نیکیوں کی اس بہار کو ضائع کرنے والے کی شدید مذمت فرمائی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ)). [3]

"اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان آیا اور اس کے گناہ معاف ہونے سے پہلے رمضان ختم ہو گیا"۔

غور فرمایئے! رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر کس قدر غصے کا اظہار فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ وہ شخص ذلیل و رسوا ہو جائے، اس کی ناک مٹی میں مل جائے جسے

---

[1] سنن أبی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر (١٦٠٩) و ابن ماجہ (١٨٢٧).

[2] صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب أجود ماکان النبی ﷺ یکون فی رمضان (١٩٠٢) و مسلم (٢٣٠٨) و ابن حبان (٣٤٤٠).

[3] جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب رغم انف رجل الخ رقم: ٣٥٤٥.

رمضان جیسا سنہری موقع ملا اور اس نے بکثرت نیکیاں کر کے اپنی بخشش کا انتظام نہیں کیا۔

آئیں! عزم بالجزم اور پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس نیکیوں کی بہار کو ضائع نہیں کریں گے' بلکہ اس کی قدر کریں گے' دن کو روزہ رکھیں گے' رات کو قیام کریں گے' بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کریں گے' بکثرت صدقہ وخیرات کریں گے اور ہر قسم کی برائیاں (فلمیں' ڈرامے' ناول افسانے' کھیل تماشے' حرام کمائی' ممنوعہ تجارتیں اور دیگر شیطانی کام) چھوڑے رکھیں گے۔ تاکہ ہمارا رب ہم پہ راضی ہو کر ہمیں معاف فرما دے اور اپنی جنت میں جگہ دے دے۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نفلی روزوں کی فضیلت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ١٨٤]

شریعت اسلامیہ میں اکثر عبادات دو قسموں پر ہیں؛ فرضی عبادات اور نفلی عبادات۔

فرضی عبادات:

فرضی عبادات وہ ہیں جو انسان پر فرض، واجب اور ضروری ہیں، جس طرح پنجگانہ نماز، زکوٰۃ اور ماہِ رمضان کے روزے وغیرہ اور نفلی عبادات وہ ہیں جو انسان پر فرض اور واجب تو نہیں لیکن ان کی زبردست ترغیب دی گئی ہے اور ان پر بھاری اجر و ثواب کی بشارت اور خوشخبری سنائی گئی ہے۔ جس طرح، نماز تہجد، نماز ضحیٰ، سنن راتبہ، نفلی صدقہ و خیرات اور نفلی روزے وغیرہ۔

آج کے خطبہء جمعہ میں نفلی عبادات میں سے صرف نفلی روزوں کا تذکرہ کیا جائے گا کیونکہ تمام نفلی عبادات کی نسبت نفلی روزوں کا اہتمام کرنے والے لوگ بہت کم ہیں حالانکہ نفلی روزوں کی فضیلت دوسری بہت ساری نفلی عبادات کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔

قرآن و حدیث میں نفلی روزوں کی فضیلت دو طرح سے بیان کی گئی ہے:

❶ مجموعی فضیلت ❷ جزوی فضیلت

پہلے نفلی روزوں کی مجموعی اور عمومی فضیلت آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں:

نفلی روزوں کی مجموعی فضیلت:

قرآن کریم میں کئی مقامات پر نیک بندوں کے خصائل حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ میں بکثرت نفلی روزے رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۲ میں فرماتے ہیں:

> ﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ [التوبة : ۱۱۲]
>
> ''(مؤمن بندے) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے''۔

اور اللہ رب العزت سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۵ میں فرماتے ہیں:

> ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ ﴾ [الاحزاب : ۳۵]
>
> ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے

> مرد اور ذکر کرنے والیاں۔ ان (سب) کے لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے"۔

غور فرمائیے! ان دونوں مقامات پہ رب ارض وسماء نے اہل ایمان کی خوبیوں، خصلتوں اور اچھی صفتوں میں ایک اچھی خصلت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بکثرت روزے رکھتے ہیں۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں روزوں کی مجموعی فضیلت مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے۔

متفق علیہ حدیث ہے، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام "ریان" (سیراب کرنے والا) ہے اس دروازے سے صرف روزے داروں کا داخلہ ہوگا"۔ [1]

اور بخاری و مسلم کی ہی دوسری روایت میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "آدم کے بیٹے کے تمام نیک اعمال کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یعنی حدیثِ قدسی ہے کہ "سوائے روزہ کے بلاشبہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضا مندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہوگی اور روزے دار کے منہ کی مہک اللہ کے ہاں کستوری کی مہک سے بہتر ہے اور روزہ (گناہوں سے) محفوظ رکھتا ہے اور جب تم نے روزہ رکھا ہو تو فحش گفتگو سے احتراز کیا جائے اور نہ جھگڑا کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اسے گالیاں دے یا اس سے لڑائی کرے تو اسے (معذرت کرتے ہوئے) کہے، میں روزے سے ہوں"۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب الریان للصائمین (١٨٩٦) و مسلم (١١٥٢) والترمذی (٧٦٥) و ابن ماجہ (١٦٤٠).

[2] صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب ھل یقول إنی صائم اذ شتم (١٩٠٤).

نفلی روزوں کی جزوی اور انفرادی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے مختلف مہینوں اور دنوں کے نفلی روزوں کی مختلف انداز میں فضیلت اور شان بیان فرمائی ہے۔

ماہِ محرم کے نفلی روزے:

صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ)). [1]

"رمضان کے بعد زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے (نزدیک) محرم کے ہیں"۔

لیکن آج لوگوں نے ماہِ محرم میں بے شمار بدعات وخرافات بنا رکھی ہیں اور ان بدعات وخرافات میں خوب کھایا اور کھلایا جاتا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مہینے میں بکثرت روزے رکھنے کی ترغیب دی ہے۔

ماہِ شعبان کے روزے:

بخاری ومسلم کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

((كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلاَّ قَلِيْلاً)). [2]

"کہ آپ شعبان کے اکثر دنوں کے روزے رکھتے تھے اور شعبان کے صرف چند دنوں کے روزے نہیں رکھتے تھے"۔

لیکن آج لوگوں نے ماہِ شعبان کو بدعات وخرافات اور آتش بازی کا مہینہ بنالیا ہے اور جو کام رسول اللہ ﷺ اس مہینے میں کیا کرتے تھے (یعنی بکثرت نفلی روزے رکھنا)

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم (١١٦٣) وابوداؤد (٢٤٢٩) والترمذی (٧٤٠) واحمد (٣٤٢/٢).

[2] صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب صوم شعبان (١٩٦٩) و مسلم (١١٥٦) و ابوداود (٢٤٣٤).

وہ کام آج لوگ نہیں کرتے۔ الٹا آتش پرستوں کی نقل میں آتش بازی جیسا شیطانی کھیل کھیلتے ہیں۔ اور شب براءت جیسی بدعات وخرافات پر پہرہ دیتے ہیں۔ اور دعویٰ محبت رسول ﷺ کا کرتے ہیں۔

ماہِ شوال کے چھ روزے:

صحیح مسلم میں ہے' حضرت ابوایوب انصاری ؓ نے عمر بن ثابت ؒ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے سال بھر روزے رکھے"۔ [1]

بعض لوگ شوال کے ان چھ روزوں کے بارے ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان روزوں کی ابتداء عید کے دوسرے دن سے کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ بلکہ ماہِ شوال کے اندر اندر جب بھی یہ روزے رکھے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

عشرہ ذوالحجہ کے روزے:

سنن نسائی کی حدیث ہے' حضرت حفصہ ؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ چار کام کبھی نہیں چھوڑتے تھے:

❶ عاشوراء کا روزہ۔

❷ ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے روزے۔

❸ ہر مہینے میں تین روزے۔

❹ فجر سے پہلے دو سنتیں۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال... (١١٦٤).

[2] سنن النسائي، كتاب الصيام، باب كيف يصوم ثلاثة أيام من كل شهر؟ (٢٢٠/٤).

ان دس دنوں کے اعمال صالحہ کی فضیلت:

صحیح البخاری کی ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حبر الامۃ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں:

((مَامِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْهِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ الْعَشْرَةِ)). ①

"کسی دن کا کوئی عمل صالح اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا اور محبوب نہیں جتنا ذوالحجہ کے دس دنوں کا نیک عمل اللہ کو پیارا اور محبوب ہے"۔

عاشوراء کا روزہ:

صحیح مسلم کی حدیث ہے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عاشوراء کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے"۔ ②

سبحان اللہ! کتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک روزے سے سال بھر کے (صغیرہ) گناہوں کی بخشش ہو جائے۔

آج لوگ عاشوراء والے دن لوگوں کو زبردستی پانی پلاتے ہیں، شیرینی کھلاتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اس دن روزہ رکھا ہے۔ یہ عجیب محبتِ رسول ﷺ ہے۔

یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کا روزہ:

صحیح مسلم کی روایت ہے، نبی ﷺ نے عرفہ کے دن کے روزے کے متعلق فرمایا:

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ اس سے پہلے سال اور اس کے بعد کے سال کا

---

① سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر (٢٤٣٤) والترمذی (١٥٨/٢) وابن ماجه (١٧٣١).

② صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر ... (١١٦٢) و ابوداؤد (٢٣٢٥) واحمد (٢٩٦/٥).

کفارہ ہے‘‘۔[1]

اس دن کی اور بھی بڑی فضیلت کتب حدیث میں موجود ہے۔

سوموار اور جمعرات کے دن کا روزہ:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا‘ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فِيهِ وُلِدْتُّ، وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ)).[2]

’’میں اس دن پیدا ہوا اور اس دن ہی مجھ پر وحی نازل کی گئی‘‘۔

اور ترمذی میں ہے‘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ)).[3]

’’سوموار اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں‘ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش ہو تو میرا روزہ ہو‘‘۔

اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی پیدائش والے دن روزہ رکھا‘ لیکن آج محبت رسول ﷺ کے کھوکھلے دعویداروں نے اس دن کو عید اور جشن کا دن بنا دیا ہے عجیب عقیدت ہے؟

جمعہ کے دن کا روزہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن کا روزہ بہت کم ہی چھوڑتے تھے۔[4]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ... (١١٦٢) وابن ماجه (١٧٣٠) والحميدى (٤٢٩).

[2] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر (١١٦٢).

[3] سنن ابى داؤد، كتاب الصوم، باب فى صوم الاثنين والخميس (٢٤٣٦) و احمد (٢٠١/٥).

[4] جامع الترمذى، كتاب الصوم، باب ما جاء فى صوم يوم الجمعة، رقم: ٧٤٢.

ہر مہینے میں تین روزے رکھنا:

صحیح مسلم میں حدیث ہے، حضرت معاذہ عدویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا، میں نے ان سے پوچھا کہ مہینے میں کون سے دنوں کے روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے بتایا، آپ کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینے کے کن دنوں کے روزے رکھیں۔ [1]

یوں زیادہ تر آپ یہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو رکھا کرتے تھے۔ ان روزوں کی آپ بڑی ترغیب دیا کرتے تھے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا:

((صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّهٖ)).

"ہر ماہ میں تین روزے رکھنا یہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں"۔

اس لیے:

((صُمْ کُلَّ شَھْرٍ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ)). [2]

"ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو"۔

یہ صوم داؤدی ہے، یعنی حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔

ممنوعہ نفلی روزے

صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر (۲۷٤٤) والترمذی (۷٦۳) وابوداود (۲٤۵۳) وابن ماجه (۱۷۰۹).

[2] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر (۲۷٤٦) والترمذی (۷٤۹).

”تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے ہاں البتہ جب اس سے پہلے یا اس کے بعد والے دن کا روزے رکھے“۔ ①

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”راتوں میں سے جمعہ کی رات قیام کے ساتھ اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص نہ کیا کرو۔ ہاں! اگر اس تاریخ کو تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھتا تھا تو پھر درست ہے“۔ ②

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ. ③

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید قربان کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا“۔

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو دنوں کے روزے (جائز) نہیں ہیں“۔ ④

عید الاضحیٰ کے بعد تین دن (جنہیں ایام تشریق کہتے ہیں) کا روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں“۔ ⑤

---

① صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب صوم یوم الجمعة (١٩٧٥) ومسلم (١١٤٤) والترمذی (١١٩/٣).

② صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراهة صیام یوم الجمعة منفردا (١١٤٣) والبیهقی (٣٠٢/٤).

③ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الفطر (١٩٩١) وابن ماجه (١٧٢١) واحمد (٣٤/٣).

④ بخاری، الصوم، باب صوم یوم الفطر (١٩٩١) و مسلم (١١٣٨) و ابن ماجه (١٧٢١).

⑤ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم یوم الفطر.....

صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے:

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنی بہن صمّاء سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو مگر وہ روزہ جو تم پر فرض ہے اگر تم میں کوئی شخص کھانے کو کچھ نہیں پاتا سوائے انگور کے چھلکے کے یا کسی درخت کی ٹہنی کے تو اسے ہی چبا لے تا کہ ہفتہ کا روزہ ثابت نہ ہو“۔ ①

سال بھر مسلسل روزے رکھنا ممنوع ہے:

اس کے متعلق تو رسول اللہ ﷺ نے بڑے سخت الفاظ ارشاد فرمائے:

((لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ)). ②

یعنی اسے ایک روزے کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔

گویا کہ ”اس نے نہ روزہ رکھا نہ افطاری کی“۔

دوسری روایت میں ہے:

((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ)). ③

”جس نے ہمیشہ سال بھر روزے رکھے اس نے (یوں سمجھئے) روزہ رکھا ہی نہیں“۔

من گھڑت نفلی روزے:

بعض لوگوں نے اپنی طرف سے بعض روزے بنا رکھے ہیں۔ مثلاً:

معراج شریف کا روزہ:

قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں یہ بدعت ہے اس پر اجر و ثواب کی

---

① صحیح سنن أبی داؤد، کتاب الصوم، باب النهی أن یخص یوم السبت بصوم (۲۱۱٦) والترمذی (۷٤٤) والدارمی (۱۹/۲) وابن ماجه (۷۲٦).

② صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدهر (۱۱۵۹) و احمد (۱٦٤/۲).

③ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم داوٗد (۱۹۷۹) و مسلم (۱۱۵۹) و ابن حبان (۳۵۷۱) و احمد (۱٦٤/۲).

بجائے دوسری نیکیوں کے ضائع ہونے کا امکان ہے۔ معراج کا روزہ کہاں سے آ گیا۔ جبکہ واقعۂ معراج کی تاریخ ہی قرآن وحدیث میں کہیں درج نہیں کہ کس مہینے کی کون سی تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا۔

شب براءت کا روزہ:

ماہِ شعبان میں بکثرت روزے رکھنے کا ثبوت تو کتب حدیث میں موجود ہے (جس طرح آپ آج کے خطبہ میں بھی سن چکے ہیں) لیکن اس ماہ میں صرف شب براءت (نصف شعبان) کا روزہ رکھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں یہ بدعات وخرافات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق بکثرت نفلی روزے رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور بدعات وخرافات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تخیلاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ ﴾ [الحجرات : ۷]

وہ لوگ کتنے خوش بخت اور سعادت مند تھے جنہیں حالتِ ایمان میں سید الرسل خاتم النبیین امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت و رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہی ان کی نجات و کامرانی کے لیے کافی تھا' کیونکہ جامع الترمذی میں نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی موجود ہے:

((لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ)).①

"جس مسلمان نے مجھے دیکھنے کا اعزاز حاصل کر لیا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی"۔

وہ لوگ اس قدر مبارک اور پاکیزہ تھے۔ صحیح البخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا' اور آپ اکثر آسمان کی طرف نگاہ مبارک اٹھایا کرتے تھے آپ نے چمکتے ہوئے تاروں کو دیکھا تو فرمایا:

((اَلنُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَآءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَآءَ مَا يُوْعَدُ)).

---

① جامع الترمذي كتاب المناقب باب ما جاء في فضل من رأى النبي ﷺ و صحبهٗ رقم ٣٨٥٨.

”ستارے آسمان کے لیے علامت امن ہیں جب ستارے نہ رہیں گے آسمان پر وہ آفت آجائے گی جس کا اس کو وعدہ دیا گیا ہے“۔

((وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَّصْحَابِیْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَتَی اَصْحَابِیْ مَایُوْعَدُوْنَ)).

”اور میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نشان امن ہوں جب میں چلا جاؤں گا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم پہ وہ تکلیفیں اور آزمائشیں آجائیں گی جن کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے“۔

((وَاَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِیْ اَتَی اُمَّتِیْ مَاتُوْعَدُ)). [1]

”اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے لیے نشانی امن ہیں جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم چلے جائیں گے۔ میری اُمت پہ وہ تکلیفیں آئیں گی جن کا امت کو وعدہ دیا گیا ہے“۔

غور کیجئے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیغمبر اسلام نے اُمت محمدیہ ﷺ کے لیے نشان امن اور علامت امن قرار دیا ہے۔ یہیں پہ بس نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس حضرات ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرا کوئی صحابی دنیا کے کسی بھی خطے میں وفات پائے گا وہ کل قیامت کے دن اس پورے علاقے کے لوگوں کے لیے قائد اور روشن مینار کی طرح کھڑا کیا جائے گا“۔ [2]

یہ ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: جنہیں رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی ڈگری اور سند خالق کائنات نے دی ہے اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت میں اللہ کی خصوصی نگرانی اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت و رفاقت کا اثر تھا اس لیے ان لوگوں کے تخیلات بہت اونچے تھے ان کی نظروں میں اس عارضی دنیا کی کوئی خاص قدر و منزلت نہیں تھی ان کی نگاہوں کے سامنے ایک ہی منزل تھی اور ان کا نصب العین صرف یہی تھا کہ دنیا میں ایمان اور عمل صالح میں دوسروں سے آگے نکل جائیں اور آخرت میں پیغمبر کی رفاقت اور جنت کا داخلہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان أن بقاء النبی ﷺ أمان لاصحابه (٦٤٦٦).

[2] جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب فیمن سبّ أصحاب النبي ﷺ، رقم: ٣٨٦٥.

مل جائے۔

آیئے! چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تخیلات کیا تھے، ان کی سوچ کیا تھی۔ ان کے جذبات کس طرح کے تھے۔ صحیح البخاری میں ہے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دروازوں کا تذکرہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ)).

"جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ریان، الصدقۃ، الجہاد اور الصلاۃ وغیرہ"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہر گزرنے والا ایک ہی دروازے سے گزر کر جنت میں داخل ہوگا لیکن کیا کوئی ایسا خوش قسمت بھی ہوگا کہ جسے جنت کے آٹھوں دروازوں سے آواز پڑے۔ آؤ! ہمارے دروازے سے گزر کر جنت میں جاؤ، باب الصلاۃ کا دربان کہے میرے دروازے سے گزرو، باب الصدقہ کا دربان کہے میرے دروازے سے گزرو، باب الجہاد کا دربان بے تاب ہو کہ میرے دروازے سے گزرو، باب الریان کا دربان پکار رہا ہو کہ میرے دروازے آپ کے لیے کھلے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَعَمْ! وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ)).[1]

"ہاں ایسے خوش قسمت لوگ بھی ہوں گے جنہیں جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارا جائے گا، اور مجھے یقین ہے کہ ابوبکر! آپ انہیں میں سے ہوں گے"۔

کیسی سوچ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اور اس عظیم تخیل اور سوچ کا نتیجہ بھی کتنا اعلیٰ ہے۔

صحیح مسلم اٹھایئے! حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے رات بھر مستعد رہتا تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی اشیاء (مسواک وغیرہ) لاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳۶۶۶).

((سَلْ)) ''سوال کرو''۔

میں نے عرض کیا' میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس کے علاوہ (بھی تیرا کوئی سوال) ہے؟'' میں نے کہا بس یہی سوال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)). [1]

''تو مجھے اپنے نفس کے مقابلہ میں زیادہ نوافل ادا کر کے میری مدد کرنا ہوگی''۔

مطلب یہ ہے کہ زیادہ نوافل ادا کرو' تہجد' ضحیٰ' سنن راتبہ کو معمول بناؤ تو پھر میں آپ کے حق میں اللہ کی بارگاہ میں درخواست کرسکوں گا کہ تجھے میری رفاقت مل جائے۔ بہر حال اس واقعہ سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمدہ تخیلات کا پتہ چلتا ہے۔

اور صحیح مسلم کی ہی دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت معدان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے کہا' مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیں کہ وہ عمل کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے۔ وہ خاموش ہوگیا۔ میں نے اس سے پھر سوال کیا۔ وہ خاموش ہوگیا۔ پھر میں نے اس سے تیسری بار دریافت کیا' اس نے بیان کیا کہ میں نے یہ سوال رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''تجھے کثرت کے ساتھ نوافل ادا کرنے چاہئیں بلاشبہ جب تو اللہ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرے گا تو اللہ اس سجدے کی وجہ سے تیرا ایک درجہ بلند فرمائے گا''۔ معدان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' بعد ازاں میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے دریافت کیا' انہوں نے بھی مجھے اسی طرح کا جواب دیا جس طرح مجھے ثوبان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا۔ [2]

دیکھئے! کیسی سوچ ہے؟ کہ کسی طریقے سے جنت کا داخلہ مل جائے' کسی طریقے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ (٤٨٩) وابوداؤد (١٣٢٠) والبیہقی (٢/٤٨٦).

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، رقم: ١٠٩٣.

سے آخرت میں سعادت ونجات مل جائے' دنیا کی انہیں تڑپ ہی نہیں تھی' ان کی ایک ہی تڑپ تھی' آخرت سنور جائے۔

اور متفق علیہ روایت ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فقیر مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا' مالدار لوگ اجر وثواب اونچے درجات اور (آخرت کی) دائمی نعمتیں لے گئے' آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''وہ کیسے؟'' انہوں نے بیان کیا وہ ہماری طرح نمازیں ادا کرتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقات دیتے ہیں جو ہم نہیں دیتے' وہ (غلاموں کو) آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کے ساتھ تم سبقت لے جانے والوں کے برابر ہوجاؤ گے اور ان لوگوں سے آگے ہوجاؤ گے جو (رتبے میں) تم سے پیچھے ہیں اور کوئی مالدار تم سے افضل نہیں ہوگا۔ سوائے اس کے جو ایسا عمل کرے جو تم کرتے ہو''۔ انہوں نے جواب دیا' ضرور اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: ''تم فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمدللہ کے کلمات کہو''۔ ابوصالح کہتے ہیں: کہ فقیر مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا' ہمارے مالدار بھائیوں نے ان (کلمات کو) سنا اور انہوں نے بھی وہی کیا جو ہم نے کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے''۔ ①

غور فرمائیے! فقیر مہاجرین کو یہ تڑپ نہیں کہ ہمیں دنیا میں مال ومنال مل جائے' کوٹھی بنگلہ مکان مل جائے' نہیں' انہیں صرف یہ تڑپ ہے کہ ہم آخرت میں بلند درجات سے محروم نہ ہوجائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صدقہ کریں۔ اس دوران میرے پاس کچھ مال آگیا۔ میں نے (دل میں) خیال کیا کہ اگر کسی روز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (صدقہ کرنے میں) سبقت لے سکوں تو آج کے دن ان سے

---

① صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة (٥٦٧) واحمد (٢/٣٧١).

آگے رہوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اپنا آدھا مال لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) دریافت کیا کہ: ''آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے''۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے جواب دیا کہ اسی قدر (یعنی آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں اور آدھا مال آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) دریافت کیا: ''اے ابوبکر! آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا' میں نے اپنے گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی رضا) کو چھوڑا ہے۔

(عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے (دل میں) خیال کیا کہ میں کبھی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول!

مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟

''قیامت کے دن لوگوں میں سے آپ کی سفارش کی سعادت کس کو حاصل ہوگی''۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب دینے سے پہلے) ارشاد فرمایا: ''اے ابوہریرہ! مجھے یقین تھا کہ مجھ سے یہ حدیث سب سے پہلے آپ ہی پوچھیں گے' کیونکہ آپ حدیث سیکھنے پر بڑے حریص ہیں۔ پھر جواب ارشاد فرمایا:

((اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ)). [2]

''قیامت کے دن میری سفارش کی سعادت اس شخص کو حاصل ہوگی جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا''۔

---

[1] جامع الترمذی، رقم: ۳۶۷۵. سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، رقم: ۱۶۷۸.

[2] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث.

غور فرمائیے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کیسا عظیم تخیل ہے کہ اس مسئلے میں فکر مند ہیں کہ کل قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی سفارش کی سعادت کیسے حاصل ہوگی۔

یہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دربار نبوت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! (میری ایک پریشانی ہے) میں آپ سے بہت ساری احادیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی چادر بچھاؤ''۔ میں نے چادر بچھائی، آپ ﷺ نے اس پر اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ چلو ڈالا پھر فرمایا: ''اسے اپنے سینے سے لگا لو''۔ کہتے ہیں: میں نے چادر کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا، پھر اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔[1]

سبحان اللہ! کیسی سوچ ہے، بھوک کا فکر نہیں، پیاس کا فکر نہیں، کوئی اور پریشانی سر پر سوار نہیں، صرف یہ پریشانی ہے کہ مجھے احادیث بھول جاتی ہیں، اور جذبہ اتنا سچا تھا کہ معجزے کا ظہور ہو گیا اور خالق کائنات نے معجزانہ طور پہ قوتِ حافظہ کو بڑھا دیا۔

سبحان اللہ! کیسی سوچ ہے، کیسے پاکیزہ تخیلات ہیں، کیسے عمدہ جذبات ہیں کہ نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا ذوق شوق ہے۔ یہ وہ مقابلہ، اور دوڑ ہے جس کا حکم اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بار بار دیا ہے، کہیں سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [البقرة: ١٤٨]

''نیکی (کے میدان) میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لیے دوڑ لگاؤ''۔

کہیں سورہ آل عمران میں فرمایا:

﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [آل عمران: ١٣٣]

''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے جلدی کرو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کی طرح ہے، جو متقیوں کے لیے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب حفظ العلم.

تیار کی گئی ہے''۔

کہیں سورۃ الحدید میں فرمایا:

﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ○ ﴾ [الحديد : ٢١]

غور فرمائیے! خالق کائنات نے الفاظ بدل بدل کر اس مقابلے کی ترغیب دی: فَاسْتَبِقُوْا۔ سَارِعُوْٓا۔ سَابِقُوْا۔ اور کہیں رب ارض وسماء نے ان مؤمنین اہل کتاب کی تعریف کی جو اس قسم کا مقابلہ کرتے ہیں: وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ۔ اور وہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں (نیز یاد رہے مؤمنین اہل کتاب سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے تھے) اور کہیں رب کائنات نے نبیوں اور رسولوں کی یہ صفت بتلائی ہے کہ وہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ ○ ﴾ [الأنبياء : ٩٠]

''یقیناً یہ انبیاء ورسل نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے''۔

یہ وہ مقابلہ ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی دلچسپی سے حصہ لیا' لیکن آج ہمارے مقابلے کس طرح کے؟ مقابلہ حسن' مقابلہ کھیل' رسم ورواج میں مقابلہ' کوٹھی اور بنگلے میں مقابلہ' سوٹ بوٹ میں مقابلہ......

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تخیلات کتنے پاکیزہ تھے ان کی سوچ کتنی بلند تھی' ان کے جذبات کتنے اعلیٰ تھے۔ کہ وہ کبھی جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارے جانے کی خواہش کا اظہار کرتے' کبھی جنت میں داخلے کی تمنا کرتے' کبھی جنت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتے اور ان کے یہ تخیلات اور آرزوئیں صرف زبانی کلامی نہ تھیں' بلکہ ان اعلیٰ خواہشات کے حصول کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعمال وعبادات پوچھتے' اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ ان پاکیزہ سیرت لوگوں کے متعلق قرآن

مجید میں رب کائنات کا اعلان موجود ہے۔ سورۃ الحجرات پڑھیے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایمان کو ان کے دلوں اور سینوں کی زینت بنایا تھا''۔

اور کفر وفسق اور گناہ ونافرمانی سے ان کے دل پاک کر دیئے تھے' بلکہ فسق وفجور کی نفرت ان کے دلوں میں بٹھادی تھی اور ان سب کے متعلق یہ سرٹیفکیٹ جاری کر دیا:

﴿ أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ ﴾ [الحجرات : ۷]

کہ یہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہدایت یافتہ اور کامیاب وکامران ہیں۔ اللہ ہمارے دلوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی سچی عظمت ومحبت پیدا فرمائے اور ہمارے تخیلات اور جذبات بھی ان کی طرح پاکیزہ اور عمدہ بنائے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شرمگاہ کی حفاظت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ○ ﴾ [المؤمنون: ۵ تا ۷]

جس طرح کان، آنکھ، دل اور زبان انتہائی حساس اعضاء ہیں اور ان کی درستگی انتہائی مفید و نافع اور ان کا بگاڑ بہت مضر اور تباہ کن ہے۔ اسی طرح کا معاملہ شرمگاہ کا ہے۔

قرآن و سنت میں شرمگاہ کی حفاظت کے لیے خصوصی احکامات جاری کیے گئے ہیں اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ کہیں سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں کامیاب مؤمنوں اور جنت کے وارثوں کی صفات حمیدہ اور خصائل جمیلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ ﴾ [المؤمنون: ۵۔۶]

”اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں“۔

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ○ ﴾ [المؤمنون: ۷]

"جو اس کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کریں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں"۔

کہیں سورۃ الاحزاب میں مؤمن مسلمان مردوں اور عورتوں کی عمدہ خصلتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ ﴾ [الأحزاب: ٣٥]

کہ مؤمن مسلمان مرد اور عورتیں اپنی شرمگاہوں کی خوب حفاظت کرتے ہیں اور اپنا دامن بدکاری و غلط کاری اور شرمگاہ کی آوارگی سے بچا کر رکھتے ہیں۔

سورۃ الفرقان میں بھی عِبَادُ الرَّحْمٰنِ (رحمٰن کے سچے اور مخلص بندوں) کا تذکرہ کرتے ہوئے اور ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا يَزْنُوْنَ ﴾

رحمٰن کے بندے بدکاری نہیں کرتے بلکہ پاک دامن ہوتے ہیں۔ اور شرمگاہ کی حفاظت اور پاک دامنی نبوی صفت ہے۔

سورۂ یوسف میں ہے:

﴿ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾

[یوسف : ٢٣]

"اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے' یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازے بند کر کے کہنے لگی لو آ جاؤ۔ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے' مجھے اس نے بہت اچھی رہنے کی جگہ دی ہے' یقیناً بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا"۔

غور کیجئے! حضرت یوسف علیہ السلام بھرپور نوجوان تھے' اور خود عورت دعوت دے رہی تھی' سارے انتظامات کر رہی تھی دروازے بند کر کے جناب یوسف علیہ السلام کو ورغلا رہی تھی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام اس کے دام فریب میں نہیں آئے' حتیٰ کہ بعد میں اس عورت نے بڑی سازشیں کیں' جناب یوسف علیہ السلام کو جیل جانا پڑا' چند سال جیل میں

رہے لیکن عفت و پاک دامنی کی سفید چادر پہ دھبہ نہیں لگنے دیا۔

اور سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

[آل عمران : ۳۹]

”پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، ضابطِ نفس (یعنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا، پاک دامن) اور نبی ہے (اور) نیک لوگوں میں سے ہے“۔

یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے عمدہ خصائل وفضائل میں نمایاں طور پہ یہ صفت بیان کی کہ وہ انتہائی پاکدامن اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور اللہ رب العزت کے ہاں یہ پاک دامنی والی صفت اس قدر عظیم صفت ہے کہ رب ارض وسماء نے عظیم المرتبت پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ مریم صدیقہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بارہا اس صفت کا ذکر فرمایا ہے:

﴿ وَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ [الأنبياء : ۹۱]

”اور وہ پاک دامن بی بی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے لیے نشانی بنا دیا“۔

اس مقام پہ رب کائنات نے جناب مریم صدیقہ کا نام لینے کی بجائے صرف یہ کہہ کر تذکرہ فرمایا:

”اور وہ عورت جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی......“۔

اور سورۃ التحریم میں ہے:

﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ ۝ ﴾[التحریم:۱۲]

''اور (مثال بیان فرمائی) مریم بنت عمران کی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ عبادت گزاروں میں سے تھی''۔

سبحان اللہ! شرمگاہ کی حفاظت، پاکدامنی اور نفس پہ قابو پانا کیسی عظیم صفت اور خوبی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نبیوں، ولیوں اور نیک عورتوں کی صفت قرار دے رہے ہیں۔

جناب سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

عظیم المرتبت پیغمبر، خلیل اللہ کا لقب واعزاز پانے والے رسول، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ جناب سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سفر ہجرت کر رہے ہیں راستے میں ایک ظالم بادشاہ کے پاس سے گزرے بادشاہ کے کارندوں نے بادشاہ کو بتلایا: ایک شخص اپنی خوبرو بیوی کے ساتھ یہاں سے گزر رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا اس شخص کو پکڑ لو۔ پکڑ کر لایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے لوگوں سے بات کی اور فرمایا میرے ساتھ میری بہن ہے (کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم اور جناب سارہ رضی اللہ عنہا کے سوا پوری دنیا میں کوئی مسلمان نہیں لہٰذا اسلامی اخوت کے اعتبار سے ہی دونوں بہن بھائی تھے۔ اس لیے یہ جھوٹ نہیں تھا) بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑا اور جناب سارہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے کہا: کہ میں نے بادشاہ کو یہ بتلایا ہے کہ یہ میری بہن ہے: کیوں کہ روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مؤمن نہیں۔ لہٰذا ایمانی اخوت کے اعتبار سے تو میری بہن لگتی ہے۔ اس لیے مجھے وہاں جھوٹا نہ کرنا۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ظالم بادشاہ کے دربار میں پیش کیا گیا، اس ظالم بادشاہ کی نیت خراب ہونے لگی۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جلدی سے اٹھیں وضو کیا اور نماز شروع کردی اور نماز میں دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِيْ اِلَّا عَلٰى

زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ)).

’’یا اللہ! اگر میں تجھ پہ اور تیرے رسول پہ ایمان رکھتی ہوں، اور میں نے اپنی شرمگاہ کو اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے بچا کر رکھا ہے، تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ ہونے دے‘‘۔

(غور فرمایئے! پاکدامنی اور شرمگاہ کی حفاظت کس قدر عظیم عمل ہے اور اللہ کے ہاں کس قدر محبوب ہے، کہ اللہ کی اس نیک بندی نے اللہ کی بارگاہ میں اپنی پاکدامنی کا حوالہ دے کر دعا کی) اللہ نے دعا قبول فرمالی۔ بادشاہ منہ کے بل زمین پہ گرا، منہ سے جھاگ بہنے لگا، ایڑیاں رگڑ رگڑ کے تڑپنے لگا اور زور زور سے چیخنے چلانے لگا۔ حتیٰ کہ ایسے آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی بیل ذبح کیا جا رہا ہو۔ جناب سارہ رضی اللہ عنہا نے سوچا اگر یہ مر گیا قتل کا الزام مجھ پہ آئے گا، فوراً دعا کی، یا اللہ! اسے چھوڑ دے اسے ہلاک نہ کرنا۔ وہ ٹھیک ہو گیا: لیکن وہ اس قدر ضدی، بدقماش اور بدعمل تھا کہ اس نے عبرت نہ پکڑی، پھر برے ارادے سے آگے بڑھنے لگا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر نماز شروع کر دی اور یہی دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ)).

بادشاہ پھر منہ کے بل زمین پہ گرا، چیخنے چلانے لگا اور ایڑیاں رگڑ کر تڑپنے لگا۔ دوبارہ پھر جناب سارہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ مر گیا تو قتل کا الزام مجھ پہ آئے گا۔ پھر دعا کی:

یا اللہ! اسے قتل نہ کرنا۔ سبحان اللہ! کیسی نیک اور پاکدامن خاتون ہے کہ اس کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ بادشاہ پھر ٹھیک ہو جاتا ہے، لیکن ابھی تک اس ظالم اور بدکار بادشاہ کا دماغ ٹھیک نہیں ہوا وہ پھر برے ارادے سے آگے بڑھتا ہے۔ جناب سارہ رضی اللہ عنہا پھر نماز شروع کر دیتی ہیں پھر دعا کرتی ہیں۔ اللھم ان... الخ بادشاہ پھر منہ کے بل گرتا ہے، تڑپنے لگتا ہے، چیخنے چلانے لگتا ہے۔ جناب سارہ رضی اللہ عنہا پھر دعا کرتی ہیں

یا اللہ! اسے قتل نہ کرنا۔ وہ پھر ٹھیک ہو جاتا ہے اب اس بدقماش بادشاہ کا دماغ ٹھکانے آ جاتا ہے۔ درباریوں کو بلاتا ہے اور کہتا ہے۔ او میرے درباریو! تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے تم کسی جنی کو لے کر آئے ہو اسے باعزت طریقے سے رہا کر دو اور اس کی خدمت کے لیے ہاجرہ نامی عورت اسے تحفے میں دے دو۔ جناب سارہ رضی اللہ عنہا جلدی سے اپنے شوہر نامدار جناب خلیل کے پاس آتی ہیں اور خوشی سے کہتی ہیں:

> ''اللہ نے ظالم بادشاہ کو منہ کے بل گرایا' اور خدمت کے لیے یہ ہاجرہ نامی عورت بھی دلوائی ہے''۔ [1]

یہ سب پاکدامنی اور شرمگاہ کی حفاظت کی برکات تھیں یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ صحیح البخاری میں موجود ہے۔

بہرحال پاک دامنی اس قدر عظیم عمل ہے کہ اللہ رب العزت نے دین اسلام میں پاکدامنی کے لیے' اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے' بڑے بڑے احکام جاری کیے ہیں اور بڑے قواعد وضوابط مقرر فرمائے ہیں۔

پہلا ضابطہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَاءَةَ. فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)). [2]

''نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح (کے اخراجات) کی استطاعت پائے۔ وہ نکاح کرے اس لیے کہ نکاح نظر کو نیچا کرتا ہے اور شرمگاہ کو تحفظ عطا کرتا ہے اور جو شخص اخراجات برداشت نہ کر سکے وہ روزے رکھے اس لیے کہ روزے اس

---

[1] البداية والنهاية (١/١٤٣).

[2] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي ﷺ من استطاع الباءة فليتزوج (٥٠٦٥) و مسلم (١٤٠٠) و ابوداؤد (٣٠٤٦).

کی جنسی شہوت کو قابو میں کر دیں گے“۔

اللہ اکبر! حکم تو یہ تھا کہ اگر نکاح کے وسائل نہیں تو بکثرت نفلی روزے رکھو تا کہ روزہ ڈھال کا کام دے، اور نفس پر قابو کی عادت ڈالے، لیکن آج رسموں رواجوں کی وجہ سے نکاح مہنگا اور مشکل بنا دیا گیا، اور نفلی روزوں کی بجائے گانے بجانے، فلم ڈرامے اور ناول افسانے کو معمول بنا لیا، جس کے نتیجے میں بدکاری و زنا کاری عام ہو گئی اور پاکدامنی و حیاء کا جنازہ نکل گیا۔

دوسرا ضابطہ: کان، آنکھ، دل اور زبان کی حفاظت:

کیونکہ ان چاروں چیزوں کی آوارگی اور بے راہروی سے بدکاری کا دروازہ کھلتا ہے اور ان چیزوں کی حفاظت شرمگاہ کی حفاظت ہے (اور ان چیزوں کی حفاظت کے سلسلے میں مفصل مضامین ہماری اسی خطبات میں موجود ہیں) آج نگاہوں کی آوارگی، کانوں کی آزادی زبان کی بے لگامی اور دل کی گمراہی نے بدکاری و زنا کا طوفان برپا کر رکھا ہے۔

تیسرا ضابطہ: مرد و زن کے اختلاط اور خلوت پر پابندی:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”عورتوں کے ہاں تنہائی میں جانے سے بچو“۔ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ دیور کے بارے میں بتائیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)).

> ”دیور تو موت ہے (یعنی اس کا تنہائی میں بھاوج کے پاس بیٹھنا موت کی طرح خطرناک ہے)“۔[1]

اور جامع ترمذی میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ. اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ)).[2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة إلاذ و محرم والدخول علی المغیبة.

[2] ترمذی، الفتن، باب ماجاء فی حفظ العورة (۲۷۹٤) و ابوداؤد (٤٠١٧).

''جب بھی کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔

اور واقعتہً ایسا ہی ہوتا ہے' جب بھی غیر محرم مرد وزن کسی جگہ خلوت اختیار کرتے ہیں تو ضرور خرابی رونما ہوتی ہے۔ وہ خلوت خواہ گاڑی اور رکشہ میں ہو، خواہ دکان اور دفتر میں ہو' خواہ گھر اور مکان میں ہو' خلوت خطرناک ہے۔ بڑے بڑے خطرناک واقعات اس سلسلے میں موجود ہیں۔

لیکن آج مرد وزن کی یہ خلوت عام ہوگئی ہے' جس کے نتیجے میں کنواری لڑکیاں مائیں بن رہی ہیں' حرام کی اولاد پیدا ہو رہی ہے' گندی اور ناجائز محبت کا جال بچھ رہا ہے' لڑکیاں اغواء ہو رہی ہیں۔

ماں باپ اور ولی کے بغیر عدالتی نکاح ہو رہے ہیں' جو نکاح نہیں بدکاری ہے اور اگر محبت میں ناکامی ہو جائے تو خودکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسی خودکشی کی وارداتیں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔

چوتھا ضابطہ: عورت کے لیے شرعی پردے کے احکامات:

سورۂ احزاب میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ ﴾ [الأحزاب : ۵۹]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی (کہ یہ پاکدامن ہیں) پھر وہ ستائی نہ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اور دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ

الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○﴾ [الاحزاب : ۳۳]

”اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے“۔

اور مسلم شریف میں ہے: جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جو ابھی میں نے نہیں دیکھیں: ایک قسم ظالم حکمرانوں کی...... اور دوسری قسم وہ عورتیں جو (معمولی) لباس پہنے ہوئے اور (باقی) ننگی ہیں (یعنی بے پردہ اور نیم برہنہ ہیں' لباس باریک ہے' اور تنگ ہے) ان کے دل غیر مردوں کی طرف مائل ہیں' اور وہ غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں' ان کے سر بختی اونٹوں کی لٹکی کوہانوں کی طرح ہیں (یعنی فیشن ایبل ہیں) ایسی (بے پردہ) عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی“۔ [1]

اور نسائی کی روایت ہے:

((اَيُّمَا امْرَاَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا اَيْ زَانِيَةٌ)). [2]

”جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے وہ زانیہ وبدکار ہے“۔

کیونکہ جب عورت بناؤ سنگھار کر کے بے پردہ ہو کر' خوشبو میں مہکتی ہوئی باہر نکلتی ہے تو مردوں کے جذبات بگڑتے ہیں۔ اس لیے بدکاری کی سزا میں عورتوں کو مقدم کیا گیا ہے آج اس بے پردگی کا نتیجہ ہے کہ قیامت کی نشانی: وَيَكْثُرُ الزِّنَا. (بدکاری عام ہو جائے گی) پوری ہوگئی ہے۔ اور آئے دن اغواء۔ اجتماعی زیادتی اور عدالتی نکاح کے باوجود باپ' بھائی اور شوہر سب دیوث بن چکے ہیں۔ شرم وحیاء کا جنازہ نکل گیا' آج دیوث باپ اپنی

---

[1] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات .... (٢١٢٨) و احمد (٨٦٧٣) والبيهقى (٢/٢٣٤).

[2] سنن النسائى، كتاب الزينة، باب ما يكره للنساء من الطيب (٥١٣٣).

بیٹی کو بے پردہ شہر میں گھماتا پھرتا ہے، بے شرم بھائی اپنی بہن کو بے پردہ بھگائے پھرتا ہے، بے حیاء شوہر اپنی بیوی کو تفریحی مقامات (پارکوں، ہوٹلوں، سیر گاہوں اور بازاروں) میں بے پردہ گھمائے پھرتا ہے......

پانچواں ضابطہ: عورت کے تنہا محرم کے بغیر سفر پر پابندی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے''۔ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں لڑائی میں میرا نام لکھا جا چکا ہے اور میری بیوی حج کرنے کے لیے گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَاَتِكَ)).[1]

''جا! اپنی بیوی کے ساتھ حج کر''۔

غور فرمائیں! رسول اللہ ﷺ نے عورت کا محرم کے بغیر حج کے لیے نکلنا گوارا نہیں کیا، بلکہ اس کے شوہر کا نام مجاہدین کی فہرست سے کاٹ کر اسے اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم دیا۔

اور ناطق وحی، محمد عربی فداہ ابی وامی ﷺ نے تو اس سلسلے میں ایک زبردست نمونہ پیش فرمایا، آپ کی ایک زوجۂ مطہرہ دن کی روشنی میں آپ کو مسجد نبوی میں ملنے کے لیے تشریف لائی (آپ ان دنوں مسجد نبوی میں معتکف تھے) جب وہ واپس جانے لگی تو رات چھا چکی تھی (آپ نے رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ جیسے پاکیزہ شہر میں بھی بیوی کا تنہا گھر جانا برداشت نہیں کیا) آپ معتکف (اعتکاف کے خیمے) سے باہر نکلے اور اپنی زوجۂ مطہرہ کو اس کے گھر کے دروازے تک چھوڑ کر آئے۔[2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب حج النساء (١٨٦٢) و مسلم (١٣٤١) و ابن ماجه (٢٩٠٠) و ابن حبان (٢٧٣١).

[2] صحيح البخاري، كتاب الاعتكاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد (٢٠٣٥) و مسلم (٢١٧٥).

اللہ اکبر! کتنا زبردست نمونہ ہے؟

پیغمبر کی بیوی تو ویسے ہی مؤمنوں کی ماں تھی، قرآن کہتا ہے:

﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ [الأحزاب : ٦]

"پیغمبر کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں"۔

لیکن آپ نے ثابت کیا کہ شرعی احکام سب کے لیے ہیں، کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔

لیکن آج بے حس باپ اپنی جوان بیٹیوں کو، عدیم الحیاء بھائی اپنی جوان بہنوں کو، دیوث شوہر اپنی بیوی کو، رکشہ ڈرائیور، ویگن ڈرائیور اور کار ڈرائیور کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بدکاری کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے حتیٰ کہ آج کئی عالمات فاضلات اور مبلغات محرم یا شوہر کے بغیر دور دراز کے سفر کرتی نظر آتی ہیں اس طرح کی تبلیغ ثواب نہیں خطرناک گناہ ہے۔ حج جو ارکان اسلام میں سے ہے، وہ عورت سے ساقط ہو جاتا ہے جب عورت کے ساتھ جانے والا کوئی محرم یا شوہر نہ ہو۔

آج لاہور، اسلام آباد، یا کراچی ہوائی اڈے سے تنہا عورت کو جہاز پر سوار کر دیتے ہیں کہ جدہ، ریاض، یا کسی ملک کے کسی ہوائی اڈے پر اس کا شوہر اسے وصول کرے گا۔ حالانکہ اس سلسلے میں بھی بڑے بڑے شرمناک واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ کئی دفعہ جہاز راستے میں موسمی خرابی کی وجہ سے یا فنی خرابی کی وجہ سے کسی ہوائی اڈے پر اتار لیا جاتا ہے، اور پھر جہاز کا عملہ ایسی اکیلی اور تنہا عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ اس سلسلہ میں کئی سچے واقعات موجود ہیں۔

ماضی قریب کا واقعہ ہے ایک عورت کو محرم یا شوہر کے بغیر جہاز میں سوار کیا گیا عورت خوبصورت تھی راستے میں جہاز کے عملے کی نیت خراب ہوگئی، انہوں نے جہاز فنی خرابی کا بہانہ بنا کر ایک ہوائی اڈے پہ اتار لیا، سارے مسافر جہاز سے اتار لیے، اور اس اکیلی عورت سے کہا: تو اکیلی بھلا کہاں جائے گی اس لیے تو جہاز میں ہی بیٹھی رہ۔ جب باقی تمام سواریاں جہاز سے اتر گئیں، جہاز کے عملے کے تمام افراد نے باری باری اس عورت سے بدکاری کی اور کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں تھا۔

او غیرتمند پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والو! اور غیور اسلاف کے سپوتو! آؤ غیرت کا مظاہرہ کرو اور اپنی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو قطعاً محرم کے بغیر سفر نہ کرنے دو۔

چھٹا ضابطہ: بات چیت، گفتگو اور مکالمے کے آداب واحکام:

اللہ رب العزت سورۂ احزاب میں فرماتے ہیں:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ ﴾ [الأحزاب:۳۲]

”اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو، تم نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق (سنجیدہ) کلام کرو“۔

سبحان اللہ! عورت کو کسی غیر محرم کے ساتھ نرم لہجے میں بولنے سے بھی منع کیا جا رہا ہے۔

لیکن آج ٹی وی، وی سی آر کے گندے سائے میں پرورش پانے والی عورتیں فون پر غیر محرموں سے گھنٹوں باتیں کرتی رہتی ہیں اور مردوں کو دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں......

عورت نماز میں لقمہ تک نہیں دے سکتی:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے اس لیے کہ ہاتھ پہ ہاتھ مار کر خبردار کرنا عورتوں کے لیے خاص ہے“۔ ①

اور ایک روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے اور ہاتھ پہ ہاتھ مار کر یاد دلانا عورتوں کے لیے خاص ہے“۔ ②

---

① و ② صحيح البخاري، كتاب العمل في الصلاة باب التصفيق للنساء، رقم: ۱۲۰٤.

لیکن آج گھنٹوں ٹیلی فون پہ آزادانہ گفتگو نے بدکاری کو عام کر دیا ہے اور اس گفتگو میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی حیاء نہیں۔

ذرا سوچئے! اسلام نے دورانِ نماز (اگر امام بھول جائے تو) عورت کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ بول کر امام کو یاد کروائے' بلکہ اسے اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ ہاتھ پہ ہاتھ مار کر بھولے ہوئے امام کو یاد کروائے۔

ساتواں ضابطہ: بدکاری وزنا کو انتہائی خطرناک گناہ قرار دینا:

دراصل پاکدامنی اور شرمگاہ کی حفاظت کے نتیجے میں انسانی نسل کی بقاء ہے' حلال ذریعے سے پیدا ہونے والی اولاد کی درست تربیت کی جاتی ہے۔ وہ اولاد معاشرے میں تباہی کا ذریعہ نہیں بنتی۔

اس کے برعکس بدکاری وزنا میں نسل انسانی کا خاتمہ ہے۔ جن علاقوں میں بدکاری عام ہے وہاں انسانی آبادی مسلسل کم ہو رہی ہے قومیں مٹ رہی ہیں ان کے دانشور پریشان ہیں اور حرام کی اولاد معاشرے کا سکون تباہ کرتی ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ میں بدکاری وزنا کو بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ ﴾ [بنی اسرائیل:۳۲]

''خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''۔

اسی طرح سورۃ الفرقان میں عباد الرحمان (رحمٰن کے سچے اور مخلص بندوں) کا تذکرہ کرتے ہوئے اور ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا يَزْنُوْنَ ۝ ﴾ [الفرقان: ٦٨]

''رحمٰن کے بندے بدکاری نہیں کرتے بلکہ پاکدامن ہوتے ہیں''۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اطمینانِ قلب

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ ﴾ [الرعد : ۲۸]

اس دنیا میں ہر کوئی سکون اور اطمینان قلب کا متلاشی ہے حتیٰ کہ لوگ سکون پانے کے لیے بہت کچھ کر گزرتے ہیں لیکن سکون نہیں ملتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ سکون حاصل کرنے کے لیے وہ طریقے اختیار کرتے ہیں جن سے سکون کی بجائے مزید بے سکونی ملتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں خواہشات کے پورے ہونے سے سکون ملتا ہے۔ مال ومنال کی بہتات اور سہولیات کی کثرت سے سکون ملتا ہے۔ یہ محض خوش فہمی اور مغالطہ ہے کتنے ہی لوگ ہیں جن کے پاس مال ومنال کے انبار لگے ہوتے ہیں۔ لیکن بے سکونی کی وجہ سے نیند تک نہیں آتی، گولیاں کھا کے سوتے ہیں۔

اور آج ذہنی امراض کے ہسپتال بڑھ رہے ہیں۔ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ معاشی پریشانی بھی کوئی نہیں، گھریلو مسئلہ بھی کوئی نہیں لیکن چین اور سکھ نہیں ہے۔ کیسے ہو؟ ہم نے سکون اور چین حاصل کرنے کا طریقہ بگاڑ لیا ہے۔ لوگ فلموں ڈراموں میں سکون ڈھونڈ رہے ہیں، کھیل تماشے میں جی لگا کر اطمینان قلب تلاش کر رہے ہیں، نہیں یہ سکون کی جگہ نہیں، یہ تو بے سکونی کے اسباب ہیں۔ ان سے اضطراب، بے چینی اور بے قراری تو

مل سکتی ہے سکون کبھی نہیں مل سکتا۔

آ ؤ: قرآن کریم اور رسول عربی ﷺ کی سیرت سے پوچھیں:

سکون کیسے ملے گا؟:

اللہ تعالیٰ نے سکون حاصل کرنے کے لیے کلی طریقہ بھی بتلایا ہے اور جزوی اسباب بھی بتلائے ہیں۔ کلی اور جامع طریقہ یہ ہے:

﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝ ﴾ [الرعد : ۲۸]

فرمایا: ”لوگو! کان کھول کر سن لو' دلوں کا اطمینان اور قلبی سکون اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے“۔

اور یہاں اللہ کے ذکر سے مراد قرآن وسنت ہے' یعنی قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کرنے سے دلوں کو قرار آتا ہے اور دل سکون پاتے ہیں۔

جس طرح سورۃ طٰہٰ میں فرمایا:

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ﴾ [طٰهٰ : ۱۲۳۔۱۲۴]

جو میری نازل کردہ ہدایات کے مطابق زندگی بسر کریں گے وہ نہ بھٹکیں گے اور نہ بیقراری و بدبختی کا شکار ہوں گے (وہ سعادت مندی اور سکون والی زندگی پائیں گے) اور جو میرے ذکر (قرآن وسنت) سے اعراض کریں گے ان کے لیے سکھ' چین اور سکون نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ تنگی' بے قراری اور بے سکونی والی زندگی پائیں گے' انہیں دنیا' قبر اور حشر کہیں بھی سکون نہیں ملے گا۔

سورہ نحل میں فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۝ ﴾ [النحل: ۹۷]

”جو مرد اور عورت نیک عمل کریں گے (اور کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزاریں گے)۔ ہم انہیں باوقار' ستھری اور پرسکون زندگی دیں گے“۔

دنیا میں بھی سکون، قبر میں بھی سکون اور حشر میں بھی سکون ہی نصیب ہوگا۔ تو سکون حاصل کرنے کے لیے یہ بڑی جامع نصیحت ہے کہ اپنی زندگی اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق بنالی جائے تو سکون مل جائے گا۔

اس لیے کہ گناہ، نافرمانی، فسق و فجور یہ تو دلوں کے روگ ہیں جن سے دل بگڑ جاتا ہے اور قرار نہیں پاتا۔ دیکھ لو! ایک تکلیف، مصیبت یا پریشانی ایک بے دین شخص کو آتی ہے وہ دیواروں کو ٹکریں مارتا ہے، خودکشی پہ اُتر آتا ہے۔ واویلا کرتا ہے حتیٰ کہ ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے، لیکن وہی صدمہ وہی تکلیف ایک دیندار متقی و پرہیزگار شخص کو پہنچتی ہے تو وہ تکلیف میں بھی پرسکون رہتا ہے، وہ خودکشی نہیں کرتا، وہ دیواروں کو ٹکریں نہیں مارتا وہ ذہنی توازن سے محروم نہیں ہوتا وہ مصیبت و پریشانی کو اللہ کا فیصلہ سمجھ کر قبول کر لیتا ہے، اور اللہ کی طرف سے اسے سکون ملتا ہے۔

اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ سے تعبیر فرمایا تھا:

> عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ)).[1]
>
> صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تعجب ہے ایمان دار شخص کی حالت پر کہ وہ اپنے تمام معاملات کو اپنے لیے بہتر سمجھتا ہے، (اگرچہ بظاہر معاملات بہتر نہیں ہوتے) یہ اعزاز صرف ایمان دار شخص کو حاصل ہوتا ہے کہ اگر اسے خوشی نصیب ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے تو (اس کا شکر ادا کرنا) اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے بیماری وغیرہ پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے تو اس کا صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے“۔

بہرحال ان آیات اور احادیث میں اطمینانِ قلب اور دلی سکون کا کلی ضابطہ دستور بیان کیا گیا ہے، اور وہ ایمان اور اتباعِ قرآن و سنت ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير (١٩٩٩).

اسی طرح قرآن و سنت میں سکون حاصل کرنے کے لیے کئی جزوی اسباب بھی بیان کیے گئے ہیں۔ آنکھیں دل کے ساتھ مربوط ہیں' دل اور آنکھوں کا آپس میں بڑا گہرا رشتہ اور تعلق ہے اس لیے شریعت میں آنکھوں کے متعلق دو ضابطے بتلائے گئے ہیں اگر ان پر عمل کر لیا جائے تو دل سکون پاتا ہے۔ انسان کے اندر دو خواہشات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

ایک مادی خواہش کہ کھانے' پینے' پہننے کو اچھا ملے' مال و منال وافر ہو۔ سواری' مکان عالیشان ہو۔ آسائش اور سہولتیں میسر ہوں۔ جب یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تو انسان کا دل تڑپتا ہے۔ دوسری خواہش جنسی خواہش ہے جب یہ پوری نہیں ہوتی انسان کا دل بے قرار ہوتا ہے۔ ان دونوں خواہشوں کو اعتدال پر لانے کے لیے نظر کی حفاظت ضروری ہے۔ اور نظر کی حفاظت کے دو ضابطے بتلائے گئے ہیں۔

پہلا ضابطہ:

یہ مادی خواہش کو اعتدال میں رکھنے کے لیے ہے۔ صحیح البخاری میں حدیث ہے:

((اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ ذٰلِكَ اَجْدَرُ اَلَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ)).[1]

"اپنے سے نیچے والے لوگوں کو دیکھو' اور اپنے سے اوپر والوں کو نہ دیکھو یہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہیں جانو گے"۔

یعنی دنیا کے میدان میں مال و منال' سواری مکان' صحت و جمال اور آسائش سہولیات میں اپنے سے کم تر لوگوں کو دیکھو۔ اپنے سے بالاتر کو نہ دیکھو۔ اپنے مکان والا' کرائے پہ رہنے والے کو' کرائے والا' جھونپڑے والے کو' جھونپڑے والا فٹ پاتھ والے کو دیکھے اس سے اللہ کی نعمتوں کی قدر پیدا ہوگی شکر گزاری پیدا ہوگی اور نتیجۃً سکون ملے گا۔ ہم الٹ ہیں ہم دنیا کے میدان میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھ دیکھ کر ہر وقت جلتے اور کڑھتے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ینظر الی من هو اسفل منه (٦٤٩٠) و مسلم (٢٩٦٣) والترمذی (٢٥١٣).

رہتے ہیں۔

میرے پاس یہ بھی نہیں یہ بھی نہیں۔ فلاں کے پاس تو یہ بھی ہے، وہ بھی ہے۔

بابا سعدی کا واقعہ:

بابا سعدی (فارسی کا معروف ادیب) اپنی آپ بیتی بیان کرتا ہے، میں لمبا سفر کر کے دمشق گیا، سواری تو کجا پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا، پیدل چلنے کی وجہ سے پاؤں میں آبلے نکل آئے، دل میں شکوہ پیدا ہوا کہ اللہ نے پہننے کو جوتا بھی نہیں دیا، یہی سوچتے سوچتے دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا، مسجد میں داخل ہوتے ہی پہلی نظر ایسے شخص پر پڑی جس کے دونوں پاؤں نہیں تھے، فوراً استغفار کیا اور سجدۂ شکر بجا لایا کہ کیا ہوا کہ جوتا نہیں ہے، اللہ نے مجھے چلنے کے لیے دو پاؤں تو دیئے ہیں۔

تو حقیقت ہے جب آدمی کم تروں کو دیکھے گا سکون ملے گا اور اگر برتروں کو دیکھے گا بے سکونی ملے گی، اور پھر اس کا پیٹ قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

مشکوٰۃ میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ)).[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ”بالفرض اگر آدم کے بیٹے کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کا طلب گار ہوگا اور ابن آدم کے پیٹ کو تو (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کے لیے اس کی جانب رجوع کرتا ہے“۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہی نکتہ سمجھایا ہے کہ اگر آدمی اپنے سے بالاتر، پرآسائش لوگوں پر نگاہیں ڈالے گا تو اس کا حرص و طمع کبھی ختم نہیں ہوگا، اور جب حرص و طمع

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب ما یتقی من فتنۃ المال، رقم: ٦٤٣٦، و مسلم، رقم: ٢٤١٨.

ختم نہیں ہوگا تو بے سکونی، بے قراری اور تنگدلی بھی ختم نہیں ہوگی، یہ مرتے دم مال کے لیے تڑپتا اور تلملاتا رہے گا۔

اسی لیے آپ ﷺ نے یہ نمونہ پیش فرمایا کہ جب آدمی کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو رہی ہوں تو اسے مال و منال کے سلسلے میں اس حد پر رک جانا چاہیے۔ جس طرح سنن ابی داؤد میں ہے:

جناب لقیط بن صبرہ کہتے ہیں میں بنو المنتفق کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا۔ تو جب ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے نبی ﷺ کو گھر نہ پایا۔ ام المومنین جناب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر میں موجود تھیں۔ کہتے ہیں انہوں نے ہمارے لیے خزیرہ (ایک مخصوص قسم کا حلوہ) پکانے کا حکم دیا تو وہ ہمارے لیے تیار کیا گیا پھر ہمارے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے آتے ہی ہم سے پوچھا: ''کیا تم نے کوئی چیز کھائی ہے یا تمہارے لیے کوئی چیز تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟'' ہم نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کا چرواہا آپ کی بکریاں لے کر واپس پلٹا اور اس کے پاس ایک بکری کا بچہ تھا، جو آواز دے رہا تھا تو آپ نے کہا: ''کیا جنا ہے بکری نے؟'' اس نے جواب دیا ایک بچہ جنا ہے پھر آپ ﷺ نے کہا: ''اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر دو''۔ اس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہاری وجہ سے تکلف کیا ہے اصل میں بات یہ ہے کہ ہماری سو بکریاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ ان میں اضافہ ہو۔ تو جب بکری کوئی بچہ جنتی ہے ہم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر دیتے ہیں''۔ ①

دوسرا ضابطہ:

یہ جنسی خواہش کو اعتدال میں رکھنے کے لیے ہے:

---

① سنن أبی داود، کتاب الطهارة، باب فی الاستنثار، رقم: ١٤٢.

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ ﴾ [النور : ۳۰]

مطلب یہ ہے:

نگاہیں پست رکھو غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھو۔ اس سے سکون حاصل ہوگا۔ آج بے پردگی، فلم، ڈرامہ، ڈش، کیبل، مردوزن کے اختلاط نے سکون برباد کر کے رکھ دیا۔ حکم تو تھا کوئی عورت سامنے آجائے:

اِصْرِفْ بَصَرَكَ.[1]

''اپنی نظر فوراً پھیر لو''۔

لیکن آج درزی کی سلائی مشین، خرادیے کا خراد، ڈرائیور کی بس اور گاڑی اور دکاندار کی دکان نیم برہنہ بے حیاء عورتوں کی تصویروں کو سامنے سجائے بغیر چلتی ہی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''غیر محرم عورت پر پڑنے والی نظر شیطان کا زہریلا تیر ہے جو دل میں کھبتا اور دل کو زخمی کر دیتا ہے''۔ آج نظروں کی آوارگی کا نتیجہ ہے دل گندی عشقیہ محبت سے بھر گئے اور اللہ رسول اور قرآن کی محبت سے خالی ہو گئے۔ اور سکون برباد ہو گیا۔ نظروں کی آوارگی سے دل مردہ ہو گئے، ضمیر مردہ ہو گئے روحانیت ختم ہو گئی۔ شجاعت و بہادری نہ رہی، غیرت و حیاء نہ رہی۔ اور سکون چھن گیا، اور قلب و دماغ ہموم و غموم اور اضطراب وانفطار سے پر ہو گیا۔

آیئے! سکون قلب کے لیے شافی علاج موجود ہے، اور وہ علاج ایمان و تقویٰ، اتباعِ شریعت اور خشیتِ الٰہی ہے، وہ علاج اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت، کتاب و سنت پر پختہ عمل اور عبادت و اطاعت میں مشغول ہونا ہے، یہ علاج سو فیصد یقینی ہے آزمائش شرط ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پڑھیے: ہر طرف سے اذیتیں، ہر جانب سے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب نظرۃ الفجأۃ (۲۱۵۹) و ابوداود (۲۱۴۸) والترمذی (۲۷۷۶).

مصیبتیں، کئی کئی دن کی مسلسل بھوک، بامشقت جہادی سفر، چوبیس گھنٹے میں کھانے کو صرف ایک کھجور، اس کے باوجود پرسکون، دل ہشاش بشاش، سجدے میں پڑ کے اللہ کی شکر گزاری کرتے اور کہتے: یا اللہ! ہم تیری ثناء خوانی کا حق ہی ادا نہیں کر سکتے، تو اس طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی ثناء کی ہے۔ ①

انہوں نے صحیح طریقے سے سکون تلاش کیا انہیں مل گیا، ہم نے غلط طریقہ اپنایا ہم سکون پانے میں ناکام رہے، اللہ ہمیں سمت سیدھی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

* * *

---

① صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، رقم: ۱۰۹۰.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

درجات جنت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳]

’’اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے‘ جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے‘‘۔

یوں تو جنت کے بے شمار درجات ہیں‘ مختلف لوگ مختلف درجات میں ہوں گے اور جنت کے درجات کی کثرت کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ، اُرَاهُ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ)). [1]

’’بلاشبہ جنت کی سو منزلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے‘ جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله (۲۷۹۰).

سے جنت الفردوس کا سوال کرو اس لیے کہ وہ افضل و اعلیٰ جنت ہے۔ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں''۔

جب صرف مجاہدین کے لیے ۱۰۰ درجات ہیں' تو تمام درجات کس قدر زیادہ ہوں گے۔ لیکن جنت میں داخل ہونے والے لوگوں کی بنیادی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

اَلسّٰبِقُوْنَ: نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنے والے' جن کی دوڑ' جن کا مقابلہ' جن کی ساری محنت و کوشش ہی یہ ہے کہ کوئی نیکی ہاتھ سے نکلنے نہ پائے' اور ہم سارے لوگوں سے نیکی کے میدان میں آگے نکل جائیں وہ دنیا کو محض ایک ضرورت سمجھتے ہوئے محدود حد تک حاصل کرتے ہیں اور آخرت ان کی منزل اور نصب العین ہے۔

اس پہلی قسم کا تذکرہ اللہ رب العزت نے سورۃ الواقعہ میں فرمایا ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ ثُلَّةٌ
مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ○ مُّتَّكِـِٕيْنَ
عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ○ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ○ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ
وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ○ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُوْنَ ○ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ○ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ
الْمَكْنُوْنِ ○ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ [الواقعة: ١٠-٢٤]

''اور جو آگے والے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں۔ وہ بالکل نزدیکی حاصل کیے ہوئے ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں ہیں۔ (بہت بڑا) گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا (یعنی اُمت کے ابتدائی لوگوں میں بہت زیادہ السابقون ہیں) اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے۔ یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس

ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے آمدورفت کریں گے، یعنی خدمت میں پیش پیش ہوں گے۔ آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پُر ہو۔ جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے اور ایسے میوے لیے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں گے اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں گے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔ یہ صلہ ہے ان کے (نیک) اعمال کا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے“۔

یہ امت کے ابتدائی لوگوں (صحابہ وتابعین) میں بہت زیادہ ہوں گے اور بعد والوں میں تھوڑے ہوں گے۔ ان کی مزید شان کتب حدیث کے اندر موجود ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ جنتی لوگ اپنے اوپر بالاخانوں میں رہنے والوں کو (اس طرح) دیکھیں گے جیسا کہ تم (دنیا میں) اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو مشرقی یا مغربی اُفق میں ڈوب رہا ہوتا ہے، اس لیے کہ جنتیوں کے درمیان مراتب کا فرق ہوگا“۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کیا یہ منزلیں انبیاء علیہم السلام کی ہوں گی، دوسرے لوگ ان تک رسائی حاصل نہیں کرسکیں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”کیوں نہیں!

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ)). ①

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان لوگوں کی بھی جو اللہ پر پختہ ایمان لائے اور انہوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی“۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَۃٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ)). ②

---

① صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمها، باب ترائی اهل الجنۃ اهل الغرف کما (۷۱۴۲).

② صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیه و ذریته (۳۳۲۷) و مسلم (۷۱۴۵).

''بلاشبہ جو لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے (یعنی السابقون) وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل میں ہوں گے''۔

سات لاکھ افراد ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بیک وقت ایک آدمی کی طرح جنت میں داخل ہوں گے جونہی ان میں سے پہلا داخل ہوگا آخری بھی داخل ہو جائے گا۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔[1]

دوسری قسم:

اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ : یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوں گی، اور ان نیکیوں کی وجہ سے ان کے گناہ (جو تھوڑے بہت ہوں گے) وہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور یہ بھی سیدھے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کی تفصیل اور انہیں ملنے والے انعامات بھی سورۃ الواقعہ میں مذکور ہیں:

﴿ وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ○ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ○ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ○ وَّمَآءٍ مَّسْکُوْبٍ ○ وَّفَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ ○ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ○ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْکَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ○ ﴾ [الواقعة : ٢٧-٤٠]

''اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے، وہ بغیر کانٹوں کے بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بکثرت پھلوں میں ہوں گے۔ جو نہ ختم ہوں نہ روک لیے جائیں۔ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے۔ ہم نے ان کی (بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے۔ اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے۔ محبت والیاں اور ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں۔ جم غفیر ہے اگلوں میں سے۔ اور بہت بڑی جماعت ہے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف المسلمین الجنة بغیر حساب (٥٤٨).

پچھلوں میں سے‘‘۔

یعنی یہ ابتدائی لوگوں میں بھی کثیر تعداد میں ہوں گے۔ اور آخری لوگوں میں بھی بڑی تعداد میں ہوں گے۔

غرضیکہ ’’السابقون‘‘ کے بعد بہت بڑا مقام و مرتبہ پانے والے جنتی ’’اصحاب الیمین‘‘ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پکڑائے جائیں گے، جن کی چھوٹی موٹی لغزشیں، خطائیں اور غلطیاں نیکیوں کی بہتات، اعمال صالحہ کی کثرت اور بھلائیوں کی بھرمار کی وجہ سے معاف کر دی جائیں گی، اور یہ سیدھے جنت میں داخل ہوں گے، یہ بھی کامیاب وکامران اور خوش بخت و خوش نصیب لوگ ہیں، ان کی شان و عظمت قرآن مجید میں بکثرت مذکور ہے، اس سورۃ الواقعہ کے اخیر میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ○ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ○﴾

[الواقعة : ۹۰، ۹۱]

> ’’اور اگر وہ اصحاب الیمین میں سے ہے تو تیرے لیے سلامتی ہے کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے‘‘۔

اصحاب الیمین کے مزید فضائل و مناقب سورۃ البلد ۱۷۔۱۸ سورۃ الانشقاق ۷۔۹ اور سورۃ الحاقہ ۱۹۔۲۴ میں مذکور ہیں۔

تیسری قسم:

اصحاب الاعراف: یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر برابر ہیں۔ انہیں دیر تک جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار پہ بیٹھا دیا جائے گا ان کی دائیں جانب سر سے لے کر پاؤں تک نیکیوں کی وجہ سے انتہائی خوبصورت ہوگی اور بائیں جانب برائیوں کی وجہ سے انتہائی بدصورت ہوگی۔[1]

ان کے بارے سورۃ الاعراف میں تفصیل موجود ہے:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التعبير باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح رقم: ٧٠٤٧.

﴿ وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ ○ وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ [الاعراف : ٤٦_٤٧]

''اوران دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے۔ اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم! ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امید وار ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھریں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کر''۔

جب تک اللہ کو منظور ہوگا یہ اعراف پر رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمادیں گے اوران کا جسم پھر دونوں جانب سے خوبصورت بنا دیا جائے گا۔

غور فرمایئے! اللہ رب العزت کے ہاں کامیابی کا معیار ۳۳ فیصد یا ۴۰ فیصد نہیں' بلکہ تقریباً ساٹھ فیصد ہے' یعنی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہوں' جن کی نیکیاں اور گناہ برابر برابر ہوں گے' یعنی جن کا نتیجہ پچاس فیصد ہوگا وہ بھی کامیاب نہیں ہوں گے' بلکہ اصحاب الاعراف ہوں گے۔

لیکن آج ہم اپنا جائزہ لیں' ہم دن رات گناہوں کی دلدل میں ڈوبے رہتے ہیں' اور رسمی طور پہ چند نیکیاں کر لیتے ہیں اور اس کے باوجود ہم خوش فہمی میں مبتلا ہیں' اور اپنے آپ کو جنتی اور بخشا بخشایا تصور کرتے ہیں......

چوتھی قسم:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں گے (یوں یہ مؤمن اور موحد ہوں گے) اس لیے یہ سیدھے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے انہیں پہلے جہنم میں داخل کیا جائے گا پھر انہیں جہنم سے نکال دیا جائے گا۔ ان کے

جسم کوئلہ ہو چکے ہوں گے صرف سجدے کے اعضاء والی جگہ صحیح وسالم ہوگی۔ انہیں چشمہ حیات میں ڈالا جائے گا تو اس طرح اُگیں گے جس طرح پانی کے بہاؤ میں جو بوجھ ہوتا ہے اس میں دانہ اُگتا ہے۔ پھر انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ان لوگوں میں سے جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور آخر میں جنت کے اندر داخل کیا جائے گا۔ اس کا بڑا دلچسپ واقعہ تفصیل کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آخرت کے مفصل حالات بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ''سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا وہ شخص ہے جسے اس حالت میں آگ سے نکالا جائے گا کہ وہ چلتا ہوا' گرتا' پڑتا ٹھوکریں کھاتا آگ سے باہر نکلے گا' جب وہ آگ سے مکمل طور پہ باہر نکل آئے گا تو اس کی طرف مڑ کر دیکھے گا اور کہے گا' وہ ذات بڑی برکت اور عظمت والی ہے جس نے مجھے تجھ (آگ) سے نجات دی ہے' اللہ نے تو مجھے وہ کچھ دے دیا ہے جو اولین اور آخرین میں سے کسی کو نہیں دیا (غور کیجئے! وہ آگ سے نکلنے کو ہی کتنی بڑی نعمت تصور کرے گا) پھر اس کے لیے ایک درخت ظاہر کیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تا کہ میں اس کے سائے تلے آؤں اور اس کا پانی پیوں' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' ممکن ہے اگر میں تجھے وہ درخت دے دوں تو تو کچھ اور مانگے؟ وہ کہے گا: میں وعدہ کرتا ہوں کہ کچھ اور نہیں مانگوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ اس کی معذوری دیکھیں گے (کہ یہ اس پر کشش درخت سے صبر کر ہی نہیں سکتا) تو اسے اس کے قریب کر دیں گے وہ اس کے سائے سے مستفید ہوگا اور پانی پئے گا' پھر اس کے لیے ایک اور درخت بلند کیا جائے گا جو پہلے درخت سے زیادہ خوبصورت ہوگا (وہ اسے دیکھ کر صبر نہیں کر پائے گا) اور مطالبہ کرے گا کہ اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے (پھر اس کے اور اللہ کے درمیان پہلی بار جیسا مکالمہ ہوگا) آخر کار اللہ اسے اس دوسرے درخت کے قریب کر دیں گے۔ پھر اس کے لیے جنت کے دروازے پر ایک درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا (وہ اسے دیکھ کر

صبر نہیں کر پائے گا) اور مطالبہ کرے گا کہ اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے (پھر اس کے اور رب تعالیٰ کے درمیان پہلی اور دوسری بار والا مکالمہ ہوگا) آخر کار اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دیں گے' جب وہ اس کے قریب ہو جائے گا تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا (اور جنت کے پرکشش مناظر دیکھے گا' تو پھر صبر نہیں کر پائے گا اور) کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے اندر ہی داخل کر دے' تو اللہ رب العزت کہیں گے: اے ابن آدم! تیرے مطالبے ختم ہی نہیں ہو رہے؟ بتلا! کیا تو اس بات پر خوش ہے کہ تجھے پوری دنیا اور اس کے مثل اور عطاء کر دوں؟ تو وہ بندہ کہے گا: کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے جبکہ تو رب العالمین ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کر کے ہنس پڑے اور کہنے لگے: مجھے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں ہنسے ہو؟ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس بات کو بیان کر کے رسول اللہ ﷺ بھی ہنس پڑے تھے' تو لوگوں نے پوچھا آپ کیوں ہنسے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ اس بندے کی یہ بات سن کر رب العالمین بھی ہنس پڑے گا اور کہے گا: میں مذاق نہیں کر رہا لیکن میں ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہوں''۔ [1]

سبحان اللہ! اللہ کی رحمت کس قدر وسیع اور بے انتہاء ہے' اور آخرت کی نعمتیں کس قدر زیادہ اور بابرکت ہیں؟

غور کیجئے! جب سب سے آخر میں جنت میں جانے والے کو اتنا کچھ ملے گا۔ تو السابقون اور اصحاب الیمین کو کتنا ملے گا۔

تو یہ چار قسم کے جنتی ہیں اور چاروں قسمیں مؤمنوں اور موحدوں توحید پرستوں کی ہیں کیونکہ کافر اور مشرک تو دائمی جہنمی ہیں وہ کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالے جائیں گے۔ اب ان چاروں قسموں میں حقیقی کامیاب صرف پہلی دو قسموں والے ہیں:

❶ **السابقون**: جن کا دوسرا نام المقربون بھی ہے۔

❷ **اصحاب الیمین**: یعنی کامیاب صرف وہ ہیں جو سیدھے جنت میں داخل ہوں گے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب آخر اهل النار خروجا (٤٦٣) والترمذی (٢٥٩٥).

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾

کیونکہ سزا بھگت کے جنت میں جانا بڑا خطرناک معاملہ ہے، جہنم کی تو گرم ہوا بھی بڑی خوفناک ہے۔ چہ جائیکہ آدمی جہنم کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو۔

جہنم کا ایک غوطہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو (دنیا میں) سب سے زیادہ عیش وآرام کی زندگی بسر کرتا تھا، اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے دریافت کیا جائے گا، اے آدم کے فرزند! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی بھلائی دیکھی تھی؟ کیا (دنیا میں) تجھ پر کوئی نعمتوں کا دور گزرا تھا؟ وہ کہے گا، نہیں! اے میرے پروردگار! اللہ کی قسم (میں نے دنیا میں کبھی کوئی بھلائی اور نعمت نہیں دیکھی) اور اسی طرح جنتیوں میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تنگی اٹھانے والا ہوگا، اسے جنت میں غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کیا تو نے تنگی دیکھی تھی؟ اور کیا تجھ پر کبھی سختی کا دور آیا تھا؟ وہ جواب دے گا، نہیں! اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار! مجھ پر کبھی تنگی نہیں آئی اور نہ ہی میں نے کبھی سختی کا دور دیکھا تھا'' ۔[1]

جو آیت میں نے خطبہ میں پڑھی ہے اس میں اللہ رب العزت نے یہی ترغیب دی ہے کہ جنت میں اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو مقابلہ کرو لوگ دنیا کی عارضی زندگی کو بہتر سے بہتر اور پرآسائش بنانے کے لیے بڑی محنت کرتے ہیں۔ جبکہ اصل محنت آخرت کی اعلیٰ کامیابی کے لیے ہونی چاہیے۔

رب ارض وسماء نے فرمایا:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳]

''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار، رقم: ۷۰۸۸.

آسمانوں اور زمین کے برابر ہے' جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے"۔

سورۂ حدید میں خالق کائنات نے فرمایا:

﴿سَابِقُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ [الحدید : ۲۱]

"آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے"۔

آج صدیقی سوچ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ صدیقی سوچ کیا ہے؟ صحیح البخاری میں حدیث ہے: ایک دن رسول اللہ ﷺ (نیکی کی ترغیب دیتے ہوئے) جنت کے دروازوں کا تذکرہ فرماتے ہیں: کہ جس نے بکثرت (نفلی) نمازیں پڑھیں اسے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا' جس نے بکثرت جہاد کیا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا' جس نے بکثرت (نفلی) روزے رکھے اسے باب الریان سے پکارا جائے گا اور جس نے بکثرت صدقہ و خیرات کیا اسے باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' یوں اس بات کی کوئی ضرورت تو نہیں کہ کسی کو جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے (کیونکہ ایک ہی دروازے سے گزر کر جنت میں جانا ہے) لیکن کیا کوئی ایسا (خوش قسمت اور سعادت مند) شخص بھی ہے کہ جسے جنت کے (آٹھوں) دروازوں سے پکارا جائے (کہ باب الصلاۃ کا دربان کہے: آؤ میرے دروازے سے گزر کر جنت میں جاؤ' باب الجہاد کا دربان کہے: آؤ میرے دروازے سے گزر کر جنت میں جاؤ' باب الریان کا دربان فرشتہ پکارے: آؤ میرے دروازے سے گزر کے جنت میں جاؤ' باب الصدقہ کا دربان آواز دے: آؤ میرے دروازے سے گزر کر جنت میں جاؤ.......... کیا کوئی ایسا خوش قسمت بھی ہوگا؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نَعَمْ" ہاں (ایسے خوش قسمت لوگ بھی ہوں گے)۔

((وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ)). [1]

''اور (اے ابوبکر!) مجھے یقین ہے کہ آپ انہی میں سے ہوں گے''۔

غور کیجئے ! کیسی سوچ ہے؟ اور کیسا عظیم الشان صلہ اور نتیجہ ہے؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ سوچ صرف تخیلات اور آرزوؤں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ آپ اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے رات اور دن بڑی محنت کرتے تھے نیکی کا کوئی کام ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتے تھے' صحیح البخاری اٹھایئے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں: ''تم میں سے آج نماز جنازہ کس نے ادا کی ہے؟'' جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے نماز جنازہ ادا کی ہے۔ پھر پوچھا: ''تم میں سے آج بیمار کی عیادت کس نے کی ہے؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بیمار کی عیادت کی ہے۔ پھر پوچھا: ''آج بھوکے کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بھوکے کو کھانا کھلایا ہے۔ پھر پوچھا: ''آج نفلی روزہ کس نے رکھا ہے؟'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج نفلی روزہ رکھا ہے۔ تو ناطق وحی' محمد عربی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہوں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی''۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکی کا ایسا سچا جذبہ عطاء فرمائے' اور ہمیں جنت کا داخلہ عطاء فرمائے۔

❁ ❁ ❁

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم (١٨٩٧)، و کتاب المناقب، بابٌ (٣٦٦٦).

[2] صحیح مسلم، الزكاة، باب من جمع الصدقة و أعمال البر (١٠٢٨).

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علمِ دین

﴿یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ﴾ [المجادلة : ۱۱]

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبردار ہے''۔

دین کا علم حاصل کرنا، قرآن و سنت کی تعلیم کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنا، دین کی سمجھ حاصل کرنا، اللہ ربّ العزت کے ہاں انتہائی عظیم عمل ہے، قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ میں اس عمل کی بڑی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے، اور اس کی زبردست ترغیب دی گئی ہے، سب سے پہلے قرآنِ کریم کے چند مقامات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، سورۃ آل عمران میں اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۸﴾﴾ [آل عمران : ۱۸]

''اس آیت مبارکہ میں اللہ ربّ العزت نے توحید بیان کرتے ہوئے اپنے اور فرشتوں کے ساتھ علماء کا تذکرہ فرمایا ہے، اور یہ انداز علماء کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے''۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء سے بڑھ کر کوئی اور عزت و شرف والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اور فرشتوں کے ساتھ علماء کا تذکرہ کر کے علم اور علماء کا مقام بیان کیا ہے۔ سورۃ طٰہٰ پڑھیے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ○ ﴾ [طٰہٰ: ١١٤]

غور کیجئے! اللہ ربّ العزت نے پورے قرآن میں صرف ایک چیز زیادہ مانگنے کا اپنے محبوب پیغمبر کو حکم دیا ہے، اور وہ چیز دِین کا علم ہے:

﴿ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ○ ﴾ [طٰہٰ: ١١٤]

بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ علم کی بہت بڑی فضیلت کے لیے صرف یہ ایک آیت ہی کافی ہے۔ سورۃ العنکبوت میں اللہ ربّ العزت علم اور علماء کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

﴿ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾ [العنكبوت: ٤٩]

''بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں ہماری آیتوں کا منکر بجز ظالموں کے اور کوئی نہیں''۔

اسی سورت میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○ ﴾ [العنكبوت: ٤٣]

''ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان فرما رہے ہیں انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں''۔

سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [فاطر: ٢٨]

''کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں''۔

کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں، دراصل جس قدر اللہ کی معرفت اور پہچان زیادہ ہو اُسی قدر اللہ کا ڈر دِل میں زیادہ ہوگا اور اللہ کی معرفت اور پہچان علم دین سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے فرمایا کہ علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

سورۂ رعد میں فرمایا:

﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا

يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ○﴾ [الرعد: ١٩]

"کیا وہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے ربّ کی جانب سے جو اُتارا گیا ہے وہ حق ہے، اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں"۔

غور کیجئے! دُنیا کا علم رکھنے والے کو بینا اور بے علم اور جاہل کو نابینا اور اندھا کہا گیا ہے۔

سورۃ المجادلۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ○﴾ [المجادلة: ١١]

"اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو خوب خبردار ہیں"۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتے ہیں۔

حقیقت ہے دین کا علم دُنیا میں بھی بلندئ مقام اور عزت وشرف کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی درجات کی بلندی کا سبب ہے۔

یہ قرآن کریم کے چند مقامات ہیں جن میں خالق کائنات نے علم اور علماء کی فضیلت ومنفعت بیان فرمائی ہے۔

احادیث:

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي)).[1]

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین اسلام کی سمجھ بھی عطا کرتا ہے اور بلاشبہ میں علم کو تقسیم کرنے والا ہوں، اور اللہ ہی (علم میں

---

[1] صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، باب قوله تعالى: ﴿فان لله خمسه وللرسول﴾ (٣١١٦).

فہم) عطا کرتا ہے"۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا)).✿

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں' جو لوگ (دور) جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ ان میں فقاہت موجود ہو"۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا حَسَدَ إِلَّا فِيْ اِثْنَتَيْنِ؛ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)).✿

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صرف دو انسان ہیں جن پر حسد کرنا درست ہے۔ ایک وہ انسان جس کو اللہ نے مال عطا کیا اور اس کو راہ صواب میں خرچ کرنے پر مسلط کیا ہے' اور ایک وہ انسان جس کو اللہ نے شریعت کا علم عطا کیا' وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور تعلیم دیتا ہے"۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ إِلَّا ثَلَاثَةِ أَشْيَاءٍ؛ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ)).✿

✿ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب الأرواح جنود مجندة، رقم: ٦٧٠٩.

✿ صحيح البخارى، كتاب العلم، باب الاغتباط فى العلم والحكمة، رقم: ٧٣.

✿ صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد الميت (١٦٣١) وابوداؤد (٢٨٨٠).

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تین اعمال کے سوا دیگر اعمال کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے، صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرتی ہے"۔

((وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ)). [1]

"اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں درس و تدریس میں منہمک رہتے ہیں تو ان پر سکینت و طمانیت کا نزول ہوتا رہتا ہے، اور رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن رہتی ہے اور فرشتے ان کا احاطہ کیئے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتا ہے"۔

کثیر بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا: ابوالدرداء! میں تیرے پاس رسول اللہ ﷺ کے شہر سے ایک حدیث (سننے) کے لیے آیا ہوں میں کسی دوسرے کام سے نہیں آیا بلکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَ اَنَّ الْمَلَآئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًى لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَ اِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَآءِ وَ اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَآئِرِ الْكَوَاكِبِ، وَ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَ اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن الخ، رقم: ٦٨٥٣.

يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَ اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ)).[1]

’’کہ جو علم طلب کرنے کی راہ پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی راہ پر چلائے گا اور فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی خوشنودی کے لیے بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اور پانی کے اندر رہنے والی مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیگر تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام دینار اور درہم کا ورثہ نہیں چھوڑتے بلکہ انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے۔ پس جس شخص نے اس سے (علم) حاصل کیا اس نے وافر حصہ لیا‘‘۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس دو انسانوں کا تذکرہ کیا گیا۔ ان میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ)). ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَآئِكَتَهٗ وَ اَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا، وَ حَتَّى الْحُوْتَ، لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ)).[2]

عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح تم میں سے ادنیٰ درجہ کے انسان پر میری فضیلت ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ‘ اس کے فرشتے‘ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی (سمندر میں) بھی اس شخص کے لیے دُعائیں کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے‘‘۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ)).[3]

---

[1] جامع الترمذی، کتاب العلم، باب فی فضل الفقه علی العبادة (۲۶۸۲).

[2] جامع الترمذی، کتاب العلم، باب فی فضل الفقه علی العبادة (۲۶۸۲).

[3] جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، رقم: ۲۶۸۸.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن علم کی باتیں سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے''۔

چند ترغیبی واقعات:

ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کوفے کے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: قرآن مجید کی کوئی آیت اور سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کہاں کہاں نازل ہوئی اور کس مسئلے کے بارے میں نازل ہوئی۔

اللہ اکبر! کتنے بڑے عالم تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما۔ لیکن مزید علم کی تڑپ دیکھئے، فرماتے ہیں: اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کسی جگہ کوئی عالم ہے جس کے پاس کسی آیت کے متعلق وہ علم ہے جو مجھے نہیں تو اگر اُس عالم تک اونٹ پہنچا سکتے ہوں تو میں وہاں جاؤں اور وہ علم لے کر آؤں۔

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیمتی باغ ہبہ کیا وہ اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔ شام کے وقت جب شہر میں آتے تو لوگ بتلاتے کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے مسئلے سمجھائے۔ آج اتنے مسئلے سمجھائے۔

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ میں تو علم سے محروم ہو رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ باغ واپس لے لو مجھے ایسی چیز کی ضرورت نہیں جس نے مجھے آپ سے اور (دین کے علم سے) دور کر دیا ہے۔

جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ جو بہت بڑے تابعی محدث اور مفسر تھے۔ ان کی والدہ محترمہ انہیں دین پڑھنے کے لیے روانہ کرتی ہیں، اور کہتی ہیں بیٹا بے فکر ہو کر دین پڑھنا معاش کے فکر میں نہ پڑنا۔ میں چرخہ کات کے تیری ضرورتیں پوری کروں گی۔

آؤ! قرآن کریم اور سنت نبوی پڑھنے اور سیکھنے کے لیے اپنے بچوں میں سے ذہین اور فطین بچہ وقف کرو۔ اُسے دین کا عالم باعمل بناؤ۔ کل قیامت کے دِن آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ کو سب سے زیادہ نفع دینے والا وہی بچہ ہے جس نے دین پڑھا اور پڑھایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عشرہ ذوالحجہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○﴾ [الحج: ٣٤]

ماہِ ذوالحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے اور یہ مہینہ بہت ساری خصوصیات اور فضیلتیں رکھتا ہے:

پہلی خصوصیت:

یہ حرمت واحترام والے چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کی تعظیم ہمارے اوپر فرض قرار دی گئی ہے: سورہ توبہ میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ [التوبة : ٣٦]

"مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب والے ہیں"۔

تین پے در پے۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔

جس طرح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دس ذوالحجہ کے دن نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ

دیتے ہوئے فرمایا: ”بلاشبہ زمانہ گھوم کر اس حالت میں آ گیا ہے جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینوں پر (مشتمل) ہے' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے ایک دوسرے کے بعد ہیں وہ ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا مہینہ مضر (قبیلہ کا) رجب ہے' جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے“۔ [1]

دوسری خصوصیت:

یہ ارکانِ اسلام میں سے بہت بڑے رکن حج بیت اللہ کا مہینہ ہے۔ سال بھر میں کسی مہینے میں کعبۃ اللہ کا حج نہیں ہو سکتا حج بیت اللہ صرف اور صرف ماہ ذوالحجہ میں ہو سکتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ [سورة البقرة: ١٩٧]

اور وہ مقررہ مہینے شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں پہلے دو مہینے سفر حج کے لیے ہیں اور تیسرا (ذوالحجہ) حج کی ادائیگی کے لیے ہے۔ ذوالحجہ کی ۸ تاریخ سے ۱۳ تاریخ تک حج کے مختلف ارکان ادا کیے جاتے ہیں۔ اور کسی مہینے کی کسی بھی تاریخ کو حج نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری خصوصیت:

اس مہینے کا پہلا عشرہ انتہائی فضیلت والا عشرہ ہے۔ حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”کسی دن کا کوئی عمل صالح اللہ عزوجل کو اتنا پیارا اور محبوب نہیں جتنا ان دس دنوں میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ کو پیارا اور محبوب ہے“۔ [2]

اس لیے ہمیں چاہیے ہم ان دس دنوں کو غنیمت جانیں اور ان میں خوب ذکر اذکار' اعمال صالحہ اور صدقہ وخیرات کریں۔ اور نفلی روزے رکھیں رسول اللہ ﷺ یہ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع، رقم: ٤٤٠٦. و مسلم، رقم: ٤٣٨٣.

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الصيام، باب في صوم العشر (٢٤٣٤) و صحيح الترمذي (١/٢٢٩). و صحيح البخاري، رقم: ٩٦٩.

۹ روزے بڑی پابندی سے رکھا کرتے تھے۔

چوتھی خصوصیت:

اس مہینے میں یوم عرفہ ہے جس دن اللہ کی رحمت موجزن ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں اللہ اپنے بندوں کو دوزخ سے نجات عطا کرتے ہیں، اللہ (اپنے بندوں کے) قریب ہوتے ہیں، پھر ان کے ساتھ فرشتوں پر فخر کرتے ہیں اور استفہامی انداز میں فرماتے ہیں کہ یہ حجاج کیا چاہتے ہیں، اور اس ایک دن (۹ ذوالحجہ) کا روزہ دو سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے۔ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ“۔ [1]

غور کیجئے! اس دن کی کیسی شان اور فضیلت ہے کہ اس دن کے روزے سے دو سالوں کے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت:

اس مہینے میں ایام تشریق ہیں جن کی فضیلت بھی عام دنوں سے منفرد ہے۔ ایام تشریق: ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ ذوالحجہ کو کہا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے: حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ((أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّ شُرْبٍ وَّذِكْرِ اللّٰهِ)). [2]
>
> ”ایام تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳، ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کرنے کے دن ہیں“۔

معلوم ہوا کہ یوں تو پورا یہ مہینہ حرمت واحترام والا مہینہ ہے لیکن اس کے ابتدائی ۱۳ دنوں کو خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ لیکن ان ۱۳ دنوں میں سے ابتدائی ۹ دنوں

---

[1] صحیح مسلم، كتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من كل شهر و صوم يوم عرفة (١٩٧) (١١٦٢).

[2] صحیح مسلم، كتاب الصيام، باب تحريم صوم أيام التشريق، رقم: ٢٦٧٧.

میں نفلی روزوں کی ترغیب وتلقین ہے اور آخری (۴ دن یوم عید اور بعد والے ۳ دن) کا روزہ ناجائز اور ممنوع ہے۔

لیکن یہ ۱۳ کے ۱۳ دن ذکر اذکار اور تکبیر وتہلیل کے دِن ہیں۔

چھٹی خصوصیت:

ہجرت مدینہ جو اسلامی انقلاب کا بہت بڑا سنہری باب ہے اس ہجرت کے اسباب ومعاہدات اسی ماہ مبارک میں طے ہوئے۔

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے مکی دور کے ۱۱ویں سال مدینہ منورہ سے حج کے لیے آنے والے ۶ سعادت مندوں نے قبولِ اسلام کیا۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ ہم اپنی قوم میں جا کر آپ کی رسالت کی تبلیغ کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال جب حج کا موسم آیا تو بارہ افراد آپ کی خدمتِ اطہر میں حاضر ہوئے' ان لوگوں نے منیٰ میں ایک عقبہ (گھاٹی) کے پاس آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ سے چند باتوں پر بیعت کی' (بیعت کی تفصیل صحیح البخاری کتاب الایمان میں موجود ہے) جب بیعت مکمل ہوگئی اور حج پورا ہوگیا تو امام الانبیاء ﷺ نے ان کے ساتھ اپنا پہلا سفیر' معلم اور مبلغ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنا کر بھیجا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر نزول فرمایا' پھر دونوں نے مل کر یثرب میں دعوت وتبلیغ کا پرجوش کام شروع کیا' ان کی مخلصانہ محنت رنگ لائی' حتیٰ کہ انصار کا کوئی گھر باقی نہ رہا جس میں چند مرد اور عورتیں مسلمان نہ ہو چکی ہوں' اگلے برس (نبوت کے تیرھویں سال) جب حج کا موسم آیا' تو حج کے موسم سے کچھ پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ کے حالات' کامیابی کی بشارتیں اور اسلام کے پھیلاؤ کی خوشخبریاں سنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اطہر میں حاضر ہوئے' پھر جب موسم حج آیا تو یثرب کے ستر سے زائد (مسلمان) افراد ادائیگی حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے' اور یہ راستے میں ہی یہ پروگرام تشکیل دے رہے تھے کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے چھوڑے

رکھیں گے؟ آخر ۱۲ ذوالحجہ کو جمرۂ اولیٰ کے قریب گھاٹی میں رات کی تاریکی میں خفیہ اجتماع ہوا جس میں ہجرت مدینہ کا سارا پروگرام مرتب کیا گیا' الغرض ہجرت مدینہ جیسا انقلابی اقدام ماہِ ذوالحجہ میں ہی طے پایا۔ [1]

ساتویں خصوصیت:

گھر گھر میں اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی کا فریضہ بھی اسی ماہِ مبارک میں ادا کیا جاتا ہے۔ قربانی بظاہر جانور کے گلے پہ چھری چلانے کا عمل ہے لیکن درحقیقت قربانی ایک ایسا فریضہ ہے جس میں بے شمار فوائد' منافع اور مصالح واسباق ہیں:

① یہ مشرک قوموں کے مقابلے میں توحید کا عملی مظاہرہ ہے۔ مشرک قومیں معبودانِ باطل کے نام پر اللہ کے پیدا کردہ جانور قربان کرتی ہیں۔ جبکہ مؤمن اللہ کے پیدا کردہ جانور صرف اللہ کے نام پر قربان کرتے ہیں۔ قربانی کا یہ فلسفہ اور سبق قرآن کریم سورۃ الحج آیت ۳۴ میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾ [الحج : ٣٤]

"اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں"۔

② یہ بہت سارے لوگوں کا ذریعۂ معاش ہے۔ کوئی جانور پال رہا ہے۔ کوئی جانوروں کا چارہ فروخت کر رہا ہے کوئی کھالیں رنگ رہا ہے، کوئی کھالوں سے جوتے' جیکٹیں' دستانے بنا رہا ہے۔ اتنے فوائد ومنافع ہیں کہ بیان نہیں کیے جا سکتے۔ یہ سارے فوائد سورۃ الحج میں اشارۃً مذکور ہیں۔

③ یہ غرباء ومساکین کی بہت بڑی تعداد کو گوشت مہیا کرنے کا ذریعہ ہے' اور گوشت بھی وہ جو توانا' موٹے تازے اور صحت مند جانوروں کا ہے۔ یہ فائدہ سورۃ الحج میں ذکر کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] یہ مضمون الرحیق المختوم ص ۲۴۶ تا ص ۲۶۲ سے ماخوذ و ملخص ہے۔

﴿ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾ [سورة الحج: ٢٨]

’’اسے خود بھی کھاؤ اور سوال سے رکنے والے اور سوال کرنے والے (مسکینوں) کو بھی کھلاؤ‘‘۔

④ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تربیت دینے والا عمل ہے اسی لیے یہ شرائط مقرر کی گئی ہیں:

① جانور بے عیب ہو لنگڑا، کانا، زخمی اور بیمار نہ ہو۔ [1]

② جانور کی عمر کم از کم دوندا ہو۔ (صرف مجبوری کی صورت میں ایک سال کا دنبہ یا چھترا کیا جا سکتا ہے)۔ [2]

③ جانور عید والے دن نمازِ عید کے بعد قربان کیا جائے۔ [3]

④ قصاب کو اُجرت کے طور پر گوشت نہ دیں۔

⑤ مخلصانہ نیت کے ساتھ رزقِ حلال سے قربانی کرے۔

⑥ جانور اونٹ۔ گائے۔ بکرا۔ یا چھترا ہو۔ (الانعام: ۱۴۴، ۱۴۵) دیگر حلال جانوروں (بھینس، ہرن، زیبرا وغیرہ) کی قربانی درست نہیں۔

⑦ چھری اچھی طرح تیز کی جائے۔ تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔ [4]

یہ ساری شرائط انسان کو اطاعت گزاری کی تربیت دیتی ہیں۔ پھر قربانی کے اس فریضے میں جذبہ ایثار، جذبہ سخاوت، باہمی ہمدردی و خیر خواہی اور باہمی اُلفت و محبت کے اسباق بھی شامل ہیں۔

لمحہ فکریہ:

آج بہت سارے لوگ جانور میں مقررہ شرائط پوری نہیں کرتے۔ جبکہ حضرت

---

[1] مسند احمد (٤/٣٠٠).

[2] صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب سن الأضحية (١٩٦٣).

[3] بخارى، الأضاحى، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد (٥٥٦٣) و مسلم (١٥٥٣).

[4] صحيح مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب الأمر باحسان الذبح والقتل و تحديد الشفرة (٥٧) (١٩٥٥).

ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کے حکم پر اپنا لختِ جگر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ اور ہم ایک جانور کے بارے اللہ کا حکم پورا نہیں کرتے۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ:

❶ جانور کو وضو کروانا۔ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

❷ چھری کو ہاتھ لگانا۔ عموماً جس کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے ذبح سے پہلے اس کا ہاتھ لگوایا جاتا ہے جو کہ من گھڑت ہے۔

❸ خریدنے کے بعد عیب ناک ہو جانا۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ جانور خریدنے کے بعد اگر اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو قربانی درست ہے۔ جبکہ اس کی کوئی دلیل قرآن وسنت میں موجود نہیں کیا ہم کسی دوست عزیز رشتہ دار کے لیے خریدا جانے والا تحفہ خریدنے کے بعد ٹوٹ جانے یا خراب ہو جانے کی شکل میں دینا گوارا کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو اللہ کے نام پر جانور قربان کرنے میں یہ تساہل ولا پرواہی کیوں؟

❹ فوت شدگان کی طرف سے قربانی کرنا' یہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں ہے لیکن آج یہ جانور دادا کی طرف سے یہ نانا جی کی طرف سے یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے...... عجیب صورتِ حال بنی ہوئی ہے۔

❺ اسی طرح عمدہ عمدہ سارا گوشت خود گھر میں پکا کر کھا لینا یا فریج میں سٹور کر لینا' اور نکما گوشت ضرورت مندوں اور سائلوں میں بانٹ دینا بہت بڑی غلطی ہے۔

نمود ونمائش:

آج فخر وریاء اور نمود ونمائش کی طرف لوگ مائل ہو رہے ہیں' اور نمود ونمائش اور دکھلاوے کی خاطر مہنگے جانور خریدے جاتے ہیں۔ پھر ڈھول کی تھاپ کے ساتھ اسے سڑکوں میں گھمایا جاتا ہے۔ اور بھنگڑا ڈالا جاتا ہے۔ ذبح کے وقت مووی بنائی جاتی ہے۔

یاد رکھیے! یہ سب عمل کو ضائع کرنے والے کام ہیں' اور اللہ کو ناراض کرنے والی

باتیں ہیں۔

قربانی کی قبولیت کے لیے تو بنیادی شرط ہی اخلاص، تقویٰ، للّٰہیت اور اتباعِ سنت ہے، بے نماز، ریاء کار اور بدعقیدہ شخص کی قربانی قبول نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ ہمیں نمود و نمائش اور فخر و ریاء سے محفوظ فرمائے اور اخلاص و تقویٰ اور للّٰہیت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حج کے فضائل وخصائل

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ﴾ [الحج : ۲۷۔۲۸]

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردیں' لوگ پیدل اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر دور دراز کے راستوں اور علاقوں سے تمہارے پاس آئیں گے۔ تاکہ وہ ان فوائد کو دیکھیں (اور حاصل کریں) جو ان کے لیے (حج میں رکھے گئے ہیں) اور مقررہ دنوں میں اللہ کے دیئے ہوئے جانوروں پر اللہ کا نام لیں' پھر ان جانوروں کا گوشت خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلائیں''۔

موجودہ ایام میں حج کی درخواستیں جمع کروائی جا رہی ہیں اسی مناسبت سے آج کے خطبہ میں حج کی فرضیت اور حج کے فضائل وخصائل اور فوائد ومقاصد بیان کیے جائیں گے۔

کیونکہ آج ہمارے معاشرے میں حج کے حوالے سے تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں:

① جو حج کی فرضیت کو جانتے ہوئے درخواستیں جمع کروا رہے ہیں۔

② جن کے پاس وسائل نہیں لیکن وہ دل میں حج کی بڑی تڑپ رکھتے ہیں اور ان کے دل حرمین کی زیارت کے لیے بے قرار اور بے چین ہیں اللہ انہیں وسائل مہیا فرمائے اور سعادتِ حج سے بہرہ ور کرے۔

③ جو وسائل کے باوجود غفلت ولاپرواہی کا شکار ہیں۔ آج کا خطبہ انہیں لوگوں کو جگانے کے لیے ہے۔ حج بیت اللہ اسلام کے بنیادی ارکان خمسہ میں سے ایک رکن ہے اور اس کی یہی فضیلت واہمیت کافی ہے کہ یہ اسلام کے ان اعمال میں سے ہے جن کے بغیر اسلام کی بنیاد ہی پوری نہیں ہوتی۔

عربی لغت میں حج کا معنی قصد کرنا ہے، لیکن دین کی زبان میں اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر مخصوص ارکان (طواف، سعی، رمی جمار، اور وقوفِ عرفات وغیرہ) کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا حج کہلاتا ہے۔

فرضیت حج:

حج کی فرضیت قرآن کریم اور حدیثِ رسول ﷺ دونوں سے ثابت ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران : ٩٧]

"اور لوگوں کے اوپر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا فرض کر دیا گیا ہے (ہر اس شخص پر) جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہے، اور جس نے کفر کیا (یعنی استطاعت کے باوجود حج نہ کیا) تو (وہ یاد رکھے کہ) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے (لہٰذا حج نہ کرنے کا وبال اس آدمی کے اپنے ہی اوپر پڑے گا، اللہ کا اس میں کوئی نقصان نہیں)"۔

اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا)).

”اے لوگو! تم پر حج فرض قرار دے دیا گیا ہے پس تم حج کرو“۔

ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ہر سال حج کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے یہ کلمہ تین بار دہرایا (اس کے جواب میں) آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں (بالفرض) اثبات میں جواب دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم (ہر سال حج کرنے کی) طاقت نہ رکھتے“۔ بعدازاں آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تک میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں مجھ سے سوال نہ کیا کرو اس لیے کہ تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اختلاف رکھنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے۔ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو تم استطاعت کے مطابق اسے سرانجام دو اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو تم وہ کام نہ کرو“۔ [1]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے، اس کے علاوہ نفلی حج جتنے مرضی کیے جا سکتے ہیں۔

حج کے فضائل وخصائل:

حج ایک ایسی عبادت ہے جو بہت سارے امور میں دوسری عبادات سے انتہائی ممتاز، منفرد اور انوکھی عبادت ہے۔

پہلی خصوصیت وفضیلت:

حج ان تین اعمال میں سے ہے جن سے ماضی کے تمام گناہ بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)). [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر (١٣٣٧) واحمد (٥٠٨/٢) و ابن حبان (٣٧٠٥).

[2] صحيح البخارى، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور (١٥٢١) و مسلم (١٣٥٠) و ابن ماجه (٢٨٨٩) والترمذى (٨١١).

"جس نے اللہ کے لیے حج کیا (اور اس سفر میں) بیہودہ اور فسق وفجور کی باتیں نہ کیں تو وہ اس دن کی مانند گناہوں سے پاک ہو کر لوٹے گا جس دن اس کی والدہ نے اس کو جنم دیا تھا"۔

مسلم شریف کی روایت ہے: عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا' اپنا دایاں ہاتھ نکالیں تا کہ میں آپ کی بیعت کروں؟ آپ نے دایاں ہاتھ باہر نکالا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عمروؓ! کیا بات ہے؟" میں نے عرض کیا: شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا: "تو کیا شرط لگانا چاہتا ہے؟" میں نے عرض کیا کہ میری بخشش ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: "اے عمرو! کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت سے بھی پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج سے بھی اس سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔ [1]

سبحان اللہ! حج کرنے کی یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس سے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں' لیکن اس فضیلت کو برقرار رکھنا معنی رکھتا ہے' اگر تو حج کرنے کے بعد اپنے آپ کو گناہوں اور برائیوں سے بچائے گا یہ فضیلت حاصل رہے گی' اور اگر حج کے بعد اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کرنے لگا تو دوبارہ گناہوں کی میل کچیل چڑھنے لگے گی اور وہ فضیلت ضائع ہو جائے گی۔

دوسری خصوصیت:

حج اسلام کے ان بنیادی ارکان میں سے ہے جن کے بغیر اسلام کی بنیاد کھوکھلی رہتی ہے۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ؛ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یهدم ما قبله و کذا الهجرة والحج (۱۲۱) و احمد (۱۷۷۹۲).

وَرَسُوْلُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)). ①

’’اسلام (کے محل) کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر ہے۔ (پہلا ستون) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں (دوسرا ستون) نماز قائم کرنا (تیسرا ستون) زکوٰۃ ادا کرنا (چوتھا ستون) حج کرنا (پانچواں ستون) رمضان کے روزے رکھنا‘‘۔

معلوم ہوا مؤمن مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ اگر استطاعت ہو تو ایک بار زندگی میں حج ضرور کرے۔

تیسری خصوصیت:

حج مقبول کی جزاء صرف جنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک کے درمیان کے گناہوں کا (عمرہ) کفارہ ہوتا ہے:

((وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)). ②

’’اور مقبول حج کا ثواب بس جنت ہے‘‘۔

اللہ اکبر! فریضۂ حج ادا کرنا کس قدر عظیم عمل ہے کہ اس کی جزاء صرف جنت ہے، لیکن یاد رکھیے! حج مبرور وہ حج ہے جو قرآن و سنت کے مطابق و موافق ہو۔

چوتھی خصوصیت:

حج کے لیے تمام علاقائی لباس چھوڑ کر ایک عاجزانہ لباس دو چادریں اوڑھنے کا حکم ہے۔ جنہیں احرام کی چادریں کہتے ہیں۔ گویا کہ رنگ، نسل اور علاقے کا امتیاز ختم صرف مسلمان ہونے کا اظہار، گروہی، لسانی، علاقائی اور دیگر تمام قسموں کی عصبیتوں کا

---

① صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب دعائكم إیمانكم (٨) والترمذی (٢٦١٢) والحمیدی (٧٠٣).

② صحیح البخاری، کتاب الحج، باب وجوب العمرة و فضلها (١٧٧٣) و مسلم (١٣٤٩) والترمذی (٩٣٣) والدارمی (٣١/٢).

خاتمہ اور ایک اللہ کے بندے ہونے کا مظاہرہ حج کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے۔

پانچویں خصوصیت:

دوران حج وفات پانے والا دو چادروں میں کفن دیا جائے گا اسے خوشبو نہیں لگائی جائے گی اور اس کا سر نہیں ڈھانپا جائے گا اور وہ کل قیامت کے دن "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ" پڑھتا اٹھایا جائے گا۔

بخاری و مسلم میں ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی معیت میں احرام کی حالت میں تھا اس کی اونٹنی نے (اس کو گرا کر) اس کی گردن توڑ دی وہ فوت ہوگیا اس کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ، وَ لَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)). [1]

"پانی میں بیری کے پتے ملا کر اس کو غسل دو اور اس کی دونوں چادروں میں اس کو کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگانا، نہ اس کے سر کو ڈھانپنا وہ قیامت کے دن لبیک پکارتا ہوا اٹھایا جائے گا"۔

چھٹی خصوصیت:

حج کے تمام ارکان کی مخصوص جگہیں مقرر ہیں۔ کسی جگہ کا بھی اور کوئی بدل نہیں۔ طواف صرف بیت اللہ کا۔ سعی صرف صفا ومروہ کی، وقوف صرف مزدلفہ وعرفات میں، قربانی صرف منیٰ میں، رمی جمار (کنکریاں) صرف جمرات پر......

دنیا جہاں کی کسی مسجد، کسی جگہ اور کسی مقام کا طواف جائز نہیں۔ طواف صرف کعبۃ اللہ کا ہے آج لوگوں نے قبروں اور مزاروں کا حج بنا لیا ہے۔ اور قبروں کے حج کا طریقہ سکھلانے کے لیے حج مشاہد کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ ایسے لوگ جاہلیت کے

---

[1] سنن النسائی، کتاب الحج، باب غسل المحرم بالسدر (۲۸۵۶) و صحیح نسائی (۲۶۷۱).

مشرکوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ عرب کے ان مشرکوں نے بیت اللہ کے مقابلے میں ابرہہ کے گھر کو برداشت نہیں کیا تھا، لیکن آج کے بعض نام نہاد مسلمانوں نے اخیر کردی، جگہ جگہ طواف شروع کردیا، اور اس طرح کے گستاخانہ بول شروع کردیئے:

تیرے پیراں وچ بیہ کے بابا جی ساڈا حج ہوگیا۔

استغفر اللہ کیسی گستاخانہ بات ہے، حج کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

ساتویں خصوصیت:

حج کے مہینے اور تاریخیں بھی مقرر ہیں اور ان تاریخوں کا متبادل موجود نہیں۔ آج بیت اللہ، صفا و مروہ، مزدلفہ وعرفات، منی و جمرات سب کچھ اپنی اپنی جگہ موجود ہیں لیکن آج حج نہیں ہوسکتا حج حج کے مہینوں اور حج کی تاریخوں میں ہی ہوگا:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ﴾ [سورة البقرة : ۱۹۷]

”حج کے مقررہ مہینے ہیں“۔

ان مہینوں کے علاوہ حج کی نیت سے سفر بھی جائز نہیں۔ اور حج کی تاریخیں بھی مقرر ہیں: ۸ ذوالحجہ سے ۱۳ ذوالحجہ تک ان تاریخوں کے علاوہ کسی مہینے اور کسی تاریخ کو حج نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ باقی بہت ساری عبادات کے متبادل ایام اور اوقات موجود ہیں۔

روزوں کے متبادل ایام موجود ہیں (بیمار آدمی جو رمضان میں روزے نہیں رکھ سکا باقی گیارہ مہینوں میں جب چاہے روزے رکھ لے)۔ نماز کے اوقات کا متبادل موجود ہے۔ ظہر بھول گیا یا سفر میں رہ گئی جب یاد آیا یا سفر سے فارغ ہوا ادا کرلے۔ زکوٰۃ کو آگے پیچھے کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن حج کی جگہ بھی محدود اور وقت بھی محدود ہے۔ نہ جگہ کا کوئی اور متبادل موجود ہے اور نہ حج کی تاریخوں کا کوئی متبادل موجود ہے۔ اگر رکاوٹ بن گئی آئندہ انہی مقررہ تاریخوں کا پابند ہے یہ نہیں کہ ذوالحجہ میں حج نہ کرسکا تو محرم میں کرلے۔ ربیع الاوّل میں کرلے۔ نہیں...... ہرگز نہیں۔

آٹھویں خصوصیت:

یہ وہ عبادت ہے جس کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کروایا گیا اور آپ کی

آواز کو پوری دنیا تک پہنچایا گیا:

﴿ وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ۝ ﴾ [الحج : ۲۷]

''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے''۔

بس اس حکم الٰہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صدا بلند کی کہ لوگو! اللہ نے تمہارے اوپر اس گھر کا حج فرض قرار دیا ہے۔ صدا بلند کرنے کی دیر تھی اللہ کے حکم سے آپ کی یہ صدا اور آواز دریاؤں، جنگلوں اور سمندروں کو چیرتی ہوئی دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی۔ اسی آواز کا کرشمہ ہے کہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں پہنچتے ہیں اور کروڑوں وہاں پہنچنے کے لیے تڑپتے ہیں، اور جو ایک دفعہ حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کر لیتا ہے وہ بار بار جانے کے لیے بے قرار اور مضطرب رہتا ہے۔

نویں خصوصیت:

حدیث میں ہے: جب حجاج کرام میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں عرش والا ان کے قریب آ جاتا ہے اور ان پر فرشتوں میں فخر کرتا ہے، اے میرے فرشتو! بتلاؤ میرے یہ بندے کیا لینے آئے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس دن اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو جہنم سے آزاد کرنے کا فیصلہ فرماتے ہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں سال بھر میں کسی اور موقع پر لوگ جہنم سے آزاد نہیں ہوتے۔ ①

یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی رحمت ہے جو حج کے موقع پہ عرفات والے دن موجزن ہوتی ہے۔

دسویں خصوصیت:

یہ مسلمانوں کا بین الاقوامی اور عالمی سطح پر بہت بڑا باہمی رابطہ اور اکٹھ ہے، جس میں دنیا بھر کے مسلمان آپس میں ملتے اور ایک دوسرے کے حالات معلوم کرتے

---

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفۃ، رقم: ۳۲۸۸.

ہیں، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شرکت ہوتی ہے اور محبت والفت کی خوشبو مہکتی ہے۔ کینے ختم ہوتے ہیں اور بغض وعداوت کا قلع قمع ہوتا ہے۔

حج کے فوائد ومقاصد:

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج میں بے شمار دینی ودنیاوی فوائد ومقاصد ہیں:

❶ یہ اللہ کی توحید کا بہت بڑا مظاہرہ ہے:

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ○ ﴾ [الحج : ٣٤]

”اور ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔ سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے“۔

❷ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا بہت بڑا باہمی رابطہ اور عالمی ذریعہ مؤاخات ہے۔ ایک لباس، ایک زبان، ایک ہی کلام:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ......الخ

❸ اللہ رب العزت نے حج کے موقعہ پر تجارت کی اجازت دے کر حج کے ذریعے رہبانیت اور تصوف کی عمارت اوندھے منہ زمین پہ گرا دی ہے۔ اس لیے حج بہت بڑی تجارت اور کاروبار بھی ہے۔

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة : ١٩٨]

”تم پر اپنے رب کا فضل (تجارت وکاروبار) تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں“۔

❹ حج سے گناہوں کے ساتھ ساتھ فقر وفاقہ بھی مٹتا ہے۔ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ)).[1]

”حج وعمرہ لگاتار کرتے رہیں بلاشبہ حج اور عمرہ فقر اور گناہوں کو دور کردیتے ہیں“۔

⑤ حج میں بہت سارے دینی امور کی تربیت موجود ہے‘ مثلاً ۸ سے ۱۳ تک مسلسل جفا کشی جو انسان کو عبادت کے لیے چست کرتی ہے۔ گھر بار چھوڑنا‘ خرچ کرنا‘ بکثرت اللہ کا ذکر کرنا‘ اطاعت کرنا (کبھی طواف‘ کبھی سعی‘ کبھی رمی جمار کہ جو اللہ کہتا جائے بندہ کرتا جائے) نفس پر قابو پانا‘ کیونکہ حالت احرام میں خشکی کا شکار اور مجامعت وغیرہ ممنوع ہے۔

⑥ حج کے موقعہ پر قربانی کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو گوشت جیسی نعمت کا ملنا۔

⑦ سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا اور جنت کا داخلہ‘ یہ دنیاوی واخروی فوائد ومنافع کی ایک جھلک آپ کو دکھلائی گئی ہے۔ ورنہ حج کے اور بھی بہت سارے فائدے اور منافع ہیں جو کسی سے مخفی نہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجاء ودعا ہے کہ اللہ استطاعت رکھنے والوں کو یہ فریضہ بجالانے کی توفیق بخشے‘ اور جنہیں استطاعت نہیں انہیں استطاعت عطاء فرمائے‘ اور جو اس فریضے کو ادا کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں ان کا یہ عمل قبول فرمائے۔

⁂

---

[1] جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة (۸۱۰) والصحیحة (۱۱۸۵) واحمد (۳۸۷/۱).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة:١٢٤]

”جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا‘ عرض کرنے لگے: اور میری اولاد کو۔ فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں“۔

یہ دنیا دار الامتحان اور دار الابتلاء ہے۔ یہاں ہر کوئی امتحان اور آزمائش میں ہے۔ امیر ہو یا غریب‘ حاکم ہو یا محکوم‘ سکھی ہو یا دُکھی‘ تندرست ہو یا بیمار‘ خوبصورت ہو یا بدصورت‘ ہر کوئی آزمائش میں ہے۔

سورۃ الانبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ [الأنبياء: ٣٥]

”یعنی ہم اچھی اور بری دونوں طرح کی آزمائشوں میں مبتلاء کرتے ہیں۔“

کبھی مصائب و آلام سے دوچار کر کے اور کبھی دنیا کے وسائل فراواں سے بہرہ ور کر کے‘ کبھی صحت و فراوانی کے ذریعے اور کبھی تنگی و بیماری کے ذریعے‘ کبھی تونگری دے کر اور کبھی فقر و فاقہ میں مبتلاء کر کے‘ ہم آزماتے ہیں:

تا کہ ہم دیکھیں کہ شکر گزاری کون کرتے ہیں اور ناشکری کون؟ صبر کون کرتا ہے اور بے صبری کون؟ پھر تم ہماری طرف ہی لوٹ کے آؤ گے تو ہم صبر و شکر کرنے والوں کو اجر عظیم اور جنّات نعیم سے نوازیں گے اور ناشکروں اور بے صبروں کو خسران مبین اور عذاب الیم میں جھونک دیں گے۔

بہرحال دونوں طرح کی آزمائش ہوتی ہے، بنواسرائیل کی تاریخ پڑھیے قرآن بیان کرتا ہے، پہلے وہ فرعونیوں کے ظلم و تشدد کی چکی میں پس رہے تھے اس وقت بھی آزمائش میں تھے، پھر انہیں فرعونیوں کے ظلم سے نجات دی گئی۔

بادشاہتوں سے نوازا گیا۔ اور یہ بھی امتحان ہی تھا۔ اور حقیقت ہے خیر و بھلائی والی آزمائش تنگی اور شر والی آزمائش سے بھی سخت ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے:

ہمیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں صعوبتوں اور تکلیفوں کے ذریعے آزمایا گیا ہم کامیاب ہو گئے، لیکن بعد میں ہمیں آسائشوں اور نعمتوں کے ذریعے آزمایا گیا تو ہم پوری طرح کامیاب نہ ہوئے۔ [1]

الغرض آزمائش اور امتحان یہ دنیا کی زندگی جزو لاینفک ہے کوئی فرد و بشر اس سے مستثنیٰ نہیں۔ جامع الترمذی میں ہے:

”سب سے بڑی آزمائش انبیاء کرام علیہم السلام کو پیش آئی ہیں“۔ [2]

اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے آزمائش میں کامیابی میں نمونہ بنیں، نیز آزمائشوں کے ذریعے ان کے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

تو آج کے خطبہ میں ایک عظیم پیغمبر جدالانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند آزمائشیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کا ایک بہت بڑا پہلو ہے۔ جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، بابٌ، رقم: ۲۵۸۲.

[2] جامع الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء، رقم: ۲۳۹۸.

﴿ وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ ﴾ [البقرة:١٢٤]

”وہ وقت یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند بڑی بڑی باتوں میں آزمایا“۔

پھر خود اللہ رب العزت نے یہ گواہی دی ہے فَاَتَمَّهُنَّ کہ ابراہیم علیہ السلام ان آزمائشوں میں اعلیٰ درجے کے کامیاب ثابت ہوئے اور وہ تمام امتحانات انتہائی مشکل اور بھاری تھے۔ وہ آزمائشیں انتہائی سخت اور دشوار تھیں۔ جس گھر میں آنکھ کھولی، وہ شرک کا گھوارہ اور بت گری کا مرکز تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر صرف بت پرست ہی نہیں تھا بلکہ بت گر بھی تھا۔ بت بنا بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گھر سے ہی دعوت توحید کا آغاز فرمایا سورۂ مریم میں تفصیل موجود ہے۔ بڑے پیارے انداز میں ادب و احترام کے ساتھ اپنے باپ کو دعوتِ توحید دی:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ○ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ○ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ○ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ○ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ○ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ○ ﴾

[مریم: ۴۱۔ ۴۸]

”اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کر، بے شک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے، جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! آپ ان کی پوجا پاٹ

کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں‘ میرے مہربان باپ! آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں تو آپ میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا‘ میرے ابا جان! آپ شیطان کی پرستش سے باز آجائیں شیطان تو رحم و کرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ ابا جان! مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آ پڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا۔ جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ۔ کہا اچھا تم پر سلام ہو میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا‘ وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں‘ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا‘ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا“۔

غور کیجئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتنے باادب‘ شائشہ اور کھلے الفاظ میں اپنے باپ کو دعوتِ توحید دی‘ اور دعوت میں کوئی لچک نہیں دکھلائی اور باپ کے ادب میں بھی فرق نہیں ڈالا۔ واشگاف الفاظ میں بتلایا کہ بت پرستی شرک ہے‘ اور درحقیقت شیطان کی پوجا ہے اور یہ شرک موجبِ عذاب و موجبِ ہلاکت ہے...... لیکن انداز انتہائی پیارا اختیار فرمایا: ”یَآ أَبَتِ یَآ أَبَتِ“ پیارے ابا جان‘ پیارے ابا جان کہہ کر اپنے باپ کو مخاطب کیا...... لیکن باپ نے اتنی پیاری دعوت قبول کرنے کی بجائے دھمکیاں دیں‘ تو یہ کتنی بڑی آزمائش ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خیر خواہی کرتے ہیں دعوتِ توحید دیتے ہیں۔ اور پورے ادب و احترام کے ساتھ بات کرتے ہیں...... لیکن باپ جھڑکتا ہے‘ ڈانٹتا ہے‘ ڈراتا دھمکاتا ہے۔ میں سنگسار کروں گا۔ میرے گھر سے نکل جاؤ۔

پھر ساری قوم مشرک تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خون کی پیاسی بنی ہوئی تھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انداز بدل بدل کر سمجھانے کی کوشش کی، ان کو سمجھانے کے لیے ان کے بت کدے میں جا کے ان کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

جس طرح سورۃ الانبیاء میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے:

﴿ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ○ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ
هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ
اِبْرٰهِيْمُ ○ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ○ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ
فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ
كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ثُمَّ
نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ○ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ○ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ [الأنبياء: ٥٨-٦٧]

”پس اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لیے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں، کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ (ہمارے خداؤں کا بیڑا غرق کس نے کیا) ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا (وہ ان کی مذمت کرتا رہتا ہے) جسے ابراہیم (علیہ السلام) کہا جاتا ہے، سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں، کہنے لگے! اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے، آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔ پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو۔ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں، اللہ کے خلیل نے اسی وقت فرمایا افسوس! کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان، تف ہے تم پر

اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں"۔

سبحان اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتنی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا‘ ایک طرف آپ تن تنہا اور دوسری طرف پوری مشرک قوم‘ اور خوب معلوم تھا کہ قوم کے دلوں میں ان بتوں اور مورتیوں کا کتنا بڑا تقدس ہے‘ اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام جان ہتھیلی پہ رکھ کر اس آزمائش میں کامیاب ہوئے...... ذرا تصورات کی دنیا میں جا کر سوچیے کہ یہ کتنا بڑا امتحان تھا‘ یہ کتنی کٹھن ابتلاء تھی......

ذرا غور کیجیے! یہ کتنی بڑی آزمائش تھی؟ کہ ابراہیم علیہ السلام نے قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے ہر طرح سے قوم کو شرک کی تاریکیوں سے نکالنا چاہا اور اس طرح انہیں جہنم سے بچانا چاہا۔ لیکن قوم ڈھٹائی کے ساتھ شرک اور کفر پہ اَڑی رہی اور الٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کی کوششیں کرنے لگے۔ وہ تو اللہ رب العزت نے اپنے امر سے اور کن فیکون کی قدرت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچایا اور ان کے لیے دشمنوں کی آسمان سے باتیں کرتی آگ کو گلزار بنا دیا:

﴿ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ ﴾ [الأنبياء : ٦٩]

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت جیسی آزمائش سے بھی گزرنا پڑا اللہ کے دین کے لیے ہجرت بہت بڑا امتحان ہے‘ کہ انسان اپنا وطن علاقہ سب کچھ چھوڑ کر کسی اور علاقے میں مقیم ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت قرآن کریم میں بھی مذکور ہے اور کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری میں حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر سفر ہجرت کر رہے تھے‘ راستے میں ایک جابر بادشاہ کے علاقے سے گزر ہوا اس جابر بادشاہ کو اطلاع دی گئی ایک ابراہیم نامی شخص اپنی خوبرو عورت کے ساتھ آپ کے علاقے میں داخل ہوا ہے۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا۔ اس سے پوچھو کہ اس کے ساتھ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا

گیا' آپ نے جواب دیا یہ میری بہن ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جابر بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے یہ گول جواب دیا' ساتھ اپنی بیوی کو بتلایا کہ میں نے ان لوگوں کو یہی کہا ہے کہ یہ میری بہن ہے اس لیے مجھے جھوٹا نہ کرنا۔ اور اللہ کی قسم اس وقت روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں اس لیے رشتہ ایمان میں ہم دونوں بہن بھائی ہیں۔

پھر بادشاہ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو طلب کیا اور برے ارادے سے ان کی طرف بڑھا۔ جناب سارہ اٹھیں جلدی سے وضو کیا اور نماز شروع کر دی' نماز میں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ اِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ.

"یا اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور میں نے اپنی شرمگاہ کو شوہر کے سوا ہر کسی سے محفوظ رکھا ہے تو تو اس کافر کو مجھ پہ مسلط نہ کرنا"۔

پس وہ بادشاہ منہ کے بل گرا اور ایڑیاں رگڑنے لگا' تڑپنے لگا جناب سارہ نے کہا یا اللہ اگر یہ مر گیا تو قتل کا الزام مجھ پر آئے گا۔ وہ بادشاہ ٹھیک ہو گیا (لیکن اسے اب بھی عقل نہ آئی) وہ پھر برے ارادے سے آگے بڑھا پھر ایسا ہی ہوا (یعنی تین دفعہ وہ اٹھا اور تینوں دفعہ حضرت سارہ علیہا السلام نے وضو کر کے نماز میں دعا کی) تیسری بار کے بعد بادشاہ نے درباریوں سے کہا تم نے تو کوئی جن میرے پاس بھیج دیا ہے۔ اسے ابراہیم کے پاس واپس لے جاؤ۔ اور یہ ہاجرہ خدمت کے لیے ساتھ دے دو۔ جناب سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہاجرہ کو ساتھ لے کر آئیں اور کہا: دیکھو اللہ تعالیٰ نے کافر کو منہ کے بل گرایا اور خدمت کے لیے ہاجرہ بھی دلوائی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کر لیا۔[1] پھر بعد میں اولاد کے حوالے سے چند سخت آزمائشیں درپیش ہوئیں۔ (ان شاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا)۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام آزمائشوں میں پورے اترے اور اللہ رب العزت سے بڑے انعامات پائے' اللہ رب العزت نے وہ انعامات بیان کرتے ہوئے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربيّ و هبة و عتقه، رقم: ۱۲۱۷.

کہیں ارشاد فرمایا:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۝ ﴾ [البقرة: ١٢٥]

”لوگو! مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھو“۔

کہیں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۝ ﴾ [البقرة : ١٢٤]

”(اے ابراہیم!) میں تجھے تمام لوگوں کے لیے امام اور پیشوا بنانے والا ہوں“۔

غور کیجئے! یہ کتنا بڑا اعزاز واکرام اور فضل وانعام ہے کہ آزمائشوں میں کامیابی کے صلہ میں رب کائنات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام لوگوں کا امام ومقتدا بنا دیا' اور کہیں رب ارض وسماء نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ ﴾ [النساء : ١٢٥]

”اللہ (رب العزت) نے ابراہیم کو خلیل بنالیا ہے“۔

یہ (مقام خلت) بہت بڑا اعزاز وانعام ہے جو دنیا بھر میں صرف دو شخصیتوں کو حاصل ہوا ہے' ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان میں کوئی تیسرا خلیل نہیں ہے۔

بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمائشوں میں کامیابی کے صلہ میں بہت سارے انعامات ملے' ان کا ذکر خیر قیامت تک کے لیے دنیا میں باقی رکھا گیا' انہیں دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں نیک وصالح اور چنا ہوا قرار دیا گیا' ان کے بعد ان کی ذریت میں نبوت ورسالت رکھ دی گئی' آپ کے بعد جتنے انبیاء ورسل دنیا میں مبعوث کیے گئے وہ سب آپ کی اولاد میں سے ہی مبعوث کیے گئے' آپ کی اولاد سے دو نسلیں چلیں:

ایک بنواسرائیل' اس سے بے شمار پیغمبر مبعوث کیے گئے۔

اور دوسری بنواسماعیل علیہ السلام' اس سے صرف ایک پیغمبر آیا۔ لیکن وہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا امام اور پوری اولاد آدم کا سردار بن کر آیا' یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شان ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مزید تفصیل کے لیے سورۂ الانعام' سورۂ ہود' سورۂ مریم' سورۂ ابراہیم' سورۂ الانبیاء' سورۂ الشعراء' سورۂ الصافات اور سورۂ صٓ وغیرہ پڑھیے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش بذریعہ اولاد

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ [الصافات : ۱۰۰]

گذشتہ سے پیوستہ خطبۂ جمعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مختلف آزمائشوں کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلیٰ درجے کی کامیابی حاصل کی اور آج جناب ابراہیم علیہ السلام کی وہ آزمائشیں بیان کی جائیں گی جو اولاد کے سلسلے میں تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان میں بھی نمایاں اور شاندار کامیابی حاصل کی۔

دراصل جب انسان کے دل میں ہدایت کا نور پیدا ہو جائے اور اس کا سینہ اللہ کے دین کے لیے کھل جائے اور ایمان و توحید اس کے دل کی گہرائیوں اور رگ و ریشے میں سرایت کر جائے تو پھر انسان اللہ کی محبت میں دنیا کی ہر چیز چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

انسان کے لیے انتہائی محبوب اور پیاری چیزوں میں ایک چیز اولاد ہے، اور یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر یہ نعمت نہ ملے تب بھی انسان بے تاب اور بے قرار ہو جاتا ہے اس کے حصول کے لیے لاکھوں جتن کرتا ہے، جائز ناجائز کی پرواہ چھوڑ بیٹھتا ہے، حتیٰ کہ کئی ضعیف الایمان لوگ عقیدۂ توحید سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کی تکلیف بھی انسان کو برداشت نہیں ہوتی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کے حوالے سے بار بار آزمایا گیا اور کئی طرح سے آزمایا گیا۔

❶ پہلی آزمائش:

دیر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خلیل کو اولاد ہی نہ دی۔ دعائیں کرتے رہے:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ ﴾ [الصافات : ۱۰۰]

”اے میرے رب! مجھے ایک صالح (لڑکا) عطا فرما“۔

حتیٰ کہ انتہائی بڑھاپے میں اولاد ملی۔

❷ دوسری آزمائش:

اکلوتے بیٹے اور اس کی ماں ہاجرہ کو مکے جیسے بے آب و گیاہ صحراء میں تنہا چھوڑ کے جانے کا حکم ہوا۔ تھوڑا سا پانی اور تھوڑی سی کھجوریں اور دور دراز تک کوئی انس و بشر نہیں۔ صرف اللہ پہ توکل:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ [ابراهيم : ۳۷]

”اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں“۔

دردناک الوداع:

جب اپنی بیوی اور دودھ پیتے بچے کو چھوڑ کر جانے لگے بیوی ام اسماعیل پوچھتی ہے ہمیں یہاں کیسے چھوڑ کے جا رہے ہو، ابراہیم علیہ السلام نہ مڑ کر دیکھتے ہیں نہ کوئی جواب دیتے ہیں، حتیٰ کہ بیوی پیچھے چلتی چلتی کداء نامی جگہ تک آ جاتی ہے اور اپنا سوال تبدیل کرتی ہے اور پوچھتی ہے کیا یہ اللہ کے حکم سے ہے یا اپنی مرضی سے ایسا کر رہے ہو؟ اب جناب ابراہیم علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ یہ اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں تو ام اسماعیل مطمئن ہو جاتی ہیں اور کہتی ہیں:

﴿ اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا ﴾

’’پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا‘‘۔ [1]

(ذرا سوچیے! ام اسماعیل کا ایمان اور توکل کتنا مضبوط تھا)۔ اور اللہ نے اس توکل کے صلے میں سارے انتظامات کیے۔

آبِ زم زم:

ام اسماعیل کے پاس جو تھوڑا سا توشہ تھا وہ ختم ہوگیا، جس کے نتیجے میں بچے کے لیے چھاتی میں دودھ نہ رہا، بچہ بلک رہا ہے، لیکن ام اسماعیل کسی گلے شکوے کی بجائے ہمت کرتی ہیں اور دوڑ کر صفا پہاڑی پہ چڑھتی ہیں کہ شاید کوئی انسان دکھلائی دے لیکن کوئی شخص دکھلائی نہ دیا، صفا سے اترتی ہیں اور وادی میں دوڑ کر مروہ پہاڑی پہ چڑھ جاتی ہیں وہاں بھی کوئی دکھائی نہیں دیتا، اسی طرح وہ سات چکر پورے کرتی ہیں (رسول اللہ ﷺ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ صفا و مروہ کی سعی ام اسماعیل کا ہی عمل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس صابرہ و متوکلہ خاتون کے اس عمل کو تا قیامت جاری کر دیا) جب ام اسماعیل ساتویں بار مروہ پہ چڑھیں تو ایک آواز سنائی دی، پھر کان لگایا تو دوبارہ آواز سنائی دی تو ام اسماعیل نے کہا: (اے اللہ کے بندے) میں نے تیری آواز سنی ہے اگر تو کچھ مدد کر سکتا ہے تو کر، پھر دیکھا تو زم زم والی جگہ ایک فرشتے کو پایا اس نے اپنے پر سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ جاری ہوگیا، ام اسماعیل نے مشکیزہ بھرا اور اپنے ہاتھ سے پانی کو حوض کی شکل دینے لگی۔ پھر اس فرشتے نے کہا: تم اپنی جان کا خوف نہ کرنا، یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ بچہ اور اس کا باپ (جناب ابراہیم) دونوں مل کر وہ گھر بنائیں گے۔ (غور کیجیے! اللہ رب العزت نے ام اسماعیل کو صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کا کیا صلہ دیا کہ بطور کرامت ایک چشمہ جاری کر دیا جو آج تک جاری ہے، جس کا پانی دنیا کے سارے پانیوں سے اعلیٰ ہے اور یہ واحد پانی ہے جو پوری دنیا عرب و عجم اور شرق و غرب میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور آج تک اس پانی میں نہ کمی آئی ہے نہ اس کے معیار میں فرق آیا ہے)۔

---

[1] صحيح البخاری، كتاب احاديث الأنبياء، بابٌ ﴿يزفّون﴾ رقم ٣٣٦٤۔

مکہ شہر بن گیا:

ام اسماعیل کے لیے پانی کا انتظام کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے اپنے خلیل کی دوسری دعا بھی قبول فرمائی، بنو جرہم قبیلہ اُدھر سے گزر رہا تھا ان کے پاس پانی ختم ہو گیا، وہ ایک آبی پرندے سے اندازہ کر کے چاہِ زمزم کے پاس پہنچے دیکھا تو ایک پانی کا چشمہ ہے اور ایک عورت اور اس کا معصوم بچہ ہے، وہ بنو جرہم قبیلہ ام اسماعیل سے اجازت لے کر وہاں آباد ہو گیا، اس طرح وہ صحراء و بیابان ایک گنجان آباد شہر بن گیا، اور دنیا بھر کے تمام پھل اور میوہ جات وہاں پہنچنے لگے۔

بہر حال امتحان بہت بڑا تھا کہ معصوم بچہ اور اس کی کمزور ماں کو جنگل بیابان میں چھوڑ کر خود ہجرت کر جانا۔ آج آدمی کے بیوی بچہ گنجان آباد شہر میں ہوں عزیز و اقارب، ہمسائے، محلہ دار سارے موجود ہوں پھر انہیں چھوڑ کر سفر میں جائے تو فکر مند رہتا ہے۔

③ تیسری آزمائش:

جناب ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں جو اکلوتا بیٹا ملا اس کے بارے حکم ہوتا ہے (جب وہ بیٹا سہارا بننے کی عمر کو پہنچا) اسے اپنے ہاتھوں قربان کر دو۔ اللہ اکبر...... کتنا بڑا امتحان ہے۔ کبھی اولاد کے حصول کے لیے دعائیں۔ کبھی چھوٹے سے بچے کی جدائی (جس عمر میں بڑی محبت ہوتی ہے) اور کبھی اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کا حکم قرآن نقشہ کھینچتا ہے:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ○ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ○ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّآإِبْرٰهِيْمُ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ○ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ○ سَلَامٌ عَلٰى إِبْرٰهِيْمَ○ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ○ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الصافات: ۱۰۲ تا ۱۱۱]

”پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے، تو اس

> (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجا لایئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے (باپ نے) اس کو (بیٹے کو) پہلو کے بل لٹا دیا، تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں، درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا، اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا، ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو، ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا“۔

اور قرآن نے یہ واقعہ سنا کر اسلام کا مفہوم سمجھا دیا۔ جب باپ ذبح کرنے کو تیار اور بیٹا کٹنے کو تیار تو کہا: ”اَسۡلَمَا“ دونوں (حقیقی) مطیع و مسلم ہو گئے۔ یہ ہے اسلام...... یہ ہے ایمان......

غور کیجئے! کیسی استقامت، پامردی، جرأت اور ہمت ہے؟ چشم فلک نے یہ منظر پہلے کبھی نہ دیکھا کہ ایک رقیق القلب باپ (کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کوئی سخت دل باپ نہیں تھے) مشفق باپ، جو بوڑھا بھی ہے۔ اور بے شمار دکھوں اور دردوں کا ستایا ہوا بھی۔ وہ کس طرح اپنے پھول جیسے بردبار، خدمت گزار، صابر و شاکر اور نیک و صالح بچے کو (جو اتنا نیک اور صالح ہے کہ اللہ کی محبت میں کٹنے کو تیار ہے) صرف اللہ کی محبت کی خاطر، اپنے رب کی رضا کے لیے قربان کرنے پہ آمادہ ہے۔ یہ صرف ایمان کی پختگی اور اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کی علامت ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنے لختِ جگر، نورِ نظر اور قرارِ دل و جان کو اپنے ہاتھوں قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

لیکن آج ہم اللہ کی محبت میں چھوٹے چھوٹے کام کرنے کو تیار نہیں، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، جانور قربان کرنا، صدقہ و خیرات کرنا یہ کتنے آسان کام ہیں لیکن آج

مدعیانِ اسلام کی اکثریت، بے نماز، بے روزہ، بے زکوٰۃ اور بے عمل ہے۔

بہرحال جناب ابراہیم علیہ السلام جب آزمائشوں میں پورے اترے تو اللہ رب العزت نے دنیا میں ہی ہر طرح کے اعلیٰ انعامات سے نوازا۔

پہلا إنعام: اللہ رب العزت سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۴ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴾ [البقرة : ١٢٤]

”جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا۔ اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا، عرض کرنے لگے: اور میری اولاد کو؟ فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں“۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والے جس انعام کا تذکرہ فرمایا ہے وہ انعام دنیا بھر کے لیے امام، نمونہ اور پیشوا بنانا ہے۔

دوسرا إنعام: سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۳۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴾ [البقرة : ١٣٠]

”دینِ ابراہیمی سے وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو، ہم نے تو اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہے“۔

اس آیتِ کریمہ میں جناب ابراہیم علیہ السلام کو یہ اعزاز و انعام دیا گیا ہے کہ ان کی ملت اور ان کے دین سے اعراض کرنے کو بیوقوفی، ناکامی و نامرادی قرار دیا گیا ہے۔

تیسرا إنعام: رب کائنات سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۵ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴾ [الأنعام : ٧٥]

”اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں“۔

سبحان اللہ! یہ کتنا بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو اپنے کارخانہ قدرت کے عجائبات وملکوت دکھلائے، اپنی قدرت کاملہ کی انوکھی نشانیاں دکھلائیں۔

چوتھا انعام: ارشاد باری تعالیٰ سورۃ الانعام آیت نمبر۸۳ میں:

﴿ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۸۳]

’’اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے‘‘۔

یہ کیا عظیم الشان انعام ہے کہ خالقِ کائنات نے اپنے خلیل کو اہل کفر اور اہل شرک کے خلاف انتہائی ٹھوس دلیل وحجت عطاء فرمائی، جس کی وجہ سے ان کی قوم اور اس وقت کے ائمۃ الکفر لاجواب ہوگئے۔

پانچواں انعام: اللہ رب العزت سورۃ الانبیاء آیت نمبر(۷۲۔۷۳) میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ○ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴾ [الأنبيآء : ۷۲۔۷۳]

’’اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اس پر مزید اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی، اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے‘‘۔

اولاد کے سلسلے میں آزمائشوں میں کامیابی پر خلیل اللہ کو ایک انعام یہ دیا کہ آپ کو ایک بیٹا اسحاق اور پوتا یعقوب عطاء کیا اور ان سب کو نیک، صالح اور امام بنایا۔

چھٹا انعام:

﴿ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ۲۷]

”اور ہم نے انہیں (ابراہیم کو) اسحاق و یعقوب (علیہ السلام) عطا کیے اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے“۔

یہ انتہائی عظیم انعام ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء و رسل مبعوث کیے گئے وہ سارے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی اولاد اور ذریت میں سے تھے اور آپ کی ذریت پر ہی کتابیں نازل ہوئیں۔

ساتواں انعام: اللہ رب العزت سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۱ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ○ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۰۸ ـ ۱۱۱]

”اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا، ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا“۔

یہ کیسا عظیم انعام ہے کہ خلیل اللہ کو اس کے رب نے سلام کہا، اور آپ کا ذکر خیر تا قیامت جاری کر دیا اور آپ کو مخلص بندۂ مؤمن قرار دیا۔

آٹھواں انعام: رب کائنات سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۳ میں فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ ﴾ [النحل : ۱۲۰ تا ۱۲۳]

”بیشک ابراہیم پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور یک طرفہ مخلص تھے۔ وہ

مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے انہیں اپنا برگزیدہ کر لیا تھا اور انہیں راہ راست سمجھا دی تھی۔ ہم نے اسے دنیا میں بھی بہتری دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں میں ہیں۔ پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں، جو مشرکوں میں سے نہ تھے"۔

یہاں اللہ رب العزت اپنے خلیل کی بہت ساری شان وعظمت بیان کرنے کے بعد ایک بے مثال انعام دے رہے ہیں کہ پیغمبروں کے امام، ساری اولاد آدم کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ بھی ملتِ ابراہیم کی اتباع کریں۔

نواں إنعام. درود ابراهیمی: امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جتنے درود سکھلائے ان سب میں اس بات کا بار بار اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرمائیں اور برکتیں اتاریں۔

دسواں إنعام. مقام ابراهیم کے پاس نماز: وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر جناب خلیل نے کعبۃ اللہ کی تعمیر نو کی، اسے مقام ابراہیم کا نام دیا گیا اور اس کے پاس دو رکعتیں نماز ادا کرنے کی ترغیب دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵]

"مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو"۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ.

یہ بڑے بڑے دس انعامات ہیں جو جناب خلیل کو بڑی بڑی آزمائشوں میں کامیابی پر ملے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مساجد ومدارس کا مقام

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ○ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴾ [النور : ٣٦-٣٧]

”ان گھروں میں جن کے بلند کرنے‘ اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی“۔

وقال تعالیٰ فی مقام آخر:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ ﴾ [البقرة : ١١٤]

”اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیے جانے کو روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو خوف

کھاتے ہوئے ہی اس میں جانا چاہیے' ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے''۔

دین اسلام میں مساجد و مدارس کی بہت زیادہ اہمیت ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ احکم الحاکمین کی عبادت کرنا ہے۔

سورۃ الذاریات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ ﴾ [الذاریات]

اور تمام عبادات میں اہم ترین عبادت نماز ہے' اسی لیے قرآن کریم میں بیسیوں بار نہیں بلکہ سینکڑوں بار نماز کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور مسجدیں نماز کی جگہیں ہیں جہاں اللہ کی بارگاہ میں قیام' رکوع' سجود اور دعاء ومناجات کی جاتی ہے۔

اور چونکہ عبادات قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کیے بغیر ادا نہیں کی جاسکتیں' اس لیے مساجد کے ساتھ ساتھ ان مدارس دینیہ کی ترغیب دی گئی ہے جہاں قرآن وسنت کی تعلیم دی جائے رسول اللہ ﷺ کے دور میں مدینہ اور گرد ونواح میں جتنی مسجدیں معرضِ وجود میں آئیں تمام میں تعلیم وتربیت کے لیے مدارس کا بھی انتظام موجود تھا۔

اور وہاں ایسے مخلص دینی طالب علم قیام پذیر تھے جو اپنی ضروریات کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرتے اور دین سیکھ کر دوسرے لوگوں میں دین کی تعلیم وتربیت کا کام کرتے تھے۔

دنیا میں بڑے بڑے پیغمبروں کی چھوڑی ہوئی یادگاریں کوئی شاہی محل نہیں' اور نہ ہی کوئی عالیشان بنگلہ ہے۔ نبیوں کی نشانیاں اور یادگاریں تو مسجدیں اور مدرسے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو عظیم الشان بادشاہ اور نبی تھے ان کی نشانی بھی کسی تفریحی پارک یا کوٹھی بنگلے کی صورت میں دنیا میں موجود نہیں ان کی یادگار مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس ہے۔

جد الانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اگر کوئی تعمیر کا کام کرتے ہیں تو بیت اللہ کی تعمیر کے لیے پتھر اُٹھاتے ہیں اور مسجد حرام بناتے ہیں۔

پیغمبروں کے امام اور ساری اولادِ آدم کے سردار نبی اللہ، نبی الرحمۃ، نبی التوبۃ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کبھی قبل از نبوت کعبۃ اللہ کی تعمیر میں بنفسِ نفیس حصہ لیتے ہیں اور خود پتھر اٹھاتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ اور کبھی ہجرت کے بعد مسجد قباء اور مسجد نبوی کی تعمیر میں عملاً حصہ لیتے ہیں، کتب حدیث میں مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ مذکور ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت پتھر اُٹھا رہے تھے ان کی کمر پر مٹی لگ گئی۔ رسول اللہ ﷺ بڑے پیار کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کمر پہ لگی مٹی جھاڑتے ہیں اور دُعا دیتے ہیں۔ [1]

غور کیجئے! رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کے مدینہ آئے، چند دن قباء کے محلے میں رونق افزاء رہے تو مسجد قباء بنوا دی پھر مدینہ شہر میں جلوہ افروز ہوئے، رہائش کی ضرورت ہے لیکن حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے غریب صحابی کے جھونپڑے نما مکان میں رہنا پسند فرما لیا، اپنا گھر نہیں بنایا، لیکن پہلے مسجد تعمیر کی، بعد میں اپنے لیے سادہ سا گھر تعمیر کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں بھی مسجدیں بنانے، ان کی صفائی ونظافت کا خیال رکھنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے اور آباد کرنے کی زبردست ترغیب دی ہے۔ چند احادیث مبارکہ عرض کرتا ہوں:

① ((مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِداً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ)). [2]

”جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے“۔

کیسی زبردست فضیلت ہے؟ کہ دنیا میں مسجد تعمیر کرنے کے بدلے میں جنت کے اندر ہمیشہ کے لیے ایک بنگلہ مل جائے۔

② أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَأَنْ تُنَظَّفَ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی ابناء المسجد (٤٤٧).

[2] صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من بنی مسجدا (٤٥٠)، عن عثمان رضی اللہ عنہ.

وَتُطَيَّبَ. ①

"رسول اللہ ﷺ نے آبادیوں اور کالونیوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور انہیں صاف ستھرا رکھنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا"۔

③ اللہ کے عرش کا سایہ پانے والے سات خوش نصیبوں میں ایک خوش نصیب:

((وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ)). ②

"وہ بندہ جس کا دل مسجد سے چمٹا ہوا ہے ایک نماز پڑھ کے باہر نکلا ہے اور اگلی نماز کے لیے مسجد جانے کو بے تاب اور بے قرار ہے"۔

سبحان اللہ! مسجد سے دل لگانے کی کتنی بڑی شان وفضیلت ہے کہ ایسے شخص کو اس دن اللہ کے عرش کا سایہ ملے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

④ ایک شخص (مرد یا عورت) مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ایک روز نبی ﷺ نے اسے نہ پایا۔ ساتھیوں سے اس کے بارے دریافت کیا' لوگوں نے بتلایا وہ رات وفات پا گیا تھا۔ ہم نے دفنا دیا۔ فرمایا:

((هَلَّا آذَنْتُمُوْنِيْ)).

"مجھے خبر کیوں نہ دی"۔

لوگوں نے عرض کیا: ہم نے رات کے وقت آپ کو زحمت دینا پسند نہ کیا۔ فرمایا:

((دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ)).

"مجھے اس کی قبر بتلاؤ"۔

قبر بتلائی گئی آپ نے قبر پر نماز جنازہ ادا کی۔ ③

غور کیجئے! مسجد کا خادم' جھاڑو دینے والا رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں کس قدر و منزلت کا مالک تھا۔

---

① سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور (٤٥٥).

② صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين (١٤٢٣) و مسلم (١٠٣١).

③ صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن (١٣٣٧).

⑤ بندہ جب صبح کرتا ہے اس کے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا اس کے ذمہ ہے' لوگوں نے عرض کیا ۳۶۰ جوڑ ۳۶۰ صدقات کیسے کریں۔ فرمایا گھبراؤ نہیں۔ ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام کرلو تمام جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جائے گا۔ مسجد میں کوئی گندگی وغیرہ ہو اسے باہر پھینک دو صفائی کردو۔ یا راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دو یا پھر ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھ لو۔ انگ انگ کا صدقہ ادا ہو جائے گا۔ ①

⑥ ((اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ الْمَسَاجِدُ)). ②

"زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے اللہ کے ہاں محبوب ترین ٹکڑے مسجدیں ہیں"۔

⑦ مسجد میں داخل ہونے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)). ③

"یا اللہ میرے لیے رحمتوں کے دروازے کھول دے"۔

اس دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

⑧ نماز اللہ کی عبادت ہے لیکن ایک تو بلا شرعی عذر فرض نماز گھر میں جائز نہیں دوسرا مسجد میں ادا کرنے سے ۲۵ یا ۲۷ درجے زیادہ اجر وثواب ملتا ہے۔ ④

اس سے بھی مسجد کی شان وعظمت واضح ہوتی ہے۔

⑨ نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا' گناہوں کی بخشش کا ذریعہ' درجات کی بلندی کا باعث اور شیطان کے حملے سے بچاؤ کے لیے مورچہ بندی کا کام دیتا ہے۔ ⑤

⑩ نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھنا' فرشتوں کی دعاؤں کا ذریعہ ہے۔

وہ دعا کرتے ہیں:

---

① سنن أبی داؤد، (١٢٨٦) و مسلم (٧٢٠) (١٠٠٧).

② صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح و فضل المسجد (٦٧١).

③ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب الدعا عند دخول المسجد (٧٧١) و صحیح ابن ماجہ (٦٢٥).

④ صحیح البخاری، کتاب الأذان باب فضل صلاۃ الجماعۃ (٦٤٥) و صحیح مسلم (٢٤٩).

⑤ صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و انتظار الصلاۃ.

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْهُ؟ ❶

﴿ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾

دوسری طرف قرآن کریم بھی مساجد کی اہمیت وفضیلت بیان کرتا ہے:

❶ ﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ ﴾ [النور: ٣٦]

مسجدوں کے احترام کا اللہ نے حکم دیا ہے' اور ان میں ذکر الٰہی کی تاکید فرمائی ہے۔ اور مردان حق مومن بندے صبح وشام (یعنی رات اور دن کی مختلف گھڑیوں میں) مسجدوں کے اندر اللہ کی تسبیح وتقدیس پڑھتے ہیں' یہ آیت مساجد کی اہمیت کا کھلا اعلان کر رہی ہے اور ان مؤمن بندوں کی فضیلت وبزرگی بیان کر رہی ہے جو نماز' قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار کے ذریعے مسجدوں کو آباد کرتے ہیں۔

❷ ﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾

[التوبة: ١٨]

"اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لانے والے نمازیں پڑھنے والے' زکوٰۃ دینے والے۔ اور صرف ایک اللہ سے ڈرنے والے مسجدیں بناتے اور آباد کرتے ہیں"۔

اور کافروں سے ڈرنے والے بنی بنائی مسجدیں گرا رہے ہیں' انہوں نے کافروں کو خوش کرنے کے لیے اسلامی دارالحکومت اسلام آباد میں ۲۰ کے قریب مسجدیں شہید کر دیں۔

❸ ﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ ﴾ [البقرة: ١١٤]

"مسجدوں کو برباد کرنے والے اور مسجدوں سے روکنے والے سب سے بڑے ظالم لوگ ہیں"۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں مسجدیں بنانے والوں' مسجدیں آباد کرنے والوں اور مسجدوں کی دیکھ بھال کرنے والوں میں شامل فرمائے۔ آمین!

لیکن آج یہ بات انتہائی الم ناک ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں سینما گھر بنانا'

---

❶ صحيح مسلم، ایضا. و بخاری (٦٤٧).

گرجا گھر بنانا، کوئی شیطانی اڈہ تعمیر کرنا مشکل نہیں لیکن مسجد بنانا بہت مشکل ہو چکا ہے، فلاں سے اجازت لو، فلاں سے پوچھو......

اور بعض نام نہاد مذہبی جماعتیں ایسے برے کردار کا مظاہرہ کرتی ہیں کہ وہ کسی شیطانی اڈے کی راہ میں تو رکاوٹ نہیں بنتیں، اور مسجد کی تعمیر روکنے کے لیے پیش پیش ہوتی ہیں۔

یاد رکھیے! عموماً سرکاری وغیر سرکاری رکاوٹوں کے باوجود مسجد تو بن ہی جاتی ہے لیکن کسی کا نام مسجد بنانے والے مؤمنوں میں درج ہو جاتا ہے اور کسی کا نام مسجد روکنے والے ظالموں میں لکھا جاتا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ:

ہمارے شہر (گوجرانوالہ) میں ایک مفتی صاحب ایم این اے بن گئے، ان کے محلے میں بہت بڑا سینما گھر موجود ہے، وہ اسے ختم نہیں کروا سکے، اور انہوں نے اسے ختم کروانے کے لیے نہ کبھی محنت کی اور نہ ہی کبھی سوچا لیکن ان کے محلے میں ایک نئی مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی تو انہوں نے مسجد رکوانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اور یہاں تک بیان دیا کہ وہ لوگ ہماری لاشوں سے گزر کر مسجد بنائیں گے۔

کتنا بڑا ظلم ہے؟ کہ اللہ کی دی ہوئی قوت سینما گھر جیسے شیطانی اڈے کو ختم کرنے کے لیے استعمال نہ کی، اللہ کے گھر (مسجد) کو رکوانے کے لیے استعمال کی اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت بخشے۔

گھر کی مسجد:

رسول اللہ ﷺ تو گھر میں نفلی عبادت کے لیے گھر گھر میں مسجد بنانے کی ترغیب دیا کرتے تھے، خیر القرون میں تقریباً ہر گھر میں ایسی مسجد ضرور ہوتی تھی جسے مسجد البیت یا مسجد الدار کہا جاتا تھا۔ وہاں نفلی نماز ادا کی جاتی اور قرآن کی تلاوت کی جاتی تھی، اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا۔

لیکن آج مسلمان کی کوٹھی، مکان اور بنگلے کے نقشے میں ٹی وی کا اڈہ تو موجود ہے لیکن گھر کی مسجد کا کوئی تصور موجود نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شرائط قبولیت برائے صدقات

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ أَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ أَذًى وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ○ ﴾

[البقرة : ۲۶۲۔۲۶۳]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ رب العزت کا عطاء کردہ ہے، وہ اعضاء بدن ہوں یا حیات وزندگی، وہ دیکھنے سننے اور بولنے سوچنے کی صلاحیتیں ہوں یا مال ومنال اور ماکولات ومشروبات ہوں سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے حتیٰ کہ کسب معاش اور تجارت وصنعت کے ذریعے بھی انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے۔ وہ بھی اللہ کی طرف سے ہی اس کو ملتا ہے اور اتنا ہی ملتا ہے جتنا اللہ کو منظور ہو۔ یہ اس کی مرضی ہے حلال ذریعے سے حاصل کرے یا حرام طریقے سے کمالے۔ ملتا اللہ کی طرف سے ہے مشاہدہ وتجربہ بھی اس کی دلیل ہے۔ ایک جیسے ذرائع معاش اختیار کرنے والے نفع اور نتیجے کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ایک جیسی صنعت دو آدمی لگاتے ہیں ایک چڑھتا جاتا ہے اور ایک گرتا جاتا ہے۔ ایک جیسا سفر دو شخص کرتے ہیں ایک کو بہت نفع ملتا ہے اور دوسرا جمع پونجی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

یہ اٹل حقیقت ہے کہ ملتا اللہ کی طرف سے ہے اور اتنا ہی ملتا ہے جتنا مقدر میں

ہو اسی لیے ہمیں جائز ذریعے سے رزق تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اللہ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو خرچ کرنے پر اجر عظیم عطاء کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے۔

لیکن جس طرح دوسرے اعمال کے لیے آداب و شروط ہیں اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ و خیرات کی قبولیت کی بھی چند شروط ہیں جو اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ کے دو رکوعوں میں بیان کی ہیں۔ ان آداب اور شروط کے بغیر کوئی صدقہ و خیرات شرف قبولیت نہیں پاتا۔

پہلی شرط: صدقہ و خیرات کر کے احسان جتلانا:

احسان جتلانے سے ایک تو صدقہ و خیرات کا اجر و ثواب ضائع ہو جائے گا:

﴿ لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ ۝ ﴾ [البقرة : ٢٦٤]

”ایمان والو! اپنے صدقات احسان جتلا کر ضائع اور برباد نہ کرو“۔

اور دوسرا احسان جتلانا اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ اس کی چار سزائیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائیں۔

صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)).

”تین شخص ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا، نہ ان کی جانب نظر (رحمت) کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا“۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یہ لوگ کون ہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ناکام ہیں اور خسارے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ)). [1]

''وہ شخص جو تکبر سے اپنی چادر زمین پر لٹکاتا ہے اور عطیہ دے کر احسان جتاتا ہے اور جھوٹی قسمیں اٹھا کر اپنے کاروبار کو چلانے والا ہے''۔

غور کیجیے! بظاہر انسان احسان جتلانا معمولی سمجھتا ہے لیکن قرآن کریم نے اسے اجر وثواب ضائع کرنے کا ذریعہ قرار دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی خطرناک چار سزائیں بھی بیان فرمائیں۔ لیکن آج بات بات پہ احسان جتلانا لوگوں کی عادت بن چکا ہے حالانکہ صدقہ وخیرات پہ احسان کس بات کا جتلاتا ہے جبکہ دیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ چاہے شاہ کو گدا اور گدا کو شاہ کر دے، وہ چاہے غنی کو فقیر اور فقیر کو غنی کر دے۔

دوسری شرط: صدقہ وخیرات کر کے صدقہ لینے والے کو تکلیف نہیں دینا:

تکلیف دینے کے کئی انداز ہیں: صدقہ وخیرات کر کے مفادات حاصل کرنا، صدقہ وخیرات کر کے مجلس مجلس میں اس کی بے عزتی کرنا۔ اس کی سفید پوشی سے پردہ اٹھانا۔ اس کے فقر وفاقہ کو برے انداز میں بیان کرنا۔ جب کوئی مجبور اور سائل آ جائے اسے دیکھ کر منہ بسورنا اور کڑوی کڑوی باتیں سنانا۔ سب تکلیف دینے کے مختلف انداز ہیں۔ یہ ایذاء رسانی صدقہ وخیرات کو ضائع کر دیتی ہے۔ اگر آپ کسی سائل کو حقدار نہیں سمجھتے تب بھی اسے ڈانٹنا نہیں، اسے برا نہیں کہنا اسے جھڑکنا نہیں۔ سورۃ الضحیٰ میں ہے:

﴿ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ ﴾ [الضحٰی: ۱۰]

''سائل کو مت جھڑکو''۔

ہاں اگر آپ کے علم کے مطابق وہ حقدار نہیں اسے بڑے باعزت انداز میں پیار محبت کے ساتھ خلوت میں سمجھاؤ لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی نہ کرو۔ ضرورت مند کو کسی قسم کی تکلیف دینے سے صدقہ وخیرات برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار الخ رقم ۲۹۳.
و سنن أبی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی إسبال الإزار (۴۰۸۷).

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾

[البقرة : ٢٦٣]

”بھلی بات کرنا اور سائل کی سخت کلامی اور اصرار کو معاف کر دینا یہ اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذاء رسانی ہو“۔

معلوم ہوا کسی بھی انداز میں مسکین اور سائل کو تکلیف نہیں دینا بلکہ اسے اچھی بات کہنا ہے (مثلاً: اللہ آپ کو غنی کرے۔ اللہ آپ کو بھی زیادہ دے ہمیں بھی زیادہ دے اللہ آپ پر رحمت کرے)۔

صحیح مسلم اٹھاؤ:

((وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ)). [1]

”اچھی بات کہنا صدقہ کرنے کے برابر ہے“۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس دیہاتی آیا (نو مسلم تھا) زور سے چادر کھینچی نشان پڑ گیا اور سخت الفاظ میں سوال کیا، آپ دیکھ کر مسکرا دیئے اور وافر مال اس کو دینے کا حکم جاری فرمایا۔ [2]

تیسری شرط: نمود و نمائش اور مدح و ستائش کے لیے خرچ نہیں کرنا:

ریاء کاری (دکھلاوا) شہرت پسندی سے صدقہ و خیرات ضائع اور برباد ہو جاتا ہے۔ صحیح البخاری میں حدیث ہے جس نے شہرت و ریاء کے لیے عمل کیا اسے صرف شہرت و ریاء ہی ملے گی۔ [3]

(جس طرح صحیح مسلم میں شہید، سخی اور عالم کا واقعہ مذکور ہے) اس واقعہ میں تین بہترین اور افضل ترین اعمال بیان کر کے یہ سمجھایا گیا ہے کہ یہ عظیم الشان اعمال بھی ریاء

---

[1] صحیح مسلم (١٠٠٧).

[2] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة (٥٨٠٩).
و صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب إعطاء من سأل بفحش و غلظة.

[3] صحیح مسلم، الزهد باب تحریم (٢٩٨٧).

کاری، شہرت پسندی اور نمود و نمائش کی وجہ سے ضائع اور رائیگاں ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ تینوں اعمال (شہادت فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ اور دین کی نشر و اشاعت) انتہائی عظیم الشان اعمال ہیں جن کی وجہ سے بڑے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں، لیکن ریا کاری ایک ایسا مہلک گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے یہ عظیم الشان اعمال ضائع اور بے کار ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا صدقہ و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ صرف اللہ کی رضا کے لیے اور لوجہ اللّٰہ (اللہ کے دیدار کے لیے) ہونا چاہیے۔

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾ [الدھر:۹]

”یہ اللہ کے نیک بندوں کا بیان ہے کہ ہم تمہیں صرف اللہ کا چہرہ (دیکھنے) کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے کسی قسم کا شکریہ اور بدلہ طلب نہیں کرتے“۔

آج ریاء کاری اور شہرت پسندی نے معاشرے کو گھیر رکھا ہے حتیٰ کہ خرچ ہی وہاں کیا جاتا ہے جہاں ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ حالانکہ اچھی نیت سے علانیہ اور جہری صدقہ کے مقابلے میں پوشیدہ اور خفیہ صدقہ کئی درجے زیادہ افضل ہے۔

عرش کا سایہ پانے والے سات خوش قسمتوں میں ایک:

((رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ)). ①

”وہ خوش قسمت ہے جس نے صدقہ کیا تو اتنا چھپا کے کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے“۔

چوتھی شرط: صرف رزق حلال سے صدقہ کرنا:

((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا)). ②

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین (۱۴۲۳) (٦٦٠) و مسلم (۱۰۳۱) والترمذی (۲۳۹۱).

② صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتها (۱۰۱۵) والترمذی (۲۹۸۹).

"یقیناً اللہ پاک ہے اور پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے"۔

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ)). ❶

"اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور مال حرام میں سے صدقہ قبول نہیں کرتا"۔

اس لیے حکم ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۝ ﴾ [البقرة : ٢٦٧]

"جائز تجارت اور حلال کاروبار اور حلال زراعت سے حاصل کردہ مال اور پیداوار میں سے صدقہ وخیرات کرو"۔

(سود، جوئے، رشوت، ملاوٹ اور کسی بھی قسم کی حرام کمائی میں سے صدقہ وخیرات نہ کرو)۔

پانچویں شرط: عمدہ اور معیاری چیز صدقہ کرنا:

اللہ کی راہ میں نکمی چیز نہیں خرچ کرنا جس طرح چوتھے پارے کی پہلی آیت میں ہے:

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ [آل عمران : ٩٢]

"تم کبھی نیکی (کے اعلیٰ مقام) کو نہیں پا سکتے یہاں تک کہ تم اپنی انتہائی محبوب اور پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو"۔

سورۃ البقرہ میں ہے:

﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

"پسندیدہ، عمدہ اور معیاری مال خرچ کیا جائے۔ نکما اور گھٹیا مال خرچ نہ کیا جائے"۔

آج لوگ مریل قسم کے کالے بکرے جن سے چلا بھی نہیں جاتا جن کی کھال میں کیڑے پڑے ہوتے ہیں مدارس میں طلبہ کو دے آتے ہیں اور خود اعلیٰ عمدہ اور معیاری

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة (٢٢٤) وابن ماجه (٢٧٢).

گوشت کھاتے ہیں۔ اللہ کی قسم! کل قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اس قسم کے بکروں کا گوشت کھانا پڑے گا۔

سنن ابی داؤد میں حدیث ہے۔ ایک شخص ردی کھجوریں مسجد میں لٹکا گیا (اصحاب صفہ کے لیے) آپ تشریف لائے ان ردی کھجوروں کو چھڑی ماری اور فرمایا یہ ردی کھجوریں لٹکانے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں ہی کھائے گا۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام آداب وشروط کے مطابق اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

◆ ◆ ◆

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب مالا يجوز من الثمرة في الصدقة (١٦٠٨) و صحيح أبي داود (١٤١٩).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رسول اللہ ﷺ کا خواب

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ ﴾ [النجم:۳۔۴]

انبیاء کرام کو اللہ رب العزت نے جو اعزازات بخشے ہیں ان میں ایک اعزاز یہ ہے کہ پیغمبروں کا خواب بھی اللہ کی وحی ہوا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خواب مذکور ہیں اور ان خوابوں کا برحق ہونا بھی مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ○ ﴾ [الیوسف : ٤]

”جب (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو (خواب میں) دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں“۔

اور سورۂ الصّٰفّٰت میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ

الصّٰبِرِیْنَ ○﴾ [الصّٰفّٰت : ۱۰۲]

> ’’پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے' تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان! جو حکم ہوا ہے اسے بجا لائیے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے‘‘۔

اور اللہ تعالیٰ سورۃ الفتح میں فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ﴾ [الفتح : ۲۷]

> ’’یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا‘‘۔

(ان آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب سچے اور برحق ہوتے ہیں)۔

تو آج کے خطبہ میں امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک مفصل خواب بیان کرنا چاہتا ہوں جو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنایا پہلا مقام کتاب الجنائز کے اخیر میں ہے۔ اور دوسرا مقام **کتاب التعبیر** میں ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے پوچھتے کیا گزشتہ رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی خواب سناتا تو آپ ﷺ اللہ کے حکم سے اس کی تعبیر فرماتے۔

ایک دن حسب معمول آپ ﷺ نے سوال کیا' اس دن کسی نے کوئی خواب نہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> ’’آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارض مقدس کی جانب لے گئے وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور ایک کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کی کنڈی تھی وہ اس کو اس شخص کی ایک

باچھ میں داخل کرتا اور اس کی گدی تک اس کو چیرتا تھا۔ پھر اس کی دوسری باچھ کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا۔ اس دوران اس کی پہلی باچھ درست ہو جاتی تو وہ دوبارہ اسے کنڈی کے ساتھ چیرتا۔ میں نے دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: ابھی آپ (ﷺ) آگے چلیں۔ ہم آگے چلے' یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کے سر پر پتھر لے کر کھڑا تھا اور اس کے ساتھ اس کے سر کو کچل رہا تھا جب وہ اسے پتھر مارتا تو پتھر لڑھک جاتا۔ وہ پتھر اٹھانے کے لیے اس کی جانب چلتا' اس تک پہنچتا نہیں تھا کہ اس کا سر درست ہو جاتا اور وہ پہلے جیسا ہو جاتا۔ وہ پھر اس کی جانب جاتا اور اس کو پتھر مارتا۔ میں نے دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا ابھی آپ (ﷺ) آگے چلیں۔ ہم پھر آگے چلے ہم ایک گڑھے کے پاس پہنچے جو تنور کے مشابہ تھا۔ اس کے اوپر کا حصہ اور نچلا حصہ کھلا تھا اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی جب آگ بلند ہوتی تو اس میں موجود لوگ بھی بلندی کی جانب آتے' قریب تھا کہ اس سے باہر نکل جائیں اور جب آگ نیچے جاتی تو لوگ بھی نیچے چلے جاتے۔ اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں۔ میں نے دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا' آپ (ﷺ) چلیں۔ چنانچہ ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے اس میں ایک شخص نہر کے درمیان کھڑا تھا اور ایک شخص نہر کے کنارے پر تھا اس کے آگے پتھر تھے' نہر میں موجود شخص جب نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اسے واپس لوٹا دیتا وہ جب بھی باہر نکلنا چاہتا تو وہ اس کے منہ پر پتھر مارتا تو وہ وہیں لوٹ جاتا' جہاں پہلے تھا۔ میں نے دریافت کیا' یہ کیا معاملہ ہے؟ ان دونوں نے کہا: ابھی آپ ﷺ آگے چلیں۔ چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک سرسبز وشاداب باغ کے قریب پہنچ گئے جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور درخت کی جڑ کے قریب ایک بزرگ شخص اور کچھ بچے

تھے اور وہاں ایک شخص درخت کے قریب تھا اس کے سامنے آگ تھی جس کو وہ جلا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور درخت کے درمیان ایک مکان میں لے گئے میں نے اس سے بہتر مکان کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں بوڑھے‘ جوان‘ عورتیں اور بچے تھے پھر انہوں نے مجھے وہاں سے نکالا اور ایک دوسرے درخت پر لے گئے‘ وہاں بھی وہ مجھے ایک مکان میں لے گئے جو پہلے مکان سے بھی زیادہ خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان لوگ تھے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا۔ آج رات تم نے مجھے سیر کرائی ہے‘ مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں نے کیا دیکھا ہے۔

انہوں نے جواب دیا ضرور بتلائیں گے! وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھیں چیری جا رہی ہیں وہ جھوٹا انسان تھا‘ جھوٹی باتیں کرتا تھا اور اس سے جھوٹی باتیں لے کر اطراف واکناف میں پہنچائی جاتی تھیں (اسے جھوٹ کی یہ سزا دی جا رہی ہے) اور قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اور جس شخص کو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا ہے تو یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ نے قرآن پاک کا علم عطا کیا لیکن وہ رات بھر سویا رہا اور دن بھر اس کے مطابق عمل نہ کیا (دوسری روایت میں ہے اس نے فرض نماز بھی نہ پڑھی) اس کے ساتھ قیامت تک یہی کچھ ہوتا رہے گا۔ اور جن لوگوں کو آپ ﷺ نے تنور میں دیکھا ہے وہ زانی ہیں۔ اور جس شخص کو آپ ﷺ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے اور وہ بزرگ شخص جس کو آپ ﷺ نے درخت کے تنے کے پاس دیکھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے گرد جو بچے تھے وہ لوگوں کے بچے ہیں اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا دربان فرشتہ ہے۔ اور پہلا مکان جس میں آپ ﷺ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنوں کی رہائش گاہ ہے اور یہ دوسرا مکان شہداء کی رہائش گاہ ہے۔ میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

پھر ان دونوں نے کہا: آپ ﷺ سر اٹھائیں، میں نے سر اٹھایا تو میرے سر پر بادل جیسی کوئی چیز تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سفید بادل کی طرح تھی، انہوں نے بتایا کہ وہ آپ کی رہائش گاہ ہے (اور آپ ﷺ کا محل ہے) میں نے کہا: مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو جاؤں؟ انہوں نے کہا، ابھی آپ کی عمر باقی ہے، ختم نہیں ہوئی، جب آپ ﷺ کی عمر ختم ہو جائے گی تو آپ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو سکیں گے"۔ [1]

اس لمبی حدیث میں بنیادی طور پر کل سات باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ چار باتیں چار گناہوں کی خطرناکی پر مشتمل ہیں اور ۲ باتیں دو چیزوں ایمان اور شہادت کی فضیلت پر مشتمل ہیں۔ اور ایک بات رسول اللہ ﷺ کی عظمت و رفعت اور بلندی شان پر دلالت کرتی ہے۔ اب ان گناہوں کی قدرے تفصیل آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

پہلا گناہ، جھوٹ بولنا:

اس حدیث میں جس جھوٹ کی خطرناک سزا بیان کی گئی ہے وہ ناولوں افسانوں فلموں ڈراموں اور لطیفوں والا جھوٹ ہے۔ کیونکہ آپ کو بتلایا گیا کہ جس کی باچھیں چیری جا رہی ہیں یہ وہ شخص ہے جو جھوٹ بولتا تھا اور اس کا جھوٹ دور دراز تک مشہور ہو جاتا تھا۔ تو یہ جھوٹی کہانیاں ناول افسانے اور ڈرامے بھی وہ جھوٹ ہے جو دور دراز تک پھیل جاتا ہے اور اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلٌ لِّمَنْ يُّحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَّهُ، وَيْلٌ لَّهُ)). [2]

"وہ شخص تباہ برباد ہو گیا جو لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لیے دوزخ ہے، اس کے لیے دوزخ ہے"۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب، رقم: ١٣٨٦ و کتاب التعبیر، رقم: ٧٠٤٧.

[2] سنن أبی دلود، کتاب الأدب، باب التشدید فی الکذب (٤٩٩٠) (٢٣١٥) و احمد (٥/٣٠٢).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ’’بلاشبہ ایک شخص ایک بات صرف اس لیے کہتا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ہنسائے، وہ شخص اس بات کی وجہ سے آسمان اور زمین کے درمیان کی مسافت سے زیادہ گہرے مقام میں گرایا جائے گا اور بلاشبہ آدمی اپنے پاؤں کے پھسلنے سے اتنا نہیں گرتا جتنا اپنی زبان کی لغزش کی وجہ سے گرتا ہے‘‘۔ ①

لیکن آج یہ خطرناک جھوٹ ہماری تفریح بن چکا ہے۔ ہر وقت ناول افسانے فلمیں ڈرامے لطیفے شگوفے۔ اللہ کی پناہ۔ جھوٹ ہی جھوٹ، جھوٹ ہی جھوٹ، بڑے مزے سے ہم جھوٹ لکھتے بھی ہیں، جھوٹ پڑھتے بھی ہیں، جھوٹ دیکھتے بھی ہیں اور اپنی زبانوں سے یہ جھوٹ لوگوں کو سناتے بھی ہیں آج خطرناک جھوٹ ہمارے دلوں کا قرار بن چکا، ہمارا اوڑھنا بچھونا بن چکا، ہمارا پسندیدہ مشغلہ بن چکا، جبکہ اس جھوٹ کا انجام کس قدر خطرناک اور بڑا ہے۔

دوسرا گناہ، قرآن پر عمل نہ کرنا:

آج خاندانوں اور برادریوں میں یہ رجحان تو ہے کہ بچے کو حافظ اور قاری بنائیں لیکن اس کی تربیت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ بچہ قرآن کا حافظ تو بن جاتا ہے لیکن سارا دن گیمیں کھیلتا اور بدعملیوں میں مصروف رہتا ہے۔ بدعمل قاری اور حافظ کی یہ سزا بیان کی گئی ہے کہ اسے قبر میں قیامت تک سر کچلنے کا عذاب دیا جائے گا۔ آج ہماری برادریوں میں کتنے حافظ و قاری ہیں کہ ماں قاری قاری کرتی ہے باپ قاری قاری پکارتا ہے لیکن بیچارہ حافظ رات کو تہجد تو کجا فرض نماز بھی نہیں پڑھتا۔ اس لیے دوستو اور بزرگو! لمحہ فکریہ ہے۔ حافظ اور قاری ضرور بناؤ لیکن بدعمل نہیں باعمل بناؤ۔ ایسا حافظ نہ بناؤ کہ سینے میں قرآن ہے اور چہرے پر داڑھی نہیں سینے میں قرآن ہے اور زبان گندی ہے سینے میں قرآن ہے اور دل گندہ ہے۔

---

① شعب الإيمان ٢١٣/٤، رقم: ٤٨٣٢.

تیسرا گناہ' بدکاری:

یہ ایک ایسا خطرناک جرم ہے کہ اگر یہ جرم دنیا میں ثابت ہو جائے تو غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارنے اور ایک سال جلاوطن کرنے کی سزا ہے اور شادی شدہ کو زمین میں نصب کر کے پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کا حکم ہے۔ اور اس کی برزخی سزا اس قدر خطرناک ہے کہ ایسے لوگوں کو جہنم نما تنور میں ننگا کر کے ڈالا جائے گا۔

قرآن کریم میں اس گناہ کے دروازے بند کیے گئے ہیں یہ پردے کا حکم' یہ نظر کی حفاظت کا مسئلہ۔ یہ مرد و زن کی آوارگی اور اختلاط پر پابندی اور عورت کے لیے تنہا سفر پر ممانعت یہ سب کچھ بدکاری کے راستے اور دروازے بند کرنے کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ ﴾

''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ''۔

یعنی زنا کی طرف لے جانے والے ذرائع سے بھی پرہیز کرو۔

﴿ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ ﴾ [الاسراء: ۳۲]

''کیونکہ زنا کھلی بدعملی اور بے حیائی ہے''۔

اس لیے کہ زنا سے دین خراب ہوتا ہے' عزت خراب ہوتی ہے' معاشرہ خراب ہوتا ہے' اس لیے یہ کھلی بے حیائی اور بدترین گناہ ہے۔

لیکن آج ٹی وی' وی سی آر نے مسلم معاشرے کے اندر بے پردگی اور فحاشی و عریانی کا طوفان برپا کر دیا' جس کے نتیجے میں بدکاری بہت زیادہ ہو چکی ہے' رسموں رواجوں کی وجہ سے شادیاں مشکل اور مہنگی ہو گئی ہیں اور بدکاری سستی ہو گئی ہے' اور بے پردگی' نظر کی آوارگی اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کی وجہ سے بدکاری آسان ہو گئی ہے۔

چوتھا گناہ' سود کھانا:

یہ اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ کسی جرم کے متعلق قرآن و سنت میں اتنی سخت وعید نہیں جو اس جرم کے متعلق ہے۔ اسے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کہا

گیا ہے۔ اسے پاگل پن اور حماقت کہا گیا ہے۔ اسے جائز قرار دینے والے کو کافر کہا گیا ہے۔ پھر کتب حدیث میں بھی اس مسئلہ کی وضاحت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود کے دو گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: وہ تمام (گناہ میں) برابر ہیں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”سود کا ایک درہم جس کو کوئی شخص جانتے ہوئے کھاتا ہے تو یہ چھتیس بار زنا کے فعل سے بھی سخت برا ہے“۔ [2]

غور فرمائیے! سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود لکھنے والے (منشی، کلرک، بینک مینجر) اور گواہ سب کو ملعون قرار دیا گیا ہے، اور سب کو گناہ میں برابر ٹھہرایا گیا ہے، اور سود کے ایک درہم کو چھتیس بار کی بدکاری سے بھی بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے۔

اور تیسری حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”سود کے (گناہ کے) ستر درجے ہیں سب سے معمولی درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی والدہ سے نکاح کرے“۔ [3]

لیکن آج ہمارے معاشرے میں سود کی چند ایسی شکلیں بھی رائج ہیں جو بالکل عیاشی اور اسراف پر مبنی ہیں۔ مثلاً نئے اور پرانے نوٹوں کا تبادلہ۔ اسی طرح نوٹوں والے ہار خریدنا۔ یہ کام عید یا شادی کے موقع پر محض شوق کے طور پر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ خطرناک سود ہے۔ اور مہلک گناہ ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب لعن أكل الربا و موكله (٤٠٩٣).

[2] احمد ٢٢٥/٥ رقم: ٢٢٣٠٣. دارقطنی، كتاب البيوع ١٦/٣، رقم: ٢٨١٩.

[3] مستدرك حاكم، كتاب البيوع، باب ان اربى الربا عرض الرجل المسلم (٣٧/٢) وصحيح الجامع الصغير (٣٥٣٣).

اس کے بعد اس حدیث میں مؤمنوں اور شہیدوں کی کوٹھیاں آپ ﷺ کو دکھلائی گئیں۔ حقیقت ہے مومن بننا دنیاوی واخروی کامیابی کی بنیاد ہے۔

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ [المؤمنون : ١]

''مؤمن فلاح پا گئے''۔

﴿ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران : ١٣٩]

''تم ہی اعلیٰ ہو اگر تم مؤمن ہو''۔

غور فرمایئے! مؤمن کی کامیابی وکامرانی کا اعلان قرآن کریم میں کیا جارہا ہے' یہ ایمان کی شان وعظمت ہے۔ پھر اگر ساتھ شہادت مل جائے تو نور علی نور ہے کہ شہداء کی جنت عام مؤمنوں کی جنت سے اعلیٰ ہوگی۔ شہید کا زخم تازہ ہوگا' رنگت لہو کی ہوگی اور خوشبو کستوری کی ہوگی' یہ وہ شان وشوکت ہے جو شہید کو میدان محشر میں حاصل ہوگی۔ [1]

پھر حدیث کے آخر میں امام الانبیاء سید الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اور عظمت کا تذکرہ ہے کہ آپ کا محل بے مثال اور اس قدر عالیشان ہے کہ اس کی بلندی تا حد نگاہ ہے اور اس کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے' اور وہ بادلوں کی طرح سفید ہے۔

یوں تو اس مفصل حدیث سے اور بھی بہت سارے بے شمار اعتقادی وعملی اسباق حاصل ہوتے ہیں جو پھر کبھی بیان کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ اس حدیث میں ذکر کردہ خطرناک گناہوں سے محفوظ فرمائے اور جنت میں بلند درجات کا ذریعہ بننے والے اعمال صالحہ اور ایمان وتوحید کی توفیق بخشے۔

* * *

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فیمن سأل اللہ الشهادة، رقم: ٢٥٤١.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آج ہم نبی ﷺ کی دعا کیسے لے سکتے ہیں

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۝ ﴾ [التوبة : ۱۰۳]

سورۃ التوبہ کی ایک آیت مبارکہ میں نے اس وقت تلاوت کی ہے' اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ میں امام الانبیاء' سید ولد آدم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی دعا کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور فضیلت بھی انتہائی جامع کہ آپ ﷺ کی دعائیں لوگوں کے لیے باعثِ سکون ہیں۔ سکون میں سب کچھ آ جاتا ہے انسان دنیا میں بھی سکون کا متلاشی ہے۔ قبر حشر میں بھی سکون چاہتا ہے۔ تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی دعا کی یہ فضیلت بتلائی کہ آپ کی دعا لوگوں کے لیے باعثِ سکون ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو بڑے خوش قسمت لوگ تھے۔ وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے دعائیں لیا کرتے تھے۔ مثلاً:

کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دعا لیتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهٖ)).[1]

”اے اللہ! اس کو ہدایت دکھانے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو بھی ہدایت عطا کر“۔

ضروری وضاحت:

جس عظیم شخصیت کو عظیم پیغمبر ﷺ نے اتنی عظیم دعا دی آج لوگ اسے برا کہہ رہے ہیں، ایسے لوگ اپنی عاقبت برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں کر رہے۔

کبھی حضرت حسن اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما دعائیں لیتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اسے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑتے اور فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا)).[2]

”اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر اس لیے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں“۔

اس دعا سے حضرت حسن اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

کبھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دعا لیتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن (میرے بارے میں) فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ رَمْيَتَهٗ. وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ.[3]

”اے اللہ! اسے تیر اندازی میں قوت عطا کر اور اس کی دعا قبول کرنا“۔

اس دعا کی برکت تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ماہر تیر انداز اور مستجاب الدعوات تھے، ان کی دعا بہت جلد قبول ہوتی تھی۔

---

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاوية بن ابی سفیان، رقم: ٣٨٤٢.

[2] جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما (٣٧٧٨) وتحفة الأشراف (٨٦) (١/٤٤).

[3] شرح السنه كتاب فضائل الصحابة باب مناقب سعد بن أبي وقاص رقم ٣٨١٥.

کبھی ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے خادم رسول انس رضی اللہ عنہ کیلئے دعا لیتی ہیں:

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) بیان کرتی ہیں انہوں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! انس رضی اللہ عنہ آپ کا خادم ہے، آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ)). [1]

”اے اللہ! اس کو مال اور اولاد کثرت کے ساتھ عطا کر اور جو کچھ اسے عطا کیا ہے، اس میں برکت عطا فرما“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اللہ کی قسم! میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد آج ایک سو سے متجاوز ہے۔ [2]

معلوم ہوا مال اور اولاد کی کثرت کی دعا کرنا جائز اور درست ہے بشرطیکہ نیت اچھی ہو، فخر و غرور کا ارادہ نہ ہو۔

کبھی بدر والے دعائیں لیتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کے لیے نبی ﷺ تین سو پندرہ افراد میں نکلے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ)).

”اے اللہ! ان میں اکثر ننگے پاؤں ہیں، انہیں سواریاں عطا فرما۔ اے اللہ! ان کے جسم پر لباس نہیں ہے، انہیں لباس عطا فرما۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں تو انہیں سیر فرما“۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول اللہ تبارک تعالیٰ ﴿و صل علیهم﴾ (٦٣٣٤).

[2] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب دعوة النبی ﷺ لخادمه بطول العمر رقم ٦٣٤٤ ومسلم رقم ٦٣٧٢ و ٦٣٧٦.

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (مشرکین پر) فتح دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس آئے اور ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ایک ایک اونٹ یا دو اونٹ کے ساتھ واپس نہ آیا ہو اور (غنیمت سے) کپڑے دستیاب ہوئے اور وہ کھانے پینے سے سیر ہوئے۔ ①

کبھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والدہ کے لیے دعا لیتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرک تھیں اور میں انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا (ایک روز) میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسے کلمات کہے جنہیں میں ناپسند جانتا تھا۔ میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطاء فرمائے۔ آپ ﷺ نے دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ)).

''اے اللہ! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطاء فرما''۔

چنانچہ نبی ﷺ کے دعا فرمانے کے سبب میں خوشی خوشی (وہاں سے) نکلا جب میں دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا چنانچہ جب میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سنی تو انہوں نے کہا' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! رک جا اور میں نے پانی کی حرکت کی آواز کو سنا' انہوں نے غسل کیا' اپنا لباس زیب تن کیا اور جلدی میں اپنا دوپٹہ لینا بھول گئیں۔ پھر دروازہ کھولا اور کہا' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ چنانچہ میں خوشی سے روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے الحمد للہ کے کلمات کہے اور فرمایا' بہتر ہوا ہے۔ ②

---

① سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد والسير، باب فی النفل للسرية... (٢٧٤٧) والحاكم (٢٦٤٢) اسناده حسن لذاته.

② صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی هريرة رضی اللہ عنہ (٦٣٩٦).

بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سعادت حاصل تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لیتے رہتے تھے، اور خود رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں دعائیں کرتے رہتے تھے......

لیکن آج ہم کس طرح رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لیں؟ اللہ رب العزت نے بعد میں آنے والوں کے لیے بھی انتظام فرما دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض اعمال کرنے والوں کے حق میں دعائیں فرما دیں، آج ہم وہ اعمال کر کے رسول اللہ ﷺ کی دعا لے سکتے ہیں۔

صحیح البخاری میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰی وَاِذَا اقْتَضٰی)).[1]

''اس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو بیچتے، خریدتے اور (اپنے حق کا) مطالبہ کرتے وقت آسانی کرتا ہے''۔

یہ تین موقع ایسے ہیں کہ ان موقعوں پر اکثر نرم دل لوگ بھی سخت ہو جاتے ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے لیے رحمت کی دعا دی ہے جو ان تین اہم موقعوں پر نرمی کرتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں یہ دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ)).

''اے اللہ! سر کے بال منڈانے والوں پر رحم کر''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟

''اور سر کے بالوں کو ترشوانے والوں کے لیے کیا ہے؟''۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب السهولة والسماحة فی الشراء والبیع و من طلب حقا فلیطلبه فی عفاف (٢٠٧٦) و ابن ماجه (٢٢٠٣).

آپ ﷺ نے (اس کے باوجود) دعا فرمائی:

((اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ)).

"اے اللہ! سر کے بال منڈانے والوں پر رحم کر"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

وَالْمُقَصِّرِیْنَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟

"اور سر کے بالوں کو ترشوانے والوں کے لیے کیا ہے؟"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالْمُقَصِّرِیْنَ)).

"اور سر کے بالوں کے ترشوانے والوں پر بھی رحم فرما"۔ [1]

اس دعا سے معلوم ہوا کہ حج یا عمرہ کے موقع پر سر کے بال منڈھوانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے سر منڈھوانے والوں کے حق میں دوبار دعا فرمائی۔

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ مَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَشَقَّ عَلَیْھِمْ، فَاشْقُقْ عَلَیْهِ، وَمَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَرَفَقَ بِھِمْ، فَارْفُقْ بِهٖ)). [2]

"جو شخص میری امت کی کسی ذمہ داری پر متعین ہوا پھر اس نے میری امت کو مشقت میں ڈالا، تو اے اللہ! تو اس کو مشقت میں ڈال دے اور جو شخص میری امت کے کسی کام پر سرفراز ہوا اور اس نے میری امت سے فراخی کا برتاؤ کیا پس تو اس پر نرمی فرما"۔

معلوم ہوا رعایا اور ماتحتوں پر نرمی اور احسان کرنا اس قدر عظیم الشان عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر عظیم الشان دعا دی ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الإحلال (۱۷۲۸) ومسلم (۱۳۰۲) و ابن ماجه (۳۰۴۳).

[2] صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الإمام العادل و عقوبة الجائر (۱۸۲۸) و احمد (۶۲/۶) و ابن حبان (۵۵۳).

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا)). [1]

’’اس شخص پر اللہ رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت (سنتیں) ادا کیں‘‘۔

غور کیجئے! مختصر سا عمل ہے لیکن اس کے نتیجے میں پیغمبر ﷺ کی دعاءِ رحمت مل سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے اور اپنی بیوی کو بیدار کرتا ہے، وہ بھی نفل ادا کرتی ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو (نیند سے) بیدار کرتی ہے وہ تہجد ادا کرتا ہے اگر انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے‘‘۔ [2]

سبحان اللہ! رات خود بھی تہجد پڑھنا اور بیوی کو تہجد کے لیے بیدار کرنا کتنا عظیم الشان عمل ہے کہ اس پر نبی الرحمۃ ﷺ نے رحمت کی دعا دی ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا)). [3]

’’اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو ترو تازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اس کو محفوظ کیا اس کو یاد رکھا اور اس کو (لوگوں تک) پہنچایا‘‘۔

حدیث پڑھنا، سننا، یاد کرنا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا وہ عظیم عمل ہے جس پر ناطق وحی ﷺ نے ہمیشہ خوش و خرم اور ترو تازہ رہنے کی دعا دی ہے۔

اور سنن ترمذی، ابوداؤد، اور دارمی میں حدیث ہے، حضرت صخر بن وداعہ غامدی

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العصر (١٢٧١) والترمذي (٤٣٠) حسن.

[2] ابوداؤد (١٣٠٨) صحيح و نسائي قيام الليل باب الترغيب في قيام الليل (١٦١٩).

[3] جامع الترمذي كتاب العلم باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع رقم: ٢٦٥٨.

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِھَا)). ❶

''اے اللہ! میری امت کے لیے اس کے شروع دن میں برکت عطا فرما''۔

اور جب آپ کسی چھوٹے یا بڑے لشکر کو بھیجتے تو شروع دن میں بھیجتے اور صخر تاجر انسان تھا وہ اپنا تجارتی مال شروع دن میں بھیجتا' اسے بہت فائدہ ہوتا چنانچہ وہ بہت مال دار ہو گیا۔

لیکن آج ہم ان تمام امور میں سستی اور غفلت کا شکار ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی دعا کا مقام و مرتبہ بھول گیا' اس لیے ہم یہ سارے کام چھوڑے بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی دعا لینے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

یوں آج ہم ہر کسی کی دعا کے طلب گار بنے ہوئے ہیں' اشتہار' بینر اور پوسٹر پہ لکھا ہوتا ہے' آپ کی دعاؤں کا طلبگار...... ایک دوسرے کو ملتے وقت درخواست کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا' لیکن ہمیں رسول اللہ ﷺ کی دعا لینے کا کوئی شوق اور جذبہ ہی نہیں؟؟؟

* * *

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب فی الابتکار فی السفر (٢٦٠٦).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلامی بھائی چارہ

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ ﴾ [الحجرات : ١٠]

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا سچا دین ہے۔ اور دنیا جہان کے تمام باہمی رشتوں سے بڑا رشتہ اسلامی اخوت اور بھائی چارہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾

’’تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں‘‘۔

یہ وہ واحد رشتہ ہے۔ جو آخرت میں بھی قائم رہے گا۔ سورۃ الزخرف میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ○ ﴾ [الزخرف: ٦٧]

تمام دوستیاں‘ رشتے‘ محبتیں‘ تعلقات اور روابط اس دن دشمنیوں اور عداوتوں میں بدل جائیں گے۔ صرف وہ تعلق ورشتہ قائم رہے گا جو ایمان‘ تقویٰ اور اسلام کی بنیاد پر ہوگا۔

یہ وہ رشتہ و بھائی چارہ ہے جسے برقرار رکھنے کے لیے قرآن وسنت میں بہت

ساری سورتوں میں بہت ساری ہدایات جاری کی گئی ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے قولاً وفعلاً اس رشتہ وتعلق کو ایسا مضبوط کیا کہ اللہ رب العزت نے نقشہ کھینچ کے رکھ دیا:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۝ ﴾

[الفتح : ۲۹]

''محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کافروں پر سخت اور آپس میں انتہائی نرم دل اور رحم دل ہیں''۔

یہ نقشہ رب ارض وسماء نے کھینچا۔ آپ نے انصار ومہاجرین کے درمیان ایسی اسلامی اخوت قائم کی کہ اس کی مثال آج تک دنیا میں نہیں ملتی۔

ہر دور میں کافروں اور منافقوں نے اسلامی اخوت ختم کرنے کے لیے بڑی محنتیں اور سازشیں کیں، کبھی لسانی فتنہ کھڑا کیا، کبھی علاقائی فتنہ کھڑا کیا کبھی رنگ ونسل کی بنیاد پر فتنہ کھڑا کیا اور مسلمانوں کو مختلف صوبوں اور ملکوں میں بانٹ کر اسلامی اخوت کو نقصان پہنچایا۔

مسلمانوں نے کافروں کی سازشوں کا شکار ہو کر اسلامی اخوت کو ثانوی حیثیت دے دی اور مختلف بنیادوں پر گروہ بنا لیے، کہیں زبان کی بناء پر، کہیں وطن کی بناء پر، کہیں پیشے کی بناء پر اور کہیں دنیاوی قبیلے اور برادری کی بناء پر۔

بہر حال اللہ رب العزت کے ہاں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے بڑی اُخوت، سب سے بڑی تعلق داری اسلامی اخوت اور اسلامی رشتہ ہے۔ آپ ﷺ نے اسی اخوت کو مضبوط رکھنے کے لیے بہت کچھ فرمایا، اور بہت سارے حقوق اور قواعد وضوابط مقرر فرمائے۔ وہ سب کچھ کسی ایک خطبہ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ آج کے خطبہ میں صرف ایک انتہائی جامع حدیث بیان کرتا ہوں کہ اگر مسلم معاشرہ صرف اس ایک حدیث پر عمل کر لے پورا معاشرہ محبت ومودت کی خوشبو سے مہک اٹھے، کینے، دشمنیاں، عداوتیں اور کدورتیں ختم ہو جائیں۔ وہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے، حدیث کے راوی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امتِ مسلمہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

((لَا تَحَاسَدُوْا)). [1]

”لوگو! ایک دوسرے پر حسد نہ کرو“۔

یہ اس حدیث میں بیان کردہ پہلی نصیحت ہے، لوگو حسد نہ کرو۔

حسد ایک خطرناک روحانی بیماری ہے۔ جس کے نتیجے میں لڑائیاں۔ جھگڑے فتنے اور فسادات رونما ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو اللہ رب العزت نے حاسد کے شر سے بچنے کے لیے آخری دو سورتوں میں دعا سکھائی:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ﴾ [سورة العلق: ٥/١٣٣]

”(یا اللہ) میں حاسد کے حسد کے شر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں“۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسد کے نتائج کتنے خطرناک ہیں۔ آج بہت ساری گھریلو لڑائیاں معاشرتی جھگڑے بہت سارے قومی فسادات اور فتنے حسد کی بناء پر ہیں۔ آپ نے تو حسد کا خاتمہ کرنے کے لیے دعا سکھلائی کہ جب اپنے مسلمان بھائی کو نئے کپڑے پہنے دیکھیں تو پڑھیں۔

((اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَعِشْ حَمِيْدًا وَمُتْ شَهِيْدًا)). [2]

آج حسد نے معاشرہ تباہ کر کے رکھ دیا:

((وَلَا تَنَاجَشُوْا)).

یہ دوسری نصیحت ہے کاروبار اور تجارت میں ایک دوسرے کو دھوکا نہ دو۔

اللہ اکبر! کتنی جامع نصیحت ہے۔ معاملات میں، کاروبار میں، تجارت میں دھوکا، فریب اور ہیرا پھیری عداوت پیدا کرنے والی چیزیں ہیں۔ اس سے محبت ختم ہو جاتی ہے اور نفرت جنم لیتی ہے۔ کوئی شخص بھی دھوکا دینے والے، ملاوٹ کرنے والے اور فراڈ کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ اس لیے فرمایا: ((ولا تنا جشوا)).

---

[1] مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم (٢٥٦٤) و ابوداؤد (٤٨٨٢).

[2] ابن ماجه، كتاب اللباس، باب ما يقول الرجل اذا لبس ثوبا جديدا (٣٥٥٨).

یوں نجش کی ایک مخصوص شکل بھی ہے' دھوکے سے بولی بڑھانے والی بیع کو بیع نجش کہتے ہیں لیکن وسیع معنی و مفہوم کے اعتبار سے دھوکا اور فراڈ کی سب قسمیں اس میں شامل ہیں۔

((وَلَا تَبَاغَضُوْا)). [1]

''ایک دوسرے کے خلاف بغض نہ رکھو''۔

یہ تیسری نصیحت ہے یعنی آپس میں دل صاف رکھو' ایک دوسرے کی سخت گوئی اور رنجش والی بات سے درگزر کرو۔ آج اسلامی معاشرے میں بغض وعناد اس قدر زیادہ ہو چکا ہے کہ معمولی بات پر سالہا سال ناراضگی قائم رہتی ہے جبکہ آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے وقت سب سے پہلا خطاب یہ فرمایا: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)). [2]

''السلام علیکم کہنے کو عام کرو۔ کھانا کھلاؤ' صلہ رحمی کرو اور رات کے وقت جب (غافل) لوگ سوئے ہوں تم نماز پڑھو تم سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے''۔

اور آپ ﷺ نے بغض ختم کرنے اور محبت قائم رکھنے کے لیے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے: تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک تم (کامل) مؤمن نہیں بنو گے' اور تم اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں بنو گے جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے' اور میں تمہیں آپس میں محبت قائم کرنے کا طریقہ بتلاتا ہوں: آپس میں سلام عام کردو''۔ [3]

---

[1] جامع الترمذی (١٩٢٧).

[2] جامع الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق، باب (٢٤٨٥) ابن ماجه (١٣٣٤).

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون و لن محبة المومنین من الإیمان (٥٤) (٩٣).

آج دنیا جہان کے کسی مذہب میں باہمی الفت و محبت کے لیے سلام جیسا کلمہ موجود نہیں، کوئی نمسکار کہہ رہا ہے، کوئی گڈ مارننگ (Good Morning) کہہ رہا ہے، کوئی ٹاٹا بائے بائے بول رہا ہے۔

((وَلَا تَدَابَرُوْا)).

''ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو''۔

یہ چوتھی نصیحت ہے۔ یعنی آپس میں بول چال بند نہ کرو، بائیکاٹ نہ کرو، کسی سے بڑی ہی زیادہ تکلیف پہنچے تو زیادہ سے زیادہ تین دن قطع تعلق کر سکتے ہو۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَ يُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِىْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ)). [1]

''کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات اس طرح منقطع کرے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں تو یہ شخص اِدھر منہ پھیر لے اور وہ اُدھر منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کہے گا''۔

اور یہ قطع تعلقی اس قدر خطرناک ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے عمل ہی قبول نہیں ہوتے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگوں کے اعمال ہفتے میں دو بار پیر اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں تو ہر اس شخص کو معاف کر دیا جاتا ہے جو مومن ہوتا ہے البتہ وہ شخص جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

((اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا)). [2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة (٦٠٧٧) (٦٢٣٧) ومسلم (٣٥٦٠).

[2] صحيح مسلم.

''انہیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں''۔

وَلَایَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ.

''کسی کے سودے پر سودا نہ کرو''۔

یہ پانچویں نصیحت ہے کہ سودے پر سودا نہ کرو کیونکہ اس سے بھی معاشرے میں باہمی منافرت پھیلتی ہے اس لیے اسے حرام قرار دے دیا:

((وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا)). ❶

''اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو''۔

یہ چھٹی نصیحت ہے۔ یہ بھی انتہائی جامع نصیحت ہے کہ بھائی بھائی بن کر زندگی بسر کرو۔ اخوت و محبت کے اسباب اختیار کرو' ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو اور نفرت پھیلانے والے عوامل واسباب سے بچو۔

پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ)).

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے''۔

غور کیجئے! صرف لفظ ''بھائی'' کے اندر ہی کتنی بڑی نصیحت ہے' یہ لفظ ہی باہمی الفت ومحبت' شفقت ومودت' نرمی ورحمت' ہمدردی وخیر خواہی اور لطف ومہربانی پر اُبھارتا ہے۔

((لَا یَظْلِمُهٗ)).

''مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے''۔

یہ ساتویں نصیحت ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ ظلم وہ خطرناک گناہ ہے جس سے مظلوم کے دل میں ظالم کے خلاف نفرت' کدورت اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی خطرناکی اس قدر زیادہ ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

❶ صحیح البخاري، المظالم، باب لا یظلم المسلم (٦٠٦٦) (٢٤٤٢) و مسلم (٥٨).

((يَا عِبَادِیْ! اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِیْ، وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا)). [1]

''اے میرے بندو! میں نے اپنے پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو''۔

اور بخاری و مسلم کی روایت ہے: جناب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِیْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ)). [2]

''بلاشبہ اللہ پاک ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اسے پکڑ لیتا ہے تو وہ بچ کر نہیں نکل سکتا''۔

اور صحیح بخاری میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی بے عزتی کی یا کچھ اور زیادتی کی تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے آج معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ (جب) دینار اور درہم نہ ہوں گے۔ اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو اس کی زیادتی کے مطابق ان میں کمی کر دی جائے گی اور اگر اس کے نیک کام نہیں ہوں گے تو اس سے متعلقہ شخص کی برائیوں کو لے کر اس پر لاد دیا جائے گا''۔ [3]

اسی ظلم کے متعلق صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟)) قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ.

''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' انہوں نے جواب دیا' ہم میں مفلس وہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم (۲۵۷۷) و احمد (۱۶۰/۵).

[2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر باب قوله: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى﴾، رقم: ٤٦٨٦ و مسلم رقم: ٦٥٨١.

[3] صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من کانت لهٗ مظلمة عند الرجل...الخ، رقم: ٢٤٤٩.

شخص ہے جس کے پاس مال ہے نہ سامان۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں وہ شخص مفلس ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا (جبکہ):

((قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَ قَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)). [1]

''اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہوگا' کسی پر تہمت لگائی ہوگی' کسی کا مال چھینا ہوگا' کسی کا خون گرایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیاں انہیں دے دی جائیں گی اگر اس کی نیکیاں اس سے پہلے ختم ہو جائیں گی کہ اس کے ذمہ عائد حقوق کا معاوضہ بن سکیں تو ان کی غلطیاں لے کر اس پر رکھی جائیں گی پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا''۔

لیکن آج! لوٹ مار' قتل و غارت' ظلم و بربریت کا ایسا بازار گرم ہے کہ مسلمان مسلمان پر لوٹ ڈال رہا ہے' مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ مسلمان مسلمان کو ذلیل و رسوا کر رہا ہے...... جبکہ یہ ظلم اس قدر خطرناک گناہ ہے۔

((وَلَا يَخْذُلُهٗ)).

''مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے''۔

یہ آٹھویں نصیحت ہے کہ جب مسلمان بھائی کو مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرے' اور اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑے مسلمان بھائی کی مدد کرنا بڑا عظیم عمل ہے:

((كَانَ اللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ)). [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم (٦٥٧٩).

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن (٢٦٩٩) و ابوداؤد (٤٩٤٦) و الترمذی (١٤٢٥).

((وَلَا يَحْقِرُهُ)).

"اور کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو حقیر نہ جانے"۔

یہ نویں نصیحت ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کی تحقیر نہ کرے اسے حقارت کی نظروں سے نہ دیکھے، حقیقت ہے یہ تحقیر بہت سارے خطرناک گناہوں کی جڑ ہے، غیبت، چغلی، تمسخر اُڑانا، گالی دینا یہ سب گناہ تحقیر کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ حقیقت ہے جس کا احترام دل میں ہو انسان اس کو گالی نہیں دیتا اس کا مذاق نہیں اڑاتا، اس کی غیبت نہیں کرتا۔

اور سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ تحقیر کے نتیجے میں تکبر پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ تکبر ایسا مہلک گناہ ہے جو سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا:

﴿ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ ﴾ [البقرة : ٣٤]

"اس نے آدم علیہ السلام کی تحقیر کی اور اپنے آپ کو بڑا جانا"۔

تکبر عزازیل را فوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

اور تکبر کرنے والا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ)).[1]

"جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

اور اسی حدیث کے آخر میں فرمایا: "آدمی کو تباہی و بربادی کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے"۔

پھر آپ ﷺ نے بات کا تسلسل کاٹتے ہوئے فرمایا:

((اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا)).

"تقویٰ دل میں ہے"۔

یعنی تمام خوبیوں کا موجب اور برائیوں کا مانع ہے، یعنی جب دل میں تقویٰ،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ (٢٦٥).

خشیت الٰہی اور خوف الٰہی موجود ہو تو انسان اسلام کی دیگر تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسلام' درس' اخوت ومؤاخات کو بھی قبول کرتا ہے' اور باہمی الفت ومحبت کے اسلامی قواعد وضوابط کو اپناتا ہے اور اخوت ومحبت کو خراب کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرتا ہے:

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ)). [1]

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون بہانا' مال لوٹنا اور عزت پر ہاتھ ڈالنا حرام ہے"۔

یہ اس حدیث میں دسویں اور آخری نصیحت ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کا ناحق خون بہائے باطل طریقے سے اس کا مال بٹورے اور اس کی بے عزتی کرے۔ مسلمانوں کی یہ تینوں چیزیں بڑی قیمتی ہیں:

❶ خون:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

((زَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ)). [2]

"دنیا کا برباد ہو جانا اللہ کے ہاں نہایت معمولی ہے بہ نسبت کسی مسلمان کے قتل ہونے کے"۔

بخاری و مسلم میں ہے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہینہ (قبیلہ) کے چند لوگوں کی طرف بھیجا چنانچہ میں ایک شخص کے پاس گیا میں نے اسے نیزہ مارنا چاہا' اس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا۔ میں نے (پھر بھی) نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا' پھر میں نبی ﷺ (کی خدمت میں) حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تعجب ہے! تو نے اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ گواہی دیتا تھا کہ صرف اللہ معبود برحق ہے"۔ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اس نے تو بچاؤ کے لیے ایسا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم و خذ له... (٢٥٦٤).

[2] جامع الترمذي، كتاب الديات، باب ما جاء في تشديد قتل المؤمن، رقم: ١٣٩٥.

((فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ؟))[1]

”کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر معلوم کر لیا تھا؟“۔

اور صحیحین میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِى الدِّمَآءِ)).[2]

”قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خونوں کا فیصلہ ہوگا“۔

اور صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَنْ يَزَّالَ الْمُؤْمِنُ فِىْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهٖ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا)).[3]

”مومن (شخص) ہمیشہ فراخی میں رہتا ہے یعنی اس کو نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ جب تک وہ ناحق خون نہیں بہاتا“۔

② مال:

((اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِىْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).[4]

”کئی لوگ اللہ کے مال کو ناحق بٹورتے اور کھا جاتے ہیں پس ان کے لیے قیامت کے دن آگ ہے“۔

غور کیجئے! رب کائنات نے ایک دوسرے کے مال کو ”مال اللہ“ اپنا مال قرار دیا ہے اور اس مال میں ناحق ہاتھ ڈالنے پر نار جہنم کی وعید سنائی ہے۔

③ عزت:

مسلمان کی عزت بڑی قیمتی چیز ہے اس لئے مسلمان کی بے عزتی کرنا خطرناک گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة بن زید ...الخ، رقم: ٤٢٦٩.

[2] صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزآؤه جهنم﴾ [النساء : ٩٣] (٦٨٦٤).

[3] صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول الله تعالیٰ ﴿وَمَنْ يقتل مؤمنا متعمدًا﴾، رقم: ٦٨٦٢.

[4] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس باب قولهٖ تعالیٰ ﴿فَاِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَالرَّسُوْلِ﴾.

((اِنَّ اَرْبَی الرِّبَا عِرضُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ)).[1]

سود کے سب سے خطرناک درجے سے بھی خطرناک گناہ مسلمان بھائی کی بے عزتی کرنا ہے۔ جبکہ سب سے چھوٹے درجے کا سود اس قدر مہلک گناہ ہے گویا کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرے۔[2] تو سود کا سب سے بڑا درجہ کس قدر خطرناک ہوگا۔ اور اس بڑے درجے کے برابر اس گناہ کو قرار دیا گیا ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بے عزتی کرے۔

آج دین سے دوری کے نتیجے میں اس حدیث میں بیان کردہ اسلامی اخوت کے تمام قواعد وضوابط کو بری طرح نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آج حسد، بغض، قطع تعلقی، دھوکہ وفراڈ، ظلم زیادتی اور قتل وغارت کا بازار گرم ہے۔

خصوصاً وہ اربابِ اقتدار جن کی ذمہ داری رعایا کی جان، مال اور عزت کا تحفظ ہے وہ خونخوار بھیڑیئے بنے ہوئے ہیں اوپر سے لے کر نیچے تک سب عوام کا خون نچوڑ رہے ہیں۔ وہ اسلامی سزائیں جو معاشرے میں امن قائم کرتی ہیں۔ مجرموں کا خاتمہ کرتی ہیں ان سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہہ کر مذاق اڑاتے ہیں اور اپنے اقتدار کی خاطر بے گناہ لوگوں پر الزامات لگا کر آن واحد میں سینکڑوں افراد کا خون بہاتے ہیں۔ کبھی وانا آپریشن، کبھی بھگٹی آپریشن، کبھی لال مسجد آپریشن، اور اس لال مسجد آپریشن نے تو خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا۔

ہم یہودیوں کو کیا کہیں، ہم صلیبیوں پر کیا دکھ کریں، ہم؛ وں کا کیا گلہ کریں ہمارے اپنوں نے پاکستان کے دارالحکومت ''اسلام آباد'' میں اسلام کے بر کو شہید کر کے رکھ دیا۔

ؔ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

عالم اسلام کا سب سے بڑا نسوانی مدرسہ برباد کر کے رکھ دیا۔ اور یاد رکھیں اس قسم کی غلامانہ کارروائیوں سے اسلام ختم نہیں ہوگا۔

---

[1] مستدرك حاكم، كتاب البيوع، باب إن أربى الربا (۳۷/۲)، رقم: ۳۱۱۸.

[2] سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا، رقم: ۲۲۷٤.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خودکشی کی شرعی حیثیت

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ ﴾ [النسآء : ۲۹]

سورۃ النساء کی ایک انتہائی مختصر مگر انتہائی جامع آیت کریمہ کا ایک ٹکڑا اس وقت تلاوت کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس میں ایک زبردست قسم کی نصیحت فرمائی ہے۔ اور وہ نصیحت یہ ہے:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾

”اور اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو“۔

اس کے تین مطلب اہل علم نے بیان کیے ہیں۔

پہلا مطلب: خودکشی نہ کرو۔ یعنی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں قتل نہ کرو۔ شریعت اسلامیہ میں خودکشی انتہائی خطرناک گناہ ہے۔ کیونکہ اس ایک گناہ میں کتنے سارے گناہ داخل ہیں۔ ایک تو یہ اللہ کی امانت کو ضائع کرنا ہے کیونکہ جان اللہ کی امانت ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں ختم کرنا درست نہیں۔ دوسرا یہ بے صبری کا نتیجہ ہے۔ تیسرا یہ اللہ پر توکل نہ ہونے کی علامت ہے۔ چوتھا یہ اللہ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پختہ ایمان والے متقی پرہیزگار لوگ کبھی بھی خودکشی نہیں کرتے بلکہ خودکشی زیادہ تر کافروں میں پائی

جاتی ہے یا بدعمل قسم کے نام نہاد مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اور معمولی سی بات پر بے دین لوگ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خودکشی کرتے ہیں۔ امتحان میں فیل ہو گیا خودکشی کر لی۔ معاشی پریشانی میں مبتلا ہو گیا زہر پی لیا۔ پسند کی شادی نہ ہوئی۔ گولیاں کھا لیں۔ والدین سے کوئی مطالبہ کیا وہ پورا نہ ہوا۔ خودکشی کر لی۔ آج آئے دن یہ سلسلہ جاری وساری ہے، شہر شہر، گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ یہ وارداتیں عام ہو گئی ہیں، ہمارے شہر میں اسحاق کوٹ کا واقعہ ہے، لڑکا اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا، لڑکی اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گئی اور دونوں نے (محبت میں ناکامی کی بناء پر) ایک دوسرے کو دکھلا کر بیک وقت زہریلی گولیاں کھا لیں اور خودکشی کر لی۔ اسی طرح حافظ آباد روڈ کے ایک شخص نے اپنے باپ سے مطالبہ کیا کہ مجھے ملازمت کے لیے باہر بھیجو، گھر میں ہر نعمت موجود تھی اچھا بھلا کارخانہ چلتا تھا۔ باپ نے سمجھایا: بیٹا باہر جا کر کسی کی نوکری کرو گے یہاں تیرا حکم چلتا ہے، باہر نہ جا۔ لیکن بیٹے نے باپ کی نصیحت ماننے کی بجائے خودکشی کر لی، اور ایسے واقعات بے شمار ہیں......

حالانکہ یہ خطرناک گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خطرناکی مختلف انداز میں بیان فرمائی:

صحیح بخاری و مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”جس شخص نے پہاڑ (کی بلندی) سے خود کو گرا کر خودکشی کی، وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں خود کو گراتا رہے گا اور جس شخص نے زہر (کا پیالہ) پی کر خودکشی کی تو زہر کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہوگا، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر کے پیالے سے گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا اور جس شخص نے خود کو نیزہ مار کر خودکشی کی، تو نیزہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ میں اس نیزہ کو مارتا رہے گا“۔ [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به و بما یخاف منه (۵۷۷۸) ومسلم (۱۰۹).

اور صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

> ”جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر (خودکشی) کرتا ہے تو وہ اسی طرح دوزخ میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو شخص خود کو نیزہ مار کر قتل کرتا ہے وہ جہنم میں بھی خود کو نیزہ مارتا رہے گا“۔ ①

اور متفق علیہ حدیث ہے، حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ

> ”تم سے پہلے دور میں ایک زخمی شخص تھا اس نے گھبراہٹ (کے عالم) میں چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ دیا (اور) خون نہ رکنے کے سبب وہ فوت ہوگیا تو اللہ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ میرے بندے نے خود کو (قتل کر کے) مرنے کے لیے مجھ سے جلدی کی (یعنی طبعی موت کے بجائے خودکشی کی ہے)۔ اس لیے میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا ہے“۔ ②

اور صحیح مسلم میں یہ واقعہ لکھا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی تو طفیل بن عمرو دوسی اور اس کی قوم کے ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے ہجرت کی (وہاں جا کر) وہ بیمار ہوگیا (اور) اس نے گھبراہٹ کے عالم میں اپنے ہاتھ کی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹ دیا، اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہہ نکلا اور وہ فوت ہوگیا۔ چنانچہ طفیل بن عمرو نے اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ اس کی شکل وصورت نہایت اچھی ہے اس نے دونوں ہاتھوں کو چھپا رکھا ہے (طفیل بن عمرو) نے اس سے دریافت کیا: تیرے پروردگار نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس نے بتایا، میرے پروردگار نے مجھے نبی ﷺ کی جانب ہجرت کرنے کی وجہ

---

① صحیح البخاری، کتاب الطب، باب شرب اسم والدواء به و بما يخاف منه (۵۷۷۸) ومسلم (۱۰۹).

② صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ترك الصلاة على القاتل نفسه (۹۷۸) وابوداؤد (۳۱۸۵).

سے معاف کر دیا ہے۔ انہوں نے (مزید) دریافت کیا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے اپنے ہاتھوں کو چھپایا ہوا ہے، یہ کیوں؟ اس نے بتایا: مجھے کہا گیا کہ ہم تیرے جسم کے اس حصے کو درست نہیں کریں گے۔ جس کو تو نے خود بگاڑا ہے (طفیل بن عمرو) نے اس خواب کو نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ

"اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی معاف فرما"۔ [1]

غور فرمایئے! خودکشی کتنا خطرناک گناہ اور اس کی سزا کتنی خطرناک ہے۔ اور یہ جرم دین اسلام سے اعراض کرنے اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی کی وجہ سے پھیلتا جا رہا ہے۔

اسلام تو اس قدر صبر سکھلاتا ہے کہ خودکشی تو کجا دین اسلام میں تو موت کی دعا تک جائز نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شائد وہ مزید نیک اعمال کر لے اور اگر وہ بدکار ہے تو شائد اللہ سے معافی مانگ کر اس کو راضی کر لے"۔ [2]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور موت آنے سے پہلے موت کی دعا نہ کرے اس لیے کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کی امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں بلاشبہ مومن کی طویل عمر سے اس کی نیک اعمال میں اضافہ ہی ہوتا ہے"۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر، رقم: ۳۱۱.

[2] صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت (۵۶۷۳) و مسلم (۲۶۸۲) و احمد (۸۱۹۶).

[3] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب کراھۃ تمنی الموت لضر نزل بہ رقم: ۶۸۱۹.

اور متفق علیہ حدیث ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کے لاحق ہونے کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر ضرور ہی کچھ کہنا ہو تو دعا کرے:

((اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّیْ، وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ)). [1]

''(اے اللہ!) مجھے زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور مجھے موت سے ہمکنار کر جب موت میرے لیے بہتر ہو''۔

لیکن آج معمولی معمولی بات پر لوگ خودکشی کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے، آیئے! غفور و رحیم رب کے دین اور رحمۃ للعلمین پیغمبر کی تعلیمات کو اپنایئے اور تباہی و بربادی سے بچ جایئے، یہی راستہ دنیا و آخرت میں سکون حاصل کرنے کا راستہ ہے، اور اس کے برعکس خودکشی سے سکون نہیں ملتا بلکہ عذاب مسلسل ملتا ہے۔

دوسرا مطلب۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو: دین اسلام میں باہمی اخوت و محبت کی اس قدر تعلیم دی گئی ہے کہ ایک دوسرے کو ایک جان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے ارشادات گرامی میں یہی انداز بیان فرمایا، اور دین اسلام میں اہل اسلام پر ایک دوسرے کا قتل سخت جرم قرار دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن (شخص) ہمیشہ فراخی میں رہتا ہے یعنی اس کو نیک اعمال کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ جب تک وہ ناحق خون نہیں بہاتا''۔ [2]

اور بخاری و مسلم میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري كتاب المرض باب تمنى المريض الموت رقم: ٥٦٧١ و مسلم رقم ٦٨١٤.

[2] صحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ومن يقتل مؤمنًا الخ﴾، رقم: ٦٨٦٤.

((اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الدِّمَآءِ)). [1]

''قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خونوں کا فیصلہ ہوگا''۔

اور صحیحین میں ہے، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بتائیں اگر میری کسی کافر سے مڈبھیڑ ہو جائے ہم دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جائیں، وہ میرے ایک ہاتھ پر تلوار کا (وار) کر کے اسے کاٹ دے پھر وہ مجھ سے ایک درخت کی (اوٹ میں) ہو کر مجھ سے بچاؤ اختیار کر لے اور کہے، میں اللہ (کی رضا) کے لیے اسلام لے آیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اسے قتل کرنے کا ارادہ کروں تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دے تو کیا اس کلمہ کے کہنے کے بعد میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو اسے قتل نہ کر''۔

اس نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے تو میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تو اسے قتل نہیں کر سکتا، اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ تیرے اس مقام میں ہوگا جو اس کے قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اس کے اس مقام میں ہوگا۔ جو اس کا اس کلمہ کے کہنے سے پہلے تھا''۔ [2]

اور متفق علیہ حدیث ہے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہینہ (قبیلہ) کے چند لوگوں کی طرف بھیجا۔ چنانچہ میں ایک شخص کے پاس گیا میں نے اسے نیزہ مارنا چاہا، اس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دیا۔ میں نے (پھر بھی) نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا، پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو سارا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة (٦٥٣٣).

[2] صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول الله تعالٰی: ﴿ومن یقتل مؤمنًا الخ﴾ رقم: ٦٨٦٥ ومسلم رقم: ٢٧٤.

واقعہ کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تعجب ہے! تو نے اسے قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ گواہی دیتا تھا کہ صرف اللہ معبود برحق ہے''۔

میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے تو بچاؤ کے لیے ایسا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر معلوم کر لیا تھا''۔ [1]

لیکن آج دس روپے میں بندہ قتل ہو جاتا ہے۔ آج سب سے سستا مسلمان کا خون ہے۔ کہیں مسلمانوں کا سیاسی قتل، کہیں معاشی قتل، کہیں خاندانی قتل اور کہیں محض انانیت کی بناء پہ قتل، ہر طرف خونِ مسلم بہہ رہا ہے، کافر بھی بہا رہے ہیں اور دین سے دوری کی بناء پر مسلمان بھی ایک دوسرے کا لہو بہا رہے ہیں، یاد رکھئے! مسلمان کا خون اگر ہر طرح سے محفوظ ہو سکتا ہے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کے دین کا نفاذ کیا جائے اس کے علاوہ کسی طریقے سے خونِ مسلم کا تحفظ ممکن نہیں۔

تیسرا مطلب: گناہوں کے ذریعے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ گناہ انسان کے لیے انتہائی مہلک چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے گناہوں کا نام موبقات رکھا فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)). [2]

''سات مہلک گناہوں سے بچو''۔

معلوم ہوا گناہ، نافرمانی، فسق و فجور اور معاصی و ذنوب کا ارتکاب کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ ومن احياها ﴾ رقم: ٦٨٧٢ و مسلم (٢٧٧).

[2] صحيح البخارى، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالىٰ ﴿ لن الذين يأكلون اموال اليتمى ظلمًا.... ﴾ (٢٧٦٦) (٥٧٦٤).

یہی مضمون سورۃ البقرہ میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۵]

''اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو''۔

یعنی گناہوں، نافرمانیوں کے ذریعے اور فرائض وواجبات ترک کر کے اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالو۔ حقیقت ہے گناہوں کے ذریعے سے ہونے والی ہلاکت انتہائی خطرناک ہلاکت ہے۔ اس لیے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء: ۲۹]

''گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو''۔

لیکن آج لوگوں کی اکثریت گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے اپنے آپ کو بڑی بے دردی کے ساتھ ہلاکت میں ڈال رہے ہیں، لوگ گناہوں کے خطرناک انجام سے بے پرواہ ہو چکے ہیں اور دن رات گناہوں کی دلدل میں ڈوبے رہتے ہیں۔

آخری بات:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ ﴾ [النساء: ۲۰]

''یقیناً اللہ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے''۔

معلوم ہوا احکام الٰہیہ انسان کے لیے اللہ کی رحمت ہیں کیونکہ ان پر عمل کرنے سے دنیا میں امن وسکون، قبر میں امن وسکون اور آخرت میں بھی امن وسکون حاصل ہوتا ہے، اور انسان ہلاکت وتباہی سے بچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نفس کی اقسام

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○ ﴾ [الفجر:۲۷۔۳۰]

قرآن اور حدیث میں چار قسم کے نفسوں کا تذکرہ کیا گیا ہے:

❶ نفس امارہ ❷ نفس لوامہ ❸ نفس خبیثہ ❹ نفس مطمئنہ۔

پہلی قسم: نفس امارہ:

یہ وہ نفس ہے جو انسان کو برائی پر اکساتا ہے، انسان کو اللہ کی نافرمانی اور بغاوت پر آمادہ کرتا ہے، فسق و فجور اور معاصی و ذنوب پر اُبھارتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ [يوسف: ۵۳]

”یقیناً نفس (امارہ) بہت زیادہ برائی کا حکم دینے والا ہے، سوائے اس کے جس پر میرا رب رحمت کرے، یقیناً میرا رب بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے“۔

یہی وہ نفس ہے جس کا مقابلہ کر کے اسے دبانے کی ضرورت ہے تاکہ اس کا زور ٹوٹ جائے، اور اس مقصد کے لیے روزہ سب سے عظیم عمل ہے۔

یہی وہ نفس ہے جو انسان کو گناہ اور نافرمانی کے کام خوشنما اور خوبصورت کر کے

پیش کرتا ہے:

﴿ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ ﴾

[المائدة : ۳۰]

"(حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے لیے) اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل مزین کر کے دکھلایا تو اس نے اسے قتل کر ڈالا' تو وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو گیا"۔

نفس امارہ کا یہ تعارف قرآن کریم میں کئی مقامات پہ کیا گیا ہے کہ یہ نفس انسان کو برائی' نافرمانی' فسق و فجور اور گناہ پہ اکسانے والا ہے' یوں سمجھئے! انسان کو معاصی وذنوب پر آمادہ کرنے والے صرف شیاطین الانس والجن ہی نہیں' بلکہ نفس امارہ بھی انسان کو گناہوں اور نافرمانیوں پر ابھارتا ہے۔

دوسری قسم: نفس لوامہ:

یہ وہ نفس ہے جو انسان کو بھلائی اور نیکی کم کرنے پر ملامت کرتا ہے' اور گناہ اور برائی کے ارتکاب پر بھی ڈانٹتا اور جھڑکتا ہے یہ وہی نفس ہے جسے عام لوگوں کے عرف میں ضمیر کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے: کہ فلاں کا تو ضمیر ہی مر گیا ہے۔ اس کا ضمیر اسے اس کی برائی پر ملامت ہی نہیں کرتا یہ وہ نفس ہے جس کی ضرورت ہے' یہ نفس انسان کو نیکی چھوڑنے پر اور برائی کرنے پر جھنجھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس عمدہ نفس کی قسم اٹھائی ہے۔

﴿ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ○ ﴾ [القيامة : ۲]

"میں ملامت کرنے والے نفس کی قسم اٹھاتا ہوں"۔

یعنی وہ نفس جو انسان کو نیکی و بھلائی سے محروم رہنے پر ملامت کرتا ہے' اور گناہ و نافرمانی کے ارتکاب پر بھی ملامت کرتا ہے۔ یہ اچھا نفس ہے اگر یہ غالب رہے تو انسان پر نیکی غالب رہتی ہے اور اگر نفس امارہ غالب آ جائے تو انسان پر بدی غالب ہو جاتی ہے۔

تیسری قسم: نفس خبیثہ:

جب انسان پر نفس امارہ غالب آ جائے اور نفس لوامہ دب جائے۔ انسان ہر

وقت خواہش پرست اور نفس پرست بن جائے۔ ہر وقت گناہوں اور نافرمانیوں میں ڈوبا رہے تو اس کا نفس نفس خبیثہ بن جاتا ہے۔ پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اسے نیکی اور بھلائی سے نفرت ہو جاتی ہے' اور اسے گناہ' فسق و فجور اور شیطانی کاموں سے محبت ہو جاتی ہے' یہ ہر وقت گانے بجانے' فلم ڈرامے' دنیا کمانے' ناول افسانے اور کھیل تماشے میں محو رہنا پسند کرتا ہے' کیونکہ اس کا نفس امارہ اس پر غالب آ گیا ہے اور نفس لوامہ (ضمیر) مر گیا ہے۔ اس لیے اس کا نفس گندا' نجس اور پلید ہو گیا ہے یہ گٹر کے کیڑے کی طرح ہر وقت' گندگی کھانا' گندگی پینا' گندگی دیکھنا' گندگی سننا اور گندگی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ ہر وقت گناہوں کی دلدل میں ڈوبا ہوا اور شیطانی کاموں میں آلودہ رہتا ہے۔ اسے اذان سے نفرت' نماز سے نفرت۔ قرآن کی تلاوت سے نفرت اور ذکر الٰہی سے نفرت ہو جاتی ہے۔

بیمار کی مثال:

جس طرح بیمار شخص کو منہ کڑوا ہونے کی وجہ سے عمدہ اور لذیذ چیزیں کڑوی اور بدمزہ لگتی ہیں' اسی طرح اس روحانی بیمار کو عبادتیں' نیکیاں اور بھلائیاں کڑوی اور بھاری محسوس ہوتی ہیں یہ نیکیوں سے جی چراتا ہے اور برائیوں کا دلدادہ بن جاتا ہے۔

پھر اس گندے اور پلید نفس کا انجام مرتے وقت' قبر میں اتارتے وقت' قبر سے اٹھتے وقت اور حشر میں پیشی کے وقت بڑا بدترین اور برا ہوتا ہے۔

موت کے وقت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جب کسی شخص کی موت قریب ہوتی ہے تو فرشتے اس کے قریب آتے ہیں۔ اگر وہ مرنے والا شخص برا اور بدعمل ہے تو فرشتہ کہتا ہے' اے خبیث روح! جو ناپاک جسم میں ہے تو قابل مذمت ہے باہر نکل آ۔ گرم پانی' پیپ اور اس قسم کے دیگر عذابوں کی بشارت قبول کر۔ اس کو مسلسل یہی کلمات کہے جاتے ہیں

یہاں تک کہ روح باہر نکل آتی ہے پھر اس کو آسمان کی جانب چڑھایا جاتا ہے۔ اس کے لیے دروازے کھولنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔ دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ جواب میں بتایا جاتا ہے کہ فلاں ہے تو (اس کے حق میں) پیغام ملتا ہے' خبیث روح کو خوش آمدید نہ کہو جو ناپاک جسم میں تھی تو واپس چلی جا تو قابل مذمت ہے' تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھل سکتے۔ چنانچہ اس کو آسمان سے واپس بھیج دیا جاتا ہے پھر وہ قبر میں رہتی ہے''۔

حدیث مبارکہ میں ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کافر کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے۔ حماد راوی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بدبو اور (اس پر) لعنت کا ذکر کیا (چنانچہ) آسمان کے فرشتے کہتے ہیں' ناپاک روح زمین کی جانب سے آئی ہے (اس کے بارے میں) کہا جائے گا کہ اس کو برزخ کے آخری وقت تک لے جاؤ''۔ [1]

غرضیکہ نفس خبیثہ کا حال مرتے وقت بھی بہت برا ہوتا ہے' اس سے بدبو آ رہی ہوتی ہے' فرشتے اس پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں......

قبر میں بھی برا حال:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' وہ میت کو بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے' میں کچھ بھی نہیں جانتا (پھر) وہ اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میں کچھ بھی نہیں جانتا (پھر) اس پر اس سے دریافت کرتے ہیں' جو شخص تم میں بھیجا گیا وہ کون تھا؟ وہ جواب دیتا ہے میں کچھ بھی نہیں جانتا (اس پر) آسمان سے منادی کرنے والا آواز کرتا ہے'

---

[1] الترغيب والترهيب (٥٢٢١) واحمد (٢٨٧/٤) و مجمع الزوائد (٥٠/٣) حديث حسن.

اس نے غلط بیانی کی ہے اس کا آگ سے بستر تیار کرو اس کو آگ کا لباس پہناؤ اور دوزخ کی جانب اس کا دروازہ کھول دو"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس کو آگ کی گرمی اور اس کی باد سموم پہنچے گی"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اور اس کی قبر اس پر تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں مختلف ہو جائیں گی پھر اس پر اندھا، بہرا فرشتہ مقرر کیا جائے گا جس کے پاس لوہے کا ہتھوڑا ہوگا، اگر اس کو کسی پہاڑ پر بھی مارا جائے تو پہاڑ مٹی بن جائے۔ چنانچہ وہ اس کو اس شدت کے ساتھ مارے گا کہ اس کی آواز انسانوں اور جنوں کے علاوہ مشرق، مغرب میں موجود سب سنیں گے (اس سے) وہ مٹی بن جائے گا پھر اس میں روح لوٹائی جائے گی"۔ [1]

حشر میں بھی برا حال:

اللہ رب العزت سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ○ ﴾ [بنی اسرائیل : ۹۸]

"اللہ جس کی راہنمائی کرے وہ تو ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ راہ سے بھٹکا دے ناممکن ہے کہ تو اس کا مددگار اس کے سوا کسی کو پائے۔ ایسے لوگوں کو ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے، درآں حالیکہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب کبھی وہ بجھنے لگے گی ہم ان پر اسے اور بھڑکا دیں گے"۔

---

[1] سنن أبیداؤد، کتاب السنة، باب فی المسألة فی القبر و عذاب القبر (٤٧٥٣). والنسائی (٧٨/٤).

استغفر اللہ! کتنا برا حشر ہے' اللہ ہمیں اپنی رحمت سے معاف فرمائے اور حشر کی رسوائیوں سے محفوظ رکھے۔

آخرت میں بھی برا حال:

رب ارض و سماء سورۃ الأنفال میں فرماتے ہیں:

﴿ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ ﴾ [الأنفال : ۳۷]

''اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے گا اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے گا پس ان سب کو اکٹھا ڈھیر کر دے گا پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔ ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیں''۔

غور فرمائیے! خبیث نفس کا آخرت میں کتنا برا حال ہوگا کہ تمام گندے نفسوں کا (کوڑے کے ڈھیر کی طرح) ڈھیر بنایا جائے گا اور پھر اس ڈھیر کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

اللہ ہمیں قبر' حشر اور آخرت کی ذلتوں سے بچائے اور اپنے فضل و کرم سے جنت کا داخلہ عطاء فرمائے۔

چوتھی قسم: نفس مطمئنہ:

جو انسان نفس امارہ کو دبا لیتا ہے اور نفس لوامہ کی ملامت پر کان دھرتا ہے۔ اور نفس امارہ کا مقابلہ کر کے نفس کو نیکیوں اور بھلائیوں پر لگا لیتا ہے۔ تو نیکیاں کر کر کے' اچھائیاں کر کر کے اس کا نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ پھر انسان کے لیے اعمال صالحہ' عبادات و حسنات بھلائیاں اور اچھائیاں مرغوب ہو جاتی ہیں' پھر نیکی کرنا بوجھ نہیں بنتا بلکہ نیکی سے محرومی بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ پھر نماز کی پابندی بھاری نہیں لگتی بلکہ نماز کا نکل جانا مصیبت اور صدمہ بن جاتا ہے۔ پھر دین کا کوئی بڑے سے بڑا کام مشکل نظر نہیں آتا بلکہ ہر ناممکن کام آسان ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام کی یہی کیفیت تھی۔

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ ○ ﴾ [الحجرات : ۷]

صلحاء، اتقیاء، اولیاء اور ابرار وشہداء کی یہی کیفیت ہوتی ہے، ان کے لیے نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت بن جاتی ہے، روزہ مرغوب بن جاتا ہے، انفاق فی سبیل اللہ آسان ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ ہجرت اور جہاد جیسی مشقت میں بلا جھجک کود پڑتے ہیں اور شہادت ان کی تمنا بن جاتی ہے......

پھر قرآن کی تلاوت سے سرور آتا ہے، اللہ کے ذکر سے دل میں بہار آتی ہے۔

پھر مؤمن نیکیوں کا اس قدر حریص بن جاتا ہے کہ سیر ہی نہیں ہوتا۔ فرائض وواجبات بھی ادا کرتا ہے، سنن ونوافل کا بھی پابند بن جاتا ہے، ہر وقت کار خیر کا متلاشی رہتا ہے، ہر فرصت کو غنیمت جانتا اور اسے نیکی میں صرف کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور دوسروں سے سبقت لے جانے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ پھر اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ ﴾ [الرعد : ۲۸]

یہ ہے نفس مطمئنہ جس کا دوسرا نام نفس طیبہ ہے۔ نیکی پر مطمئن نفس، پاکیزہ اور ستھرا نفس، اسے موت کے وقت بھی عزت وبشارت ملتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب کسی شخص کی موت قریب ہوتی ہے تو فرشتے اس کے قریب آتے ہیں۔ اگر (فوت ہونے والا) شخص صالح انسان ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی باہر آ جا تو قابل تعریف ہے۔ اللہ کی رحمت، اس کے عطیات اور نہ ناراض ہونے والے پروردگار سے خوش ہو جا۔ مسلسل اس کو یہ کلمات کہے جاتے ہیں یہاں تک کہ روح جسم سے باہر آ جاتی ہے۔ بعد ازاں روح کو آسمان کی جانب لے جایا جاتا ہے، اس کے لیے (آسمان کا) دروازہ کھول دیا جاتا ہے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون روح ہے؟ فرشتے بتاتے ہیں، فلاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکیزہ (روح) کے لیے خوش آمدید ہو جو پاک جسم

میں رہی تو (جنت میں) داخل ہو جا تو تعریف کے لائق ہے اور تو اللہ کی رحمت' اس کے عطیات اور ایسے پروردگار سے ملاقات کے لیے خوش ہو جا جو تجھ پر ناراض نہیں۔ اسے مسلسل یہی کلمات کہے جاتے ہیں یہاں تک کہ روح اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے جس میں اللہ ہے"۔ ①

اور صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب مومن کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو روح کو دو فرشتے اٹھا کر (آسمان کی جانب) لے جاتے ہیں۔ حماد راوی کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی عمدہ خوشبو کا ذکر کیا اور کستوری کا ذکر کیا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"آسمان کے فرشتے کہتے ہیں (یہ) پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ کی رحمتیں تجھ پر اور اس جسم پر ہوں جس کو تو نے آباد کر رکھا تھا۔ چنانچہ روح کو اس کے پروردگار کی جانب لے جایا جاتا ہے۔ بعد ازاں اللہ فرماتا ہے' اس کو برزخ کے آخری وقت تک لے جاؤ"۔ ②

اسے قبر میں بھی ٹھاٹھ کی برزخی زندگی ملتی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مؤمن کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا رب اللہ ہے (پھر) وہ اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے (پھر) وہ دریافت کرتے ہیں' یہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے' وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ وہ اس سے دریافت کرتے ہیں' تجھے کیسے معلوم ہوا وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو

---

① سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الموت والاستعداد له رقم: ٤٢٦٢.

② صحيح مسلم، كتاب الجنة و نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه، رقم: ٧٢٢١.

پڑھا' اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اللہ کا قول کہ "جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"(پھر) آسمان سے ایک منادی کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے' جنت سے اس کا بستر بچھاؤ اور جنت کا (ہی) اسے لباس پہناؤ اور جنت کی جانب اس کا دروازہ کھول دو چنانچہ (اس کے لیے) دروازہ کھول دیا جاتا ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس کو جنت کی بادِ نسیم اور خوشبو پہنچتی ہے اور اس کی قبر (کی جگہ) تا حدِ نظر کشادہ کر دی جاتی ہے"۔ [1]

حشر میں بھی عزت:

اللہ رب العزت سورۂ مریم میں فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ ﴾ [مریم : ۸۵]

"اس دن ہم متقیوں کو مہمانوں کی طرح رحمٰن کی طرف لے جائیں گے"۔

اور سورۃ الزمر میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِينَ ۝ ﴾

[الزمر : ۷۳]

"اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو' تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ"۔

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في المسألة في القبر و عذاب القبر (٤٧٥٣) و الترمذي (١٠٧١) و الحاكم (١/٣٥٣).

اور سورۃ الفجر کی جو آخری آیات خطبہ میں پڑھی گئی ہیں ان میں بھی نفس مطمئنہ کی زبردست شان بیان کی گئی ہے' کہ اسے مرتے وقت' قبر سے اٹھتے وقت اور حساب کتاب کے وقت یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اے نفس مطمئنہ (اللہ کی اطاعت پر مطمئن نفس) جا اپنے رب کی طرف تو رب پہ راضی' تیرا رب تجھ پہ راضی' میرے بندوں میں شامل ہو جا' اور میری جنتوں میں داخل ہو جا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ.

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے ڈر سے رونا

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾

[بنی اسرائیل : ١٠٧ تا ١٠٩]

”کہہ دیجیے! تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، ہمارے رب کا وعدہ بلاشک وشبہ پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے۔ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع اور خضوع بڑھا دیتا ہے“۔

اس دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی انداز سے روتا ضرور ہے، کوئی انسان رونے سے، آہ و بکاء کرنے سے اور گریہ زاری کرنے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ہاں رونے کی قسمیں، اسباب اور انداز مختلف ہیں۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں رونے کی دس قسمیں بیان

فرمائی ہیں:

❶ کسی پر ترس کھاتے ہوئے رونا:

عموماً کوئی نرم دل انسان جب کسی شخص کو کسی بڑی مصیبت‘ تکلیف یا پریشانی میں دیکھتا ہے تو اس پر ترس کھاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے ہیں، اور وہ رونے لگتا ہے۔

❷ ڈر اور خوف کی وجہ سے رونا:

اکثر کمزور دل لوگ جب کوئی مصیبت اترتی دیکھتے ہیں یا کسی قسم کے ڈر اور خوف میں مبتلا ہوتے ہیں تو رونے لگتے ہیں، یہ خوف وخطرے کا رونا ہے۔

❸ محبت اور شوق کی وجہ سے رونا:

عزیز واقارب، دوست احباب اور باہم محبت رکھنے والے جب بچھڑتے ہیں تو رونے لگتے ہیں، یہ محبت اور الفت کا رونا ہے۔

❹ خوشی سے رونا:

ایک دفعہ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو سورۃ البینہ پڑھ کر سناؤں“۔

تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میرے رب نے عرش پہ میرا نام لیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں تیرے رب نے عرش پہ تیرا نام لیا ہے“۔

تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خوشی سے رونے لگے (یہ رونا خوشی کا رونا ہے)“۔[1]

❺ صدمے اور تکلیف کی وجہ سے رونا:

جب امام الانبیاء سید الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لختِ جگر ابراہیم نے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب أبی رضی اللہ عنہ (۳۸۰۹) و مسلم (۱۸۶۵)۔

وفات پائی، آپ ﷺ نے اسے اپنے مبارک ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ [1]

یہ (صدمے کی وجہ سے رونا تھا) اور یہ رونا اگر آواز اور جاہلی پکار کے بغیر ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔

⑥ غم اور دُکھ کی وجہ سے رونا:

بسا اوقات انسان کو ایسا غم اور دکھ پہنچتا ہے کہ انسان اسے یاد کر کے وقتاً فوقتاً روتا ہے یہ غم اور دکھ کا رونا ہے اس کے ساتھ اگر جاہلی پکار اور آواز شامل نہ ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔

⑦ بے بسی پر رونا:

کئی دفعہ انسان کو اپنی یا کسی کی بے بسی پر رونا آتا ہے۔

⑧ منافقت کا رونا:

(یعنی آنکھوں میں تو آنسو ہوں لیکن دل خشیت الٰہی سے خالی ہو) جس طرح ریا کار قسم کے لوگ اس قسم کے آنسو بہاتے ہیں۔ اس قسم کا رونا نمود و نمائش اور منافقت کا رونا ہے جو قطعاً جائز نہیں۔

⑨ کرائے پر رونا:

(جس طرح ماتمی لوگ پیسے لے کر روتے ہیں) آج ایک گروہ حب اہل بیت کا جعلی علم اٹھائے ہوئے وہ ہر سال واقعۂ کربلا کو غلط رنگ دے کر ماہِ محرم میں نوحہ و ماتم کرتے ہیں اور رونے پیٹنے والے افراد کرائے پر بلاتے ہیں، یہ رونے کی بدترین قسم ہے کیونکہ یہ نوحہ و ماتم بھی ہے اور منافقت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بدعت بھی ہے۔

⑩ کسی کی موافقت کرتے ہوئے رونا:

(یعنی کسی کو دیکھ کر رونا) کئی دفعہ انسان کسی دوسرے کو روتا دیکھ کر رونے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿انا بک لمحزونون﴾ (۱۳۰۳).

لگ جاتا ہے یہ رونا کسی کی موافقت میں رونا ہے۔

یہ رونے کی مختلف قسمیں ہیں جو امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہیں، جن میں سے بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں۔

لیکن رونے کی ان تمام اقسام میں سے افضل ترین قسم اللہ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے رونا ہے۔ یہ وہ رونا ہے جو انبیاء، صلحاء اور اتقیاء والا عمل ہے۔ اس رونے کی بے انتہاء شان وفضیلت قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں موجود ہے، اور اس کی رحمت موجزن ہو جاتی ہے۔

اللہ رب العزت نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۰۹]

"وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی، خشوع اور خضوع بڑھا دیتا ہے"۔

اور رب ارض وسماء نے سورۂ مریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصلت بیان فرمائی ہے:

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴾ [مریم : ۵۸]

"ان کے سامنے جب اللہ رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑگڑاتے گر پڑتے تھے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں اعلان فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [المائدۃ: ۸۳]

"اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ (کلام) کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں"۔

اللہ رب العزت نے یہاں ان لوگوں کی فضیلت ومنقبت بیان فرمائی ہے، جو اللہ کی آیتیں سن کر خشیتِ الٰہی سے روتے اور گڑگڑاتے ہیں، اور ان کی اس خوبی کو قرآن میں جگہ دے کر قیامت تک کے لیے نمونہ بنا دیا ہے۔

اور سورۂ نجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴾[النجم:٥٩۔٦٠]

”پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟“۔

ان آیات بینات میں رب ارض وسماوات نے ان لوگوں کو جھنجھوڑا اور ڈانٹا ہے جو قرآن سن کر رونے اور گڑگڑانے کی بجائے ہنستے اور کھیلتے ہیں۔

اور ایک خطبے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا)). [1]

”اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ، تو صحابہ ؓ نے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آنے لگی“۔

جناب حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر ؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً. [2]

”مسلمان اس قدر روئے کہ ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اور وہ چیخ چیخ کر رونے لگے“۔

غور فرمائیے! صحابہ کرام ؓ خشیت الٰہی سے کس قدر رونے والے لوگ تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے خشیتِ الٰہی سے رونے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

((اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ)). [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق (٦٤٨٥).

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر (١٣٧٣).

[3] جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان (٢٤٠٦) واحمد (٢٥٩/٥) والصحیحۃ (٨٩٠).

”اپنی زبان کی حفاظت کرو، تمہارے لیے تمہارا گھر ہی وسیع اور کشادہ ہو (یعنی گھر سے باہر فضول بیٹھک کی بجائے اپنے گھر میں وقت گزارو) اور اپنی غلطیوں پر ندامت کے آنسو بہایا کرو“۔

یہ نصیحت رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس پیارے صحابی کو کی تھی جس نے آپ سے اخروی نجات کا ذریعہ اور طریقہ پوچھا تھا۔

ایک اور انداز میں آپ ﷺ نے خوفِ الٰہی سے رونے کی ترغیب دی کہ سات خوش قسمتوں (عرش کا سایہ پانے والوں) میں ایک وہ شخص ہے:

((وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)). ①

”جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے“۔

سبحان اللہ! خلوت میں خشیتِ الٰہی سے ٹپکنے والے آنسوؤں کے قطرات کس قدر قیمتی ہیں (کیونکہ یہ ریاء ونمود کے شائبے سے محفوظ ہیں)۔

اور امام الانبیاء نے ایک اور انداز میں اس رونے کی فضیلت بیان فرمائی:

((لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الْقُّرحِ الضَّرْعِ)). ②

”وہ شخص آگ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے ڈر سے رویا۔ حتیٰ کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے۔ (یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں لوٹنا محال ہے اسی طرح اللہ کے ڈر سے رونے والے کا آگ میں داخل ہونا محال ہے)“۔

اللہ اکبر! کیسی فضیلت ہے اور کیسا انعام واکرام ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک اور انداز میں اس عمل کی شان بیان فرمائی:

”دو قطروں سے بڑھ کر کوئی قطرہ اللہ کو پیارا اور محبوب نہیں؛ ایک وہ قطرۂ خون

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین (١٤٢٣).

② جامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ (١٦٣٣) و ابن ماجہ (٢٧٧٤).

جو شہادت کے وقت مجاہد کے بدن سے ٹپکتا ہے اور ایک وہ قطرۂ آب جو خوفِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی سے مؤمن کی آنکھ سے ٹپکتا ہے“۔ ①

ماشاء اللہ! خشیتِ الٰہی سے ٹپکنے والا ایک ایک آنسو اللہ کو کتنا پیارا اور محبوب ہے۔ ناطق وحی نے مزید فرمایا:

”دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی ان میں سے ایک
((عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ)).
”وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے رو پڑے“۔ ②

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ قیام میں صبح تک یہی آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾
[المائدة: ١١٨]

یوں سمجھئے! رسول اللہ ﷺ نے خشیتِ الٰہی سے رونے کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ ③

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے آپ قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگے حتیٰ کہ مٹی آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هٰذَا فَأَعِدُّوا)). ④
”اے میرے ساتھیو! اس گڑھے کے لیے تیاری کرلو“۔

آج لوگ قبرستانوں میں تدفین کے وقت سیاسی تبصرے کرتے، کاروباری گپ شپ کرتے ہیں اور قبروں پہ میلے مناتے اور تاش کھیلتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کا نمونہ کیا تھا؟

---

① جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل المرابط حسن (١٦٦٩).

② ترمذی، فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل الله (١٦٣٩).

③ سنن ابن ماجه، الصلاة، باب ما جاء فی القراءة فی صلاة اللیل (١٣٥٠) صحیح.

④ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء (٤١٩٥) حدیث صحیح.

اور خشیت الٰہی سے آنسو بہانا ایسا عظیم عمل ہے کہ اگر کسی نے دنیا میں یہ آنسو نہ بہائے تو اسے جہنم میں بہت رونا پڑے گا۔ حدیث میں ہے:

((اِنَّ اَهْلَ النَّارِ لَيَبْكُوْنَ حَتّٰى لَوْ اُجْرِيَتِ السُّفُنُ فِيْ دُمُوْعِهِمْ فَجَرَتْ وَاِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ الدَّمَ يَعْنِيْ مَكَانَ الدَّمْعِ)). [1]

''یہ خشیت الٰہی اور خوف الٰہی سے رونے کی دس فضیلتیں ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں، لیکن آج ہم دنیاوی دکھوں، صدموں اور تکلیفوں پر تو مہینوں آنسو بہا لیتے ہیں اور اللہ کے ڈر سے ہماری آنکھوں سے ایک قطرہ بھی جلدی کیے نہیں نکلتا''۔

* * *

---

[1] شرح السنة كتاب الفتن باب صفة النار و أصلها، رقم: ٤٣١٤.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مثالی ایمان

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ [الحجرات : ٧]

آج کے خطبہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مومن تھے اور ان کا ایمان اللہ رب العزت کے ہاں بالکل درست اور مقبول تھا بلکہ ان کا ایمان مثالی ایمان تھا۔ اور اللہ رب العزت نے ان کے ایمان کو لوگوں کے لیے نمونہ قرار دیا۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر (١٣) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ إِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا أَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٣]

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بیوقوف لائے ہیں، خبردار ہو جاؤ! یقیناً یہ خود بیوقوف ہیں، لیکن جانتے نہیں“۔

اور اللہ رب العزت سورۃ البقرہ کی آیت نمبر (١٣٧) میں اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں:

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [البقرة : ١٣٧]

”اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے“۔

غور فرمایئے! خالق کائنات نے منافقوں اور یہودیوں کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار، نمونہ اور مثال قرار دیا، اور جن منافقوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہا اللہ رب العزت نے انہیں بے وقوف اور نادان قرار دیا۔

اور اللہ رب العزت نے یہ اعلان فرمایا کہ ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انتہائی محبوب چیز تھی: سورۃ الحجرات آیت نمبر (۷) میں دلیل موجود ہیں:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ [الحجرات : ٧]

”لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور گناہ کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے، یہی لوگ راہ یافتہ ہیں“۔

یہی وجہ ہے کہ ایمان کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں دیں لیکن ایمان نہ چھوڑا۔ اس کی زبردست مثال حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے۔ امیہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کو دے دیتا تھا اور وہ انہیں مکے کے پہاڑوں میں گھماتے پھرتے تھے یہاں تک کہ گردن پر رسی کا نشان پڑ جاتا تھا۔ خود امیہ بھی انہیں باندھ کر ڈنڈے سے مارتا تھا اور چلچلاتی دھوپ میں جبراً بٹھائے رکھتا تھا۔ کھانا پینا بھی نہ دیتا بلکہ بھوکا پیاسا رکھتا تھا اور اس سے کہیں بڑھ کر یہ ظلم کرتا تھا کہ جب دوپہر کی گرمی شباب پر ہوتی تو مکہ کے پتھریلے کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھوا دیتا۔ پھر کہتا خدا کی قسم! تو اسی طرح پڑا رہے گا

یہاں تک کہ مر جائے، یا محمد کے ساتھ کفر کرے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی فرماتے: اَحَدٌ۔ اَحَدٌ۔ ایک الٰہ ہے، ایک الٰہ ہے۔ (میں لات ومنات اور عزیٰ وہبل کو نہیں مانتا، میں صرف ایک رب کو مانتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے)۔ [1]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ:

بنومخزوم کے غلام تھے انہوں نے اور ان کے والدین نے اسلام قبول کیا تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مشرکین جن میں ابوجہل پیش پیش تھا سخت دھوپ کے وقت انہیں پتھریلی زمین پر لے جا کر اس کی تپش سے سزا دیتے۔ ایک بار انہیں اسی طرح سزا دی جا رہی تھی کہ نبی ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آل یاسر صبر کرنا۔ تمہارا ٹھکانا جنت ہے''۔ آخر کار یاسر ظلم کی تاب نہ لا کر وفات پا گئے [2] اور سمیہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، ان کی شرمگاہ میں ابوجہل نے نیزہ مارا، اور وہ دم توڑ گئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہیدہ ہیں۔ [3] حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر سختی کا سلسلہ جاری رہا، انہیں کبھی دھوپ میں تپایا جاتا تو کبھی ان کے سینے پر سرخ پتھر رکھ دیا جاتا اور کبھی پانی میں ڈبویا جاتا۔ ان سے مشرکین کہتے تھے کہ جب تک تم محمد کو گالی نہ دو گے یا لات وعزیٰ کے بارے میں کلمہ نہ کہو گے ہم تمہیں چھوڑ نہیں سکتے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے مجبوراً ان کی بات مان لی۔ پھر نبی ﷺ کے پاس روتے اور معذرت کرتے ہوئے تشریف لائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ﴾

[النحل : ١٠٦]

''جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا، (اس پر اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے) لیکن جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (اس پر کوئی گرفت نہیں)''۔ [4]

---

[1]، [2]، [3]، [4] الرحیق المختوم ص ۱۵۷۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ:

قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت ام انمار کے غلام تھے۔ مشرکین انہیں طرح طرح کی سزائیں دیتے تھے۔ ان کے سر کے بال نوچتے تھے اور سختی سے گردن مروڑتے تھے۔ انہیں کئی بار دہکتے انگاروں پر لٹا کر اوپر سے پتھر رکھ دیا کہ وہ اٹھ نہ سکیں۔ لیکن اتنی سخت اذیتوں کے باوجود انہوں نے ایمان نہ چھوڑا۔ [1]

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا:

طبقات ابن سعد میں اس بوڑھی صحابیہ کا تابناک واقعہ درج ہے، یہ بوڑھی عورت مکے کے گھروں میں برتن صاف کر کے گزارا کرتی تھی، سرداران مکہ کو پتہ چلا یہ عورت مسلمان ہوگئی ہے، مکے کے اوباشوں کو بھیجا کہ اسے پکڑ کر لاؤ، لایا گیا، پوچھا: اے زنیرہ! تو نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا؟ کہا ہاں میں نے بھی کلمہ پڑھ لیا ہے، پس ظالموں نے اس کی اتنی پٹائی کی کہ وہ بے ہوش ہوگئی پانی پلا کے ہوش میں لاتے پھر پٹائی کرتے، آخر لوہے کی سلاخیں اس بڑھیا کی آنکھوں میں انتہائی گرم کر کے پھیری گئیں، آنکھیں پگھل گئیں، ابوجہل کہنے لگا: تو کہتی تھی لات منات کچھ نہیں کر سکتے، ہمارے لات منات نے تجھے اندھا کر دیا ہے، بوڑھی زنیرہ کے ایمان کے کیا کہنے، تڑپ کے اٹھ بیٹھی، اپنی بے نور نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا أَلَا لَا تَضُرُّ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى، ''خبردار لات وعزیٰ کچھ نہیں بگاڑ سکتے''۔ مَا أَذْهَبَ بَصَرِيْ إِلَّا اللّٰهُ ''میری بینائی تو اللہ کے حکم سے گئی ہے''۔ [2] اور جب اس نے یہ کلمات کہے اللہ نے اس کی آنکھیں ٹھیک کر دیں۔ سبحان اللہ!

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان انتہائی مضبوط تھا:

① **حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعۂ معراج پہ تبصرہ:** جب ابوجہل نے رسول

---

[1] الرحیق المختوم ص ۱۵۸۔

[2] طبقات ابن سعد۔

اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ نے مجھے ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک سیر کروائی ہے تو ابوجہل بھاگم بھاگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (وہ بزعم خویش یہ سمجھ رہا تھا کہ آج ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس بات کا انکار کر دیں گے) ابوجہل کہنے لگا: ابوبکر رضی اللہ عنہ! بھلا یہ تو بتلاؤ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں رات ہی رات میں مسجد اقصیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ تک سیر کر کے آیا ہوں کیا اس کا دعویٰ سچا ہوگا؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں پہلے یہ بتلاؤ یہ کس نے کہا ہے؟ ابوجہل کہتا ہے یہ بات آپ کے ساتھی محمد ﷺ نے کہی ہے۔ تو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ بات محمد ﷺ نے کہی ہے تو پھر یہ اس طرح حق اور سچ ہے جس طرح یہ دن چڑھا ہوا ہے۔

❷ **حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی گواہی:** ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بدوی سے گھوڑا خریدا، اور اسے فرمایا: ”میرے ساتھ میرے گھر آؤ اور قیمت وصول کرلو“۔ وہ آپ کے پیچھے چلنے لگا راستے میں اسے ایک گاہک مل گیا تو یہ آواز دیتا ہے اے محمد ﷺ! اگر گھوڑے کا سودا کرنا ہے تو کرو ورنہ میں اس شخص کو گھوڑا بیچنے لگا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”سودا تو ہو چکا ہے، اسی لیے آپ رقم وصول کرنے کے لیے میرے پیچھے آرہے ہیں“۔

لیکن بدوی پھر گیا اور کہنے لگا سودا نہیں ہوا، وہاں بحث وتکرار پر لوگ اکٹھے ہوگئے۔ یہودی کہنے لگا گواہ لاؤ، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جھٹ بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ سودا ہو چکا ہے، آخر بدوی رقم لے کر اور گھوڑا دے کر چلا گیا بعد میں رسول اللہ ﷺ نے جناب خزیمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

> ”آپ تو موجود ہی نہیں تھے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ سودا ہو چکا ہے؟“

تو خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب آپ کی زبانِ اطہر سے سنا کہ سودا ہو چکا ہے تو میں نے آپ پر یقین کرتے ہوئے گواہی دے دی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پہ فرمایا:

> ”خزیمہ! آج کے بعد جس مسئلے میں دو گواہوں کی ضرورت ہوگی وہاں تجھ

اکیلے کی گواہی دو کے برابر سمجھی جائے گی''۔ ①

③ **حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روضۂ خاخ والا واقعہ:** فتح مکہ سے کچھ پہلے ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے سردارانِ قریش کے نام ایک خط لکھا جس میں یہ خبر تھی محمد ﷺ کفار مکہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ خط ایک عورت کے ذریعے مکے کی طرف روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے پیغمبر کو مطلع کر دیا کہ ایک عورت جاسوسی کا خط لے کر مکے کی طرف جا رہی ہے اور وہ اس وقت روضۂ خاخ نامی جگہ پہنچ چکی ہے رسول اللہ ﷺ نے خط پکڑنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر دو صحابیوں (حضرت مقداد اور حضرت زبیر) کو بھیجا کہ ''جاؤ روضہ خاخ نامی جگہ پہنچو اور وہاں سے ایک عورت کے پاس سے جاسوسی کا خط برآمد کر کے لاؤ''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نکلے ہمارے گھوڑے ہمیں لے کر دوڑ رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم نے روضۂ خاخ نامی جگہ اس عورت کو پالیا اور اس سے کہا تیرے پاس جو خط ہے وہ ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے انکار کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خط نکال دے ورنہ ہم کپڑے اتار کر خط نکال لیں گے (کیونکہ جس نے ہمیں بھیجا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا) آخر اس عورت نے خط ان کے حوالے کر دیا۔ ②

④ **حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ایمان کی گواہی:** بخاری و مسلم کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص ایک بیل کو ہانک رہا تھا، اس دوران وہ شخص (چلنے سے) عاجز آ گیا تو بیل پر سوار ہو گیا۔ بیل نے کہا، ہم سواری کے لیے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم تو زمین کی کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیے گئے''۔ لوگوں نے (تعجب کرتے ہوئے) کہا، سبحان اللہ! بیل کلام کر رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① سنن أبي داود، كتاب القضاء، باب إذا علم الحاكم صدق شهادة الواحد الخ، رقم: ٣٦٠٧.

② صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح (٤٢٧٤) (٣٩٨٣) و مسلم (٢٤٩٤).

((فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ)). [1]

"اس واقعہ پر میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ایمان رکھتے ہیں"۔

حالانکہ اس وقت وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے۔ اللہ اکبر! حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان کس قدر مضبوط تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عدم موجودگی میں ان کے ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔

⑤ **حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایمان واقعۂ خوارج میں:** جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خارجیوں کا فتنہ اٹھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قتال و جہاد کیا، اور جب ان کا مکمل خاتمہ ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ ان کی لاشوں میں اس شخص کو ڈھونڈ کر لاؤ، جس کا قد پست، ایک بازو نامکمل، اور اس نامکمل بازو کے سرے پر عورت کے پستان نما ابھار اور اوپر بال اگے ہوئے، جاؤ اسے تلاش کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بتلائی تھی کہ ان میں مذکورہ شخص ہوگا، لوگ گئے اور ناکام واپس لوٹے، وہ شخص نہ ملا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر بات دہرائی اور کہا وہ ضرور ملے گا، ڈھونڈ کر لاؤ، کیونکہ نہ میں جھوٹ کہہ رہا ہوں نہ مجھے بتلانے والے (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نے جھوٹ کہا: لیکن لوگ پھر ناکام لوٹے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر ساری بات دہرائی اور خود اٹھے لاشوں کو دیکھا ایک جگہ لاشوں کا ڈھیر تھا، کہا: یہ اوپر سے لاشیں اٹھاؤ، جب اوپر سے لاشیں اٹھائیں تو نیچے سے اس مذکورہ شخص کی لاش نکل آئی، پست قد، بازو نامکمل، اور بازو کا سرا عورت کے پستان جیسا اور اوپر بال اگے ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھتے ہی کہا: اللہ اکبر! صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ اللہ نے بھی سچ کہا اور اس کے رسول نے بھی سچ کہا۔ [2]

غور فرمائیے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کتنا مضبوط ایمان تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ، رقم: ٣٤٧١ و مسلم رقم: ٦١٨٣.

[2] صحيح مسلم، كتاب الزكوة باب التحريض على قتل الخوارج رقم: ٢٤٦٧.

یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جتنی بھی قسمیں بنتی ہیں سب کا جنتی ہونا قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر انصار و مہاجرین کی تقسیم دیکھو تو قرآن اعلان کر رہا ہے۔

سورۂ توبہ آیت نمبر (۱۰۰) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰]

”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے“۔

اور اگر فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور بعد میں ایمان لانے والے دیکھے جائیں تو دونوں کا جنتی ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

اگرچہ پہلے ایمان لانے والے افضل ہیں، اللہ رب العزت سورۃ الحدید آیت نمبر (۱۰) میں فرماتے ہیں:

﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ۱۰]

”تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ یہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیا ہاں بھلائی (جنت) کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے“۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو قسمیں بیان فرمائیں ایک وہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور دوسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد ایمان

لائے۔ اور پہلے ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے افضل قرار دیا، لیکن ساتھ یہ وضاحت فرمادی کہ دونوں قسم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنت دینے کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔

لیکن آج وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں جن بیچاروں کو ایمان کی الف باء کا بھی پتہ نہیں جو نہ اللہ کی شان وعظمت کو جانتے ہیں نہ رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو پہچانتے ہیں جو حقیقت میں یہودی سازش کا نتیجہ ہیں۔

دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو مشکوک قرار دے کر یہ لوگ سارے دین کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی وہ اوّلین لوگ ہیں جنہوں نے دین سیکھا اور آگے پہنچایا۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے بڑی قربانیاں دیں۔

حقیقت بات ہے جب تک قرآن وسنت باقی ہے تب تک صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی گواہی اور انہیں رضی اللہ عنہم کی شکل میں ملنے والا انعام بھی باقی رہے گا۔ مخالفت کرنے والے اپنی عاقبت برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت عطاء فرمائے۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن وسنت کی پیروی

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

گزشتہ خطبۂ جمعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا مضبوط اور مثالی ہونا بیان کیا گیا تھا اور آج کے خطبہء جمعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عظیم الشان خوبی اور خصلت بیان کی جائے گی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن وسنت کی اتباع و پیروی میں کس قدر پیش پیش اور مستعد تھے۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں معمولی سی بھی تاخیر اور ٹال مٹول گوارا نہیں کرتے تھے۔ وہ قرآن کریم کی ان آیاتِ مبارکہ کا پورا مصداق تھے۔

اللہ رب العزت سورۃ النور آیت نمبر (۵۱) میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور : ۵۱]

”ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں“۔

اور سورۃ البقرہ آیت نمبر (۲۸۵) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ [البقرة : ٢٨٥]

> ”رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، اور انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے“۔

ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جو خصلت بیان فرمائی ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بدرجہء اتم موجود تھی، اور وہ واقعتہً اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سنتے ہی عمل کرتے تھے۔

کتب حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار واقعات مذکور ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اطاعت واتباع میں بہت آگے تھے۔ ان کی کیفیت آج کے کھوکھلے مسلمانوں والی نہیں تھی جو بار بار آیت اور حدیث سننے کے باوجود ٹس سے مس نہیں ہوتے اور بارہا دعوت واصلاح کی کوشش کے باوجود یہی کہتے ہیں۔ دیکھیں گے، سوچیں گے، غور کریں گے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت اس کے برعکس سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا والی تھی کہ سنا اور فوراً عمل کرلیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ:

جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے بہتان لگایا چند سادہ لوح مسلمان بھی باتوں میں آگئے اور ان کی زبانوں سے بھی بھولے پن میں کچھ باتیں ہو گئیں۔ جن میں ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار حضرت مسطح رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ فقیر مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں خرچہ دیا کرتے تھے جب یہ بہتان میں ملوث ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا خرچہ بند کردیا (یہ ایک

فطری ردعمل تھا) آخر باپ کے لیے بیٹی کی عزت کا مسئلہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہوتا۔ تو اللہ رب العزت نے آیت نازل فرمائی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ [النور: ٢٢]

”تم میں جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں وہ اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھائیں، بلکہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ اللہ بہت معاف فرمانے والا مہربان ہے“۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیت سنتے ہی کہا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف فرمائے اور فوراً مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچہ بحال کر دیا۔ [1]

سبحان اللہ! یہ ہے اطاعت، یہ ہے فرمانبرداری، یہ ہے ایمان کا تقاضا، یہ ہے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا......

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چند ایمان افروز واقعات:

① جب کسی کی بے جا تنقید کی وجہ سے غصہ میں آئے تھے: ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی خلافت پر بے جا تنقید شروع کر دی، آپ غصے میں آ گئے قریب تھا کہ کوئی سزا نافذ کر دیتے، پاس بیٹھے ہوئے حر بن قیس نے فوراً آیت پڑھی:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ادھر حر کی زبان پر آیت مکمل ہوئی ادھر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تبصرہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب پر فوراً عمل کرنے والے تھے۔ [2]

---

[1] تفسير ابن كثير (٣/٦٤٤).

[2] صحيح البخارى، كتاب لاتفسير، باب ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ الخ ﴾، رقم: ٤٦٤٢.

② جب حق مهر پر پابندي لگائی که کوئی (۵۰۰) درهم سے زیادہ حق مهر نه دیے: ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، خطبہ میں اعلان فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کو ۵۰۰ درہم سے زیادہ حق مہر نہ دے، نماز جمعہ کے بعد ایک بوڑھی عورت اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا ﴾ [النساء: ۲۰]

اور اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ قرآن تو بہت بڑا خزانہ حق مہر میں دینے کی گنجائش دے رہا ہے، آپ کیسے پابندی لگا رہے ہیں، تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت سنتے ہی کہا:

أَخْطَأَ عُمَرُ وَأَصَابَتِ الْمَرْأَةُ. [1]

عمر رضی اللہ عنہ کو غلطی لگ گئی اور اس عورت نے درست کہا، لہٰذا جاؤ (حسب استطاعت) جتنا مرضی حق مہر دو کوئی پابندی نہیں۔

صحیح البخاری میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا خبردار! اللہ تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے تم میں سے جو قسم کھائے اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد نہ کبھی خود غیر اللہ کی قسم کھائی اور نہ ہی کسی کی حکایۃً بیان کی۔ [2]

اللہ اکبر! یہ ہے اطاعت وفرمانبرداری، یہ ہے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کا عملی نقشہ...... یہ ہے حقیقی مؤمنانہ کردار......

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ:

صحیح البخاری میں ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دوران حج مزدلفہ میں ۱۰ ذوالحجہ کی رات بسر کی اور صبح روشنی ہونے تک وہاں ٹھہرے رہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر امیر المومنین اس وقت چل دیں تو سنت کے

---

[1] یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔ إرواء الغلیل للألبانی (١٩٢٧) تحت الحدیث (٦/٣٤٧).

[2] صحیح البخاري، کتاب الأیمان والنذور، باب لا تحلفوا بآبائکم، رقم: ٦٦٤٧.

مطابق ہو۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں میں نہیں جانتا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول پہلے واقع ہوا یا عثمان رضی اللہ عنہ کا مزدلفہ سے کوچ کرنا۔ [1]

غور کیجئے! آج قَالَ اللّٰهُ و قَالَ الرَّسُوْلُ کا مذاق اڑانے والے، بدطینت لوگ ان پاکباز شخصیات کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں جن کی اطاعت الٰہی اور اتباع سنت کی گواہیاں اللہ کی کتاب اور پیغمبر کی حدیث میں موجود ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا ایمان افروز واقعہ:

صحیح البخاری کی روایت ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی حلہ دیا انہوں نے پہن لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے پر غصے کے آثار ہیں تو انہوں نے فوراً اسے کاٹ کر گھر کی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ [2]

سبحان اللہ! آج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کھوکھلی نسبتیں کرنے والے ذرا غور تو کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے متبع سنت اور پابند شریعت تھے اور کھوکھلی نسبتیں کرنے والے کس قدر مخالفِ شریعت اور تارکِ سنت ہیں۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا زبردست ایمان افروز واقعہ:

جب حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح کسی آدمی سے کیا چند ہی دنوں بعد ان کے بہنوئی نے ان کی ہمشیرہ کو طلاق دے دی تھی اور رجوع بھی نہ کیا۔ عدت گزر گئی جب دوسری جگہوں سے رشتے آنے لگے تو اس طلاق دینے والے نے بھی دوبارہ نئے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تجھے عزت دیتے ہوئے اپنی ہمشیرہ کا رشتہ دیا تھا۔ لیکن تو نے کوئی قدر نہیں کی اور تھوڑی دیر بعد ہی طلاق دے دی پھر عدت میں رجوع بھی نہ کیا۔ اب تو نئے نکاح کا پیغام بھیج رہا ہے۔ اللہ کی قسم اب میں اپنی ہمشیرہ کا نکاح تجھ سے نہیں کراؤں گا۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب متى يصلّى الفجر بجمع، رقم: ١٦٨٣.

[2] صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب هدية ما يُكره لبسها، رقم: ٢٦١٤.

﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۳۲]

”اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں۔ یہ نصیحت انہیں کی جاتی ہے جنہیں تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین وایمان ہو، اس میں تمہاری بہترین صفائی اور پاکیزگی ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے“۔

تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی طلاق دینے والے شخص سے اپنی ہمشیرہ کا نیا نکاح کر دیا۔❶

اتباع شریعت کا انوکھا جذبہ:

اللہ رب العزت سورۃ النور آیت نمبر ۲۷۔۲۸ میں فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [النور : ۲۷-۲۸]

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو، یہی تمہارے لیے سراسر بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ، اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ

---

❶ صحيح البخاري، التفسير، سورة البقرة، باب و اذا طلقتم النسآء.... (٤٥٢٩).

ہی جاؤ، یہی بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے''۔

کتب تفسیر میں لکھا ہے کہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش رہی کہ کاش ہم کسی کے گھر پر جائیں تو ہمیں واپس جانے کو کہا جائے اور ہم پلٹ آئیں تا کہ اس آیت پر عمل ہو جائے۔

ماشاء اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آیتوں پر عمل کا موقع ڈھونڈتے اور ہم ملا ہوا موقع بھی ضائع کر دیتے ہیں......

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا شوخ زرد چادروں کو جلانے والا واقعہ:

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا تو غصے میں فرمایا:

((أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهِمَا؟))

''کیا تیری ماں نے یہ چادریں اوڑھنے کا حکم دیا ہے؟''۔

جناب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فوراً عرض کیا: میں انہیں ابھی ڈھوڈالتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَلْ أَحْرِقْهُمَا)).

''بلکہ انہیں جلادو''۔

یہ کافروں کا لباس ہے تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے وہ چادریں جلا ڈالیں۔[1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ جانے کا واقعہ:

جمعہ کا دن ہے، امام الانبیاء خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے منبر پہ جلوہ افزا ہیں، کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھ کر فرمایا: ((اِجْلِسُوْا)). ''بیٹھ جاؤ''۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ابھی مسجد کے دروازے پر تھے، وہیں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اندر

---

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم: ٥٤٣٦.

بلایا تب اندر داخل ہوئے۔ [1]

لیکن آج لوگ بیس بار آیت یا حدیث سن کر عمل نہیں کرتے۔

ایک صحابی کا سونے کی انگوٹھی پہننے کا واقعہ:

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

> ”تم میں سے کوئی شخص جہنم کے انگارے کا قصد کرتا ہے اور اسے انگلی پہ پہن لیتا ہے پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر انگوٹھی اتاری اور زمین پہ پھینک دی۔ جب آپ تشریف لے گئے کسی نے اس شخص سے کہا یہ انگوٹھی اٹھا لو اور بیچ کر فائدہ اٹھا لو، اس نے جواب دیا جس انگوٹھی کو میرے نبی ﷺ نے غصے کی حالت میں دیکھا اور پھینکا، میں اسے نہیں اٹھاؤں گا میرے لیے اس میں کوئی خیر نہیں“۔ [2]

حدیبیہ کے موقع پر جب قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود آیا مذاکرات کے لیے تو اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کا تھوک بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے ہاتھ پھیلا دیتے جس کے ہاتھ پر گرتا وہ اسے چہرہ پر مل لیتا۔ وضو کے پانی پر لڑتے۔ جب آپ بات کرتے تو آوازیں پست رکھتے، اور تعظیم اتنی زیادہ کہ زیادہ دیر تک آپ کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ اور آپ کے حکم پر فوری عمل کرتے ہیں۔ [3]

واپسی پر عروہ کا تبصرہ:

عروہ ثقفی جب مذاکرات کر کے قریش کے پاس واپس جاتا ہے تو کہتا ہے:
میں نے قیصر کا دربار دیکھا، میں نے کسریٰ کی سلطنت دیکھی اور میں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا دربار دیکھا، لیکن میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں ایسی تعظیم نہیں دیکھی جو صحابہ کے دل میں محمد ﷺ کی تعظیم ہے، آپ لعاب پھینکتے ہیں وہ زمین پر نہیں گرتا وہ اصحاب

---

[1] سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الامام تعلیم الرجل فی خطبته (١٠٩١)۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بأفعال النبی ﷺ (٧٢٩٨)۔

[3] صحیح بخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد... الخ (٢٧٣١)۔

محمد ﷺ کے ہاتھوں پہ گرتا ہے اور وہ اسے اپنے چہروں پر ملتے ہیں، آپ وضوء کرتے ہیں تو وضو کے قطرات حاصل کرنے کے لیے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے تاب و بے قرار ہو جاتے ہیں، آپ جب بات کرتے ہیں تو اصحاب کی آوازیں دب جاتی ہیں، اور وہ آپ کے احترام میں آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے، اور جب آپ کی زبان سے کوئی حکم جاری ہوتا ہے وہ فی الفور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں......

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے ایک سردار عروہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ جو صحیح البخاری ① میں موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن وسنت کا متبع اور مطیع بنائے۔

* * *

---

① صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد (٢٧٣١) (٢٧٣٢) و ابن حبان (٤٨٧٢/٢).

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن سے منافقین کی عادتیں

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ○ ﴾ [التوبة:٦٧-٦٨]

”منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں' برائی کا حکم دیتے ہیں (یعنی لوگوں کو برائی پر اکساتے اور آمادہ کرتے ہیں) اور بھلائی سے روکتے ہیں (یعنی نیکی سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں) اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں (نیکی کے کاموں میں مال خرچ نہیں کرتے) وہ اللہ کو بھلائے بیٹھے ہیں' اللہ نے انہیں بھلا دیا ہے۔ یقیناً منافق فاسق (اور نافرمان) ہیں' اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں منافق عورتوں اور کافروں کو نار جہنم کی وعید سنائی ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں کافی ہے' اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔“

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں نیک اور بد دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے' ایک طرف نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور ولیوں کی صفات حمیدہ اور خصائل جمیلہ بیان فرمائی ہیں اور دوسری طرف کافروں' مشرکوں' منافقوں اور فاسقوں کی عبادات قبیحہ

اور خصائل رذیلہ ذکر فرمائی ہیں۔

مقصد کیا ہے؟:

دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھے لوگوں کی اچھی صفات اپنائیں اور اچھے بن جائیں' اور برے لوگوں کی بری خصلتوں سے بچیں اور پرہیزگار بن جائیں۔

یوں آج اکثر لوگ اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے۔ آج ہم اچھے لوگوں کے تذکرے کرتے ہیں۔ نبیوں' ولیوں کی عظمت اور شان بیان کرتے ہیں لیکن ان کی اچھی صفات نہیں اپناتے' انہیں نمونہ بنا کر نیک سیرت اور باعمل نہیں بنتے اور اِسی طرح ہم اُٹھتے بیٹھتے بُرے لوگوں کی مذمت کرتے ہیں' کافروں' مشرکوں اور منافقوں کی بُری عادتیں بیان کرتے ہیں لیکن ہم اُن بُری عادات سے اجتناب نہیں کرتے۔ آج کے خطبہ میں منافقوں کی وہ بُری خصلتیں بیان کی جائیں گی جو اللہ ربّ العزت نے قرآنِ کریم میں بیان فرمائی ہیں اور اُن بُری خصلتوں کی بناء پر اُن کی شدید مذمّت کی ہے اور اُنہیں عذاب الیم اور نارِ جحیم کی وعید سنائی ہے تاکہ ہم اُن خصائل مذمومہ سے بچیں' اور منافقت کے دھبے سے محفوظ رہیں۔

سب سے پہلے وہ چار خصلتیں ذکر کروں گا جو سورۃ التوبہ میں ایک مقام پر مذکور ہیں۔

پہلی خصلت:

يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ یہ لوگوں کو برائی' گناہ اور نافرمانی پر آمادہ کرتے ہیں' معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی وعریانی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں' لوگوں کو دین سے دور ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ میں یہ سب کچھ ہی داخل ہے۔ اور اُمر بالمنکر انتہائی مذموم خصلت ہے۔ کیونکہ اللہ ربّ العزت نے تو اُمر بالمعروف کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو نیکی کی تاکید اور تلقین کی جائے۔ اُنہیں کارِ خیر اور عمل صالح پر آمادہ کیا جائے' اور اس سلسلے میں

بھرپور محنت کی جائے۔ لیکن منافق اس کے برعکس اُمر بالمنکر کرتے ہیں۔ لوگوں کو گناہ، فسق و فجور، فحاشی و عریانی اور برائی پر لگاتے ہیں اور یہ انتہائی خطرناک جرم ہے۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''جس شخص نے (کسی علاقے میں لوگوں کو) برائی کی دعوت دی، اس کی دعوت پر جتنے لوگ وہ برائی کریں گے، اور قیامت تک جتنے لوگ اُس بُرائی کو جاری رکھیں گے، اُن سب کو جتنا گناہ ہوگا، اتنا ہی گناہ بُرائی کی دعوت دینے والے اور بُرائی پر آمادہ کرنے والے کو بھی ہوگا''۔ ①

اور یہ بات دوسرے لفظوں میں قرآن کریم میں بھی مذکور ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾ [النور: ١٩]

''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں اُن کے لیے دُنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے''۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ○ ﴾ [النساء : ٤٤]

''کیا تم نے نہیں دیکھا؟ جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بھٹک جاؤ''۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ○﴾ [النساء:٤٥]

''اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دوست ہونا کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ، مددگار ہونا بس ہے''۔

لمحہ فکریہ:

آج یہ یہود و منافقین والی خصلت ہر مسلم معاشرے میں زوروں پر ہے۔ لوگ

---

① صحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً... الخ، رقم: ٦٨٠٤.

فحاشی و عُریانی اور فسق و فجور کے داعی اور علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ یہ فلموں ڈراموں کے بیوپاری' ناولوں افسانوں کے فروخت کار' قومی اخبار و جرائد میں برہنہ و نیم برہنہ عورتوں کی تصویریں شائع کرنے والے' کالونیوں آبادیوں اور بسوں گاڑیوں میں فلمیں چلانے والے اور ڈیک بجانے والے' یہ سب یہودیوں اور منافقوں والا کردار ''اَمر بالمنکر'' ادا کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ربّ اَرض وسماء نے اعلان فرمایا:

﴿ لِيَحْمِلُوٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ ﴾ [سورة النحل : ۲۵]

''کتنی خطرناک سزا ہے کہ یہ لوگ اپنے گناہوں کے ساتھ اُن لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اُٹھائیں گے جنہیں انہوں نے برائی پر اُکسایا اور آمادہ کیا''۔

آج یہ برائی کی دعوت اس قدر پھیل چکی ہے کہ جو نہیں سننا چاہتا اُسے زبردستی سنایا جاتا ہے' جو نہیں دیکھنا چاہتا اُسے زبردستی دکھایا جاتا ہے۔

دوسری خصلت:

وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ ''لوگوں کو نیکی سے منع کرنا''۔

نیکی اور کارِ خیر کی راہ میں رکاوٹ ڈالنا' یہ منافقوں کی دوسری بُری خصلت ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی سے دور کرتے ہیں' نیکی کے بارے میں لوگوں کے دِلوں میں شکوک و شبہات ڈالتے ہیں' نیکی کی تحقیر کرتے ہیں' لوگوں کو قرآن کی تلاوت سے' نماز سے' اللہ کے ذکر سے' انفاق فی سبیل اللہ سے' دعوت دین سے اور جہاد فی سبیل اللہ سے متنفر کرتے ہیں۔ دینی فرائض و واجبات کی پابندی کو اوامر کی ادائیگی اور نواہی سے پرہیز پر' استقامت کو بنیاد پرستی اور انتہاء پسندی کا نام دے کر لوگوں کو بے دین بنانے کی کوشش کرتے ہیں' شرعی پردے کو عذاب اور قید کا نام دے کر عورتوں کو بے حیاء اور بے پردہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ میں یہ سب کچھ شامل ہے: شعائر اسلام (داڑھی ٹخنوں سے اونچی چادر وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہوئے۔ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں۔ قرآن

کریم میں منافقوں کا ’’نہی عن المعروف‘‘ قدرے تفصیل سے بھی مذکور ہے:

﴿ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○ ﴾ [سورة الانفال : ٤٩]

’’(وہ وقت یاد کرو) جب (غزوۂ بدر کے موقع پر) منافقوں اور بیمار دِل لوگوں نے کہا: ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے (اس لئے یہ تھوڑی تعداد کے باوجود اتنے بڑے لشکر کے مقابلے میں آ گئے ہیں)، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ پر توکل کرے (اللہ اس کے لیے کافی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب بہت حکمت والا ہے‘‘۔

﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ ○ ﴾ [التوبة : ٨١]

’’(غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے منافق) خود بھی رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے پر خوش ہوئے، اور اُنہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو ناپسند کیا (اور اُنہوں نے لوگوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے) کہا: شدت کی گرمی میں نہ نکلو انہیں کہہ دو جہنم کی آگ بڑی گرم ہے کاش یہ سمجھتے‘‘۔

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○ ﴾ [المجادلة : ١٦]

’’ان منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں لہٰذا ان کے لیے رُسوا کن عذاب ہے‘‘۔

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٢]

’’انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے

روکتے ہیں، یقیناً یہ انتہائی بُرا کرتوت ہے جو یہ کر رہے ہیں"۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

[المنافقون : ٧]

"یہ وُہی لوگ ہیں جو (آپس میں منصوبے بناتے ہیں اور ایک دوسرے سے) کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے پاس رہنے والے (مؤمنوں) پر خرچ نہ کرو، تاکہ (یہ فقر و فاقہ سے تنگ آ کر) بھاگ نکلیں، لیکن ان منافقوں کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، (وہ جب چاہے گا اہل ایمان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا)"۔

غرض یہ کہ منافق لوگ مختلف طریقوں سے لوگوں کو نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں، اعمال صالحہ اور عبادات و واجبات سے دور کرتے ہیں، ہر اچھے عمل کو بُرے روپ میں پیش کر کے اور اُسے مشکل ظاہر کر کے لوگوں کو بے عمل بناتے ہیں۔

تیسری خصلت:

وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ "اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا"۔

اس دُنیا میں جس کسی کو جتنا مال بھی ملتا ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ دُکان، کارخانہ، منڈی، تجارت، صنعت، مزدوری اور ملازمت یہ سب ظاہری اسباب ہیں۔ اور رزق دراصل آسمان سے اُترتا ہے، ایک جیسا کاروبار کرنے والے، ایک جیسی دکان کھولنے والے، ایک جیسی مزدوری کرنے والے نتیجے اور نفع کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ ایک کو کام ملتا ہے، ایک کو نہیں ملتا، ایک کے پاس گاہک آتا ہے ایک کے پاس نہیں آتا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رزق اللہ کی طرف سے ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [الزخرف: ٣٦]

بہر حال جب رزق آسمان سے اُترتا ہے، سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے، تو اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے، صرف فرض زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ نفلی صدقہ و خیرات

بھی بکثرت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ مؤمنوں متقیوں اور نیک صالح لوگوں کی صفات میں یہ صفت بار بار ذکر کی گئی ہے۔

﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○﴾ [السجدة : ١٦]

”اُن کے پہلو (رات کے وقت) بستروں سے جُدا رہتے ہیں‘ (جہنّم کے) خوف اور (جنّت کے) طمع میں اپنے ربّ کی بارگاہ میں دُعاء و مناجات کرتے ہیں‘ اور ہمارا دیا ہوا مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں“۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○﴾ [البقرة : ٣]

”(متقی وہ لوگ ہیں) جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں“۔

﴿اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○﴾ [آل عمران : ١٧]

”(جنت اُن لوگوں کے لیے ہے) جو صبر کرنے والے‘ سچ بولنے والے‘ لمبا قیام کرنے والے‘ (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت بخشش مانگنے والے ہیں“۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ [آل عمران : ١٣٤]

”(متقی وہ لوگ ہیں) جو فراخی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں‘ اور غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں‘ اور اللہ (ایسے) نیک اور مخلص لوگوں سے محبت کرتا ہے“۔

لیکن منافق اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ روک کر رکھتے ہیں۔ اللہ کی بغاوت میں‘ شیطانی کاموں میں‘ مرنے جینے کے موقعوں پر کافروں جیسی

رسموں میں خزانے کا منہ کھول دیتے ہیں، لیکن مسکینوں فقیروں کے لیے دین کی نشر و اشاعت کے لیے، مساجد و مدارس کے لیے ان کے پاس کوئی شے نہیں ہوتی، ضرورت مند کو دیکھتے ہی مُڑ و مُڑ و کرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی نعمت کو چھپاتے اور بخل کرتے ہیں۔

اور اگر کبھی بے بس اور مجبور ہو کر انہیں خرچ کرنا پڑ جائے تو اُن کا حال کیا ہوتا ہے۔ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے:

﴿ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ ﴾

[التوبة : ٥٤]

”اور (منافقوں کے) صدقات اس لئے قبول نہیں ہوتے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا ہے، اور وہ نماز کے لئے بڑی سستی کے ساتھ آتے ہیں، اور وہ دِل سے ناپسند کرتے ہوئے (یعنی بادلِ ناخواستہ) خرچ کرتے ہیں“۔

غور کیجئے! دِلوں کی کیفیت جاننے والے ربّ نے ان کی دِلی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ خوش ہو کر خرچ نہیں کرتے:

﴿ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [التوبة : ٩٨]

”اور دیہاتوں میں رہنے والے (کئی منافق) انفاق فی سبیل اللہ کو تاوان سمجھتے ہیں، اور تمہارے بارے بُرے حالات کے منتظر رہتے ہیں، حالات کی برائی اُنہی پہ پڑے گی، اور اللہ سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے“۔

یعنی منافق لوگ دِل کی تنگی سے خرچ کرتے ہیں اور چٹی اور تاوان سمجھ کر خرچ کرتے ہیں۔ خوشدلی اور رضا و رغبت سے خرچ نہیں کرتے۔ جبکہ مؤمن اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے اور اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہوئے، اُس کے چہرے کے دیدار کی تڑپ لے کر خرچ کرتے ہیں۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ، صدقہ و خیرات اور فرض زکوٰۃ کو ہرگز تاوان، چٹی اور

بوجھ نہیں سمجھتے۔

چوتھی خصلت:

نَسُوا اللّٰهَ ’’انہوں نے اللہ کو بھلا رکھا ہے‘‘۔

یہ بڑی جامع بات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے دین کو نظر انداز کر رکھا ہے اور اُس کے اوامر ونواہی کو پس پشت ڈال رکھا ہے، اُن کے دِل اللہ کی محبت اور یاد سے خالی ہیں، اور اُن کی زبانیں اللہ کے ذکر سے عاری ہیں۔ اُنہیں ہر وقت دُنیاوی مفادات کا فکر کھائے جاتا ہے اور وہ ہر وقت دُنیاوی لذّتوں مسرتوں کی یاد میں رہتے ہیں۔ اللہ کی یاد سے وہ محروم ہیں:

﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ [المجادلة : ١٩]

’’اُن پر شیطان غالب ہے اُس نے اُنہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے اور شیطانی گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے‘‘۔

غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ نے اللہ کی یاد سے غافل رہنے والوں کو شیطان کا گروہ قرار دیا ہے:

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾ [الحشر : ١٩]

’’اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نفس ہی بھلا دیئے (وہ اِس طرح کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنالیا) یہی لوگ فاسق اور نافرمان ہیں‘‘۔

﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ [السجدة : ١٤]

’’(یہ اللہ کو بھلا دینے کی اُخروی سزا ہے) کہ اُنہیں کہا جائے گا کہ تم اِس دِن کی ملاقات کو بھلا دینے کے سبب عذاب کا مزہ چکھو، ہم نے آج تمہیں بھلا دیا ہے،

لہٰذا اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشگی کا عذاب چکھو"۔

یہ چار بدترین خصلتیں ہیں جو منافقوں میں پائی جاتی ہیں اس کے علاوہ بھی منافقوں کی بہت ساری بُری خصلتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ مثلاً مسلمانوں میں فساد برپا کرنا، دومنہوا ہونا، مومنوں سے بغض رکھنا، اسلامی لشکروں کی شکست کی جھوٹی افواہیں پھیلانا، اللہ اور اس کے رسول کے بارے بدگمانی کرنا، جھوٹی قسمیں اُٹھانا، نماز میں سستی کرنا، اللہ کی آیتوں کا مذاق اُڑانا، جہاد سے جان چھڑانے کے لیے جھوٹے بہانے بنانا، جھوٹ بولنا، پیغمبر ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرنا۔

لمحہ فکریہ:

آج منافقوں کی مذکورہ خصلتوں میں اکثر ہمارے معاشرے میں موجود ہیں لیکن ہم نے کبھی فکر نہیں کی۔ ہمارے تو بلند بانگ دعوے ہی ختم نہیں ہوتے۔ ہر شخص اپنے آپ کو اونچے درجے کا مومن اور مسلمان تصور کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت ہم سے مختلف تھی، وہ معمولی معمولی غلطی پر فکر مند ہو جاتے تھے کہ کہیں ہم منافق تو نہیں ہو گئے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے دریافت کیا حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا، حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے انہوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سبحان اللہ کہا اور کہا تم کیسی بات کہہ رہے ہو میں نے وضاحت بیان کی کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں آپ ﷺ ہمیں جنت اور دوزخ کا وعظ سناتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں، لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نکل کر بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں تو ہم اکثر و بیشتر وعظ کی باتیں فراموش کر دیتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم ہمارا بھی اسی طرح کا حال

ہے۔ چنانچہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں چلا ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا‘ اے اللہ کے رسول ﷺ! حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے استفسار کیا‘ کس لئے؟ میں نے عرض کیا‘ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپ کی مجلس میں ہوتے ہیں‘ آپ ﷺ ہمیں دوزخ اور جنت کی باتیں بتاتے ہیں گویا ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب ہم آپ ﷺ کی مجلس سے باہر آتے ہیں اور بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں‘ تو ہم آپ ﷺ کی بتائی ہوئی اکثر و بیشتر باتیں بھول جاتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ہمیشہ تمہاری وہی حالت رہے جو میرے پاس اور مجلس میں ذکر ہوتی ہے تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہاری گزرگاہوں میں تم سے مصافحہ کریں لیکن حنظلہ! کبھی وہ اور کبھی یہ حال ہونا فطری امر ہے آپ ﷺ نے (یہ کلمہ) تین بار دہرایا“۔ [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا‘ جن کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق جاری کر دیا تھا‘ وہ عمر جن کے مشورے پہ قرآن اُتر پڑتا تھا۔ شراب کی حرمت‘ شرعی پردے کا حکم‘ مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں...... یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پہ نازل ہوا۔ وہ عمر جنہیں دیکھ کر شیطان راستہ بدل جاتا تھا‘ شیاطین الجن والانس جن سے ڈر کر بھاگتے تھے‘ وہ عمر جن کا محل امام الانبیاء نے معراج کی رات دیکھا تھا‘ وہ عمر جن کے بارے ناطق وحی نے فرمایا تھا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے‘ یہ عظیم المرتبت عمر ایک دِن حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: تم رازدانِ پیغمبر ہو‘ صاحبِ سرِّ رسول ہو‘ آپ کو رسول اکرم ﷺ نے چند منافقوں کے نام بتلائے تھے‘ سچ سچ بتلاؤ کیا اُن میں میرا نام تو نہیں تھا؟

لیکن آج ہم نے کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی خبر نہیں لی اور اپنی فکر نہیں کی۔ اللہ ہمیں منافقوں والی تمام خصلتوں سے بچائے۔

---

[1] صحيح مسلم، التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر في امور الآخرة (۲۷۵۰)

آخری بات:

منافقوں کی بُری خصلتیں اس قدر خطرناک ہیں کہ منافقوں کو کھُلے کافروں اور مشرکوں کے مقابلے میں زیادہ سخت سزا دی جائے گی۔ جس طرح سورۃ النساء میں اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ [النساء: ١٤٥]

”یقیناً منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے“۔

اور سورۃ المجادلۃ میں فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ﴾ [المجادلة : ١٦، ١٧]

”ان (منافقوں) نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، اور یہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اس لئے ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اُن کے مال اور اُن کی اولادیں اُنہیں اللہ سے کچھ بھی کفایت نہیں کریں گے۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، یہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے“۔

اللہ تعالیٰ جہنم والے کاموں سے بچائے اور جنت والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

منافقین کی خصلتیں احادیث میں سے

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَ إِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ○ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا○ ﴾ [النسآء : ١٤٢-١٤٣]

”یقیناً منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ان کے دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو بڑی سستی سے اٹھتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں، اور (نماز میں) اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ وہ (اہل ایمان اور اہل کفر) کے درمیان متذبذب اور متردد ہیں، نہ اس طرف ہیں اور نہ اس طرف ہیں، اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے محروم کردے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ نہیں پائیں گے“۔

آج کے خطبہ میں منافقوں کی وہ علامات بیان کی جائیں گی جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں بیان فرمائی ہیں تاکہ ہم ان بری خصلتوں سے بچیں اور اپنے آپ کو نفاق کی آلودگی سے پاک کرلیں۔ تو اس سلسلے میں سب سے پہلے صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث ذکر کرتا ہوں۔ جس میں منافقوں کی چار بری خصلتیں اور علامتیں مذکور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا)). [1]

”جس شخص میں چار خصلتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں نفاق کی خصلت موجود ہو گی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے“۔

پہلی خصلت:

((اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)).

”جب بھی اسے کوئی امانت سونپی جائے وہ اس میں خیانت کرتا ہے“۔

اور امانت میں خیانت کی دو قسمیں ہیں:

① مال ومنال اور ساز وسامان میں خیانت کرنا:

یہ انتہائی بدترین جرم ہے کہ کسی نے امانت رکھی، اسے کھا گیا، ہڑپ کر گیا، حکومت کی طرف سے لوگوں کی ضرورتوں (گلیوں، سڑکوں، سکولوں اور دیگر رفاہی کاموں) کے لیے روپیہ ملا، کھا گیا، اپنی فیکٹری بنالی۔ اس قومی مال سے اپنا کارخانہ بنالیا، اپنی کوٹھی تعمیر کر لی۔ یہ مال ومنال میں خیانت ہے۔ یہ اس قدر بدترین جرم ہے کہ یہ گناہ شہادت پانے سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ دلیل کیا ہے۔ جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو غلام بطور ہدیہ دیا جس کا نام ”مدعم“ تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ”مدعم“ رسول اللہ ﷺ کی سواری سے کجاوہ اتار رہا تھا اچانک (اس کو نامعلوم جانب سے آنے والا) تیر لگا جس سے وہ مارا گیا۔ لوگوں نے کہا: مبارک ہو یہ شخص جنتی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا:

((كَلَّا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق.

و صحیح مسلم، کتاب الإیمان باب بیان خصال المنافق عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما.

الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمِ، لِتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا)). [1]

"ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے‘ بے شک وہ چادر جس کو اس نے جنگ خیبر کے دن مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اٹھایا تھا وہ اس پر آگ بن کر مشتعل (یعنی بھڑک رہی) ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے آپ کے پاس لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں"۔

غور کیجئے! آج لوگ لاکھوں‘ کروڑوں‘ بلکہ اربوں کھربوں روپے کھا جاتے ہیں اور اتنی بڑی خیانت کے باوجود انہیں احساس تک نہیں ہوتا‘ جبکہ یہ وہ گناہ ہے جو شہادت پانے سے بھی معاف نہیں ہوتا اور اس گناہ کو قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ: اِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا)). [2]

"لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ جب وہ صبح کریں گے تو وہ آپس میں خرید وفروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو امانتوں کو ادا کرنے والا ہوگا۔ حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں صرف ایک شخص امانت دار ہے"۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں: لوگ امانت کو غنیمت کا مال سمجھ کر کھا جائیں گے۔ [3]

آج قیامت کی یہ نشانی پوری ہو چکی ہے‘ لوگ لین دین‘ تجارت معاملات اور کاروبار میں ایک دوسرے کا مال ہڑپ کئے جاتے ہیں‘ خود رسموں رواجوں پر‘ کھیل تماشوں پر‘ کافروں کے تہواروں پر‘ مرنے جینے کے کھیکھنوں‘ مزدور کی مزدوری نہیں دیتے‘ جس سے مال لیا ہے اس کے مال کی رقم ادا نہیں کرتے......

---

[1] كتاب الأيمان والنذور باب هل يدخل فى الأيمان والنذور الأرضا الخ، رقم: ٦٧٠٧.

[2] صحيح البخارى، كتاب الرقاق باب رفع الأمانة، رقم: ٦٤٩٧ و مسلم رقم: ٣٦٧.

[3] جامع الترمذى، كتاب الفتن، باب ماجاء فى علامة حلول المسخ والخسف، رقم: ٢٢١١.

② عہدے اور منصب میں خیانت کرنا:

عہدہ و منصب بھی امانت ہے اور عہدہ و منصب کو صحیح طور پر ادا نہ کرنا۔ ذمہ داری میں کوتاہی کرنا یہ بھی امانت میں خیانت ہے اور یہ بھی انتہائی بدترین گناہ ہے' اسے بھی قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ یوں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بدوی (دیہاتی) آیا اس نے دریافت کیا:

مَتَى السَّاعَةُ.

''قیامت کب ہوگی؟''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)).

''جب امانت کا خیال نہ رکھا جائے گا تو قیامت کا انتظار کرنا''۔

اس نے دریافت کیا' امانت کے خیال نہ رکھنے سے کیا مراد ہے؟۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

((اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةِ)).①

''جب حکومت ایسے لوگوں کے سپرد کی جائے گی جو اس کے اہل نہیں تو قیامت کا انتظار کرنا''۔

آج قیامت کی یہ نشانی بھی پوری ہو چکی ہے' بین الاقوامی سربراہوں' عالمی حکمرانوں اور ملکی اقتدار والوں میں امانت نام کی کوئی چیز نہیں رہی' جنھوں نے امن کے جھنڈے اٹھا رکھے ہیں وہ خونخوار بھیڑیئے بنے ہوئے ہیں' جنھوں نے قوموں کو تحفظ فراہم کرنا تھا وہ قاتل' راہزن اور ڈاکو بنے ہوئے ہیں' اسلامی سزاؤں کا مذاق اڑاتے ہیں اور اقتدار کی خاطر بے دریغ خون بہاتے ہیں۔ وزراء' مشیران' گورنرز' فوج اور پولیس کے

---

① صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل فی حدیثه فأتم الحدیث ثم أجاب السائل (٥٩) (٦٤٩٦).

افسران، شہروں اور ضلعوں کے ناظم اور محلوں کالونیوں کے نگران سب ذمہ داری اور ڈیوٹی میں شدید غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہیں۔ جن لوگوں نے عوام اور رعایا کو تحفظ اور امن دینا تھا وہ لوگوں کو لوٹ رہے اور خون وہراس پھیلا رہے ہیں، انہوں نے رشوت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ جب کہ یہ بددیانتی منافقوں کی خصلت ہے۔ اور یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝ ﴾ [الأنفال : ۵۸]

اس کے برعکس مؤمنوں کا کردار سورۃ المومنون (آیت ۸، اور المعارج ۳۲) میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ ﴾ [المؤمنون: ۸]

''مؤمن اپنی امانتوں اور عہد معاہدوں کی پاس داری کرتے ہیں''۔

اور امانتداری نبیوں اور فرشتوں والی خصلت ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الشعراء میں نبیوں کی یہ خصلت یوں بیان فرمائی ہے۔

حضرت نوح، ہود، صالح، لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کا نام لے کر فرمایا کہ ان تمام پیغمبروں میں سے ہر ایک نے اپنی قوم کو دعوتِ دین دیتے ہوئے کہا:

﴿ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ ﴾ [الشعراء : ۱۰۷]

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں''۔

معلوم ہوا امانت و دیانت نبوی خصلت ہے۔ پیغمبروں نے قوموں سے گالیاں سن کر، اذیتیں اٹھا کر اور سخت ترین مزاحمت پا کر بھی ذمہ داری میں کوتاہی نہیں کی، اللہ کا دین امانت و دیانت کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا اور کسی دنیاوی لالچ اور مفاد کے بغیر انتہائی کامل طریقے سے عہدہ نبھایا۔

اور یہ (امانت و دیانت) ملائکہ (فرشتوں) کی صفت اور خصلت ہے اللہ رب العزت نے سورۃ الشعراء میں فرمایا:

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ ﴾ [الشعراء: ۱۹۳]

''یہ قرآن امانت دار فرشتے (جبریل علیہ السلام) لے کر اترا ہے''۔

اور سورۃ التکویر میں جبریل امین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ ﴾ [التکویر: ۲۱]

''اس کی وہاں (یعنی آسمانوں پہ) اطاعت کی جاتی ہے (فرشتے اس کا کہا مانتے ہیں) اور یہ امانتدار بھی ہے''۔

رسول اکرم ﷺ کو قبل از نبوت بھی صادق اور امین کہا جاتا تھا' آپ نے قبل از نبوت امانتداری کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا' حتیٰ کہ اعلان نبوت اور دعوتِ توحید کے بعد جب لوگ آپ کے خون کے پیاسے بن گئے تب بھی لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے' آپ کی امانتداری اس قدر معروف و مشہور تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مال و متاع اور عہدہ و منصب میں انتہائی امانتدار اور دیانتدار تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قومی مال میں کس قدر محتاط تھے' بیت المال میں سے اتنا کم وظیفہ لیتے تھے کہ گھر میں میٹھی چیز نہیں پک سکتی تھی' ایک دن بیوی نے کوئی میٹھی چیز کھانے کی خواہش ظاہر کی' جواب دیا: ابوبکر کے وظیفے میں گنجائش نہیں ہے۔ بیوی نے یومیہ وظیفے سے تھوڑا تھوڑا روزانہ جمع کرنا شروع کیا اور کئی دنوں کے بعد ایک میٹھی چیز پکالی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میرے وظیفے میں تو گنجائش نہیں یہ میٹھی کیسے تیار ہوگئی ہے' بیوی نے جواب دیا: یومیہ وظیفے سے روزانہ تھوڑا تھوڑا بچا کر یہ چیز پکالی ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراً بیت المال کے نگران کو بلایا اور جتنا خرچہ بیوی نے یومیہ بچایا' اتنا یومیہ وظیفہ کم کرنے کا حکم جاری فرمادیا کہ اس کے بغیر ابوبکر کا گذارا ہوسکتا ہے۔

اور صحیح البخاری میں حدیث ہے' جب آپ آخری ایام میں بیمار ہوئے' ایک بوسیدہ چادر اوڑھ رکھی تھی اسے زعفران کا معمولی داغ لگا ہوا تھا' فرمایا: جب میں وفات پا جاؤں تو یہ کپڑا دھو لینا اور دو اور کپڑے لے کر مجھے تین کپڑوں میں کفن دینا' گھر والوں نے کہا یہ تو پرانا کپڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: مردے کی نسبت زندہ شخص نئے کپڑوں کا حقدار

ہے' مجھے انہی پرانے اور بوسیدہ کپڑوں میں کفن دینا...[1] کس قدر امانت و دیانت ہے' اور جہاں تک ذمہ داری نبھانے کی بات ہے تو صرف اتنا ہی کافی ہے' کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف دو سالہ دور خلافت میں جتنے سنہری کارنامے سرانجام دیئے وہ انہی کا حصہ تھے۔

دوسری خصلت:

((وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ)).

”منافق جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے“۔

جھوٹ بولنا بدترین گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ)).[2]

”لوگو! جھوٹ سے بچ جاؤ' جھوٹ گناہ کی راہ دکھلاتا ہے' اور گناہ جہنم کی راہ پہ ڈالتا ہے' جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کو ہی تلاش کرتا ہے اسے اللہ کے ہاں کذاب (انتہائی جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے“۔

جھوٹ بدترین خیانت بھی ہے۔ حضرت سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

((كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ)).[3]

”سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا سمجھے جب کہ تو جھوٹ بولتا ہو“۔

آج ہمارے معاشرے میں جھوٹ رچ بس چکا ہے' خصوصاً موبائل نے تو اچھے

---

[1] صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب موت يوم الاثنين، رقم: ١٣٨٧.

[2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (٢٦٠٧) والبخارى (٦٠٩٤).

[3] سنن أبى داود، كتاب الأدب، باب فى المعاريض، رقم: ٤٩٧١.

اچھے لوگوں کو جھوٹ پر لگا دیا ہے' گھر' دکان' کارخانے اور دفتر میں بیٹھے ہوں گے اور فون کرنے والے کو بتلائیں گے ہم سفر میں ہیں۔ لوگ آج جھوٹ کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے' بلکہ یہ ذہن بن چکا ہے کہ جھوٹ کے بغیر کاروبار ہی نہیں چلتا اور آج فلموں' ڈراموں' ناولوں' افسانوں اور کہانیوں کا جھوٹ تو لوگوں کی تفریح بنا ہوا ہے اور اس بدترین جھوٹ کے ذریعے آج لوگ تھکاوٹیں اتارتے اور سکون حاصل کرتے ہیں۔ اور اپریل فول کے نام سے یوم جھوٹ منایا جاتا ہے۔ جس میں بڑے بڑے کرل مارے جاتے ہیں جتنا کوئی بڑا جھوٹ بولے اتنا بڑا انعام پاتا ہے اور معاشرے میں بڑا عقلمند اور ہوشیار سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ جھوٹ وہ بدترین گناہ ہے جسے تمام معاشروں میں برا سمجھا جاتا ہے لیکن لوگ اسے برا جاننے کے باوجود چھوڑنے کو تیار نہیں' اور بعض موقعوں پر تو جھوٹ بولنا فیشن بن چکا ہے۔ جبکہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ سننا سب منافقوں کی علامتیں ہیں۔ اور یہ موجب لعنت گناہ ہے۔ اس کے برعکس سچ بولنا نبوی صفت ہے:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴾ [مریم: ٤١]

امام الانبیاء سید الرسل صاحب لواء الحمد جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے قبل از نبوت بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا' اس کی گواہی اپنوں اور بیگانوں سب نے دی۔

جناب ابوسفیان نے (قبول اسلام سے قبل) ہرقل کے دربار میں ہرقل کے مختلف سوالوں کے جوابات دیئے جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھے تھے' اس نے ایک سوال یہ پوچھا: کیا دعوائے نبوت سے قبل تم نے کبھی اس کی زبان سے جھوٹ سنا؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا' ہم نے قبل از اعلانِ نبوت کبھی اس کی زبان سے جھوٹ نہیں سنا۔ [1]

کیسی زبردست گواہی اور شہادت ہے؟ اور اسی طرح جب آپ نے سارے عزیز واقارب جمع کر کے پوچھا تھا: ''بتلاؤ! تم نے مجھے چالیس سالہ دور میں سچا پایا کہ جھوٹا؟'' تو سب نے بیک زبان کہا تھا: ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے' آپ سے کبھی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی (٢٩٤١/٧) ومسلم (١٧٧٣).

جھوٹ نہیں سنا……

تیسری خصلت:

((وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ)).

’’منافق جب کوئی عہد معاہدہ اور وعدہ کرتا ہے تو اس میں غداری کرتا ہے‘‘۔

عہد شکنی کرتا ہے۔ عہد شکنی اور وعدہ خلافی بدترین گناہ ہے اور اس میں اللہ کے ساتھ کیے گئے عہد معاہدے بھی شامل ہیں۔ اور بندوں کے ساتھ کیے گئے جائز عہد معاہدے بھی شامل ہیں، حتیٰ کہ کافروں کے ساتھ کیے گئے جائز عہد معاہدے بھی اس میں داخل ہیں بدعہدی اور وعدہ خلافی کافروں کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ بلکہ یہ معاملہ اس قدر حساس ہے کہ معاہدے کی آخری تاریخ آنے سے قبل ان کافروں کی طرف لشکر روانہ کرنے کی ابتداء کرنا بھی جائز نہیں۔

جناب سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ (جب معاہدہ ختم ہونے کے قریب آیا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کی طرف لشکر روانہ کرنے شروع کر دیئے، تاکہ لشکر قریب پہنچ جائیں اور جونہی معاہدے کی مدت ختم ہو فوراً حملہ کر دیں (تاکہ دشمن کو تیاری کا موقع نہ ملے) ایک دن اسی طرح دستے روانہ کر رہے تھے دور سے ایک سوار آیا جو گھوڑے پر سوار تھا اس نے دور سے آواز لگائی:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ.

’’وعدہ پورا کرو غداری نہ کرو‘‘۔

جب وہ سوار قریب آیا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے آکر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کسی نے کسی قوم سے عہد معاہدہ کر رکھا ہو تو معاہدہ ختم ہونے سے پہلے کوئی اقدام نہ کرے، یا (ان کی طرف سے عہد شکنی کے آثار دیکھنے کی صورت میں) انہیں نقض عہد کی اطلاع کر دے۔ سلیم بن عامر کہتے ہیں: حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث سنتے ہی ساری فوجیں واپس بلالیں۔[1]

اللہ رب العزت نے وعدے پورے کرنے کی تاکید شدید فرمائی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۝ ﴾ [المائدة: ١]

”اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو“۔

دوسرے مقام پر خالق ارض وسماء نے فرمایا:

﴿ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۝ ﴾ [الأنعام : ١٥٢]

”اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو“۔

اور اللہ رب العزت نے سورۃ الاسراء میں فرمایا:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ ﴾ [الإسراء:٣٤]

”اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس (پوچھ گچھ) ہونے والی ہے“۔

اور وعدے کی پاسداری نبیوں والی صفت ہے۔ اللہ رب العزت نے سورہ مریم میں فرمایا:

﴿ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴾ [مريم : ٥٤]

”اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا واقعہ بھی بیان کر، وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی“۔

اور یہ متقیوں اور مومنوں کی صفت ہے۔

اللہ رب العزت نے سورۃ المومنون اور المعارج میں بیان فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ ﴾ [المؤمنون:٨، المعارج:٣٢]

”جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں“۔

آج وعدہ خلافی کی ایک بدترین شکل یہ ہے، کہ لوگ وعدہ کرتے وقت دل میں

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الإمام يكون بينه و بين العدوّ عهد فيسير نحوه، رقم: ٢٧٥٩.

نیت ہی یہ رکھتے ہیں کہ وعدہ پورا نہیں کرنا‘ مثلاً: کسی شخص کے پیسے دینے ہیں‘ وہ مطالبہ کرتا ہے‘ اسے محض ٹالنے کے لیے کہہ دیا پندرہ دن بعد آنا‘ حالانکہ اندرون خانہ علم ہے کہ میں پندرہ دن کے بعد بھی پیسے نہیں دے سکتا‘ لیکن وعدہ کرلیا‘ تاکہ پندرہ دن تو یہ ٹلا رہے‘ جب پندرہ دن گزر جائیں گے تو پھر دیکھی جائے گی۔

چوتھی خصلت:

((وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)).

”منافق جب لڑتا جھگڑتا ہے تو گالیاں بکتا ہے‘ سب وشتم کرتا ہے“۔

لمحہ فکریہ:

رسول اللہ ﷺ نے تو لڑائی اور جھگڑے میں گالی دینا منافق کی خصلت قرار دیا ہے: لیکن آج لوگ لڑائی جھگڑے کے بغیر ہی بات بات پر گالی دیتے ہیں سواری کو گالی‘ مشین کو گالی‘ ساز وسامان کو گالی‘ ہوا کو گالی‘ کھانے پینے کی اشیاء کو گالی‘ جانوروں کو گالی......

حتیٰ کہ دو دوست آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو گالی دے کر حال پوچھتے ہیں۔ یہ طرز عمل تو منافقت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ جبکہ مسلمان کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ)).[1]

”حتیٰ کہ لوگ اپنی آل اولاد کو ایسی گالیاں دیتے ہیں جو اپنے آپ پر لوٹ آتی ہیں“۔

لوگ ان چیزوں کو گالیاں دیتے ہیں جو اللہ کے حکم کی پابند ہیں۔ مثلاً: ہوا‘ اللہ کے حکم سے چلتی ہے‘ اگر ہوا مرضی کی نہ ہو تو بے دین لوگ ہوا کو بھی گالیاں دینے لگ جاتے ہیں‘ حالانکہ نبی ﷺ نے ہوا کو گالی دینے سے سختی سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عملہ وھو لا یشعر (٤٨) (٦٠٤٤) ومسلم (٦٤) والترمذی (١٩٨٣).

((اَلرِّيْحُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَأْتِيْ بِالرَّحْمَةِ وَ بِالْعَذَابِ، فَلَا تَسُبُّوْهَا، وَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَعُوْذُوْا بِهٖ مِنْ شَرِّهَا)). [1]

''ہوا اللہ کی طرف سے آتی ہے کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب اس کو برا نہ کہو بلکہ اللہ سے اس کی بھلائی کا سوال کیا کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو''۔

دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا پر لعنت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَاتَلْعَنُوا الرِّيْحَ، فَإِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ، وَإِنَّهٗ مَنْ لَّعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِأَهْلٍ رَّجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ)). [2]

''ہوا پر لعنت نہ کرو' ہوا تو اللہ کے حکم کی پابند ہے اور جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کا استحقاق نہیں رکھتی تو لعنت بھیجنے والے کی جانب لعنت واپس آجاتی ہے''۔

اور لوگ دوسروں کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دلواتے ہیں جو کہ خطرناک گناہ ہے اور آج تو ایسی نااہل اولاد بھی ہے جو ڈائریکٹ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتی ہے دھکے دے کر مارکوٹ کے گھر سے باہر تک نکال دیا جاتا ہے بوڑھا باپ بیچارہ کبھی کسی کے دروازے پر محبت کی بھیک مانگتا ہے۔ کبھی کسی بیٹی سے پیار کا سوال کرتا پھرتا ہے۔ کبھی رشتہ داروں اور محلے والوں سے اپنی نااہل اولاد کا رونا روتا ہے:

هَدَانَا اللّٰهُ وَإِيَّاهُمْ.

بہرحال منافق کی بری خصلت ہے کہ وہ لڑائی جھگڑے کے وقت گالی دیتا ہے' جبکہ مؤمن اپنی زبان ہمیشہ صاف رکھتا ہے۔

---

[1] سنن ابوداؤد، كتاب الأدب، باب ما يقول اذا هاجت الريح، رقم: ۵۰۹۷.

[2] جامع الترمذي، رقم: ۱۹۸۷، و سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في اللعن، رقم: ۴۹۰۸.

یہ وہ چار خصلتیں ہیں جو ایک حدیث میں بیان کی گئی ہیں' اس کے علاوہ دیگر احادیث میں جو خصلتیں مذکور ہیں وہ بھی بالاختصار ذکر کرتا ہوں۔

(مقصد صرف یہ ہے کہ ہم منافقوں والی عادتوں اور خصلتوں سے بچ جائیں اور کھرے، مخلص اور باعمل مؤمن بن جائیں)۔

پانچویں خصلت: جذبہ جہاد سے عاری ہونا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ)).①

"جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے جہاد کیا نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال آیا تو وہ ایک قسم کی منافقت پر فوت ہوا"۔

معلوم ہوا مؤمن کے دل میں جذبہ جہاد ضرور ہونا چاہیے دل کا جذبہ جہاد سے عاری و خالی ہونا نفاق کی علامت و خصلت ہے۔

چھٹی خصلت: متذبذب اور متردد ہونا:

اسلامی عقائد و احکام کے متعلق شک و شبہ میں مبتلا ہونا کبھی کافروں کی طرف مائل ہونا اور کبھی مومنوں کی طرف جھکاؤ کرنا امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ اِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً وَّ اِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً)).②

"منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو نر کی تلاش میں دو ریوڑوں کے درمیان بھاگی پھرتی ہے' کبھی اس ریوڑ اور کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہے"۔

منافق چونکہ مفاد پرست ہوتا ہے اس لیے کسی ایک موقف پر استقامت اختیار

---

① صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم يغزو لم يحدث نفسه بالغزو (١٩١٠) وابوداؤد (٢٥٠٢).

② صحيح مسلم، كتاب صفة المنافقين واحكامهم.
و سنن النسائي، كتاب الايمان و شرائعه، باب مثل المنافق عن ابن عمرؓ.

نہیں کرتا، جس طرح مغلوب شہوت بکری نر کی تلاش میں کبھی اس ریوڑ کی طرف اور کبھی اس ریوڑ کی طرف بھاگی پھرتی ہے۔

غور کیجئے! آپ نے مغلوبِ شہوت نر (بکرے) سے تشبیہ نہیں دی بلکہ مادہ (بکری) سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ منافق مردانہ اوصاف: جرأتمندی، دلیری، مستقل مزاجی اور عزم مصمم سے بے بہرہ ہوتا ہے۔

ساتویں خصلت، ظاہر وباطن میں تضاد پایا جانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا ہم حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کے سامنے وہ باتیں کرتے ہیں جو ہمارے دل میں نہیں ہوتیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

كُنَّا نَعُدُّ ذٰلِكَ نِفَاقًا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

"ہم اس طرز عمل کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں نفاق اور منافقت شمار کرتے تھے"۔

اللہ اکبر! آج سیاست ہی ظاہر وباطن کے تضاد اور دورخے کردار کا نام ہے جبکہ اسے نفاق ومنافقت کہا گیا ہے۔ آج ملازم آفیسر کے سامنے، سیاستدان اپنے وڈیرے کے سامنے یہی کردار ادا کر رہا ہے۔ سامنے جھک کر سلام اور دل میں نفرت، کدورت اور بغض وکینہ بھرا ہوا ہے۔ سامنے مدح سرائی میں اتنا مبالغہ کہ آسمان اور زمین کے قلابے ملا دینا اور پشت پیچھے طعن وتشنیع، عیب جوئی اور بدزبانی میں اخیر کر دینا، یہ منافقانہ کردار ہے، ظاہر کچھ اور باطن کچھ، زبان پہ کچھ اور دل میں کچھ، سامنے کچھ اور بعد میں کچھ......

آٹھویں خصلت، نماز میں تاخیر کرنا:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ، حَتّٰى إِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلَّا

---

[1] صفة المنافق للفريابي (٦٧) اسناده حسن.

قَلِيلًا))۔ [1]

”یہ منافق کی نماز ہے‘ وہ بیٹھا رہتا ہے‘ سورج (کے غروب ہونے) کا انتظار کرتا ہے۔ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے (سر کے) دونوں کناروں کے درمیان ہوتا ہے تو منافق (نماز کے لیے) کھڑا ہوتا ہے اور جلدی جلدی چار رکعت ادا کرتا ہے ان میں بہت ہی کم اللہ کا ذکر کرتا ہے“۔

آج یہ منافقانہ روش ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جا رہی ہے‘ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نماز میں تاخیر کرتی ہے۔ حالانکہ بروقت نماز پڑھنا کوئی مشکل کام نہیں‘ صرف دل کو سمجھانے والی بات ہے‘ ایک کام جب کرنا ہی ہے تو آدمی بروقت کر لے۔

ایک محدث تھے جناب ابراہیم بن میمون‘ وہ لکڑی کا کام کرتے تھے کئی دفعہ وہ ہتھوڑا اٹھا چکے ہوتے اذان کی آواز آ جاتی تو ہتھوڑا کیل پر مارنے کی بجائے زمین پر رکھ دیتے اور فوراً نماز کے لیے نکل پڑتے۔

نویں خصلت‘ جماعت سے پیچھے رہنا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

((وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلاَّ مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ))۔ [2]

”ہمارا مشاہدہ ہے کہ نماز (باجماعت) سے صرف وہ انسان پیچھے رہتا ہے جس کا نفاق عیاں ہوتا ہے“۔

جبکہ مومن اس قدر جماعت پانے کا حریص ہوتا:

وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادىٰ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ۔ [3]

”بلاشبہ ایک شخص کو دو انسانوں کے (سہارے) اٹھا کر لایا جاتا یہاں تک کہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر.

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی (٦٥٤) واحمد (٣٤٤٠).

[3] صحیح مسلم (٦٥٤) وابن خزیمۃ (١٤٨٣) واحمد (١/٣٨٢) و ابن ماجہ (٧٧٧).

اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا''۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں منافق اور مؤمن کے درمیان فرق تھا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

دسویں خصلت' منافق اپنے اوپر گناہ کا کوئی بوجھ نہیں سمجھتا:

حدیث میں ہے: اگر مؤمن شخص سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اس قدر پریشان ہو جاتا ہے گویا کہ وہ اونچے پہاڑ کے دامن میں ہے اور یہ پہاڑ اس پر گرنے والا ہے۔

لیکن منافق گناہ کے بعد فکرمند نہیں ہوتا وہ ایسے ہی محسوس کرتا ہے جیسے ناک پہ ایک مکھی بیٹھی ہو اور وہ اُڑا دی۔

یعنی مؤمن سے اگر کوئی گناہ ہو بھی جائے تو وہ گناہ کے بعد خوش نہیں ہوتا بلکہ اس کے دل میں فوراً اللہ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے اس کا دل بے قرار ہو جاتا ہے' وہ توبہ کر کے ہی سکون پکڑتا ہے' لیکن منافق کو گناہ پر کوئی ندامت نہیں ہوتی۔

لمحہ فکریہ:

مکھی کا تو پھر بھی قدرے احساس ہوتا ہے لیکن آج ہمارے معاشرے کی کیفیت یہ ہو چکی ہے کہ لوگ گناہ کے بعد لذت اور فرحت محسوس کرتے ہیں اور اسے بار بار مزے کے ساتھ بیان کرتے اور سناتے ہیں' یہ تو نفاق سے بھی بدترین کیفیت ہے' اللہ ہمیں منافقوں والی بری خصلتوں سے محفوظ فرمائے' اور مخلص مؤمن بنائے' اور باعمل باکردار مسلمان بننے کی توفیق بخشے۔

نفاق سے بچنے کی مسنون دعا:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكَذِبِ، وَعَيْنِیْ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ.[1]

* * *

---

[1] الدعوات الكبير للبيهقي عن ام معبد رضى الله عنها.

خطبات اسلام ایک نظر میں

خطبات اسلام میں واعظین اور مبلغین کی سہولت کے لیے سال بھر کی ضرورت کے مختلف عناوین ومضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔

موضوع اور من گھڑت روایات اور قصہ گوئی کی بجائے کتاب و سنت کی صحیح نصوص کو استعمال کیا گیا ہے۔

عام آدمی کی اصلاح کے لیے تعلیمات نبوی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

شعر گوئی اور قافیہ بندی سے گریز کرتے ہوئے اندازِ بیان سادہ مگر انتہائی پُرمغز اسلوبِ تحریر میں اپنا مدعا بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ خطباتِ اسلام نہ صرف خطباء اور واعظین کے لیے مفید ہیں بلکہ ہر لائبریری اور گھر کی بھی ضرورت ہیں۔

دارُالقُدس
ڈسٹری بیوٹرز اینڈ پبلیشرز
اُردو بازار لاہور 042-7221565
Mob:03007452885